كتاب انزل اليك فلا يكن في صدرك حرج منه

الحمد لله والمنة كه كتاب كشف النقاب عن مسئلة فاتحة الكتاب في رد فصل الخطاب

المسمى به

انوار نعمانیہ

من تصنیف

فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد فضل الدین صاحب گجراتی سلمہ ربہ

سنہ ۱۳۰۷ ہجری المقدس

مطابق سنہ ۱۸[illegible]۱ء

در مطبع اسلامیہ واقع لاہور باہتمام مولوی کرم بخش مالک و مہتمم طبع شد

قوله کئی آدمی عامل بالحدیث اور کئی مقلد رہتے تھے - الی آخرہ اقال اور شہر میں
بھی عاملین بالحدیث کی صرف زبانی مذمت کیا کرتے **اقول** وباللہ التوفیق
عامل بالحدیث **ایک** تو یہ طائفہ ظاہریہ کا جو درحقیقت تابعان داؤد ظاہری
کے (کوفی المولد ۲۰۲ھ سنہ یا ۲۰۱ سنہ یا ۲۰۰ سنہ علی الاختلاف) ہیں - اور اونکا جمود
ظاہریہ محضہ پر ہے - اونکی مذمت اور برائی تو محدثین اور فقہا اہل سنت رحمہم اللہ
نے بہت بڑھ کر فرمائی ہے - اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ فرقہ سخیفہ اکثر مسائل شرعیہ
اجماعیہ میں اہل سنت وجماعت بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہیں
اسکا ثبوت معائنہ **نووی شرح صحیح مسلم** وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہوتا
ہے - اگر خوف طوالت کا نہوتا - تو عبارات محدثین اور فقہاء کرام کی بسط تام سے
نقل کیجاتیں - اما الحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے نقل عبارت ایک دو کتاب کی ہدیہ
ناظرین ہوتی ہے **دراسات اللبیب** کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے - لا

شك أن علماء الأمة ممن تعلق بالحديث لكن يوم طائفة تسمى ظاهرية
وهو في التحقيق عبارة من أصحاب داود الظاهري خاصة وعن كل
من كان على الظاهرية المحضة التي تسمى جامدة في اطلاق العلماء و
ذلك لعدم قولهم بالقياس مطلقا حتى في العلة المنصوصة والجلية بل
ما يترائى من قولهم انهم لا يقولون بالاستنباط رأسا - وهو مما لا يعبأ
بهم ولا باقوالهم ائمة الحديث والفقه - حتى قال الشيخ الامام
السيوطي وغيره ان الاجماع لا ينخرق بخلافهم - ومن هو مردود
بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر والفهم
في كتاب الله وسنة رسول الله - فاهل الظاهر الذين قال فيهم بعض اهل
الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم الغباوة - ان ارادوا به تلك الطائفة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی حبیبہ و محبوبہ محمد سید الانبیاء و المرسلین و علی آلہ الطیبین الطاہرین و صحابہ المکرمین و المعظمین و ازواجہ امہات المؤمنین و علی اتباعہ و اولیاء امتہ اجمعین **اما بعد** عبد الضعیف الراجی برحمت ربہ المعین **محمد فضل الدین** متوطن گجرات وفقہ اللہ باعمال الخیر و الحسنات خدمت میں صاحبان اہل اسلام خصوصاً حنفیہ کرام کی گذارش کرتا ہے۔ انہی دنوں قدردان احباب بکرمت مآب **شیخ غلام محمد** صاحب نے اس گمنام سے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا استفسار کیا خاکسار نے حسب تحقیق حنفیہ کے جس کا استنباط از روئے آثار و اخبار بدرجہ غایت اکمل و اقوی ہے جواب دیا انہوں نے وہ جواب بجنسہ مولوی حکیم **نور الدین** صاحب کو دکھلایا مولوی صاحب موصوف نے اُس فتوے کی تردید میں ایک رسالہ مسمی بہ **فصل الخطاب** مرتب و مدون فرما کر چھپوایا اور اکناف عالم و اطراف ہند و پنجاب میں ذائع و شائع کر دیا۔ فقیر کو ہر چند قلت فرصت و کثرت اشغال و عدم موجودگی اسباب فراغت اور بہم نہ ہونا کتب دینیہ فقہیہ وغیرہ کا سد راہ تحریر جواب تھا۔ مگر الحمد للہ کہ توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی جو صورت مراد کی آئینہ تمنا میں نظر آئی کہ بطور جواب الجواب یہ رسالہ ہدایت مقالہ الملقب بکشف النقاب عن مسئلہ فاتحۃ الکتاب و المسمی بہ **انوار نعمانیہ** حیز تالیف و احاطہ تحریر میں آیا اور اکثر علمائے نامدار و فضلائے تقوی شعار وفقھم اللہ الی ما تحب و ترضی کے ملاحظہ سے گذرا ان سب نے ملاحظہ فرما کر تحسین کی اور صدائے احسنت و آفرین بلند فرمائی حق سبحانہ تعالی مسلمانوں کو اس کے مطالعہ سے محظوظ کرے اور توفیق عمل کی عطا فرمائے اور اس مسکین کی تسکین کے لئے موجب کفارہ معاصی و سیآت و باعث ارتقائے مدارج صلاح و طاعات ہووے و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب اور میں اپنے دینی بھائیوں سے امید کرتا ہوں کہ میرے سہو و زلات کو عفو اور معاف فرماویں۔ لانہ قل من یعصم عن ذلک فقط

بعض تصانیفه **خلاصہ ترجمہ** کا یہ (یعنی ظاہریہ) ایک گروہ ضعیفہ ہے۔
اونہون نے اپنے لئے ایسے مرتبہ کا ادعا اور اظہار کیا (یعنے بیہودہ) کہ وہ اون
کے لائق نہ تہا۔ اور بے تک باتیں کہنے لگے۔ ان باتوں کو اپنے بہائیون خارجیون
سے حاصل کیا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگ صفین میں اپنی اظہار
حکومت کا کیا۔ بادیہ شبیلیہ میں مشہور ابن حزم تہا۔ ابتداً مذہب امام شافعی رحمۃ
اللہ سے تعلق رکہتا تہا۔ پہر اوسکو ترک کیا اور داؤد ظاہری کیطرف منسوب ہوا۔
ازاں بعد اوس کو بھی چھوڑ چھاڑ بالاستقلال بزعم خود مدعی انا امام الائمۃ کا ہوا۔
اور اللہ کے دین کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو اوس میں نہ تہیں۔ اور لوگوں کے
دلوں کو نفرت دلانے کے لئے علماء کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو وہ اون کے
قائل نہ تہے۔ **قال النووی** قال اصحابنا وغیرہم من العلماء التغوط
فی الماء کالبول فیہ واقبح۔ وکذلک اذا بال فی اناءٍ ثم صبّہ فی الماء وکذا
اذا بال بقرب النہر بحیث یجری الیہ فکلہ مذموم قبیح منہی عنہ علی
التفصیل المذکور۔ ولم یخالف فی ھذا احدًا من العلماء الا ما حکی عن داؤد بن
علی الظاہری۔ ان النہی مختص ببول الانسان بنفسہ وان الغائط لیس کالبول۔ و
کذا اذا بال فی اناءٍ ثم صبّہ فی الماء او بال بقرب الماء۔ وھذا الذی ذھب الیہ
خلاف اجماع العلماء۔ وھو اقبح ما نقل عنہ فی الجمود علی الظاہر انتھی **خلاصہ
ترجمہ** نووی شارح صحیح مسلم نے **ص ۱۳۸** میں کہا ہے کہ ہماری اصحاب وغیرہم
من العلماء نے فرمایا ہے کہ پانی (یعنی راکد دائم) میں پاخانہ مثل بول بلکہ اوس سے اقبح
(یعنی بدتر) ہے۔ اور ایسا ہی ہے باسن میں پیشاب کر کر پانی میں ڈالنا۔ اور ایسا
ہی ہے نہر کے ایسا قریب پیشاب کرنا جو نہر کیطرف جاری ہو۔ یہ کل امور مذموم اور قبیح
اور منہی عنہ علے التفصیل المذکور ہیں۔ اور ان امور میں کسی عالم کا اختلاف نہیں

المخصوصة فلکلامهم وجهة علی انه کما لا یخرق الاجماع خروج اهل البغی

عن حکمه کذلک خروج هؤلاء انتهی - **خلاصہ ترجمہ** یہ امر بلاریب

ثابت ہے کہ منجملہ متعلقین حدیث کریم کے ایک ایسا گروہ ہے جو اونکو ظاہریہ کہا

جاتا ہے - اور وہ گروہ بنظر تحقیق اصحاب داؤد ظاہری کے بالخصوص - اور جو

لوگ کہ ظاہریت محضہ پر جسکو اطلاقات علما مین جامد کہتے ہیں - جامد ہون - مراد ہیں

یہ طائفہ علی الاطلاق قیاس کے قائل نہیں - حتی کہ علت منصوصہ جلیہ میں بہی

بلکہ اونکے اقوال سے تو یہ مفہوم اور مترشح ہوتا ہے کہ وہ سرے سے استنباط کے بہی

منکر ہیں - اس لئے ائمہ حدیث اور فقہ کے اونکے اقوال کی کچہہ پروا نہیں کرتے -

حتی کہ امام سیوطی شافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ اونکا خلاف خارق اجماع نہین ہے

اور اونکا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مردود و مطرود ہے - اس لئے کہ

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ تو (ہر دو با علی ندا) ناطق بالاستنباط ہین - پس

جن حنفیہ اصولیوں نے یہ کہا ہے کہ حکم ظاہریہ کا حکم بغاۃ کا ہے - اگر اونہوں نے

یہی فرقہ مراد رکہا ہے - تو اونکا کلام درست ہے بایں معنی کہ جیسا خروج اہل بغاوت

کا خارق اجماع امت کا نہین ہے - ویسا ہی اس فرقہ کا خروج خارق اجماع نہیں و

فی القواصم والعواصم للحافظ ابی بکر بن العربی عند ذکر

الظاہریۃ - ھی امۃ سخیفۃ تسورت علی مرتبۃ لیست لھا وتکلمت بکلام لم تفھمہ

تلقفوہ من اخوانھم الخوارج حین حکم علی رضی اللہ تعالی یوم صفین

الی آخر ما قال کان من بادیۃ الشبیلیۃ - یعرف بابن حزم نشأ وتعلق بمذھب

الشافعی رحمہ اللہ ثم انتسب الی داؤد ثم خلع الکل واستقل بنفسہ وزعم انہ امام

الائمۃ یضع ویرفع ویحکم ویشرع - ینسب الی دین اللہ ما لیس فیہ ویقول عن

العلماء ما لم یقولوا تنفیرا للقلوب منھم انتہی - ذکرہ الفاضل اللکھنوی فی

يتعاطاه و يريد ان يخوض فيه وهو رجل وقد جمع السلف طرفا من سننه و اثاره عليه السلام فى كتبهم على قدر الطاقة انتهى حاصله -

فرقہ عامل بالحدیث کے بیان میں

سیوم وہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا ہے ۔ کہ کوئی اون میں سے اپنے آپ کو محمدی کہلاتا ہے ۔ غیر مقلد کہنے سے گھبراتا ہے ۔ اور کوئی نام اپنا عامل بالحدیث بتاتا ہے لامذہب کہنے سے تھرتھراتا ہے ۔ اور کوئی التقلید شرک فی النبوۃ کا دعوی دار ہے اور کسی کا اشتہار مطاعن ابو حنیفہ ہی شعار ہے ۔ اور کسی کو غیر مقلد کہنا خوش آتا ہے ۔ وہابی کہنے سے جوش میں آتا ہے ۔ اور کوئی مقلدین کو مصداق آیۃ بل نتبع ما الفينا عليه اباءنا کا بشان کفار میں سے ٹھہراتا ہے ۔ اور کوئی محمل ان يتبعون الا الظن وان هم الا يخرصون کا جسکی مصداق مشرکین ہیں مقلدین کو بناتا ہے اور کوئی امام صاحب کو قليل البضاعة فى الرواية کا رکہ کل کائنات ۱۷ احدیثیں امام سے مروی ہیں) دھبہ لگاتا ہے ۔ اور کوئی قلة عربيت وانہ امام اہل الرای کا نقارہ بجاتا ہے ۔ اور کوئی مرجیت کی نسبت کرتا ہے ۔ اور کوئی انه كان كغيره التعبد حتى انه كان يحيى الليل كله وهو بدعة ضلالة کا فتوی دے رہا ہے ۔ اور کوئی ان كثيرا من تلامذته كانوا وضاعين کا الزام لگا رہا ہے ۔ اور کوئی انه يقدم القياس على السنة النبوية کا دم بھرتا ہے ۔ والله متم نوره ولو كره الكارهون علی ھذا القیاس طرح طرح کی واہی تباہی خرافات ۔ اور نا مرضیہ سخیفہ کلمات ائمہ دین اور مقلدین پر بہتان باندھے جاتے ہیں ۔ اس فرقہ کی برائی کے لئے **تحفۃ العرب والعجم** جس میں نواب قطب الدین مرحوم مؤلف مظاہر الحق نے مواہیر علماء حرمین شریفین ۔ اور مواہیر مشاہیر علماء ہند ۔ اور اعیان فضلاء پنجاب لاہور ملتان ۔ پشاور ثبت کرا کر طبع کرایا ہے ۔ کفایت کرتا ہے ۔ قابل ملاحظہ ہے ۔ اہل انصاف کہ دور از اعتساف ہیں فداحسبتہ للہ نظر منصفانہ فرماویں ۔ کہ عمل بالحدیث

الا ما حکی عن داؤد بن علی الظاہری - کہ نفی (یعنی جو حدیث میں وارد ہے - کہ (
لا یبولن احدکم فی الماء الدائم) مختص ہبول انسان بنفسہ ہے - اور غائط بول
جیسا نہیں (یعنی کھڑے پانی میں آدمی کو بول کرنا منع ہے - مگر پائخانہ جائز ہے)
اور ایسا ہی ہے برتن میں پیشاب کرکر پانی میں ڈالنا - اور قریب پانی کے پیشاب
کرنا - اور یہ امور جنکو داؤد ظاہری نے اختیار کیا ہے خلاف اجماع علما کا ہے
اور یہ سخت قبیح ہے منجملہ اون امور کے جو اوس کے جمود علی الظاہر میں منقول ہیں
دوسرا فرقہ وہ گروہ جو راویان اخبار نبوی اور جامعان آثار مصطفوی ہیں -
شان بلیغ اور مرتبہ رفیع اونکا احاطہ تحریر اور تقریر سے افزوں اور برتر ہے کیف
لا ہم خیار العلماء - سادات ہذہ الامۃ - وورثۃ العلوم النبویۃ - واہل السنۃ
والجماعۃ - یقولون بوجوہ الاستنباط قال الشیخ علی القاری الحنفی الہروی
المتوفی ۱۰۱۴ھ نزیل مکۃ) فی تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ - اذ من المعلوم
ان اہل القران اہل اللہ واہل الحدیث اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - و
انشدوا فی ہذا المعنی شعر اہل الحدیث ہموا اہل النبی وان ؛ لم یصحبوا
نفسہ انفاسہم صحبوا ؛ اماتنا اللہ علی محبۃ المحدثین واتباعہم من الائمۃ
المجتہدین وحشرنا مع العلماء العاملین تحت لواء سید المرسلین والحمد للہ
رب العالمین امین یا رب العالمین انتہی بلفظہ - اقول وادعوک یا الہ السموٰت
والارضین ان تحشرنی واحبائی فی زمرتہم انک مجیب الدعوات - اور
قاضی بیضاوی رحمہ اللہ علیہ نے **مفاتیح شرح مصابیح** میں لکھا ہے - ان
رئیس العلوم الدینیۃ ورأسہا ومبنی قواعد الاحکام الشرعیۃ واساسہا
ہو علم الحدیث - بحر عمیق لا نہایۃ لاسرار علومہ - ولا ادراک لحقائق
معانیہ - ان ہو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی - فالویل کل الویل لمن

والمحاسن تشهد + باایں ہمہ فایدہ جلیلہ جدیدہ سے خالی بھی نہیں ہے۔ وهو نعمان
بن ثابت بن زُوطی بضم الزاء المعجمة وفتح الطاء المهملة - وقيل بفتحتين - كذا في
تعاليق الانوار على الدر المختار ابن ماه - وله مناقب جليلة ومراتب جميلة عقب
المهرة قاصر عن ادراكها - ولسانهم فاتر عن تبيانها ؎ لايدرك الواصف المُطري
خصائصه + وان يك واصفاً بكل ما وصفا + وكفاك من مفاخره التي امتاز بها
من ائمة الاعصار - كونه من التابعين الاخيار + وهو وان كان مختلفاً فيه لكن
الصحيح المرجح المختار هو كونه من التابعين - فانه راى انساً رضي الله عنه بناءً على
ان مجرد روية الصحابة كافٍ للتابعية كما حققه الحافظ ابن حجر في النخبة وشرحه
والذهبي - والسيوطي - وابن حجر المكي - وابن الجوزي - والدارقطني - وابن سعد -
والخطيب - والولي العراقي - وعلي القاري - واكرم السندي - وابو معشر - وحمزة السهمي
واليافعي - والجزري - والتوربشتي - والسراج وغيرهم من المحدثين والمورخين
المعتبرين ومن انكره فهو محجوج عليه باقوالهم - وذكر الخطيب في تاريخ بغداد انه
راى انس بن مالك رضي الله عنهما وقال ابن حجر قد صح كما قال الذهبي انه راه
وهو صغير وفي رواية قال رأيته مراراً وكان يخضب بالحمرة وجاء من طرق انه
روى عنه احاديث ثلثة و كان هو زاهداً عابداً ورعاً تقياً كثير الخشوع كثير
الصمت دائم التضرع الى الله تعالى صاحب الكرامات قال الذهبي في تذكرة
الحفاظ ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي الكوفي
مولده سنة ثمانين راى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة رواه
ابن سعد عن سيف بن جابر عن ابي حنيفة انه كان يقوله و حدث عن عطاء ونافع
وعبد الرحمن بن هرمز الاعرج وسلمة بن كهيل وابي جعفر محمد بن علي وقتادة وعمرو
بن دينار وابي اسحاق وخلق كثير - وتفقه به زفر بن هذيل وداود الطائي

اسی کا نام ہے کہ ائمہ دین متین - اور علمائے اسلام کی برائی اور مذمت جہانتک ہو سکے
قلم و زباں سے فرق نہ کیا جاوے - اور پیشینیانکو توہین اور دشنام سے یاد
کیا جاوے - یا برعکس ؎ برعکس نہند نام زنگی کافور - کے قبیلہ سے ہے - کیا
بخاری کی حدیث جو ص ۱۸۷ میں ہے لاتسبوا الاموات وانتم شہداء اللہ
فی الارض ص ۱۸۲ قابل عمل نہیں - اور مسلم کی حدیث جو ص ۵۸ میں ہے سباب
المسلم فسوق + وایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما ان کان کما قال
والا رجعت علیہ جو ص ۵۷ میں ہے ضعیف ہی لائق اعتبار نہیں - یا مذمت
غیبت کی کوئی حدیث ان حضرت کی نظروں سے نہیں گذری - یا آیۃ لا یغتب
بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرہتموہ
واتقوا اللہ قرآن میں نہیں ہے لنعم ما قیل ؎ ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی + کایں
راہ کہ تو میروی بترکستان ست + سبحان اللہ کس بلا میں گرفتار ہوئے ہیں -
نجات اخروی جو مقصود اہم جملہ ملیین کا ہے - اتباع قرآن اور سنت سنیہ سید الانس
والجان میں ہے - یا مطاعن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ ہیں - اور امام صاحب کے مناقب
جلیلہ اور مآثر جمیلہ کسی بدگوئے کہنے سے کیا کم ہوئی جاتے ہیں ؎ گر نہ بیند
بروز شپرہ چشم - چشمۂ آفتاب راچہ گناہ + یا متبعان امام صاحب کے اعتقاد آن مزخرفات
سے سست و ضعیف بنجاتے ہیں **قطعہ** قاصری گرکند ایں طائفہ راطعن قصور +
حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را + ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند + روبہ
از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را **ف** اگرچہ فضائل علیۃ اور مراتب جلیلۂ امام صاحب
کے ایسے شہرۂ آفاق اور مشہور جہانیاں ہیں کہ حاجت تحریر و تقریر کی نہیں -
یاری تبرکاً بنظر استنزال رحمت خاص جم بزرگان دین کے ذکر میں متعلق ہے - ان
اوراق کو مشرف کیا جاتا ہے ؎ ماشئت قل فیہ فانت مصدق + فالحب یقضی

امام صاحب کے مناقب

غیر انه تابعی فاما من التتبع القاصر ابو التعصب الفاتر - و قال الذهبی
فی الکاشف النعمان بن ثابت بن زوطا تیمی الامام ابو حنیفة فقیه العراق
مولی بنی تیم الله بن ثعلبة رای انسا رضی الله عنه و سمع عطاء والاعرج و
نافعا وعکرمة و عنه ابو یوسف ومحمد وابو نعیم و افردت سیرته فی جزء
انتهی و قد صنف فی مناقبه جمع کثیر من مهرة الشافعیة کالسیوطی الف
تبییض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة و کابن حجر المکی الف الخیرات الحسان فی
مناقب النعمان و کالذهبی ذکره فی تذکرة الحفاظ والکاشف واثنی علیه -
وافرد فی مناقبه رسالة و ابن خلکان ذکر مناقبه فی تاریخه - وکالیافعی -
ذکر مناقبه فی مراۃ الجنان وکالحافظ ابن حجر العسقلانی ذکره فی التقریب
وغیره واثنی علیه و کالنووی شارح صحیح مسلم اثنی علیه فی تهذیب
الاسماء واللغات و کالامام الغزالی اثنی علیه فی احیاء العلوم وغیرهم و
من اجلة المالکیة کالحافظ ابن عبد البر غیره و من اکابر الحنابلة کیوسف
بن عبد الهادی الحنبلی الف تنویر الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة اور سید عبد الوهاب
شعرانی نے میزان کبرے کے صـ میں لکھا ہے عبارته هذه - روی الامام
ابو جعفر الشیرازی عن شقیق البلخی انه کان یقول الامام ابو حنیفة من اورع
الناس واعلم الناس واعبد الناس واکرم الناس واکثرهم احتیاطا فی الدین
وابعدهم عن القول بالرای فی دین الله عز وجل و کان لا یضع مسئلة فی العلم حتی
یجمع اصحابه علیها ویعقد علیها مجلسا فاذا اتفق اصحابه کلهم علی موافقتها
للشریعة قال لابی یوسف او غیره ضعها فی الباب الفلانی انتهی - اور میزان کے صفحہ
میں ہے وروی ایضا بسنده الی ابراهیم بن عکرمة المخزومی رحمه الله تعالی انه
کان یقول ما رایت فی عصری کله عالما اورع ولا ازهد ولا اعبد ولا اعلم من الامام

والقاضی ابو یوسف و محمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع
وابو مطیع البلخی وعدۃ ۔ وکان تفقه بحماد بن سلیمان وغیرہ ۔ و حدث
عنه وکیع ویزید بن ہارون وسعد بن صلت وابو عاصم وعبد الرزاق وعبد اللہ
بن موسی وبشر کثیر ۔ وکان اماما ورعا عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل
جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب ۔ قال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس
وقال الشافعی رحمہ اللہ الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ و روی احمد بن محمد
بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس به ولم یکن منهما و لقد ضربه یزید
بن ہبیرۃ علی القضاء فابی ان یکون قاضیا و قال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان
اماما انتہی کلامه و قد عد مشائخه فبلغ اربعۃ آلاف شیخ کذا فی مفتاح السعادۃ
و روی ابو عبید عن الشافعی رحمہ اللہ یقول من اراد ان یعرف الفقه فلیلزم
ابا حنیفۃ واصحابه کذا فی تعالیق الانوار و قال یحیی بن معین الفقه فقه
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علی ہذا ادرکت الناس قال ابن حجر المکی فی خیرات
الحسان فی الفصل السادس و فی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انه ادرک جماعۃ
من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ ۔ لان مولدہ بہا سنۃ ثمانین فہو من طبقۃ التابعین
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین له ۔ کالاوزاعی بالشام ۔ و
الحمادین بالبصرۃ ۔ والثوری بالکوفۃ ۔ ومالک بالمدینۃ ۔ واللیث بن سعد بمصر ۔
انتہی کلام الحافظ ۔ فہو من اعیان التابعین الذین شملہم قوله تعالی والذین
اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنه انتہی ۔ و قال علی القاری فی
شرح الشرح علی النخبۃ انه قد رای انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ
الجزری فی اسماء رجال القراء و الامام التوربشتی فی تحفۃ المسترشد ۔ وصاحب
الکشاف فی سورۃ المؤمنین ۔ وصاحب مرآۃ الجنان وغیرہم من العلماء المتبحرین

السیرة تلمیذ الحافظ السیوطی ما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث
ظاهر لا شک فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه و قال الشامی
اما سلمان الفارسی فهو ان کان افضل من ابی حنیفة من حیث الصحبة لکنه
لم یکن فی العلم والاجتهاد ونشر الدین وتدوین احکامه کابی حنیفة۔ و
قد یوجد فی المفضول ما لا یوجد فی الفاضل ومنها ما اورده العلامة
ابن حجر المکی من انه علیه الصلوٰة والسلام قال ترفع زینة الدنیا سنة خمسین
ومائة و قد قال شمس الائمة الکردری ان هذا محمول علی ابی حنیفة لانه
مات فی تلک السنة۔ و قد قال ابن خلکان فمثل هذا الامام لا یشک فی
دینه ولا فی ورعه وتحفظه و بعض من العلماء السابقین الذین لم تعصب
لا یبالون بالطعن علی الائمة کالخطیب طعن علی ابی حنیفة والامام احمد۔ و
کابن الجوزی فانه تابع الخطیب فی الطعن علی ابی حنیفة رحمه الله وقال سبطه
لیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعة من العلماء۔ وانما العجب من الجد
کیف سلک اسلوبه و کابن نعیم فانه لم یذکر ابا حنیفة فی الحلیة وذکر
من دونه علماً وزهداً و قال ابن حجر فی بعض رسائله ان الطعن ان کان
من غیر اقران الامام فهو مقلد لما قاله۔ اوکتبه اعداؤه۔ وان کان من
اقرانه فلا یعتد به۔ لان قول الاقران بعضهم فی بعض غیر مقبول کما
صرح به الذهبی۔ وقال ولا سیما اذا لاح انه لعداوة المذهب اذ الحسد لا
ینجو منه الا من عصمه الله تعالی عبد الوہاب شعرانی نے میزان کے
صـ ۶ میں منصفانہ فرمایا ہے وکان سیدی علی الخواص یقول لو انصف
المقلدون للامام مالک والامام الشافعی رضی الله لم یضعف احد منهم قولا
من اقوال الامام ابی حنیفه رضی الله بعد ان سمعوا مدح ائمتهم لهم او بلغهم ذلک انتہی

ابیحنیفۃ رحمہ اللہ وروی الشیرانماری ایضاً عن عبداللہ بن المبارک دخلت
الکوفۃ فسالت علماؤھا وقلت من اعلم الناس فی بلدکم ھذہ فقالوا کلّھم
الامام ابوحنیفۃ فقلت لھم من اورع الناس فقالوا کلّھم الامام ابوحنیفۃ فقلت
لھم من ازھد الناس فقالوا کلّھم الامام ابوحنیفۃ فما سألتھم عن خلق من
الاخلاق الحسنۃ الّا وقالوا کلّھم لا نعلم احداً تخلق بذلک غیر الامام
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انتھی۔ اور اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے ومذھبہ
اوّل المذاھب تدویناً واٰخرھا انقراضاً کما قالہ بعض اھل الکشف **قد**
اختارہ اللہ تعالی اماماً لدینہ وعبادہ ولم تنزل اتباعہ فی زیادۃ فی کلّ عصر الی
یوم القیمۃ انتھی اور ما سوی اس کے اور بہت فصلوں میں امام شعرانی رحمہ اللہ نے
مناقب اور مدارج امام ہمام رحمہ اللہ کے بیان فرماتے ہیں خوفاً للاطناب بقید قلم
نہیں لائے گئے۔ من شاء فلینظرثمہ **و** قال الخطیب فی تاریخہ۔ وذھب ثابت
الی علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ وھو صغیر فدعالہ بالبرکۃ فیہ وذرّیتہ
و نقل فی مفتاح السعادۃ ان ثابتاً توفی وتزوّج ام الامام۔ الامام جعفر الصّادق
وکان الامام صغیراً وتربی فی حجر الامام جعفر الصّادق وھذہ منقبۃ عظیمۃ انتہی
اسکی ما ورا مناقب علیا امام صاحب کے احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہیں ۔
منھا مارواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع
یدہ علی سلمان فقال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء
قولہ من ھؤلاء۔ جمع اسم الاشارۃ والمشار الیہ سلمان وحمل علی ارادۃ
الجنس۔ ویحتمل ان یراد بھم اھل العجم کلّھم۔ وقد کان جدّ ابیحنیفۃ من
فارس۔ **و** قال الحافظ السیوطی الشافعی ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان
اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ الی ابی حنیفۃ۔ وقال العلامۃ الشافعی صاحب

ف حضرت امام جعفر صادق کی حجر میں امام کا تربیت پانا ۔ ف صحیح حدیث سے امام کے اوصاف کا بیان

حد حطّه من منزله و یحقّره و یوذی مقلدیه و یصل الی حدّ سبّه و شتمه والطلاق کلمات قبیحة علیه علی ما ھو الشائع فی اکثر العوام بل الخواص کالعوام اولٰئك کالانعام۔ فان مثل ھذا الردّ علی مثل ھذا الامام الذی اقر بفضله المجتھدون وشھد بعلمه وفقه وتقواه وورعه واجتھاده وانقیاده للشریعة واتباعه للطریقة الائمة المرضیون۔ یبلغ فاعله الی ان یصیر ملعونًا مردود الشھادة فاسقًا مطرودًا معدودًا فی اھل الضلالة وقد منع الفقھاء من قبول شھادة من قبول شھادة من یظھر سبّ السلف وفسّر شارح الوقایة وصاحب النھایة وغیرھما بالصحابة والتابعین والائمة المجتھدین فاحفظ ولا تکن من الغافلین **قوله**

چونکہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہوئی تھی اس لئے خموش رہے **اقول** وباللّٰہ التوفیق۔ راقم کی قلم سے درباب فتاوی شرعی اور روزمرّہ کے کاروبار میں صدہا تحریریں سرزد ہوئی ہیں۔ جسکو مؤلف رسالہ بھی یقینا جانتے ہیں پھر ایسی دہوم دہام کی نفی کہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہوئی تھی) قول عجیب ہے شائد اس نفی سے مراد قائل کی یہ ہو کہ درباب مذمت عاملین بالحدیث کذائی کی کبھی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوئی تھی۔ جیساکہ لفظ صرف بانی مذمت کیا کرتے تھے“ ان معنوں پر دال ہے۔ اور نیز سیاق عبارت بھی اسکا مؤید ہے۔ الا یہ شق بھی کب درست ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ تحریر حالی بھی خالی مذمت سی ہے۔ یہ فتوی تو صرف درباب عدم وجوب قراءۃ خلف الامام تحریر ہوا ہے۔ جیساکہ ناظرین فتوی پر ظاہر ہے۔ اس میں مذمت کا تو کچھہ ذکر ہی نہیں فقوله کذا وکذا لایخلو عن مسامحة آری اگر اس فتوی کو ہی مؤلف رسالہ نے مذمت سمجھ لیا ہو تو دوسری بات ہے فعلیک بالتامل اب اسموقعہ پر یہہ شعر بیجل نہوگا **شعر** نہیں تقصیر اوس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی + مسلمانوں ذرا انصاف سی کہیو خدا لگتی + **قوله**

قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ الناس کلھم عیال علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ فی الفقہ جو مشہور و معروف ہے اور بہت سندوں سے ثابت ہے۔ ثبوت فقاہت امام کے لئے عمدہ دلیل ہے وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین۔ متفق علیہ۔ سرمایہ خیریت کا جو مدلول حدیث کا ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔ **دیکھو** عبد اللہ بن مبارک جو کبار ثقات سے ہے۔ اور اُستاذ یحییٰ بن معینؒ اور عبد الرحمان بن مہدیؒ اور ابو بکر شیبہؒ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے ہیں۔ امام صاحب کی تعریف و توصیف کس خلوص و ارادۃ سے فرماتے ہیں **شعر** لقد زان البلاد ومن علیھا + امام المسلمین ابو حنیفۃ + باحکام و آثار و فقہ + کآیات الزبور علی الصحیفۃ + فما فی المشرقین لہ نظیر + ولا بالمغربین ولا بکوفہ + امام صار فی الاسلام نوراً + امیناً للرسول وللخلیفہ + یبیت مشمراً اسھر اللیالی + وصام لنا نہ للہ خیفہ + وصان لسانہ عن کل افک + ومازالت جوارحہ عفیفہ + یعف عن المحارم و الملاھی + ومرضاۃ الالہ لہ خلیفہ + فمن کابی حنیفۃ فی علاہ + امام للخلیفۃ والخلیفہ + رأیت العائبین لہ سفاھا + خلاف الحق مع حجج ضعیفہ + وکیف یحل ان یوذی فقیہ + لہ فی الارض آثار شریفہ + وقد قال ابن ادریس مقالاً + صحیح النقل فی حکم لطیفہ + بان الناس فی فقہ عیال + علی فقہ الامام ابی حنیفہ + فلعنۃ ربنا اعداد رمل + علی من رد قول ابی حنیفہ + ھذا ھو المذکور فی الدر المختار وغیرہ **قال** الفاضل اللکنوی فی بعض مؤلفاتہ (مولوی عبد الحی صاحب مراد ہیں) فان قلت کیف یکون مجرد الرد علی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ باعثاً للعن و الابعاد وکم من ل العلماء والمجتھدون یرد بعضھم بعضاً ویطعن بعضھم بعضاً فی استدلال بعض۔ قلت لیس المراد بالرد مطلق الرد بل رد ما قالہ من الاحکام الشرعیہ محتقراً لھا۔ اور د ؟ قہ و استدلالہ الی

امر بالسواک۔ غسل الیدین قبل ان یدخل الاناء بعد اذا استیقظ احدکم من منامه
المضمضة۔ والاستنشاق من کف واحد۔ تخلیل اللحیة۔ مسح الاذنین ظاهرهما
وباطنهما۔ تخلیل الاصابع۔ الوضوء مرة مرة۔ الوضوء مرتین مرتین۔ الوضوء
ثلثا ثلثا۔ النضح بعد الوضوء۔ الوضوء لاول وقتها۔ اذا ام احدکم الناس
فلیخفف۔ قراءة سبحانک اللهم عند افتتاح الصلوٰة۔ وضع الیمین علی الشمال فی
الصلوٰة۔ وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع۔ التسبیح فی الرکوع والسجود۔ التسمیع
(یعنی سمع الله لمن حمده کہنا) والدعاء فی السجدتین۔ التسبیح فی دبار الصلوٰة
والاضطجاع بعد رکعتی الفجر۔ نوافل قبل العصر۔ صلوٰة الاوابین۔ صلوٰة
التسبیح۔ صلوٰة الضحی۔ صلوٰة الحاجة۔ صلوٰة الاستخارة۔ غسل الجمعة۔ السواک
والتطیب یوم الجمعة۔ وغیر ذلک مما ورد بها السنة عسی ان تکون کثیرة جدا

یہ سب امور مذکورۃ الصدر مؤلف رسالہ ضرور بلاریب تسلیم فرمائیں گے۔ کہ منجملہ ما
اتیکم الرسول کے ہیں۔ یا ما اتیکم الرسول ہیں۔ پھر اب کیا تامل ہے۔ بلا تامل کہدو
کہ یہ جملہ امور ضروری اور فرض ہیں۔ کیونکہ فرضیت ما اتیکم الرسول کی تو مان
چکے ہیں وہو کما ترے۔ اہل انصاف کیخدمت میں گزارش ہے کہ ذرا عند اللہ
سوال و جواب کی تطبیق میں غور فرمائیں۔ کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ و
یا سوال از زمیں و جواب از آسماں کے قبیلے سے ہے یا کچھ اور۔ مگر تا ایں ہمہ مؤلف
صاحب کیجانب سے مختارانہ جواب باصواب جو شافی اور کافی ہو دیسکتی ہیں۔ وہ
یہ ہے۔ کہ فرضیت فاتحہ کا استخراج جو اس آیت سے مؤلف رسالہ کا اول اجتہاد ہی

وقد تقرر فی مقرہ ان المجتهد قد یخطی وقد یصیب اما المصیب فاجران۔ و
اما المخطی فاجر واحد باوصف عدم اجابت کی بہی ایک ثواب تو کہیں نہیں جاتا
ہاں صاحب یہہ جواب لاجواب ہے ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند +

سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منفرد اور مقتدی اور امام سب نمازیوں پر ضروری ۔ اور فرض
ہے بشرطیکہ اس میں استطاعت قراءۃ ہو قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ تا
آخر تسلیماً **اقول** - **اولاً عام فہم جواب** یہ استدلال ایسا ہے کہ جیسی
کوئی بے تامل کہدے کہ کہڑے کہڑے پیشاب کرنا - اور قبلہ کیطرف موہنہ کرکر پیشاب
کرنا فرض ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ الی اٰخرہٖ تفصیل اِس
اجمال کی یہ ہے - روی الترمذی عن ابی وائل عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اتی سباطۃ قوم فبال علیھا قائما الحدیث وقال حدیث ابی وائل
عن حذیفۃ اصح - **و** ایضاً روی الترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ
قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ ببول فرأیتہ قبل ان یقبض
بعام یستقبلھا وفی الباب عن ابی قتادۃ وعائشۃ وعمار الی اٰخر ما قال وحدیث
جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح من حدیث ابی لھیعۃ - ان ہر دو حدیثوں
سے صاف ظاہر ہے کہ کہڑے کہڑے پیشاب کرنا اور قبلہ کیطرف موہنہ کرکر پیشاب
کرنا منجملہ ما اٰتٰکم الرسول کے ہے + پس بقول مؤلف رسالہ کے یہ ہر دو امر بہی فرض
ہوں وھو کما تریٰ **ثانیاً خاص فہم جواب** مؤلف رسالہ نے ان آیتوں سی
استدلال کیا ہے کہ مذکوریں پر قراءۃ فاتحہ فرض ہے جسکا حاصل یہ ہوا کہ قراءۃ الفاتحۃ
فرض لانہ منجملۃ ما اٰتٰکم الرسول - وکل ما اٰتٰکم الرسول فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ
فرض - یا یوں کہیں کہ قراءۃ الفاتحۃ فرض لانہ ما اٰتٰکم الرسول - وکل
ما اٰتٰکم فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ فرض - اب التفات فرمائی کہ اس استدلال کا
کبریٰ غور طلب اور قابل تامل ہے - اس لیئے کہ دعا دخول وخروج بیت الخلاء کی - و
الاستنجاء بثلٰثۃ احجار - والاستنجاء بالحجرین - فراغت از اجابت کے لئے دور جانا -

تخصیص عام یا جمع بین الحدیثین کا استعمال فرمائیں گے۔ تو پھر ہمارے لئے کون مانع ہے کہ ہم اوسی قاعدہ کو اپنا مستند نہ ٹھہرادیں گے۔ اب احادیث متعارضہ مشتی از خروار ے یا اندکے از بسیار ے گذارش کیجاتی ہیں۔ لیکون الناظر علی بصیرۃ۔ **اخرج** البخاری عن حدیث عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضا ص ۳۲ **واخرج** الترمذی عن حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوضوء مما مست النار ولو عن ثور اقط ص ۱۳ پہلی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامست النار سے وضو نہیں کیا۔ اور دوسری کا مدلول یہ ہے۔ کہ مامست النار سے وضو کرنا ضرور ہے فتبا قضا **روی** البخاری من حدیث حذیفۃ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما ص ۳۵ **والترمذی** من حدیث عائشۃ قالت من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا و قال حدیث عائشۃ احسن شئ فی ھذا الباب واصح ص ۳ حدیث اول سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ اور دوسری سے صاف ثابت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے کھڑے پیشاب نہیں کیا فتنا قضا **روی** الترمذی عن حدیث بسرۃ بن صفوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مس ذکرہ فلا یصل حتی یتوضا۔ و قال ھذا حدیث حسن صحیح ص ۱۳ **وروی** ایضا من حدیث طلق بن علی الحنفی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وھل ھو الا مضغۃ او بضعۃ منہ قال وھذا احسن شئ روی فی ھذا الباب ص ۱۳ پہلی حدیث کا مدلول۔ مس ذکر وضو کو واجب کرتا ہے۔ اور دوسری کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (یعنی ذکر) بھی ایک ٹکڑا بدن کا ہے۔ یعنی اوس کے مس سے وضو کی کچھ ضرورت نہیں

ثالثًا وہ صحابہ ابرار اور تابعین اخیار جو فرضیت فاتحہ کے قائل نہیں ۔ مستدل کے نزدیک داخل وعید ان اللہ شدید العقاب کے ہونگے ۔ اور ایسے پاک لوگوں کیطرف یہہ گمان سوءظنی اور اساءت سے خالی نہیں کیف لا وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی الحدیث وقال اللہ تعالی والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ یعنی میرے اصحابوں کے حق میں اللہ سے ڈرو ۔ اور میرے بعد اون کو ہدف تیر طعن و ملامت نکرو ۔ اور وہ لوگ جو اون کے تابع باحسان ہیں ۔ اللہ اون سے راضی ہے ۔ اور وہ اللہ سے راضی ہیں ۔ وعن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ تعالی لصحبۃ نبیہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم رواہ رزین مشکوۃ رابعًا ناظرین احادیث نبویہ پر ظاہر ہے کہ احادیث متعارضہ صحاح ستہ میں بکثرت موجود ہیں اور ما اتکم الرسول ہونا اونکا عند الکل مسلم الثبوت ہے ۔ لا ینکرہ الا معتد اثیم ومع ذلک لا یمکن العمل علیہما معًا ۔ والا اجتمع النقیضان فی العمل وھو محال بلا مریۃ ۔ فالعمل علی احدھما یقتضی عدم العمل علی الاخر ۔ وذلک لا ریب فیہ ۔ پس تارک العمل باحدہما تو کیا بلکہ جملہ ملیین اہل اسلام مؤلف رسالہ کے نزدیک داخل وعید ان اللہ شدید العقاب کے ہونگے ۔ وان ہذا الا وہن او سفسطۃ ۔ طرفہ یہ ہے کہ خود مؤلف رسالہ بھی اس وعید سے کیب بچ سکتے ہیں ؎ شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق ۔ اپنی بچاؤ کا فکر فرمائیں لوگونکا خدا حافظ ۔ اگر مؤلف رسالہ قاعدہ

رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یصلی احدنا فی ثوب واحدٍ قال اوکلکم
یجد ثوبین ص ۹۸ پہلی میں فرمایا کہ ایک کپڑے میں کوئی تم میں نماز نہ پڑھے۔
اور دوسری میں فرمایا کہ کیا ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں یعنی ایک کپڑے
میں نماز پڑھ لے۔ فتناقضا **روی** الترمذی عن رافع بن خدیج عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم وقال حدیث رافع بن خدیج حدیث حسن
صحیح ص ۱۰۱ **و** الترمذی ایضاً عن ابن عباس قال احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وھو محرم صائم۔ وقال ھذا حدیث صحیح ص ۱۰۱ پہلی کا مدلول حاجم محجوم
دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری کا مدلول کہ روزہ نہیں ٹوٹتا فتناقضا
اخرج مسلم عن رافع بن خدیج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب الحجام خبیث
ص ۱۹ **و** البخاری عن انس بن مالک قال حجم ابو طیبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فامر له بصاع من تمر ص ۲۸۳ پہلی کا مدلول اُجرت حجامت کی حرام ہے۔ اور دوسری کا
مدلول حلت اُجرۃ حجامت ہے۔ فتناقضا **روی** البخاری عن حدیث ابی بن کعب انه
قال یا رسول اللہ اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل قال یغسل ما مس المرأۃ منه ثم یتوضاء
ویصلی ص ۴۳ **و** المسلم عن حدیث ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس
بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وفی حدیث مطر وان لم ینزل ص ۱۵۶
پہلی کا مدلول یہی ہے کہ جماع کرنیوالی پر بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسری
کا مدلول یہی ہے کہ اُس پر بلا انزال کے بھی غسل واجب ہے۔ فتناقضا اگرچہ **مسکین** کے
ذہن ناقص میں اس استدلال کی بابت اور بھی کئی طرح کی خدشات واقع ہوتے ہیں
اما خوف طوالت قلم کو اجازت نہیں دیتا اس لیئے بالفعل اکتفینا علی ذلک **انتباہ**
دلیل و دعوی کی مطابقت کا حال ناظرین رسالہ پر ظاہر و منکشف ہو چکا۔ فاین فریضۃ
الفاتحة بخصوصها **اب** مزید فائدہ کے لیئے معنی اس آیت شریفہ کے گذارش کیئے

فتنا قضنا **اخرج** البخاریؒ بسندہ عن الزھری قال لا یقطعھا رای الصلوۃ شیٔ ص۷۲ **و** الترمذیؒ عن حدیث ابی ذرؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الرجل ولیس بین یدیہ کاٰخرۃ الرحل اوکواسط الرحل قطع صلوٰتہ الکلب الاسود والمرأۃ والحمار۔ وقال حدیث ابی ذرٍ حدیث حسن صحیح حدیث اول کا مدلول یہہ ہے۔ کہ کلب اسود۔ عورت۔ گدہا۔ اور سوا ان کے کوئی شئی نماز کو نہین توڑتی۔ اور دوسری کا مدلول یہہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں نماز کو توڑتی ہین۔ فتنا قضنا **اخرج** الترمذیؒ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا فی اعطان الابل وقال حدیث ابی ھریرۃ حدیث حسن صحیح ص۴۸ **و** البخاری بسندہ عن نافع قال رأیت ابن عمر یصلی الی بعیرہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ ص۷۱ پہلی حدیث کا مدلول۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جای نشست اونٹوں میں نماز مت پڑہو۔ اور دوسری کا مدلول۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود نشستگاہ شتروں میں نماز پڑہی۔ چنانچہ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے الصلوۃ فی مواضع الابل کا باب منعقد فرمایا ہے فتنا قضنا **اخرج** البخاریؒ بسندہ عن انس بن مالک فاذا صلی (ای الامام) قائما فصلوا قیاما واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا ص۹۶ **و** الترمذی عن حدیث عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔ وقال حدیث عائشۃ حدیث حسن صحیح غریب ص۵۰ پہلی کا مدلول یہ ہے کہ مقتدی امام کی ایسی تابعداری کریں کہ جب امام کہڑا ہوکر نماز پڑہے تو مقتدی بہی کہڑے ہوکر نماز پڑہیں۔ اور جب امام بیٹھکر پڑہاوے تو مقتدی بہی بیٹھکر پڑہیں۔ اور دوسری کا مدلول اس کے معارض ہے فتنا قضنا **روی** مسلم من حدیث ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد ص۱۹۸ **و** روی ایضا قال نادی

فیصلہ نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ **اقول** وباللہ التوفیق - یہ قول آپکا بہت درست
اور ٹھیک ہے - خدانخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو - کچھ
کمر تھوڑی ہی باندھی گئی ہے - خذ ما صفا ودع ما کدر کا بھی یہی مطلب ہے - اسی
لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیۃ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ اور حدیث واذا قرأ فانصتوا رواہ مسلم وغیرہ وغیرہ آثار نبویہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام جنکا ذکر آئندہ گذارش ہوگا حکم ٹھہرائے گئے ہیں دیکھو کہ ان کی
حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں اللھم ارزقنا توفیق الخیر والاتباع **قولہ** عمومات
پر مولوی صاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور
مطابقت دعوی اور دلیل کا حال جس سے عموم وخصوص کی حالت بھی مفہوم ہوتی
ہے پہلے گزارش ہو چکا ہے - اعادہ موجب تطویل ہے فلینظر ثمہ **قولہ** مولوی صاحب
بلکہ کل حنفیہ کے نزدیک تخصیص عمومات قرآنیہ نسخ قرآن ہے **اقول** وباللہ التوفیق
کوئی حنفی اس بات کا قائل نہیں کہ تخصیص عمومات قرآنیہ نسخ قرآن ہی ہے بلکہ حنفیہ
کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بہت بڑا بھاری فرق ہے - دیکھو کتب اصول حنفیہ
اور تعریف تخصیص اور نسخ - اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ **نور الانوار**
میں ہے التخصیص فی الاصطلاح ہو قصر العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل
موصول فان لم یکن کلاما بان کان عقلا او حسا او عادۃ او نحوہ لم یکن
تخصیصا اصطلاحا ولم یصر ظنیا - وکذا ان لم یکن مستقلا بل کان بغایۃ
او بشرط او استثناء او صفۃ وسیجیئ تفاصیلہا - وکذا ان لم یکن موصولا
بل کان متراخیا لا یسمی تخصیصا بل نسخا انتہی **وفی التلویح** النسخ فی اللغۃ
الازالۃ - وفی الشرع ہو ان یرد دلیل شرعی متراخیا عن دلیل شرعی مقتضیا خلاف
حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانہ لا یکون متراخیا

جاتے ہیں۔ وھو ھذا۔ قال اللہ تعالیٰ ما اٰتکم الرسول۔ ای امرکم الرسول۔
ان کان امر عزیمۃ وتحتیم فخذوہ کذلک وان کان امر ندب وترغیب فخذوا امثلہ۔
امتثالاً للامر الکریم۔ فالامر واحد وطرق امتثالہ متعددۃ۔ وکذلک قولہ
ما نھٰکم عنہ فانتھوا والدلیل علیہ **ما** روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرھم فیہ
بعزیمۃ۔ فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر ما تقدم من ذنبہ الحدیث
رواہ مسلم ص ۲۵۹ **قال** النووی قولہ من غیر ان یأمرھم فیہ بعزیمۃ معناہ
لا یأمرھم امر ایجاب وتحتیم بل امر ندب وترغیب ثم فسرہ بقولہ فیقول من قام
رمضان وھذہ الصیغۃ تقتضی الترغیب والندب دون الایجاب انتھی بلفظہ
وقولہ علیہ السلام اذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم رواہ البخاری عن
ابی ھریرۃ ص ۱۰۸۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلث
فامسکوا ما بدا لکم رواہ مسلم ص ۱۵۹ وقولہ علیہ السلام لعمر بن ابی سلمۃ کل بیمینک
وکل مما یلیک رواہ مسلم ص ۱۷۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن زیارۃ القبور
فزوروھا رواہ مسلم ص ۱۵۹ **و** ما قال البخاری علیہ الف الف رحمۃ من ربنا الرحیم
نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریم الا ما عرف اباحتہ وکذلک امرہ نحو قولہ حین
احلوا اصیبوا من النساء۔ قال جابر ولم یعزم علیھم ولکن احلھن لھم۔ وقال
ام عطیۃ نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا۔ انتھی بلفظہ ص ۱۰۸۰ **و** قولہ تعالیٰ
واذا حللتم فاصطادوا۔ وقولہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا۔ فلنکتف
علیٰ ذلک والا فالدلائل علیٰ ما ادعینا کثیرۃ جداً وذلک غیر خافیۃ علیٰ من اوتی
نصیباً من القرآن العظیم واعطی حظاً من اخبار نبینا الکریم **قولہ** مولوی
صاحب ہماری اور آپکے درمیان اس مسئلہ میں تشاجر یعنی جھگڑا واقع ہوگیا ہے۔ اب

مولف کے قول ہماری اور آپکے درمیان تشاجرہ کا جواب

فان قیل قال صاحب التلویح۔ فان قیل جعل المستقل ههنا مخصصا
من غیر فرق بین المتراخی وغیره۔ وقد سبق ان المتراخی نسخ لا تخصیص قلنا
التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ فلا یقید بعدم التراخی الخ یوجب بطلان
کلام القوم فی کثیر من المواضع مثل تخصیص الکتاب بالسنة والاجماع وتخصیص
بعض الآیات بالبعض مع التراخی انتهی۔ یہ کلام صاحب تلویح کی مفید مدعا مؤلف رسالہ
کے ہے **قلنا فی جوابہ** اس کلام کا مفید ہونا توکیطرف بلکہ مؤلف رسالہ کے
لئے مضر ہے۔ دیکھو ملا خسرو محشی تلویح اس عبارت کے معنے یہ کرتا ہے وهذا
عبارته **قال** قلنا التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ آہ **اقول** فیه
بحث فان اطلاق التخصیص علی النسخ لا یوجد فی عبارة من یعتد به من المشائخ
یشهد به التتبع۔ ولو وجد حمل علی المعنی اللغوی۔ والکلام ههنا فی الاصطلاحی
یؤیده قول الاتی وهو حجة فیه شبهة فانه حکم کذلك مطلقا مع ان
العام الذی نسخ بعضه قطعی فی الباقی کما سیأتی۔ وقول الشارح فی مباحث
مفهوم المخالفة۔ ان مذهبنا فی التراخی انه نسخ لا تخصیص۔ واما قوله مثل
تخصیص الکتاب باکتاب بالسنة والاجماع وتخصیص بعض الآیات بالبعض مع
التراخی۔ فعلی تقدیر تسلیم ثبوته عن مشائخنا یحمل علی ما بعد التخصیص بکلام
مستقل موصول۔ یدل علیه ذکر الاجماع۔ فانه بعد زمن الرسول علیه السلام لا نسخ
بعده۔ فالصواب فی الجواب ان یقال بما ترك المقارنة اکتفاء بما ذکر
قبیل الفصل فانه اقرب العهد به مما یوجب الاکتفاء به انتهی۔ اور حسن چلپی محشی تلویح
نے بھی اس عبارت تلویح کے معنے ایسی ہی کئے ہیں **قوله** اور نسخ قرآن بدوں کسی
قوی برہان کے جائز نہیں **اقول** یہ قول مؤلف رسالہ کا درست اور حق ہے۔ اور مذہب
ہمارے علماء حنفیہ کا رحمہم اللہ کا بھی یہی ہے۔ کہ نسخ قرآن کریم کا بدوں قوی دلیل کے

ص ولهذا یقال النسخ تخصیص وقد یطلق علی المقابل وهو المقید بعدم التراخی والقول بان التخصیص لا یطلق علی غیر المتراخی

انتہی بحذف البعض **وفی التوضیح** فحکم العام۔ وان کان العام متاخرا ینسخ الخاص عندنا وان کان الخاص متاخرا فان کان موصولا یخصصہ وان کان متراخیا ینسخہ فی ذلک القدر عندنا انتہی **وفی فواتح الرحموت** مسئلہ لا یجوز تاخیر المخصص عن العام بحیث یعد تاخیرا عرفا عند الحنفیۃ خلافا للشافعیۃ انتہی وفی موضع اٰخر والحق ان المتراخی ناسخ مطلقا اولا کان او ثانیا انتہی وفی موضع اٰخر فیکون نسخا لا تخصیصا انتہی۔ وایضا فیکون ناسخۃ لہا لا مخصصۃ انتہی۔ وایضا التخصیص اولی من النسخ انتہی۔ وایضا القیاس مخصص عند الائمۃ الاربعۃ علی ما یشہد بہ مسائلہم الفرعیۃ انتہی۔ وایضا مسئلۃ القیاس لا یکون ناسخا یشئ من الادلۃ انتہی۔ وایضا فی باب النسخ وھو ای النسخ اصطلاحا فقیل رفع الشارع الحکم الشرعی۔ زاد ابن الحاجب بدلیل شرعی متاخر (الی ان قال) ویخرج کل تخصیص لانہ رفع للحکم من الابتداء لا رفع بعد التحقق انتہی اور نیز اصولیوں نے بیان کیا ہے کہ بیان بحسب استقراء پانچ قسم ہے بیان تفسیر۔ بیان تقریر۔ بیان ضرورۃ۔ بیان تبدیل۔ بیان تغییر۔ اور یہہ جملہ اقسام آپس میں معہ اپنے احکام کے متبائنہ ہیں **قال صاحب التلویح** ثم التخصیص ایضا من بیان التغییر اور نسخ بیان تبدیل ہے **فی فواتح الرحموت** بیان التبدیل ہو النسخ انتہی۔ اور عبارات اس قبیلہ کی کتب اصول میں بکثرت ہیں ترکناہا خوفا للاطناب **اب** بخدمت اصحاب انصاف کہ بعید از اعتساف ہیں گذارش ہے کہ عبارات مرقومۃ الصدر کو ملاحظہ فرماکر داد انصاف دیں۔ کہ تخصیص عام اور نسخ میں کچھہ فرق ہے یا ہر دو متحد المعنی ہیں۔ اور جناب مولانا صاحب سے ہم استفسار کرتے ہیں کہ آپنے یہہ فقرہ کہاں سے اٹھایا۔ کسی کتاب حنفیہ سے ملاحظہ فرمایا۔ یا اپنے ذہن ہی سے بنایا۔ اگر شق اول ہے تو نشان دیں۔ اگر شق ثانی ہے تو کہدیں۔

شعرانی میزان میں لائے ہے۔ انما اعمل اوّلا بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ثم باقضیۃ ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ثم
باقضیۃ بقیۃ الصحابۃ رضی اللہ انتہی۔ اور کتب متداولہ اصول میں جہانتک مسکین
اپنے استقراء اور تتبع ناقص میں دیکھتا ہے۔ تخصیص کے اقسام مفصلہ ذیل سے خارج
نہیں پایا۔ مگر اس تخصیص کا ذکر جس کے مؤلف صاحب مدعی ہیں مفقود و معدوم
ہے۔ اگر مؤلف رسالہ اس تخصیص کا پتہ لگاویں گے توہم اوسکا جواب دکھاویں گے۔
یار باقی صحبت باقی والا فما علیہ

تفصیل اقسام تخصیص

تخصیص بالکتاب العزیز۔ تخصیص بالسنۃ۔ تخصیص بالعادۃ۔ تخصیص بالاجماع۔
تخصیص بالمفہوم۔ تخصیص بالقیاس۔ تخصیص بالحس۔ تخصیص بالعقل۔ تخصیص
بالمفعول لہ ومعہ۔ تخصیص بالتمییز۔ تخصیص بالظرف والجار والمجرور۔ تخصیص
بالحال۔ تخصیص ببدل البعض من الکل۔ تخصیص بالغایۃ۔ تخصیص بالصفۃ۔
تخصیص بالشرط۔ تخصیص بالاستثناء۔ تخصیص بالضمیر۔ تخصیص لقضایا
الاعیان۔ تخصیص بالسیاق۔ تخصیص بفعل الصحابی۔

انتباہ

لا یخفی علیک ان الغرض من سرد ھذہ الاقسام المذکورۃ للتخصیص انما مذکورۃ
فی کتب اصحابنا الحنفیۃ رح لا ان کلہا معمولۃ عندہم بلا خلاف وھو ظاہر
علی من تداولہا **قولہ** یاد رہے کہ فقیر کا استدلال آیات سے بعینہ عبداللہ بن مسعود
کے استدلال کی طرح ہے جسکو مسلم نے بیان کیا ہے حدثنا مسلم الحدیث **اقول**
وباللہ التوفیق **بعینہ** کا لفظ یاد رہے۔ **روی** الترمذی عن ابن عمر ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ
ھذا حدیث حسن صحیح۔ وفی الباب عن ابن مسعود وعائشۃ واسماء بنت ابی بکر
ومعقل بن یسار ص ۲۲۲ **ترجمہ** لعنت کی اللہ نے اوس عورت کو کہ ملاوے بال اپنے

جائز نہیں ولهذا قال علماؤنا رحمهم الله والقياس لا يصلح ناسخا للكتاب والسنة والاجماع والخبر الواحد لا يصلح ان يكون ناسخا للكتاب - ولم يجعل علماؤنا قرأة الفاتحة ركنا فى الصلوة بخبر الواحد لانه زيادة وهو نسخ **قوله** اس لئی ان عمومات پر اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں **اقول** وبالله التوفيق یہ صرف مولف صاحب کی خیالی بات ہے - ورنہ عند الحنفیہ کتاب اور سنت متواترہ کی تخصیص خبر واحد سے بھی جائز نہیں فضلا عن ان يكون بالاقاويل الوهمية والخيالية لعدم المساوات بينهما - لا يجوز عند الحنفية تخصيص الكتاب بخبر الواحد وكذا تخصيص السنة المتواترة بخبر الواحد - **لنا** انه اى الكتاب قطعى من كل وجه لان المتن متواتر و العام قطعى الدلالة كما مر باقوم حجة - والخبر ظنى متنا لانه خبر الواحد - فلا يجوز تخصيصه انتهى باختصار **فواتح الرحموت** مولف رسالہ انصاف فرماویں کہ جب حنفیہ کرام کا تخصیص عام میں یہ مذہب ہو تو یہ فرمانا "کہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں" یہ قول محققانہ ہے یا صرف خیالی ڈھکوسلہ **قوله** اور نہ فرماویں کہ آیتیں مخصوص ہیں اس تخصیص کے ساتھ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے اوپر عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم **اقول** وبالله التوفيق حضرت آپ غور فرماویں کہ یہ آپکی خیالی باتیں ہیں یا وہمی - بھلا کسی حنفی نے یہ کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم" یا کسی کتاب حنفی مذہب میں اس تخصیص کا ذکر ہے فأتوا به وادعوا شهداءكم ان كنتم صدقين - فان لم تاتوا به فاتقوا الله وكونوا من التوابين ؎ اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم + کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست + بلکہ حنفیہ رحمہ اللہ کا عملدرآمد قرآن کریم اور حدیث شریف اور قضایا صحابہ کرام رضی اللہ پر ہے **دیکھو** امام صاحب رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے - جیسا امام

صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن مثل ھذہ ویقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین

اتخذ ھذہ نساؤھم ص ۲ یہ جملہ احادیث صریحاً دال ہیں کہ حرمت ان اشیاء کے
منصوص غیر معارض ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکی حرمت میں قاطبۃً
متفق ہیں۔ کسیکو ان اشیاء کی حرمت میں کلام نہیں ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل
میں بھی حرام نہیں۔ اور اون کے ہلاک اور تباہی کا باعث حلت اور استعمال
ان اشیا کا ہوا۔ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک بھی یہہ اشیا حرام ہیں۔ ان
کی حلت اور جواز میں کسی کا مذہب اور قول نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض
کو جبکہ ان اشیا کی حرمت قطعی غیر معارض سماعاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم
تھی۔ اور ملعون ہونا ان کے فاعل کا ثابت اور مبرہن ہوچکا تہا۔ تب سائلہ کے

جواب میں فرمایا بل سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجد فی کتاب اللہ
(یعنی جملہ ثانیہ آیہ کا ان اشیا کی حرمت کو شامل اور محتوی ہے۔ یہ حال حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ یعسوب الامت کے استدلال کا ہے۔ اور مؤلف رسالہ کی استدلال
اور اوس استدلال میں چند طرح کی مغایرت ہے **اول** حرمت ان اشیا کی منصوص مثبت
ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ہنوز زیر بحث ہے **دوم** اشیا مذکورہ کی حرمت
منصوص غیر معارض ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام میں اول تو فرضیت ہی کہاں بفرض
محال اگر تسلیم بھی کیجاوے تو منصوصیت کجا۔ اگر اسکو بھی اوسی طرح مانا جاوے
تو غیر معارض ہونا کجا **سیوم** یہ اشیا صحابہ کرام رضی اللہ کے نزدیک متفق علیہ
حرام ہیں۔ اور فاتحہ کے وجوب میں اتفاق کی بو بھی نہیں **چہارم** مذکورہ
اشیا کی حرمت پر ائمہ مجتہدین قاطبۃً متفق ہیں۔ اور فاتحہ میں سخت مختلف ہیں
پنجم حرمت اشیا مذکورہ کی۔ جملہ ثانیہ کا مدلول ہے۔ فاتحہ میں یہ بات کہاں۔ با
اینہمہ مغایرت میں الاستدلالین کہ۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ ایسی ہی

ساتھہ بالوں اور عورت کے (یعنی درازی کے لئے) اور لعنت کی اوس عورت کو
کہ ملواوے اپنے بالوں کے ساتھ اور کے بال۔ اور لعنت کی گودنیوالی۔ اور گدوانے
والی کو ف اور گودنا یہہ ہے کہ سوئی وغیرہ بدن پر چبھوئیں تاکہ خون نکل آئے
پھر اوس میں سرمہ وغیرہ ڈالکر داغ رنگیں پیدا کریں۔ **وروی** البخاری عن
ابی ھریرۃ لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ ص۸۷۹ **و**
البخاری عن عائشۃ ان جاریۃ من الانصار تزوجت وانھا مرضت فتمعط شعرھا
فارادوا ان یصلوھا فسألوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعن اللہ الواصلۃ و
المستوصلۃ ص۸۷۸ **ترجمہ** ایک لڑکی انصار نے شادی کی اور وہ بیمار ہوگئی پھر اوس
کے بال گرگئے (یعنی بیماری کے باعث) پہر اوس کے وارثوں نے ارادہ کیا کہ اوس کے
بالوں سے اور کے بال ملاویں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالی نے
لعنت کی ہے واصلہ اور مستوصلہ دونوں پر **وروی ایضاً** عن اسماء بنت ابی بکر
قالت لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ والمستوصلۃ ص۸۷۹ **و**روی النسائی عن عبد اللہ بن مسعود
قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمات والموتشمات والمتنمصات و
المتفلجات للحسن المغیرات ص۸۰۷ **ترجمہ** لعنت کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے
والیوں اور گودوانے والیوں کو اور بال چنوانیوالیوں کو منہ پر سے۔ اور **شوخ**
کرنیوالیوں کو دانتوں پر۔ واسطے حسن کے کہ تغیر کرنیوالی ہیں **وروی** النسائی عن
مسروق ان امرأۃ اتت عبد اللہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ زعراء ایصلح ان اصل
فی شعری فقال لا فقالت الشئ سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او تجد فی کتاب
فقال لا بل سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجدہ فی کتاب اللہ وساق الحدیث
ص۸۰۷ **وروی** البخاری عن معاویۃ بن ابی سفیان عام حج وھو علی المنبر یقول
وتناول قصۃ من شعر کانت بید حرسی۔ این علماؤکم۔ سمعت رسول اللہ م

او اکثر العلماء انتہی **وقال** القاری فی شرح الشرح للنخبۃ اعلم ان کون المرسل حدیثا
ضعیفا لا یحتج بہ انما ھو اختیار جماعۃ من المحدثین وھو قول الشافعی وطائفۃ
من الفقہاء واصحاب الاصول **وقال** مالک فی المشہور عنہ وابو حنیفۃ واصحابہ
وغیرھم من ائمۃ العلماء کاحمد فی المشہور۔ انہ صحیح یحتج بہ بل حکی ابن جریر اجماع
التابعین باسرھم علی قبولہ وانہ لم یات عن احد منھم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ
بعدھم الی راس المائتین الذین ھم من القرون الفاضلۃ المشہود بھا من الشارع
بالخیریۃ بہ انتہی **وفی المسلم وشرحہ** وھو ای المرسل ان کان من الصحابی
یقبل مطلقا اتفاقا۔ لانہ اما سمع نفسہ او من صحابی اخر والصحابۃ کلھم عدول
ولا اعتداد لمن خالفہ فیہ۔ فانہ انکار واضح۔ وان کان المرسل من غیرہ فالاکثر
منہم الائمۃ الثلثۃ۔ الامام ابو حنیفۃ۔ والامام مالک۔ والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ
عنہم۔ قالوا یقبل مطلقا۔ اذا کان الراوی ثقۃ۔ وقیل من اسند فقد حالک
علی من روی عنہ۔ ومن ارسل فقد تکل بنفسہ بالصحۃ۔ وجمہور المحدثین۔ الحادثین
بعد المائتین قالوا لا یقبل المرسل مطلقا۔ سواء کان من ائمۃ النقل اولا۔ ومن القرون
الثلثۃ اولا۔ قال العینی فی شرح **الھدایۃ** وقد عد البعض ھذا القول من البدع
قال ابراھیم النخعی الذی ھو کبار ائمۃ التابعین متی قلت حدثنی فلان عن عبد اللہ
فھو الذی رواہ فقط ومتی قلت قال عبد اللہ فغیر واحد رای فالرواۃ اکثر
وقال الحسن البصری متی قلت حدثنی فلان فھو حدیثہ فقط۔ ومتی قلت قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن سبعین۔ ای جماعۃ کثیرۃ۔ وکان ذلک ای
التحدیث علی سبیل الارسال معروفا بینھم مستمرا۔ من قرن الصحابۃ الی التابعین بلا
نکیر من احد الائمۃ۔ فکان ذلک اجماعا علی قبول المراسیل انتہی بلفظہ **فائدہ**
تیسرا رفع حکمی کے بیان میں قول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات

دہوم دہام سے نقارہ بجا کر مدعی عینیت کا ہو کر دعویٰ مساوات کا کرنا۔ اور یہہ لکھنا کہ فقیر کا استدلال بعینہ عبداللہ بن مسعود کے استدلال کیطرح ہے۔ یہہ بھلا عبارت اور سامحت نہیں تو اور کیا ہی فانظروا ولعتبروا یا اولی الابصار ولنعم ماقیل شعر چاہیئے حد سی زیادہ نہ لشکر چل نکلے + چلئے چال ایسی کہ کچھ کام ظفر چل نکلے + **قولہ** اور فاتحۃ الکتاب کے مسئلہ میں جناب سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسطرح ثابت ہوا ہی الی ماقال اور یہہ حدیث متفق علیہ ہی **اقول** وباللہ التوفیق قبل از شروع فے الجواب چند فائدونکا معلوم ہونا طالب حق کی لئی ضرور ہے **فائدہ پہلا** صحیح حدیث کی تعریف میں قال السید الشریف الجرجانی ہو ای الحدیث الصحیح ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ۔ ونعنی بالمتصل مالم یکن مقطوعا بای وجہ کان۔ وبالعدل من لم یکن مستور العدالۃ ولا مجروحا۔ وبالضابط من یکون حافظا متیقظا۔ وبالشذوذ ما یرویہ الثقۃ مخالفا لروایۃ الناس ای من الثقات۔ وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیۃ غامضۃ قادحۃ انتہی۔ وفی شرح النخبۃ المراد بالعدل من لہ ملکۃ تحملہ علی ملازمۃ التقوی والمروۃ۔ والمراد بالتقوی اجتناب الاعمال السیئۃ من شرک او فسق او بدعۃ انتہی وھو حجۃ بلا خلاف **فائدہ دوسرا** مرسل حدیث کے بیان میں المرسل وصورتہ ان یقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک انتہی ما فی النخبۃ وشرحہ **قال** النووی ثم مذھب الشافعی والمحدثین وجمہورہم وجماعۃ من الفقہاء انہ لا یحتج بالمرسل۔ ومذھب مالک وابی حنیفۃ واحمد واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ ومذھب الشافعی انہ اذا انضم الی المرسل ما یعتضد بہ احتج وذلک بان یروی ایضا مسندا او مرسلا من جہۃ اخری۔ او یعمل بہ بعض الصحابۃ

حکم قال النووی اذا رواہ بعض الثقات الضابطین متصلاً وبعضہم مرسلاً
او بعضہم موقوفاً وبعضہم مرفوعاً او وصلہ ھو او رفعہ فی وقت وارسلہ او وقفہ
فی وقت ۔ فالصحیح الذی قالہ المحققون من المحدثین و قالہ الفقہا واصحاب الاصول
وصححہ الخطیب البغدادی ۔ ان الحکم لمن وصلہ او رفعہ ۔ سواء کان المخالف لہ
مثلہ او اکثر او احفظ لانہ زیادۃ ثقۃ وھی مقبولۃ وقیل الحکم لمن ارسلہ او
وقفہ انتھی **فائدہ ساتواں سبب اختلاف اہل حدیث کا صحت حدیث میں قال**
النووی قال الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح رضی اللہ شرط مسلم رحمہ اللہ فی
صحیحہ ان یکون الحدیث متصل الاسناد بنقل الثقۃ عن الثقۃ من اولہ الی منتہاہ
سالماً عن الشذوذ والعلۃ قال وھذا حد الصحیح ۔ فکل حدیث اجتمعت فیہ ھذہ
الشروط فھو صحیح بلا خلاف بین اھل الحدیث ۔ وما اختلفوا فی صحۃ من الاحادیث
فقد یکون سبب اختلافہم انتفاء شرط من ھذہ الشروط ۔ او بینہم خلاف فی اشتراطہ
کما اذا کان بعض الرواۃ مستوراً او کان الحدیث مرسلاً ۔ وقد یکون سبب اختلافہم
انہ ھل اجتمعت فیہ ھذہ الشروط ام انتفی بعضھا وھذا ھو الاغلب فی ذلک کما اذا
کان الحدیث فی روایۃ من اختلف فی کونہ من شرط الصحیح ۔ فاذا کان الحدیث
رواتہ کلہم ثقات غیر ان فیہم ابا الزبیر المکی مثلاً او سہیل بن ابی صالح او العلاء
بن عبد الرحمان او حماد بن سلمۃ قالوا فیہ ھذا الحدیث صحیح علی شرط مسلم ولیس
بصحیح علی شرط البخاری لکون ھؤلاء عند مسلم ممن اجتمعت الشروط المعتبرۃ ۔ ولم
یثبت عند البخاری ذلک فیہم ۔ وکذا الحال البخاری فیما اخرجہ من حدیث عکرمۃ
مولی ابن عباس ۔ واسحٰق بن محمد الفروی وعمرو بن مرزوق وغیرھم ممن احتج بہم البخاری
ولم یحتج بہ مسلم ۔ قال الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ النیساپوری فی کتابہ المدخل الی
معرفۃ المستدرک عدد من اخرج لہم البخاری فی الجامع الصحیح ولم یخرج لہم مسلم اربع مائۃ

مالا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة۔ اور شرح غریب کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء علیہم السلام او الآتیة کالملاحم او الفتن واحوال یوم القیمة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله ثواب مخصوص۔ او عقاب مخصوص۔ وفعل الصحابی مالا مجال للاجتهاد فیه رفع حکمی واخبار الصحابی انهم یفعلون فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فانه یکون له حکم الرفع من جهة ان الظاهر اطلاعه صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلك لتوافر دواعیهم علی سواله عن امور دینهم لان ذلك الزمان زمان نزول الوحی فلا یقع من الصحابة فعل شیء یستمرون علیه الا وهو غیر ممنوع الفعل وقول الصحابی من السنة کذا فالاکثر علی ان ذلك مرفوع ونقل ابن عبد البر فیه الاتفاق واذا قالها غیر الصحابی فکذلك مالم یضفها الی صاحبها کسنة العمرین۔ وقول التابعی عن الصحابی یرفع الحدیث او یرویه او ینمیه او روایة او یبلغ او رواه مرفوع حکما انتهی ما فی النخبة وشرحه ملخصا **فائدہ چوتھا** مدلس حدیث کے حکم میں حکم من ثبت عنه التدلیس اذا کان عدلا۔ ان لا یقبل منه الا اذا صرح فیه التحدیث علی الاصح انتهی ما فی شرح النخبة للحجر العسقلانی **وقال** القاری فی شرح الشرح للنخبة قال فریق من المحدثین والفقهاء من عرف بارتکاب التدلیس ولو مرة صار مجروحا مردودا فی الروایة وان بین السماع واتی بصیغة صحیحة فی هذا الحدیث او فی غیره من احادیث انتهی **فائدہ پانچواں** زیادۃ ثقہ میں **قال** النووی زیادة الثقة مقبولة عند الجماهیر من اهل الحدیث والفقه والاصول وقیل لا یقبل وقیل ان زادها غیر من رواه۔ ولا یقبل ان زادها هو۔ واما اذا روی العدل الضابط المتقن حدیثا انفرد به فمقبول بلا خلاف نقل الخطیب البغدادی اتفاق العلماء علیه انتهی **فائدہ چھٹا** جبکہ رواۃ بعض ثقات سے متصل اور بعض سے مرسل یا موقوف۔ یا بعض سے مرفوع اور بعض سے موقوف ہو۔ تو اس کا

ومنهم من قبلها مطلقاً اذ الم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرة مذهبه او لاهل مذهبه - سوائکان داعیة الی بدعة او غیر داعیة وھذا المحکی عن امامنا الشافعی رحمه الله لقوله اقبل شهادة اهل الهواء الا الخطابیة من الرافضة - لکونهم یرون الشهادة بالزور لموافقهم - ومنهم من قال یقبل اذا لم یکن داعیة الی البدعة ولا یقبل اذا کان داعیة - وھذا مذهب کثیرین - او الاکثرین من العلماء وهو الاعدل الصحیح انتهی بلفظه **فائدہ وسوال** متعارضہ احادیث کے حکم - اور فرض اور وجب کی تعریف میں ثم المقبول ان سلم من المعارضة - ای لم یأت خبر یضادہ - فهو المحکم - وامثلتہ کثیرة - وان عورض بمثله فان امکن الجمع فهو - النوع المسمی - المختلف الحدیث - وان لم یمکن الجمع وثبت المتأخر فهو الناسخ والا فالترجیح - ان تعین - ثم التوقف - شرح نخبة ملتقطاً - والفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه - والواجب ما ثبت بدلیل ظنی **وفی فواتح الرحموت** ان ثبت الطلب الجازم بقطعی فالافتراض ان کان ذلک الطلب للفعل - او التحریم - ان کان ذلک للکف انتهی - او ثبت الطلب الجازم بظنی فالایجاب - ان کان ذلک الطلب الجازم للفعل - وکراهة التحریم ان کان ذلک للکف **تلک عشرة کاملة** خذها بالنواجذ واحفظها - آمدیم بر سر مطلب - حاصل اور مدعا مؤلف رسالہ کا یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا - منفرد - اور مقتدی - اور امام پر فرض ہے - کسی نمازی کی نماز فاتحہ کے سوا جائز اور مقبول نہیں ہوتی - اس عبارت میں دو تعمیمیں اور ایک تخصیص ہے تعمیم اول نمازی (یعنی مقتدی اور منفرد اور امام) کی - اور تعمیم دوم نماز (یعنی جھریۃ کانت او سریۃ) کی - اور تخصیص فاتحہ کی - اور اثبات مدعی کی دلیل حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب جو بحکم فائدہ اولی کے صحیح ہے - بیان فرمائی - اور

واربعة وثلثون شيخًا وعدد من احتج بهم مسلم فی المسند الصحیح۔ ولم یحتج بهم البخاری فی الجامع الصحیح ستمائة وخمسة وعشرون شیخًا واللّٰہ اعلم انتہی بلفظہ **وقال** الحافظ ابن حجر العسقلانی الرجال الذین تکلم فیهم من رجال مسلم اکثر عددا من الرجال الذین تکلم فیهم من رجال البخاری انتہی **وقال** القاری فی شرح الشرح **للنخبة** الذین انفرد البخاری بهم اربعمایة وخمسة وثلثون رجلا والتکلم فیهم بالضعف نحو من ثمانین رجالا والذین انفرد بهم مسلم ستمایة وعشرون رجلاً والمتکلم فیهم مایة وستون رجلاً علی الضعف کذا ذکرہ السخاوی فی شرح الفیة العراقی انتہی **و** ھکذا فی شرح الشرح للنخبة لمولینا وجیہ الدین۔ **الحاصل** مدار صحت حدیث کا صحت رُواۃ پر ہی۔ اور راوی کا مسلّم اور غیر مسلّم ہونا وجدان شرائط مقررہ علماء پر موقوف ہے **بخاری** رحمۃ اللّٰہ علیہ نے جو شرائط راوی کے اپنے نزدیک مقرر فرمائیں ہیں۔ اگر وہی حدیث میں پائی گئیں تو وہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللّٰہ کے نزدیک محکوم بصحت ہوگی گو مسلم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہو یا نہو علے ہذالقیاس حال مسلم رحمۃ اللّٰہ علیہ کا ہے۔ **فائدہ آٹھواں** جرح وتعدیل کے بیان میں **قال** الحافظ فی النخبة وشرحه الجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلک جماعة ولکن محله ان صدر مبینا من عارف باسبابه۔ لانه ان کان غیر مفسر لم یقدح فیمن ثبت عدالته۔ وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر ایضًا۔ فان خلا المجروح عن تعدیل قبل الجرح فیه۔ مجملاً۔ غیر مبین السبب اذا صدر من عارف علی المختار۔ لانه اذا لم یکن فیه تعدیل کان فی حیز المجهول اعمال قول الجارح اولی من اهماله۔ ومال ابن الصلاح فی مثل ھذا الی التوقف انتہی **فائدہ نواں** حدیث مُبتدع کی مقبول ہی یا غیر مقبول **قال** النووی قال العلماء من المحدثین والفقهاء واصحاب الاصول المبتدع الذی یکفر ببدعة لا یقبل روایة بالاتفاق **واما الذی** لا یکفر بها فاختلفوا فی روایة۔ فمنهم من ردها مطلقًا لفسقه ولا ینفعه التاویل۔ و

مجال للاجتہاد وفیہ رفع حکمی) مرفوع حکمی ہے۔ اور پہلی روایت کے مرفوع ہونے میں کلام ہی نہیں۔ اگرچہ یحیی بن سلام تکلم فیہ از جانب دارقطنی کے ہے۔ ان روایات سے بطلان شقین اولین کا ظاہر ہے۔ **حدیث دوم** اخرج مسلم بسندہ عن عمران بن حصین قال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الظہر والعصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا ولم ارد بہا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیہا ص ۱۷۲ وللمسلم ایضاً بسند آخر عن قتادۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی الظہر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیہا ص ۱۷۲ ولابوداؤد حدثنا ابو الولید الطیالسی انا شعبۃ ح وحدثنا محمد بن کثیر العبدی انا شعبۃ المعنی۔ عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین قال ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی الظہر فجاء رجل فقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما فرغ قال ایکم قرأ قالوا۔ رجل قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیہا ص ۱۲۰ ولابوداؤد ایضاً **حدثنا** ابن المثنی انا ابن ابی عدی عن سعید عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین ان نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی بہم الظہر فلما انفتل قال ایکم قرأ بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا۔ فقال علمت ان بعضکم خالجنیہا ص ۱۲۰ یہ چہار روایات شق چہارم کے بطلان پر نص ہیں **قال النووی** خالجنیہا ای نازعنیہا ومعنی ہذا الکلام الانکار علیہ انتہی۔ واما حملہ علی جہرہ اور رفع صوتہ بحیث اسمع غیرہ کما حملہ النووی انتصار للمذہب۔ فصرف عن ظاہر کلام الشارع **حدیث چہارم** الترمذی **حدثنا** الانصاری انا معن انا مالک عن ابن شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ہل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول اللّٰہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الصلوۃ بالقراءۃ حین سمعوا ذالک

شق چہارم کا بطلان

بطلان شق ۴-۳-۵

لفظ صلوٰۃ سے صلوٰۃ مطلق جہریّۃً کانت او سرّیۃً۔ مراد رکھا۔ اور لفظ مَن سے بھی عام مصلّی۔ منفرداً۔ کان او مقتدیاً۔ او اماماً۔ ارادہ کیا۔ تیم التقریب۔ ہذا ہو تحریر محل الدعویٰ والدلیل۔ آب بنظر اعتبار غور طلب یہ امر ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں جہریّۃ ہو یا سرّیۃ قراءۃ فرض ہے۔ یا نہ۔ اگر ہے۔ تو صرف فاتحہ ہی ہے یا فاتحہ کے سوا صرف کوئی اور سورہ۔ یا فاتحہ مع السورۃ۔ فدار الامر الیٰ ستۃ شقوق۔ فاتحہ صرف فی الصلوٰۃ الجہریۃ۔ فاتحہ صرف فی الصلوٰۃ السریۃ۔ سورہ صرف سوی الفاتحہ فی الصلوٰۃ الجہریۃ۔ سورہ صرف فی الصلوٰۃ السریۃ۔ فاتحہ مع السورۃ فی الصلوٰۃ الجہریۃ فاتحہ مع السورۃ فی الصلوٰۃ السریۃ۔ ان جملہ شقوق کی بابت جو ارشاد ہے احادیث فی ذیل اور آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا له۔ الآیۃ سے ظاہر ہے۔ بتوجہ تام سماع فرمایئے۔ **حدیث اول** قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال حدثنا مالک عن وہب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام انتہی ص ۱۲۸ **والترمذی** حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری انا معن انا مالک عن ابی نعیم وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ہذا حدیث حسن صحیح ص ۴۳ ومالک عن وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ص ۲۸ **خلاصہ ترجمہ**۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کسی شخص کی سوا فاتحہ کے درست نہیں۔ الا مقتدی۔ یعنے اوسکی نماز سوا فاتحہ کے درست ہے۔ **اشتباہ** روایت دوم اور سیوم اگرچہ صریحاً مرفوع معلوم نہیں ہوتیں۔ الا بحکم فائدہ پنجم اور ششم کے مرفوع ہیں فلینظر ہما۔ اور نیز بحکم فائدہ سیوم کے (یعنی لخبار الصحابی عنہما یحصل بفعلہ ثواب مخصوص او عقاب مخصوص۔ وقعلہ مما لا

کلام زہری سے ہونا منافی ابوہریرۃ کے کلام کے ہونیکا نہیں۔ کیونکہ زہری نے کبھی اسکو مرسل روایت کیا ہے۔ کما روی الاوزاعی عن الزھری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقراءون فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ سلام اللہ فی المحلی۔ اور کبھی مرفوعًا روایت کیا ہے کما روی غیرہ من ائمۃ الحدیث اور ثقہ کبھی حدیث کو مسندًا اور کبھی مرسلًا روایت کرتا ہے۔ تو اونہوں نے گمان کیا ارسال سے کہ یہ کلام زہریکا ہے۔ فقط مع ان ھذا الظن خلاف قواعد الاصول پس بخاری ذہبی وغیرہما نے بلا واسطہ زہری سے روایت نہیں کیا تاکہ انکا قول انہ من کلام الزھری بیان اور نقل بسند متصل ہو۔ اور اوزاعی کا زہری سے مرسلًا روایت کرنا دلیل اسپر نہیں کہ یہ کلام زہری کا ہے فقط لما قلنا۔ اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح روایت نہیں کیا کہ یہ قطعہ حدیث کا میری کلام ہے۔ ابوہریرہ کا کلام نہیں۔ بل اتصال نظم الکلام کما وقع فی مرویات ائمۃ الحدیث عن ابی ھریرۃ ینادی باعلی ندائہ علی انہ من کلام ابی ھریرۃ لا من کلام الزھری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ یہ کلام زہری سے ہے۔ تو بھی ہمکو مُضر نہیں۔ کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمہ حدیث سے ہے اور مرسل کا حجت ہونا فایدہ دوم میں مدلل بیان ہوچکا ہے۔ کیف وقد اعتضد بما روی عن ابی بن کعب وھو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت ایۃ اذا قرء القرآن فاستمعوا ترکوا القراءۃ خلف الامام **وجہ سیوم** زہریکا قول روایۃ الحدیث کے قبیلہ سے نہیں تاکہ صحت اور رفع کی شرطیں اوسمیں عتبار کیجاویں۔ بلکہ اخبار وحکایت اجماع کے باب سے ہے۔ اور تابعی فقیہ جو امام ہے ائمہ حدیث سے اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کس طرح بیان کرتا **وجہ چہارم** نقل الفاضل اللکھنوی عن ابن عبد البر ان اکثر رواۃ ابن شہاب عنہ لھذا الحدیث یجعلونہ (ای فانتھی الناس) کلام ابن شہاب۔ ومنھم من جعلہ من کلام ابی ھریرۃ۔ فاین الاتفاق **حدیث پنجم** قال النسائی

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و فی الباب عن ابن مسعود و عمران بن حصین و جابر
بن عبد اللہ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن ص ۴۳ و النسائی اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن
ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احدکم منکم انفا قال رجل نعم
یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران فانتھی الناس عن القراءۃ فیما جھر فیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ عن الصلوات حین سمعوا ذلک ص ۱۵۳ و
الطحاوی فاذا یونس قد حدثنا قال انا ابن وھب ان مالکا حدثہ عن ابن
شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من
صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ منکم معی احد انفا فقال رجل نعم یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القران
قال فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ
بالقراءۃ من الصلوۃ حین سمعوا ذلک ص ۱۲۷ و ابو داؤد حدثنا القعنبی عن مالک
عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل
نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ من الصلوۃ حین سمعوا ذلک
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال ابو داؤد روی حدیث ابن اکیمۃ ھذا معمر
و یونس و اسامۃ بن زید عن الزھری علی معنی مالک ص ۱۲۱ پہر جابہ روایات متواتر
سوم۔ اور پنجم کے عدم جواز کے لئے نص صریح ہیں وما قال النووی ان
قولہ فانتھی الناس من کلام الزھری۔ و کونہ من کلام الزھری متفق علیہ عند
الحفاظ منھم البخاری و الاوزاعی و الذھبی انتھی۔ فالجواب عنہ بوجوہ وجہ اول

وجوہ بعد والی ۲۰

میں کلام ہے باب تشہد میں یوں کہا ہے قال ابوداؤد قولہ وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجیٔ بہ الا سلیمان التیمی فی ھذا الحدیث ص ۱۴۱ اور باب الامام یصلی من قعود میں اسطرح فرمایا ہے قال ابوداؤد ھذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد ص ۹ جبکہ محفوظ نہیں ہے۔ فکیف الاستدلال بہ۔ تو اس کے جواب میں اولاً گذارش ہے کہ پہلی کلام سے شائد مقصود ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد سلیمان تیمی کا ہے۔ کما یدل علیہ قولہ ولم یجیٔ بہ الخ اور عند الحفاظ یہ امر ثابت اور متحقق ہے کہ سلیمان تیمی ثقہ ہے۔ اور ثقہ بھی کیسا کہ جس کے شان میں امام مسلم۔ اتر ید احفظ من سلیمان التیمی ارشاد فرماتے ہیں وزیادۃ الثقہ مقبولۃ عند الجماھیر من اھل الاصول والحدیث والفقہ جیسا کہ فائدہ پنجم میں بیان ہوچکا ہے پس یہ زیادۃ مقبول بلاشبہ ہے۔ ثانیاً جواب اول علی سبیل التسلیم ہے۔ ورنہ تفرد ہی کہاں کیف ولھا متابعات وشواھد **اخرج البزار** حدثنا محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح من عمر بن عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبداللہ عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرئ فانصتوا انتھی وبھذا السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم بن نوح العطار عن عمر بن عامر وسعید ابن ابی عروبۃ عن قتادۃ بہ ولم یعلہ ولکنہ قال وھذا الحدیث لسلیمان التیمی اشھر من عمر بن عامر وابن ابی عروبۃ انتھی **و النسائی** فی سننہ **اخبرنا** محمد بن عبداللہ بن المبارک ثنا محمد بن سعد الانصاری حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا انتھی و لسلیمان التیمی متابعان آخران غیر محمد بن سعد۔ اخرج الدارقطنی فی سننہ حدیثھما وضعفھما۔ احدھما اسماعیل بن ابان الغنوی۔ حدثنا محمد بن عجلان بہ

تاویل قوله عزوجل وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ -
اخبرنا الجارود بن معاذ الترمذی حدثنا ابو خالد الاحمر محمد بن عجلان
عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع
اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا ولک الحمد ص ۱۵۳ والنسائی ایضًا اخبرنا
محمد بن عبد اللہ بن المبارک حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن
عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا ص ۱۵۳
او الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا الحسین بن عبد الاول الاحول قال
حدثنا ابو خالد سلیمان بن حیان قال حدثنا ابن عجلان عن زید بن اسلم
عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل
الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا ص ۱۲۸ ومسلم عن ابی ہریرۃ واذا قرأ فانصتوا
ص ۱۷۴ ومسلم ایضًا عن قتادۃ واذا قرأ فانصتوا ص ۱۷۴ وابوداؤد حدثنا
محمد بن ادم المصیصی انا ابو خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ بھذا
الخبر- زاد واذا قرأ فانصتوا ص ۹۰ حدیث ششم الطحاوی حدثنا
احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا عبید اللہ بن عمرو عن
ایوب عن ابی قلابۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم اقبل بوجھہ- فقال تقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلثًا فقالوا انا
لنفعل قال فلا تفعلوا ص ۱۲۸ یہ سات روایتیں ہر ایک شق کے بطلان پر شاہد اور برہان
قوی ہیں- اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ ابوداؤد نے اسحدیث (یعنی وَاِذَا قُرِئَ فَانْصِتُوْا)

ابوداؤد کا قول

وتعقبہ المنذری فی مختصرہ۔ فقال وھذا فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو
سلیمان بن حیان وھو من الثقات الذی احتج بھم البخاری ومسلم۔ ومع ھذا فلم
یتفرد بھذہ الزیادۃ بل تابعہ علیھا ابو سعید محمد بن سعد الانصاری الاشھلی
المدنی نزیل بغداد انتھی ص۳۳۔ اس عبارت سے توثیق ابوخالد کی متحقق ہوئی۔ اور
وہم جرح کا اوٹھ گیا۔ اور اس لفظ کی تصحیح کی ہے۔ مسلم نے اور احمد بن حنبل نے علے
ما ذکرہ ابن عبد البر فی الاستذکار۔ اور تصحیح کی اسکی ابن خزیمہ نے۔ ذکرہ العینی فی
النھایۃ۔ خوفاً للاطناب اون کی عبارت نقل نہیں کی گئی

حدیث ہفتم

اخبرنا ابو حنیفۃ حدثنا ابو الحسن موسی ابن عائشۃ عن عبد اللہ شداد ابن الھاد
قال محمد بن الادم
عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ
یقرأ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القراءۃ فی الصلوۃ
فقال اتنھانی عن القرآءۃ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرآءۃ
الامام لہ قراءۃ انتھی۔ ورجال ھذا الحدیث کلھم ثقات۔ **فی** التقریب موسی بن
ابی عائشۃ الھمدانی بسکون المیم مولی ھم ابو الحسن الکوفی ثقۃ عابد من الخامسۃ و
کان یرسل انتھی ص۲۶۰ **وایضاً** فیہ عبد اللہ بن شداد بن الھاد اللیثی ابو الولید
المدنی ولد علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وذکرہ العجلی من کبار التابعین الثقات
وکان معدوداً فی الفقھاء مات بالکوفۃ مقتولاً سنہ احدی ثمانین وقیل بعدھا
انتھی ص۱۰۹ **و** فیہ ایضاً جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بمھملۃ وراء الانصاری
ثم السلمی بفتحتین صحابی بن صحابی غزا تسع عشرۃ غزوۃ ومات بالمدینۃ بعد السبعین
وھو ابن اربع وتسعین انتھی ص۴۳

حدیث ہشتم

روی النسائی اخبرنا علی
بن حجر اخبرنا اسماعیل وھو ابن جعفر عن یزید بن خصیفۃ عن یزید بن عبد اللہ

والاخر محمد بن مسیر ابی سعد الصغانی ثنا ابن عجلان به - قال اسماعیل بن
ابان و محمد بن مسیر ضعیفان انتہی - ولہا عواضد کثیرۃ **منھا**
ما رواہ الطحاوی حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا
عبید اللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم اقبل بوجہہ فقال اتقرأون والامام یقرأ فسکتوا فسألہم ثلثا فقالوا
انا نفعل قال فلا تفعلوا انتہی ص ۱۲۸ **ومنھا** ما روی المسلم عن ابن قسیط عن عطاء
بن یسار انہ اخبرہ انہ سئل زید بن ثابت عن القرأۃ خلف الامام فقال لا قراءۃ مع
الامام فی شئ ص ۲۱۵ **و** رواہ النسائی ایضًا فی باب سجود القرآن ص ۱۶۱ **و** الطحاوی
ایضًا فی باب القرأۃ خلف الامام **ومنھا** ما روی الطحاوی عن عبید اللہ بن مقسم انہ
سأل عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقرؤا خلف الامام فی
شئ من الصلوات انتہی ای سریۃ کانتا وجہریۃ ص ۱۲۹ **ومنھا** ما روی الطحاوی
عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا انتہی ص ۱۲۹ **و
منھا** ما روی الطحاوی ایضًا عن ابی وائل عن ابن مسعود قال انصت للقرأۃ فان فی
الصلوۃ شغلاً وسیکفیک ذلک الامام انتہی ص ۱۲۹ **و** منھا ما روی ابی بن کعب و
ہو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت آیۃ اذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا - ترکوا
القرأۃ خلف الامام انتہی علی ہذا القیاس **اس** زیادۃ کے مؤیدات **شرح معانی الآثار
طحاوی** اور **مؤطا** امام محمد میں بکثرت موجود ہیں - تمام کا ذکر موجب طوالت مقال ہے
من شاء فلینظر ثمہ وتمہ ان مذکورہ احادیث اور آثار سے صاف ثابت ہے - از سلیمان
التیمی لیس بمتفرد بھذہ الزیادۃ - فاندفع قول من قال انہ تفرد بھا **اور دوسرے**
جملہ سے شاید مقصود ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا جسطرح ابو خالد کا ہے کا ہو مدلول قولہ الوہم
عندنا من ابی خالد - تو اسکا جواب منذری نے بہت عمدہ دیا ہے **قال الزیلعی** و

ابوداؤد و ابن ماجہ ایضاً

ابن حنبل۔ فاین المذھب عن السنۃ وظاھر القرآن ص ۱۶۱ اگرچہ اس آیۃ کے شان نزول میں اقوال مختلف ہیں۔ اما اولی واقوی اور مرجح یہی ہے۔ کہ قراءۃ فی الصلوۃ میں نازل ہوئی ہے جیساکہ معالم اور زرقانی اور بیہقی کا بیان صراحتاً مدلول ان معنے کا ہے۔ اس آیۃ شریفہ سے بلحاظ مورد کے جملہ شقوق کا بطلان ظاہر ہے اور بلحاظ اصولی قاعدہ کے لایختص بمورد ہ بل العبرۃ لعموم الالفاظ واطلاقاتھا بھی اس آیۃ سے بطلان جملہ شقوق کا بلاشبہ ظاہر ہے۔ ان مذکورہ احادیث و آیۃ شریفہ سے ثابت اور مبرہن ہوچکا ہے کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے منصف طالب حق کو تو اسقدر کافی و وافی ہے متعصب غیر منصف کا تو علاج نہیں اب رہا منفرد اور امام۔ انکی بابت ہی مولویصاحب کا یہ دعوی ہے کہ فاتحہ بخصوصہا انپر بھی فرض ہے۔ اور ہمارے اصحاب حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ کہ قراءۃ مطلق فرض ہے۔ ولو کانت فی ضمن الفاتحۃ۔ اس مدعا کے ثبوت کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں **منھا** قولہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن یعنے پڑھو جو تمہیر آسان ہو قرآن سے۔ باریتعالی نے مطلق قرآن کا پڑھنا فرمایا ہے اور فاقرؤا فاتحۃ الکتاب نہیں فرمایا۔ اگر خصوصیت فاتحہ کی مقصود ہوتی تو فاقرؤا فاتحۃ الکتاب فرما دیتے **ومنھا** ما روی الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد وصلی ثم جاء فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء فسلم فقال وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فقال فی الثالثۃ او فی التی بعدھا علمنی یا رسول اللہ فقال اذا قمت الی الصلوۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع الحدیث مشکوۃ ص ۶۰ ترجمہ ایک شخص نے مسجد میں آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑھی پھر آکر سلام کیا۔ حضرت

بن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سئل زید بن ثابت عن القرآءۃ مع الامام فقال

لا قرآءۃ مع الامام فی شئ۔ انتھی ص۲۱۱ ای فی شئ من الصلوۃ سریۃ او جھریۃ و

رواہ مسلم والطحاوی ایضاً یہ ہر دو حدیث بھی جملہ شقوق کے بطلان پر حجت ہیں۔

وقال عز من قائل واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون

یعنے جب قرآن پڑھا جاوے تو اوس کو سنو اور چپ رہو تاکہ تم لوگ رحم کیے جاؤ۔ **فی**

الفتح القدیر حاصل الاستدلال بالآیۃ۔ ان المطلوب امران۔ الاستماع۔

والسکوت۔ فیعمل بکل منھما۔ والاول یخص الجھریۃ۔ والثانی لا۔ فیجری علی

اطلاقہ فیجب السکوت عند القرآءۃ مطلقا۔ وھذا بناء علی ان ورود الآیۃ فی

القرآءۃ فی الصلوۃ **و** اخرج البیھقی من الامام احمد قال اجمع الناس علی ان ھذہ

الآیۃ فی الصلوۃ **و** اخرج عن مجاھد کان علیہ السلام یقرأ فی الصلوۃ فسمع قراءۃ فتی

من الانصار فنزل واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ **و** اخرج ابن مردویہ

فی تفسیرہ قال الواحد ثنا ابو اسامۃ عن سفیان عن المقدام ھشام بن زیاد عن معاویۃ

بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسبہ قال

عبد اللہ بن مغفل کل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات۔ قال انما

نزلت ھذہ الآیۃ واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فی القرآءۃ خلف الامام

انتھی ص۱۲۱ **و** فی تفسیر عماد بن کثیر قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس قولہ

واذا قرأ القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ انتھی **وفی المعالم** ذھب جماعۃ

الی انھا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتھی اور بعد ذکر اقوال مخالفین کے لکھا ہے والاول

اولی وھو انھا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتھی ص۳۷۰ اور زرقانی شرح موطا میں نقلاً

عن ابن عبد البر لکھتا ہے اجمعوا علی انہ لم یرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما

اراد الصلوۃ یشھد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صحیح

صلوٰۃ الا بقراءۃ ص ۱۲۰ **ومنہا** ما روی الطحاوی حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا
ابو نعیم قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق العیزار بن حریث قال شہدت ابن عباس
سمعتہ یقول لا تصل صلوٰۃ الا قراءت فیہا ولو بفاتحۃ الکتاب **وروی**
الطحاوی بسندہ عن ابی العالیۃ قال سألت ابن عباس فذکر مثلہ ۔ قال و
سألت ابن عمر فقال انی لاستحیی ان اصلی صلوٰۃ لا اقرء فیہا بام القرآن او ما
تیسر ص ۱۲۱ **ومنہا** ما روی الطحاوی ان عبد الرحمن بن الجارود قد حدثنا
قال حدثنا عبد اللہ بن موسیٰ قال انا ابن ابی لیلیٰ عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال کان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیجہر و یخافت فجہرنا فیما جہر وخافتنا فیما
خافت وسمعتہ یقول لا صلوٰۃ الا بقراءۃ انتہی **وروی** بسند اٰخر عن
عطاء عن ابی ہریرۃ رض قال فی کل صلوٰۃ قراءۃ **و** روی بسند اٰخر عن ابی ہریرۃ
مثلہ **وروی** بسند اٰخر عن عطاء قال سمعت ابا ہریرۃ یقول فذکر نحوہ
و بسند اٰخر عن عطاء عن ابی ہریرۃ مثلہ **و** بسند اٰخر عن عطاء قال سمعت ابا ہریرۃ
ثم ذکر مثلہ ص ۱۲۲ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے اظہر من الشمس ہے ۔ کہ
منفرد اور امام پر قراءۃ مطلق فرض ہے ۔ فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں ۔ فثبت المدعیٰ
رہی یہ بات کہ آیۃ عام ہے ۔ یا مخصوص ۔ اسکی بابت انشاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر ہوگا فانتظرہ
اور فرض ثابت بدلیل قطعی کو کہتے ہیں ۔ جیسا کہ فائدہ دہم میں گزر چکا ہے ۔ اور خصوصیت
فاتحہ کی کوئی دلیل قطعی جس میں شبہ نہو مولویصاحب نے بیان نہیں فرمائی ۔ اور
اخبار احاد مثبت فرضیت نہیں ہیں ۔ ہاں البتہ مثبت ظنیت کے ہیں ۔ اسی لئے ہمارے
اصحاب رحمہ اللہ علیہ نے منفرد اور امام کے لئے مطلق قراءۃ کو فرض فرمایا ۔ اور فاتحہ
کو واجب تا کہ آیۃ اور حدیث دونوں پر عمل ہو ۔ ھذا خلاصۃ الکلام فی اثبات المرام **بیان**
مذکور سے یہہ بات مدلل اور مبرہن ہوگئی کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے ۔ اور منفرد اور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام پھر جا نماز پڑھ تیری نماز اچھی نھیں ہوئی۔ پھر پڑھ کر آیا۔ پھر فرمایا فصل فانك لم تصل پھر آیا۔ پھر فرمایا۔ فصل فانك لم تصل۔ آخر اوس نے کہا۔ مجکو سمجھا دیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ نے فرمایا کہ وضو اچھی طرح کر پھر قبلہ کیطرف موںھ کرکے تکبیر کھ۔ پھر پڑھ لے قرآن جہاں سے تجکو آتا ہو الحدیث

وروى الترمذي بسنده عن رفاعة وحسنه وذكر القصة المذكورة وفيه فان كان معك قرآن فاقرء والا فاحمد الله وكبره وهلله ص۳۸ وروى الترمذي ايضاً بسنده من ابي هريرة وصححه وحسنه وفيه اقرأ بما تيسر معك من القرآن الحديث ص۴۲ وروى النسائي معنى هذا الحديث وفيه قال ثم يقرأ ما تيسر من القرآن مما علمه الله الحديث ص۱۸۳ وروى ابوداود عن ابي هريرة وذكر القصة وفيه ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن الحديث ص۱۵۲ وابوداود ايضاً حدثنا حماد عن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة عن علي بن يحيى بن خلاد عن عمه ان رجلاً دخل المسجد فذكر نحوه قال فيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم انه لا تتم صلوة لاحد من الناس حتى يتوضأ فيضع الوضوء يعني مواضعه ثم يكبر ويحمد الله عز وجل ويثني عليه ويقرأ من القرآن ثم يقول الله اكبر ثم يركع الحديث وابوداود ايضاً بسند له عن رفاعة بن رافع وفيه ثم يقرأ من القرآن الحديث وابوداود ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ الحديث وابوداود ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ ما تيسر عليك من القرآن وابوداود ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه فان كان معك قرآن فاقرأ به والا فاحمد الله عز وجل وكبره الحديث ص۱۲۶ وروى الطحاوي بسنده عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ ان كان معك قرآن الحديث ص۱۳۴ وروى ايضاً عن ابي هريرة رض نحوه

ومنها ما روى مسلم بسنده عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا

نہ فاتحہ نہ سوا فاتحہ کے فلم یثبت ما ادعاہ وجہ سیوم جابر بن عبد اللہ اور امام احمد
بن حنبل اور سفیان وغیرہ محققین نے فرمایا ہے۔ کہ حکم اس حدیث کا واسطے مقتدی
کے نہیں واسطے منفرد کے ہے۔ ذکرہ الترمذی حیث قال۔ واما احمد بن حنبل
فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔
اذا کان وحدہ۔ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم
یقرأ فیہا بام القرآن۔ فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد فہذا رجل
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن
لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ہذا اذا کان وحدہ انتہی۔ اور ابوداؤد میں ہے
قال سفیان لمن یصلی وحدہ۔ فاذا ثبت کونہ ماولا۔ فلم یکن الحدیث حجۃ لما
ادعاہ وجہ چہارم حدیث مسی فی الصلوٰۃ کی جسکو بخاری۔ مسلم۔ ترمذی وغیرہ نے
روایت کیا ہے۔ کما مر۔ اوسمیں رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو تعلیم
فرائض نماز میں فرمایا۔ ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن یعنی پھر پڑہ تو قرآن سے جو
تجکو آسان ہو۔ فاتحہ کی خصوصیت نہیں فرمائی۔ باآنکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
درپے تعلیم تھے۔ وہذا موضع البیان ووقتہ۔ ولا یجوز التاخیر عنہ صرح
النووی بہذہ القاعدۃ دیکھو نووی صفحہ ۱۹۹ پس اس سے بھی فرضیت مطلق قراءۃ
کی ثابت ہوئی۔ نہ فرضیت فاتحہ بخصوصہا کی۔ فلم یثبت ما ادعاہ وجہ پنجم
اخرج مسلم بسندہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی
صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام انتہی یعنے فرمایا رسولخدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز سوا فاتحہ کے پڑہی۔ اوسکی نماز ناقص ہے۔ کامل نہیں
ہوگی۔ پس یہ حدیث بھی معارض حدیث مستدل کی ہے۔ فلم یثبت ما ادعاہ اور معنے
خداج کے آئندہ گزارش ہونگے وجہ ششم لاصلوٰۃ الی آخرہ محتمل دو معنے کے ہے

(حاشیہ: وجہ ۳ — وجہ ۴ — وجہ ۵ — وجہ ۶)

امام پر مطلق قراءت فرض ہے۔ ولو کان فی ضمن الفاتحۃ۔ فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں۔

اب ان احادیث کا جواب جو مولوی صاحب نے اپنے اثبات مدعی کے لئے بیان کی ہیں گذارش ہوتا ہے۔ توجہ فرمائیے۔ دعوی مدعی کا یہ ہے۔

کہ منفرد۔ مقتدی۔ اور امام کے لئے فاتحہ بخصوصہا فرض ہے۔ اور اوس کے اثبات کے لئے چند احادیث بیان کیں اول حدیث عبادہ بن صامت کی لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بیان کی۔ اسحدیث کا جواب بچند وجوہ ہے۔ **وجہ اول** عموم آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا اسحدیث کے معارض ہے۔ کیونکہ آیۃ میں حکم ہے کہ پڑہو تم قرآن میں سے جو آسان ہو یعنی جہانسے تم کو آتا ہے اور پڑہ سکو۔ کسی خاص سورۃ کی ضرورت نہیں۔ کہ وہی پڑہو۔ اور حدیث کا مدلول یہہ ہے کہ فاتحہ بخصوصہا پڑہو۔ پس خصوصیت فاتحہ کی معارض نص قرآنی کے ہے۔ فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ دوم** ابن ماجہ اور نسائی نے اس امر کا باب منعقد کیا ہے۔ کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑہے اور اوس کے اثبات کے لئے یہہ حدیثیں لائے ہیں **عن** ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء الامام فانصتوا یعنے روایت ہی ابی موسی اشعری سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام قراءۃ پڑہے تو تم لوگ (یعنی مقتدی) چپ رہو۔ **وعن** ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا۔ واذا قرأ فانصتوا یعنے ابیہریرہؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اسواسطے مقرر کیا گیا ہے۔ کہ پیروی کرو تم اوسکی۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بہی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قران پڑہے تو تم چپکے سنو۔ نسائی نے اسحدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ اور واذا قرأ القرآن فانصتوا کو مسلم نے بہی ابیہریرہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مدلول اس حدیث کا عموم لاصلوۃ الخ کے معارض ہے۔ یعنے مقتدی چپ ہے کچھ نہ پڑہے

ضمیمۂ اخبار صادق الاخبار بہاولپور – ۵ مئی ۱۸۸۹ء – ۱۹

ومسلم وغیرہا فی ذلک انتہی ص آور فائدہ دہم میں گزر چکا ہے۔ کہ فرض ماثبت بدلیل قطعی لاشبہۃ فیہ کو کہتی ہیں۔ آور حدیث لاصلوۃ آہ ظاہر ہے کہ مجملہ احاد کی ہے متواترات سے نہیں۔ پس مفید ظن کی ہوئی نہ مفید قطعی لاشبہۃ فیہ کی۔ پہر اس سے فرضیت فاتحہ کی کسطرح ثابت ہوگئی فلم یثبت ماادعاہ **وجہ ہشتم** قال محمد فی الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ **حدثنا** ابو الحسن موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد ابن الہاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ۔ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القرآءۃ فی الصلوۃ فقال اتنہانی عن القرآءۃ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرآءۃ الامام لہ قرآءۃ انتہی اسحدیث کے رجال کلہم ثقات ہیں جیسے مشروحاً مذکور ہوچکا ہے۔ آور اس حدیث مرفوع کے مؤیدات اور شواہد موطا امام محمد اور **شرح معانی الآثار** میں بکثرت ہیں۔ پس یہ حدیث لاصلوۃ آہ کے عموم کو معارض ہے۔ فلم یثبت ماادعاہ **وجہ نہم** فرضاً اگر مقتدی بہی امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب پڑہے۔ تو اکثر اوقات اسکو اتباع امام سے محرومی حاصل ہوگی **مثلاً** امام نصف فاتحہ میں تہا کہ مسبوق نے اقتدا کیا۔ یا بطی القرآءۃ نے سریع القراءۃ سے اقتدا کیا امام نے جب فاتحہ پوری کی۔ تو مقتدی اہدنا الصراط المستقیم پر مثلاً پہونچا۔ تو خالی نہیں مقتدی امام کے ساتہہ آمین بوقت آمین کہنے امام کے کہیگا۔ یا نہ کہیگا۔ **فکلاہما** باطلان فالملزوم مثلہ **اوّل** تو اس لیئے کہ نظم قرآن میں اجنبیہ عبارت خلل انداز ہوگی اسطرح جیسے اہدنا الصراط المستقیم آمین صراط الذین۔ اور اجنبی کلام کا ادخال نظم قرآن میں شرعاً ناجائز ہے۔ فما منہ المحظور فہو محظور **اور ثانی** اسواسطی کہ مخالفت فرمان واجب الاذعان حضرت خلاصۂ جہانیان صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا۔ واذا قال الامام ولا الضالین

یعنی لا صلوٰۃ صحیحۃ جیسا کہ لا صلوٰۃ الا بقرآءۃ رواہ مسلم۔ ولا صلوٰۃ لمن لا
طہور لہ رواہ الطبرانی۔ اور لا صلوٰۃ کاملۃ۔ قال النووی۔ وھذا من الالفاظ
التی تطلق علی نفی الشئی ویراد بہ نفی کمالہ ومختارہ۔ کما یقال لا علم الا ما نفع۔ و
لا مال الا الابل۔ ولا عیش الا عیش الآخرۃ انتہی۔ **وفی** کنوز الحقائق للامام
المناوی رحمۃ اللہ علیہ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ دارقطنی۔ ولا صلوٰۃ
لملتفت۔ رواہ الطبرانی۔ ولا صلوٰۃ بحضرۃ طعام۔ رواہ مسلم۔ ولا صلوٰۃ لمن لا یتخشع
فی صلوتہ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صلوٰۃ لمن صلی خلف الصف فردا۔ رواہ الدیلمی والامام
احمد فی مسندہ۔ ولا صوم بعد النصف من شعبان حتی رمضان۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صام
من صام الابد۔ رواہ البخاری فی صحیحہ۔ ولا صلوٰۃ فی الحمام۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صلوٰۃ
لمن سمع النداء ثم لا یاتہ الا من علۃ۔ رواہ الحاکم۔ ولا عبادۃ کالتفکر۔ رواہ
ابن حبان فی صحیحہ۔ ولا ہم الا ہم الدین۔ ولا وجع الا وجع العین۔ رواہ ابن عدی۔ ولا
دین لمن لا عہد لہ۔ رواہ ابن النجار۔ ولا خیر فیمن لا یضیف۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ
ولا خیر الا فی قراءۃ الا بتدبر۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی العیش الا لرجلین۔ عالم
ناطق۔ او مستمع ودیع۔ رواہ العسکری والدیلمی۔ ولا خیر فی الجلوس علی الطرقات۔
رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی ولد الزنا۔ رواہ الطبرانی۔ ولا دین لمن لا تفقہ لہ۔ رواہ
الدیلمی۔ ولا خیر فی الدنیا بعد مائۃ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی الامارۃ لرجل مسلم
رواہ الامام احمد فی مسندہ انتہی بلفظہ ان مذکورہ احادیث میں نفی کمال مراد ہے
نہ نفی ذات وصحت کما لا یخفی۔ جبکہ یہ عبارت محتمل دو معنی کی ہوئی فکیف الاستدلال
فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ ہفتم۔ قال النووی** فانّہم رای المحققون
والاکثرون) فقالوا احادیث الصحیحین التی لیست بمتواترۃ۔ انما تفید الظن
فانہا آحاد۔ والآحاد انما تفید الظن علی ما تقرر۔ ولا فرق بین البخاری

ثابت ہوا کہ مقتدی صلوۃ جہریہ میں قراۃ پڑھے - اور قراۃ بعمومہا فاتحہ وغیرہ کو شامل ہے - اور مدلول ان احادیث کا عموم مدلول حدیث لاصلوۃ کو معارض ہے - پس

مبرہن ہوا کہ وہ حدیث بعمومہ قابل حجت نہ رہی - فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ یازدہم** فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ للعسقلانی **اخرج** ابن ماجۃ من حدیث ابی سعید لاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد للہ وسورۃ معها - واخرجه الترمذی فی اثناء حدیث واخرجه ابن عدی ولفظه لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب والسورۃ وفی روایۃ له وسورۃ فی فریضۃ وغیرها - وفی روایۃ له لا تجزئ صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعها غیرها وضعفه بابی سفیان طریف بن شهاب السعدی ولابی داؤد من وجہ اٰخر صحیح عن ابی سعید امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر وصححه ابن حبان من هذا الوجه ولفظه - امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا اخرجه احمد وابو یعلی - وفی الباب **عن** عبادۃ بن صامت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب واٰیتین من القراٰن اخرجه الطبرانی - **و** اخرج ابن عدی من حدیث عمران بن حصین مثله لکن بلفظ لا تجزئ وزاد اٰیتین فصاعدا - **و** عن رفاعۃ بن رافع فی قصۃ المسیئ صلوته - ثم اقرأ بام القراٰن ثم اقرأ بما شئت اخرجه احمد - **و** لابی داؤد من هذا الوجه ثم اقرأ بام القراٰن وبما شاء اللہ ان تقرأ - **و** عن ابن عمر رفعه لا تجزئ المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث اٰیات فصاعدا اخرجه ابن عدی - **و** عن ابن مسعود رفعه لا تجزئ صلوۃ لا یقرأ فیها بفاتحۃ الکتاب وشیئ معها اخرجه ابو نعیم - فی ترجمۃ ابراہیم بن ایوب من تاریخ اصبہان انتهی - **و** اخرج مسلم لاصلوۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب

فصاعدا انتهی - ان احادیث سے ظاہر ہے - کہ فاتحہ کا حکم اگر ہر نمازی کیواسطے عام ہے - تو انضمام سورہ کا حکم بھی ضرور عام ہوگا - اور بالاتفاق انضمام کا ہر نمازی کیواسطے عام نہیں

فقولوا آمین کی لازم آئیگی۔ پس اس دلیل سے بھی مدعی مستدل کا یعنی فرضیت ہر نماز میں ہر نمازی کے لیے پایہ ثبوت کو نہ پونچا **فائدہ** نووی نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ آمین مقتدی کی امام کی آمین کے ساتھ ہی ہو۔ نہ پہلے اور نہ پیچھے اور نماز میں اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اقتران قول مقتدی و امام کا مستحب ہے۔ الا فی قولہ آمین۔ اما باقی اقوال میں۔ پس مقتدی کو امام کے اقوال سے تاخیر مستحب ہے۔ وھذہ عبارتہ۔ ویستحب ان یکون تامین الماموم مع تامین الامام لا قبلہ ولا بعدہ ولیس فی الصلوٰۃ موضع یستحب ان یقترن فیہ قول الماموم بقول الامام الا فی قولہ آمین۔ واما فی باقی الاقوال فیتأخر قول الماموم انتھی ص ۳۵ **وجہ سوم** روی مالک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرآءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی رواہ ابو داؤد فی سننہ وقال حدیث ابن اکیمۃ ھذا رواہ معمر ویونس واسامۃ بن زید عن الزھری علی معنی مالک انتھی۔ رواہ احمد والنسائی وابن ماجۃ والترمذی قال **وفی الباب** عن ابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبد اللہ اور نیز موید اسکی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے وقال الدار قطنی رجالہ کلھم ثقات وھو ھذا **عن** عبادۃ بن صامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقرأن احد منکم شیئا من القرآن اذا جھرت بالقرآن انتھی **و** قال احمد بن حنبل ما سمعت احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقراءۃ لا تجزی صلوٰۃ من لم یقرأ ذکرہ الذیلعی ھذا من الدلیل القوی یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی صاحب دلیل قوی نے ذکر کی ہے۔ ان احادیث سے

بخش نہین ہے۔ تو فرع کس طرح اطمینان و تسلی بخش ہوگی۔ **علاوہ** انکے ابن عدی کی روایت میں لا تجزئ الصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعہا غیرھا۔ ہے۔ ذکرہ المناوی فی کنوز الحقائق۔ **واخرج** ابو نعیم الحافظ فی تاریخ اصبہان فی ترجمۃ ابراھیم بن ایوب الغرسانی عن ابی مسلم عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر عن ابی معمر عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشیء معہا انتھی۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ ص ۱۹۲ اور ظاہر ہے کہ ومعہا غیرھا۔ وشیء معہا سورہ کیطرف اشارہ ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر نمازی کے لئے سورہ بھی فرض ہو۔ اور خصم اسکا منکر ہے۔ اور نیز جائز ہے۔ کہ مراد اس سے نفی اجزا کامل کے ہو۔ نہ نفی اصل اجزا کی پس مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی مثبت مدعی مستدل کی نہیں ہے

مستدل کی تیسری حدیث کا جواب

تیسری حدیث لا تقبل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن۔ مثبت مدعی یعنی اثبات فرضیت فاتحہ کی ہر نمازی کے لئے بیان فرمائی **اقول وباللہ التوفیق**۔ اسکا جواب بھی بچند وجوہ ہے۔ وجہ اول۔ دوم۔ وجہ چہارم۔ وجہ پنجم۔ وجہ ہفتم۔ وجہ ہشتم۔ وجہ نہم۔ وجہ دہم وجہ یازدہم۔ جو حدیث لا صلوٰۃ میں مفصل گزری ہیں اس حدیث کا جواب با صواب ہیں۔

وجہ اول

تطبیق و مطابقت بر فہم رسا ہے۔ تاکہ حق ثابت ہو۔ خوف طوالت سے دوبارہ اون وجوہات کا ذکر نہیں کیا۔ وجہ دوم لفظ لا تقبل کے استعمال محدثین کی کلام میں دو طرح پر آئی ہے۔ کبھی واسطے نفی صحت کے جیسے کہ روایت مسلم میں لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور اور روایت مسند امام احمد میں لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار وارد ہے **کنوز الحقائق** اور کبھی واسطے زجر اور توبیخ اور نفی کمال ثواب کے جیسے لا تقبل صلوٰۃ من لا یؤدی الزکوٰۃ۔ رواہ الدیلمی۔ **کنوز الحقائق** وروی الطبرانی وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحہما ثلثۃ۔ لا یقبل اللہ لھم صلوٰۃ ولا یصعد لھم الی السماء حسنۃ۔ السکران

وجہ دوم

ہے فکذا حکم الفاتحۃ وھو المطلوب - فلم یثبت ما ادعاہ - ان مذکورہ وجوہات سے مدلل ہوچکا کہ حدیث لاصلوۃ الخ کی قابل اسبات کے نہیں کہ مثبت فرضیت فاتحہ ہو - ہاں البتہ دلیل ظنی ہے - اور وہ مثبت وجوب ہوتی ہے - وفرضیت کما مرّ فی الفائدۃ العاشرۃ اسی لیئے حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے منفرد اور امام کے لیئے دلیل وجوب فاتحہ کی اسحدیث کو قرار دیا - اور فرضیت مطلق قرارت کیواسطے آیۃ فاقرؤا ماتیسر من القرآن کو سند ٹھہرایا - اور مقتدی کے لیے آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا - اور حدیث مرفوع جابر رضی اللہ عنہ (من کان لہ قرآۃ فقرآۃ الامام لہ قرآۃ) کو مخصص مانا - اعمالاً علی الدلیلین - اور بلارعایت تطبیق احادیث اور آیات کے لئے یہہ طریق نہایت ہی احسن ہے - فتدبّر وانصف ولاتکن من المجادلین وقوم

حدیث عبادہ بن صامت کی لاتجزی صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب - اسحدیث کا حال زیلعی نے تخریج ہدایہ کے صفحہ ۱۹۳ میں لکھا ہے - کہ اسحدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً وقال زیاد احد الثقات انتھی - وقال صاحب التنقیح انفرد زیاد ابن ایوب ولفظ بلفظ لاتجزئ ورواہ جماعۃ لاصلوۃ لمن لم یقرأ وھو الصحیح - وقال وکان زیاداً رواہ بالمعنی انتھی - انتھی - صاحب تنقیح کے بیان سے صاف ظاہر ہے - کہ زیاد رضی اللہ عنہ جو راوی اسحدیث کا ہے اونسے بجای لاصلوۃ کے لاتجزئے نقلاً بالمعنی کہا ورنہ اصل لفظ حدیث صحیح (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لاصلوۃ ہی ہے -

تو اسکا جواب بھی وہی یازدہ وجوہ جو حدیث لاصلوۃ میں گذارش ہوئے ہیں جواب ہونگے - پھر مستدلّ کا یہہ فرمانا کہ " لاتجزئی سے بڑھکر اور کیا لفظ حدیث مین ہو جس سے تسلی ہو " موجب تسلّی اور اطمینان نہین ہے - کیونکہ اصل مین یہ لفظ بھی لاصلوۃ ہی تہا - زیاد رضی اللہ عنہ نے بجائے اوسکے لاتجزئی نقلاً بالمعنی کہا - جبکہ اصل ہی تسلی

میں نماز پڑہی - سو یہہ نماز اوس کی صحیح غیر مقبول ہے - پس جائز ہے کہ نماز تارک فاتحہ کی صحیح غیر مقبول ہو - فکیف کا استدلال بہ **قال النووی**

واما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوٰۃ - فقد تاولہ الامام المازری وتابعہ قاضی عیاض علی ان ذلک محمول علی المستحل للاباق فیکفر و لاتقبل لہ صلوٰۃ ولا غیرھا - ونبہ بالصلوٰۃ علی غیرھا - وانکر الشیخ ابو عمرو ھذا وقال بل ذلک جائز فی غیر المستحل ولا یلزم من عدم القبول عدم الصحۃ - فصلوٰۃ الآبق صحیحۃ غیر مقبولۃ بعدم قبولھا بھذا الحدیث وذلک لاقترانھا بالمعصیۃ واما صحتھا فلوجود شروطھا وارکانھا المستلزمۃ صحتھا ولا تناقض فی ذلک ویظھر اثر عدم القبول فی سقوط الثواب واثر الصحۃ فی سقوط القضاء - وفی انہ لایعاقب عقوبۃ تارک الصلوٰۃ - وھذا آخر کلام الشیخ - وھو ظاھر لاشک فی حسنہ - وقد قال جماھیر اصحابنا ان الصلوٰۃ فی الدار المغصوبۃ صحیحۃ لاثواب فیھا - ورأیت فی **فتاوی** ابی نصر بن الصباغ من اصحابنا التی نقلھا عنہ ابن اخیہ القاضی ابو منصور - قال المحفوظ من کلام اصحابنا بالعراق ان الصلوٰۃ فی الدار المغصوبۃ صحیحۃ یسقط بھا الفرض ولا ثواب فیھا انتھی بلفظہ - اور ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بہی دار مغصوبہ اور ارض مغصوبہ میں نماز صحیح مع الکراہتہ ہے - فی شرح المنار والصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ مشروعۃ فی ذاتھا وانما حرم لاجل شغل ملک الغیر انتھی **اشتباہ** ترک فاتحۃ الکتاب سے ثواب کا نہ حاصل ہونا واسطے منفرد اور امام کے ہوگا - لترکھما الواجب اما مقتدی تو مامور بالاستماع ہے فلا یلزمہ ما لزمھما - فتدبر - ان سیزدہ وجوہات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے - کہ یہہ حدیث مدعی کے دعوی کی مثبت نہیں فلم یثبت ما ادعاہ - **قولہ** اور اس باب میں انس سے مسلم اور ترمذی میں آہ **اقول**

حتی یصحو۔ المرأۃ الساخط علیھا زوجھا۔ والعبد الآبق حتی یرجع فیضع یدہ فی یدموالیہ کتاب الزواجر ص ۸۶ وروی الدیلمی لا یقبل اللہ الایمان والصلوۃ الا بالزکوۃ کنوز الحقائق ص ۱۹۶ والبیہقی لا یقبل اللہ صلوۃ رجل مسبل ازارہ۔ کنوز الحقائق۔ ومسلم بسندہ عن جریر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوۃ۔ ان جملہ احادیث میں لاتقبل سے مراد تغلیظ اور توبیخ اور نفی کمال ثواب ہے۔ نہ نفی صحت کما ھو الظاھر۔ ورنہ زکوۃ نہ دینے والا کافر ہو۔ اور نماز اوس کے ذمہ سے ساقط نہو۔ اور مسبل ازار کی نماز بھی نادرست ہو وھو خلاف ما تقرر عند اھل السنۃ۔ جب لفظ لاتقبل کا محتمل دو معنی کا ہوا۔ تو قابل استدلال نہوا۔ فکیف الاستدلال بہ۔ فلم یثبت ما ادعاہ **فائدہ** شارع کبھی تغلیظ اور توبیخ کے ایسے ایسے کلمات وارد فرماتا ہے۔ دیکھو۔ ترمذی۔ باب کراھۃ الحلف بغیر اللہ۔ میں لکھتا ہے۔ ان قولہ فقد کفر او اشرک علی التغلیظ والحجۃ فی ذلک کذا وکذا خوف تطویل کے لئے اکتفا بر اشارہ کیا گیا ہے۔ اور شیخ عبد الحق حدیث قتال المسلم کفر کے تحت میں لکھتا ہے کہ قولہ قتالہ کفر تغلیظ **وجہ سوم** عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں اذ یجوز ان تکون صحیحۃ غیر مقبولۃ۔ کا الصلوۃ فی الدار المغصوبۃ لانھا صحیحۃ وان کانت غیر مقبولۃ۔ فکذلک یجوز ان تکون صلوۃ تارک الفاتحۃ غیر مقبولۃ۔ فھذا الحدیث لم ینتھض دلیلا علی ما ادعاہ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ دعوی مدعی کا یہ تھا۔ کہ فاتحۃ الکتاب بخصوصھا ہر نمازی کے لئے فرض ہے۔ بدون اوس کے کسی نمازی کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اور اوسکی دلیل حدیث لا تقبل صلوۃ الخ بیان فرمائی۔ سو یہ دلیل مثبت مدعی کی نہیں۔ اسواسطے کہ عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں۔ کیونکہ جائز ہے کہ صحیح ہو۔ الا غیر مقبول۔ جیسے کہ کسی کا مکان زور سے چھینا۔ اور اوس

معنوں سے اثبات فرضیت کا قول عجیب ہے **قولہ** ان حدیثوں میں صاف اس
امر کا بیان ہے۔ کہ فاتحہ کے سوا کسی نماز کی نماز جائز نہیں ہوتی **اقول**۔
وباللہ التوفیق۔ اب تک فرضیت سورہ فاتحہ بخصوصہا کی ثابت نہیں ہوئی جیسا
کہ بوجوہات متعددہ معلوم ہوچکا ہے اعادہ اوس کا باعث تطویل ہے فلینظرہا
جبکہ فاتحہ بخصوصہا کی فرضیت پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پونہچی۔ تو نماز بدون فاتحہ
کے جائز نہ ہونے کے کیا معنے۔ ہاں البتہ اگر قول جائز نہیں ہوتی کو محمول بر نفی
کمال کیا جاوے۔ جیسا کہ مذہب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہے فیکون لہ وجہ
قولہ دارقطنی کی مرفوع حدیث میں عبادہ سے صریح لا تجزئ کا لفظ ہے اہ
اقول وباللہ التوفیق۔ اس لفظ (لا تجزئ) کا حال سابقاً صاحب **تنقیح** کی
نقل سے معلوم ہوچکا ہے۔ اوسکو شاذ خطا فرمایا ہے۔ جبکہ لا صلوۃ کے لفظ کو زیاد
بعض الرواۃ نے نقل بالمعنی کرنے میں لا تجزئ فرمایا۔ پھر اس لفظ لا تجزئ میں
کونسی مرتبہ اور فوقیت ہے کہ موجب تسلی اور اطمینان نہیں۔ پھر فرع تو فرع ہی ہے
اصل سے رتبہ اور مرتبہ اوسکا بھیشہ کم ہے۔ ایضاً جواز ان یکون محمولاً علی نفی الاجزاء
الکامل لا نفی اصل الاجزاء **قولہ** نہیں تو بہ کچھ بھی حاجت نہیں کہ اور ورد ہی
کریں **اقول** وباللہ التوفیق۔ درست ہے ہمیں بھی کچھ حاجت نہیں۔ کہ منتر جنتری اور
ورد ہی کریں۔ کہ مدعی ہمارا ثابت اور مبرہن ہوچکا ہے۔ کیونکہ اب تک کوئی ایسی
دلیل جو برہان قطعی فرضیت فاتحۃ الکتاب پر ہو۔ منجانب مولوی صاحب کے بفین گزری
اور جو دلائل کہ مولوی صاحب نے اپنے اثبات دعوی کو لئی بزعم خود بیانا ما سبق میں بیان
فرمائے ہیں۔ اونکا وہن اور عدم قطعیت بھی ما سبق میں گذارش ہوچکا ہے فلینظر
الناظر ثمہ۔ اور دلائل عدم فرضیت فاتحہ بخصوصہا کے مفصلاً بیانا بیان ہوچکے ہیں
زیادہ دلائل کی کچھ حاجت نہیں۔ بارے ناظرین کی تسلی اور اطمینان کے لئے آئندہ

وباللہ التوفیق حدیث لا صلوۃ اہ میں من حیث الصحتہ کلام نہیں - ہماری کلام اس امر
میں ہے - کہ آیا یہ حدیث مثبت فرضیت ہے یا نہ - سو ماسبق میں بوجوہات مذکورہ عدیدہ
معلوم وثابت ہوچکا ہے - کہ یہہ حدیث منجملہ غیر احاد کے ہے متواترات سے نہیں فلینظر
ثم **قولہ** ام القرآن عوض من غیرہا - ولیس غیرہا عوض منہا **اقول** وباللہ
التوفیق - اسحدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو فرضیت فاتحہ پر جو غرض مدعی کی ہے
دال ہو - اگر ہے تو بیان فرمائیں وبدونہ قرط القتاد - فرضاً اگر تسلیم کیا جاوے -
تو یہہ حدیث شریف مفید اور مؤید ہم کو ہوگی - نہ مدعی کو - اسلئے کہ معنے اسحدیث کے یہہ
ہیں کہ فاتحہ الکتاب اور آیتونکا عوض ہے - اور آیتیں فاتحہ کا عوض نہیں ہیں
یعنے نماز میں فاتحہ کے پڑھنے سے - فرض اور واجب ہر دو ادا ہوجاتے ہیں - بخلاف
اور آیتونکے کہ اون کے پڑھنے سے فقط فرض ہی ادا ہوتا ہے - واجب ادا نہیں ہوتا - اور یہی
مذہب ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رض کا ہے **قال القاری** فی المرقات شرح
المشکوۃ معنی الحدیث ان الفاتحۃ تقوم مقام الفرض والواجب جمیعاً ولیس
غیرہا کذلک لان غیرہا یؤدی الفرض فقط دون الواجب فھو یؤید مذھبنا
واصطلاح ائمتنا - انتھی - اقول - فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** فاتحۃ الکتاب اور کا عوض
ہوسکتی ہے - اور - اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں **اقول** وباللہ التوفیق -
مؤلف رسالہ نے لفظ ھا کا مرجع آیات نہیں ٹھرایا - بلکہ سوا فاتحہ کے کل جہانکی
چیزوں کو مرجع کلمہ ھا سمجھا ہے - جیساکہ قولہ " اور اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں
ان معنونپر صریحاً دال ہے - فصار المعنی علی ذلک التقدیر فاتحۃ الکتاب - زکوۃ -
صوم - حج - عمرہ - قتال فی سبیل اللہ - رکوع - سجود - وغیر ذلک مما لا تعد
ولا تحصی کا عوض ہوسکتی ہے - اور یہہ چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوسکتی - وھذا
المعنی فسادہ ظاہر لا مریۃ فیہ - حدیث مسطورہ کی ذیل معنی مذکور سے کرنی بہتری

لان نفی الاصل یستلزم نفی الکمال ایضاً فیکون نفی شیئین فتکثر المخالفۃ ۔ انتہی ۔ **اور ثانیاً** اس کے شافی اور کافی جواب کے لیے **فواتح الرحموت** کی عبارت چونکہ ازبس مکتفی ہے ۔ لہذا اوسکی عبارت کو واسطے ملاحظہ مولویصاحب کے نقل کردیا جاتا ہے ۔ تاکہ صاف معلوم ہو کہ شارع نفی ذات اور حقیقت شرعیہ کی نفی کس محل میں کرتا ہے ۔ اور نفی کمال کونسی محل میں مقصود شارع کا ہے و

هذه عبارته **مسئلہ** لا اجمال فی نحو قوله صلی الله علیه وسلم لا صلوٰۃ الا بطهور

ای فیما نفی الحقیقۃ الشرعیۃ ولم ینتف وجوده الحسی خلافا للقاضی ابی بکر

من الشافعیۃ ۔ لنا ان ثبت عرف الشرع فی الصحیح ۔ منها النفی المسمی ۔ الشرعی

متعین بالارادۃ لانه امکن الحقیقۃ فلا یترک الا بباعث فلا اجمال الا اذا

دل دلیل من خارج علی ان الحقیقۃ الشرعیۃ موجودۃ ولم ینتف شیء من ارکانه

وشرائطه فیحمل علی نفی الکمال نحو لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب رواه

الشیخان ۔ فانه دل علیه قوله تعالیٰ فاقرءوا ما تیسر من القرآن ۔ واقرأ ما

تیسر معك من القرآن فی حدیث طویل ۔ رواه البخاری ومسلم عند تعلیم الصلوٰۃ

للاعرابی ۔ انتہی ۔ یہ عبارت صراحتاً دال ہے ۔ کہ مولویصاحب نے بیان مسئلہ میں نفی حقیقت شرعیہ میں مضمون پہلے جملہ عبارت سے کام لیا ہے ۔ اور مضمون الا

اذا دل دلیل من خارج الخ کیطرف خیال نہ کیا تاکہ موارد استعمال شارع کے پورے پورے معلوم ہوتے ۔ مگر دوسرے جملہ کیطرف کیونکر خیال فرماتے کہ حنفیہ کے شمشیر آبدار برہنہ وہاں نظر آتی تہی ۔ واللہ الموفق للسداد **قولہ** اور مرکب جیسی کل اجزاء کی الخ **اقول** ۔ **اولاً** یہ قاعدہ ٹھیک اور مسلم الثبوت ہی ۔ الا اس مقام میں اسکا لانا تب مفید ہوتا کہ پہلی فاتحہ کو مرکب (یعنی نماز) کا جزو ہونا مولوی صاحب ثابت کرتے ۔ اور جزو ہونا فاتحہ کا ابی تک کہاں ثابت ہوا ہے ۔ اسکا بار ثبوت

ور بھی بیان کئے جاتے ہیں **قولہ** آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں ورنہ کوئی اور ہی
فائدہ اوٹھائیگا **اقول** انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل اور کرم سے ہم ایسی سمجھ ہیں
ہیں کہ شائد کوئی اور سمجھیگا۔ یہ اوسی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ قرآن اور حدیث پر بوجہ احسن
تطبیق دیکر عمل درآمد کیا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اپنا عروۃ الوثقیٰ اور اپنے ایمان کا مدار ٹھہرایا۔ اور مخالف کو تسلی بخش اور طمینان
دہ جواب گو وہ سمجھے یا نہ سمجھے بحوالہ قرآن اور حدیث دیے اللھم ارنا الحق حقا۔ و

الباطل باطلاً **قولہ** اصل نفی میں نفی ذات ہے اھ **اقول** وباللہ التوفیق۔
اگر نفی ذات کی اصلیت وضعاً مراد قائل ہے یعنے ایسے (مثلاً لا صلوۃ) الفاظ واضع
نے واسطے نفی ذات کے وضع کئے ہیں۔ نہ واسطے نفی کمال کے۔ تو اسکا فساد بین ہے

قسطلانی نے لکھتا ہے۔ وھو رای القول بانہ وضع لنفی الذات) خطأ لان
العرب لم تضعہ لنفی الذات۔ وانما توردہ للمبالغۃ ثم تذکر الذات لیحصل
ما ارادت من المبالغۃ انتھی۔ اور اگر استعمالاً مراد ہے۔ یعنے ایسے کلمات کو نفی ذات
کے لئے ہی عربوں کا استعمال کرنا اصل ہے۔ نفی کمال کے لئے اصل نہیں۔ تو یہ
بھی بین البطلان ہے۔ اس لئے کہ ایسے کلمات کی استعمال کبھی واسطے نفی اجزا
کے آتی ہے۔ جیسی لا صلوۃ الا بطھور اور کبھی واسطے نفی کمال کے جیسے لا صلوۃ

بحضرۃ الطعام رواہ مسلم دیکھو **قسطلانی** لکھتا ہے وصار المحققون الی الوقف و
انہ تردد بین نفی الکمال و الاجزاء انتھی۔ قسطلانی کی عبارت صریحاً دال ہے
کہ نفی اجزا اور نفی کمال مساویۃ الاقدام ہیں فتدبر **قولہ** اور ذات کی نفی یہاں
ممکن ہے۔ پس وہی مراد ہوگی۔ **اقول اولاً** اگر نفی ذات ممکن ہی تو کیا نفی کمال
غیر ممکن ہے۔ اور کون صاحب کمال امکان نفی کمال کو یہاں غیر ممکن کہتا ہے
بلکہ دیکھو **عینی** شارح بخاری و ہدایہ لکھتا ہے والحمل علی نفی الکمال اولی بل یتعین

رکوع یا سجدہ یا قصداً فاتحہ ترک کیا۔ اوسکی نماز نہ ہوگی **اقول** وَبِاللّٰہِ التَّوفیق۔
رکوع اور سجدہ کی ترک سے نماز کا نہونا مُسلّم ہے کیونکہ یہہ جزو مرکب کے ہیں وذلک متفق
علیہ اور فاتحہ خود جزو نہیں ہے۔ پہر اسکی ترک سے نماز کا نہونا غیر مُسلّم ہے۔
پس یہہ قیاس مع الفارق ہے۔ جیسا کہ مشروحاً پہلے قول میں گزرچکا ہے **قولہ**
صحت یا کمال پر کسنی مجبور کیا ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ نفی ذات اور صحت کا حال
مفصلاً معلوم ہوچکا ہے۔ رہی نفی کمال کی۔ سو سپر ہمکو فاقرؤا ما تیسّر من القرآن۔
اور واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ اور فاقرأ ما تیسّر معک من القرآن
اور واذا قرأ فانصتوا وغیرہ احادیث نے جو ظاہر حدیث کے معارض ہیں۔ مجبور
کیا ہے کہ نفی کمال سے قرآن اور احادیث میں عمدہ تطبیق حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر دو میں
سے کوئی متروک العمل نہیں رہتا۔ سو یہہ جبر اوسی اختیار سے عمدہ تر ہے۔ کہ ایک حدیث
کے ظاہر پر عمل کیا جاوے۔ اور قرآن کریم اور باقی احادیث نبویہ علی صاحبہا الصّلوۃ
والسلام کو پس پشت ڈالا جاوے **قولہ** اگر صفت کی نفی کریں گے تو اقرب مجازین
سے صفت صحت کو لینگی **اقول** وباللہ التوفیق۔ صفت صحت اقرب المجازین اوسوقت
ہے جب قرینہ خارجی مانع نہو۔ اور یہاں قرینہ تو کیا بلکہ قرائن خارجیہ چند در چند
اوسکی مانع موجود ہیں فکیف تصح ارادتہا۔ علاوہ اس کے نفی صحت مستلزم نفی کمال
کو بھی ہے فتکثر المخالفۃ کما صرح بہ العینی **قولہ** اور کہینگے کہ حسب اقتضای ان
احادیث کے تارک فاتحۃ الکتاب کی نماز صحیح نہوئی **اقول** وباللہ التوفیق۔ بمقتضای
آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون اور حدیث صحیح
مسلم واذا قرأ فانصتوا اور غیرہ احادیث شریفہ کے جنکا ذکر ما مر میں بوضاحت ہوچکا ہے
تارک الفاتحہ کی نماز صحیح بلا ریب ہے۔ الا منفرد اور امام اگر دیدہ دانستہ ترک کرینگے تو نماز اونکی
کامل نہیں ہوگی۔ اور اگر سہواً ترک ہوئی۔ تو سجدہ سہو کے کرنے سے جبر نقصان ہوگا

بذمہ مولویصاحب ہے اور **ثانیاً** یہی امر تو محل نزاع اور مبحوث عنہ ہے۔ کہ آیا فاتحۃ الکتاب جزء نماز کی ہے یا نہ۔ پھر اسی کو دلیل ثبوت مدعی پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر جزئیت فاتحہ کی مانی جاوے تو پھر نزاع بھی کس امر کی ہے۔ **اور ثالثاً** وہ ائمہ مجتہدین کالشافعی ومن تبعہ جو فرضیت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ وہی اس امر کے بھی قائل ہیں۔ کہ جب مدرک فی الرکوع بلا قراءۃ فاتحہ امام کے ساتھہ شامل ہو تو یہہ رکعت اوسکی معتد بہا ہوگی اور اوس کے ذمہ سے قراءۃ فاتحہ ساقط ہوگئی **قال النووی** ومنہا رای من

الفوائد) ان من سبقہ الامام ببعض الصلوٰۃ اتی بما ادرک فاذا سلم الامام اتی بما بقی علیہ ولا یسقط منہ ذلک بخلاف قراءۃ الفاتحۃ فانہا تسقط عن المسبوق اذا

ادرک الامام راکعا انتہی صرح اور ایسی حالت میں سقوط فاتحہ کا یا تو بنظر ضرورت فوت رکعت کے ہے۔ یا اسوسطے ہے کہ فاتحہ سرے سے فرض ہی نہیں۔ اول بنظر ضرورت فوت رکعت کے اگر مسبوق تکبیر اولی یا قیام ترک کرے۔ تو وہی قاطبۃً قائل ہیں کہ اوسکی نماز نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ حالت فوائت کی دونوں حالتوں میں یعنے حالت ایسی ضرورت اور غیر ضرورت کے برابر ہے۔ ساقط نہیں ہوتی۔ اور فاتحہ میں یہ مرتبہ نہیں ہے۔ مدرک فی الرکوع کے ذمہ سے بلا پڑہنے کے ساقط ہو جاتی ہے۔ پس یہہ امر صراحتاً دال ہے کہ سقوط بنظر ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بنظر عدم فرضیت کے ہے فہو المطلوب۔ پس اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ جزو مرکب کی نہیں ہے۔

بقی فیہ شئی وہ یہہ ہے کہ یہ دلیل مولویصاحب کے لئے مضر نہیں۔ اس لئے کہ انکا اجتہاد مجتہدین اصحاب مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قاطبۃً قائل اعتداد رکعت مدرک فی الرکوع کذائی کے ہیں۔ الا مولویصاحب کہ اعتداد رکعت کے منکر ہیں انشاء اللہ تعالی مالہا وعلیہا اس مسئلہ کا اسی کے محل پر گزارش ہوگا **قولہ** ایسے ہی جس شخص نے ہر رکن اوسکا۔ مثلاً

قرأت سنو۔ تو پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک بھلا کب واجب العمل ہوسکتی ہے

وجہ دوم لفظ خداج کا نفی اصل نماز پر ہرگز دال نہیں۔ البتہ اوسکا مدلول نفی کمال ہے۔

اور وہ مخاصم کو فائدہ نہیں دیتا۔ اور اس ہمارے کہنے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو

ترمذی نے روایت کیا ہے عن الفضل ابن عباس۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع و

تمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول

یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا وفی روایة فهو خداج ظاہر

ہے کہ نماز کے بعد دعا اور تخشع وغیرہ اور دونوں ہاتھوں کو موہنہ کیطرف کرنا فرض نہیں ہے

اور اس جملہ یا بعض کا انمیں سے ہونا مبطل نماز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور منجملہ آداب کے ہیں

تو کلمہ خداج کو ایجاب وفرضیت پر دلالت کہاں ہے فهو المطلوب **وجہ سیوم** اگر

معارضات مذکورہ سے قطع نظر کرکے رائے مبارک ابیہریرہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا

جاوے۔ تو کیا رائے مبارک ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی جو وہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی

ہیں ابیہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے کم ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ اوسکو تسلیم کریں اسکو

نکریں۔ **دیکھو** جبکہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ افی کل صلوٰۃ

قرأۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذہ۔ تو حضرت

ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے باوصف سماع وجوب قرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا۔ ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفیهم رواہ النسائی یعنی میری رائے

اور اعتقاد یہ ہے۔ کہ وجوب قرأۃ کا مصداق امام اور منفرد ہے۔ مقتدی پر کسی نماز میں

قرأۃ مطلقاً فرض نہیں۔ بلکہ ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک کے مؤیدات۔

واذا قرئ القرآن الآیة۔ واذا قرأ فانصتوا وغیرہ وغیرہ احادیث مرفوعہ اور آثار

بہت ہیں۔ تو پھر ابیہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے کو کیا مزیت ہے۔ کہ آپ اسکو تسلیم کرتے ہیں

قولہ اور عموم ان احادیث سے صاف واضح ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑہنا ہر نمازی کیواسطے فرض ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے کالشمس علی نصف النہار ظاہر ہوچکا ہے۔ کہ مطلق قرأت امام اور مقتدی کے لئے فرض ہے خصوصیت فاتحہ کو فرضیت میں کچھہ دخل نہیں۔ اور مقتدی کا حصّہ استماع اور چپ رہنا ہی

قولہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام۔ فقیل لابی ہریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرء بہا فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث **اقول** وباللہ التوفیق۔ اسکا جواب بچند وجوہ ہے **وجہ اوّل** اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو بخصوصہ وجوب قرآۃ مقتدی پر دال ہو۔ بلکہ مدلول کلمہ **من**۔ کا جو موضوع واسطے عموم کے ہے۔ منافی تخصیص مقتدی کا ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ مراد حدیث میں وہ نماز ہو جسمیں امام نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رائے مبارک سے مقتدی کی خصوصیت باشمول ٹھہرایا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ مجتہد ہونا کچھہ ہمکو اس مسئلہ میں مضر نہیں۔ اسلئے کہ رائے مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ کی فوقیت اور مزیت کا تو یقین ہے۔ کہ آپ بھی انکار نہیں کرینگے۔ پہر بحالت تعارض بینہما کے واجب العمل آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ نبویہ ہووینگے۔ نہ رای مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قال اللہ تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ **وعن** ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ رواہ ابوداؤد۔ والنسائی۔ وابن ماجہ۔ **و** فی روایۃ لمسلم عن ابی ہریرۃ وقتادۃ فاذا قرأ فانصتوا۔ جب کہ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ صریحہ موجود ہوں۔ کہ امام جب قرآن پڑہے تو تم چپکے رہو۔ اور اوس کی

فاتحہ خلف الامام ہی کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ لا اقل محتمل دونو معنونکا علی السواء
ہے۔ وَاِذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ فلم یثبت ما ادعاہ۔ فہو المطلوب

وجہ پنجم۔ نووی نے لکھا ہے قولہ سبحانہ وتعالیٰ۔ قسمت الصلوٰة
بینی وبین عبدی نصفین الحدیث **قال** العلماء المراد بالصلوٰة ھھنا
الفاتحۃ یعنے علماء نے کہا ہے کہ مراد صلوٰة سے اسمقام میں فاتحہ ہے۔ جبکہ صلوٰة
سے مراد فاتحہ ہوئی۔ تو معنے قسمت الصلوٰة بینی وبین عبدی کے یہ ہوئی کہ فاتحہ
میرے اور میرے بندیکے درمیان بدیں تقسیم جسکا بیان آئندہ حدیث میں فرمایا ہے۔
منقسم ہے۔ تو پھر اس جملہ حدیث میں کونسا لفظ فرضیت فاتحہ پر دال ہے فضلاً
عن ان یکون خلف الامام بلکہ مدلول صریح اسحدیث کا فضیلت فاتحہ کی ہے نماز
یا خارج نماز کے اوسکو کوئی پڑہے۔ تو مستحق اوس فضیلت وثواب کا ہوگا جس کو باریتعالی
نے بیان فرمایا ہے۔ فرضیت کس کلمہ کا مدلول ہے۔ بلکہ اگر نماز میں فاتحہ بطریق
استحباب یا سنت کے بھی پڑہی جاوے۔ تو ثواب موعود کا مستحق ہوگا **ہاں** البتہ
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی راے مبارک ہے۔ اور صحابی کی راے مبارک مقابل نصوص
کے اور مسائل مختلف فیما بینہم میں حجت نہیں **شافعیہ** رحمہم اللہ تو مطلقاً وجوب تقلید
صحابہ کے قائل ہی نہیں اور **حنفیہ** کرام کے نزدیک بھی تقلید صحابی کا وجوب
مشروط بالشروط ہے۔ **اول** جبکہ مقابل نصوص صریحہ کے ہو **قال شارح المنار**
تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس ای قیاس التابعین ومن بعدھم انتہٰی
یعنی تقلید صحابی کی واجب ہے اوس کے مقابل میں قیاس تابعین ومن بعدہم کا متروک
ہوگا۔ نہ کہ نصوص۔ یعنے تابعین ومن بعدہم کا قیاس۔ صحابہ کے قیاس کے
نسبت کچھ فروغ نہیں رکھتا۔ لانہم شاھدوا موارد النصوص۔ ولانہم کانوا فی خیر القرون۔ وھم
برکۃ فی صحبۃ النبی۔ والا نصوص کا مرتبہ جملہ قیاسات سے برتر اور فوق ہی لا ینکرہ الا من کان فی قلبہ زیغ **دوم** جبکہ مسئلہ

اور ابی الدرداء کی رائے کو باوصف مؤیدات قرآنی اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے نہیں مانتے۔ درست ہے کہ ہر کس بقدر ہمت اوست۔ الغرض جبکہ رائے ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے باایں ہمہ مؤیدات معارض رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موجود ہے۔ تو پھر رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قابل استدلال اور مثبت فرضیت نہ رہی فہو المطلوب فلم یثبت ما ادعاہ وجہ چہارم خداج کے معنے صاحب قاموس جو کہ محاورات عرب سے بڑا ماہر اور لغت دانی میں اعلم ہے۔ یوں لکھتا ہے۔ الخداج کالکتاب القاء الناقۃ ولدھا قبل تمام الایام۔ والفعل کنصر وضرب وھی خادج والاخداج ای اخدجت الصیفۃ قبل مطرھا۔ والناقۃ جاءت بولد ناقص وان کانت ایامہ تامۃ فھی مخدج والامخدج۔ وصلوتہ خداج ای نقصان ورجل مخدج الید ناقصہا انتہی اور نووی علماء لغت سے یوں نقل کرتا ہے۔ الخداج بکسر الخاء المعجمۃ۔ قال الخلیل بن احمد والاصمعی وابو حاتم السجستانی والھروی رحمہم اللہ تعالی و آخرون الخداج النقصان ویقال خدجت الناقۃ۔ اذا القت ولدھا قبل اوان النتاج وان کان تام الخلق واخدجتہ اذا ولدتہ ناقصا۔ وان کان لتمام الولادۃ۔ ومنہ قیل لذی الیدیۃ مخدج الید ای ناقصہا۔ قالوا فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم خداج ای ذات خداج۔ وقال جماعۃ من اہل اللغۃ خدجت واخدجت اذا ولدت لغیر تمام انتہی اگرچہ صاحب قاموس کی عبارت "وصلوتہ خداج ای نقصان" نص صریح ہی کہ اس محاورہ میں (صلوتہ خداج) میں خداج بمعنی نقصان فی الوصف ہی کے ہے اور نووی کا بھی طرز بیان بمعنی نقصان ہی کا ہے۔ کما لایخفی علی الناظر الادیب۔ الاس سے ہی قطع نظر۔ [illegible] ہے کہ خداج کا لفظ مشترک الدلالہ بین المعنیین یعنے نقصان فی الذات نقصان فی الوصف کے ہے۔ تو پھر یا اشتراک کہ جمع بین المعنیین ہے۔ مثبت مدعا خصم کو فرضیت قراءت

اس حدیث مین جو خداج کا لفظ آیا ہے اُسکا **اقول** وباللہ التوفیق۔ لفظ خداج کا
معنی کی تشریح اور ترجیح ماسبق مین بیان ہو چکی ہے۔ اور **صاحب قاموس** اور
نووی کا قول ونقل گزر چکی ہیں فلا نعیدہ فلینظر ثمہ **قولہ** حدیث کا مفسر خود
راوی ہے اور تفسیر راوی کی آپ کی یہان حجت ہے **اقول** وباللہ التوفیق اس قول
کے جواب میں دو مقام ہیں **مقام اول** اس مقام میں بیان کرنا چند امور کا جو جواب کے
لئے کافی ہونگے ضروریات سے ہے **امر اول** تفسیر اور تاویل کے تعریف تاکہ مابہ
الامتیاز ہر دو میں معلوم ہو۔ **امام سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں
تفسیر اتقان میں بہت عبارات نقل کے ہیں۔ الا بخوف طوالت کے ایک دو عبارتون
کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ مقصود کے لئے کافی ہیں حیث قال التفسیر بیان لفظ لا
یحتمل الا وجھا واحدا۔ والتاویل توجیہ لفظ متوجہ الی معان مختلفۃ الی
واحد منھما بما ظھر من الادلۃ وقال الماتریدی۔ التفسیر القطع علی ان المراد
من اللفظ ھذا۔ والتاویل ترجیح احد المحتملات بدون القطع انتھی باختصار۔
امر دوم جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ تفسیر اور تاویل شے واحد نہین۔ بلکہ دونوں میں مابہ
الامتیاز پورا پورا ہے۔ تو اب نحن فیہ قابل غور ہے کہ راوی یہاں تفسیر کرتا ہے۔
یا کہ تاویل **ظاہر ہے** کہ تفسیر کے معنے (بیان لفظ لا یحتمل الا وجھا واحدا) لفظ خداج
پر صادق نہیں آتے۔ کیونکہ یہ کلمہ مشترک محتمل معنیین یعنے غیر تمام فی الذات
والوصف کا ہے۔ پس مصداق معنے تاویل کا ہوا نہ تفسیر کا **امر سیوم** پس یہ امر
ثابت ہوا کہ لفظ خداج مین حدیث کا راوی تاویل کرتا ہے۔ تو اب تحقیق طلب یہ امر ہے
کہ تاویل راوی (صحابیا کان او من دونہ) کی حجت ہے یا نہ **فی شرح المنار** و
تعیین الراوی لبعض محتملاتہ بان کان مشترکا فعمل بتاویل منہ لا یمنع العمل بہ
للتاویل الاخر۔ کما روی ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا

مختلف فیما بینہم نحو- **قال صاحب التلویح** تقلید الصحابی رضی اللہ تعالی عنہ

یجب اجماعاً فیما شاع فسکتوا مسلمین- ولا یجب اجماعاً فیما ثبت الخلاف بینہم

انتہی- اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں ہر دو امر موجود ہیں- یعنے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

فیما بین الصحابہ مختلف بھی ہے- اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رای مبارک نصوص کے مقابل

بھی ہے- پس حجت نہوگی- **واضح ہو** کہ مولوی صاحب نے اپنے مدعی (یعنی فرضیت

فاتحہ کی مقتدی پر) کے اثبات کے لئے اس حدیث بتمامہ کو بیان فرمایا- **اب** ہم اون سے

استفسار کرتے ہیں- کہ مثبت مدعی آپکا جملہ اولی حدیث کا "یعنی من صلے صلوۃ

لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج ثلثاً" ہے یا کہ جملہ ثانیہ یعنی قسمت الصلوۃ بینی و

بین عبدی" الحدیث یا ہر دو- اگر اولی ہے تو فرمائیے کہ اس جملہ میں کونسا لفظ خاص

مقتدی پر دال ہے- من یا صلی صلوۃ- یا بام القرآن- یا فھی خداج ثلثاً- یقین

ہے کہ من کیطرف ہی رجوع فرمائیں گے- اور اونسے خیال اوٹھائینگے فاعتبروا یا اولی

الالباب- ہل اصاب فی الجواب- کہ کلمہ من کے معنے اس مقام میں خاص مقتدی کے ہیں

یا کوئی نمازی عام اس سے کہ مقتدی ہو یا امام یا منفرد- **کوئی دانشمند** بلکہ ابجد خواں

بھی اس خصوصیت کا قائل نہیں ہوگا- پس صاف صاف ثابت ہوا کہ جملہ اولی حدیث

کا مثبت مدعی حضرت مدعی کا نہیں- کیونکہ کلمہ من نہ وضعاً اور نہ استعمالاً مقتضی اس

خصوصیت کا نہیں- اور اگر جملہ ثانیہ مراد ہے- تو ماسبق میں بوضاحت معلوم ہوچکا ہی

کہ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں- جو فرضیت فاتحہ پر دال ہو- فضلا عن ان یکون

خلف الامام پھر یہ جملہ بھی کیونکر مثبت مدعی کا ہوگا- اور اگر ہر دو جملہ مراد ہیں تو بمقتضائی

اوسی قاعدہ کے جسکو آپ بیان کرچکے ہیں کہ مرکب بانتفاء کل اجزاء یا ایک جزو کے منتفی

ہوجاتا ہے- یہ مرکب بھی بسبب منتفی ہونے ہر دو جزو کے منتفی ہوگا- کما لا یخفے

علی المتامل- الحاصل یہ مرفوع حدیث کسی طرح بھی مثبت مدعی خصم کے نہیں **قولہ**

اور ما نحن فیہ میں بلحاظ ان معنوں کے لفظ خداج یا مجمل ہے یا مشترک اما المجمل فما
ازدحمت فیہ المعانی واشتبہت المراد بہ اشتباھا لا یدرک بنفس العبارۃ بل
بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التأمل کالصلوۃ والزکوۃ فی قولہ تعالی و
اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ فان الصلوۃ فی اللغۃ الدعاء۔ ولم یعلم ای دعاء
یراد بہ فاستفسرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بافعالہ بیانا شافیا من اولھا الی اخرھا
ثم طلبنا ان ھذا الصلوۃ علی ای معان تشتملت فوجدناھا شاملۃ علی القیام
والقعود والرکوع والسجود والقراءۃ والتسبیحات والاذکار۔ فلما تاملنا
علمنا ان بعضھا فرض وبعضھا واجب وبعضھا سنۃ وبعضھا مستحبۃ فصار
مفسرا بعد ان کان مجملا **شرح منار** واما المشترک فما یتناول افرادا
مختلفۃ الحدود علی سبیل البدل کالقرء للحیض والطہر۔ فانہ مشترک بین
ھذین المعنیین المتضادین لا یجتمعان انتھی ما **فی شرح المنار** باختصار۔
پس ناظرین کو چاہیئے کہ منصفانہ نظر کریں۔ کہ لفظ خداج مصداق تعریف مجمل کا ہے۔ یا
مشترک کا۔ تو ظاہر ہوگا کہ اول کا مصداق تو نہیں ہے۔ البتہ دوم یعنی مشترک کا مصدا
یہ حال ہوا۔ جب اس لفظ کا مشترک ہونا قرار پا چکا۔ تو راوی جب تعیین احد المعنیین
المحتملین کی اپنے راے سے کرے۔ تو یہ تعیین حجت نہیں ہے۔ دیکھو کتب اصول
وتعیین الراوی بعض محتملاتہ بان کان مشترکا فحمل بتاویل منہ لا یمنع العمل
للتاویل الاخر الی اخر ما مرمنا سابقا اس مقام دوم سے یہ امر ثابت ہوا کہ لفظ مفسر
کا اس مجمل میں ہو لویصاحب کا کہنا بجا درست ہے۔ اما تفسیرہ بمعنی حجت نہیں
فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** دیکھو۔ اسے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں۔ اذا قرأ فانصتوا
کی حدیث میں آپ لوگوں نے جابر رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے استدلال پکڑا ہے کہ انصتوا
کے ساتھ عما سوی الفاتحہ مراد نہیں۔ کیونکہ جابر راوی حدیث کا بھی فاتحہ خلف کا منکر ہے

نہ تحتمل تفرق الاقوال و تفرق الابدان ۔ وتاوله ابن عمر الراوی بتفرق الابدان

کما ھو قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ ۔ وھذا لا ینافی ان نعمل نحن بتفرق الاقوال

انتھی **وفی قمر الاقمار** لان رای الراوی لیس بحجۃ ۔ انتھی **وفی التلویح**

فی التشریک ۔ ان امکن التاویل فتاویلہ لا یصیر حجۃ علی غیرہ انتھی **وفی**

فواتح الرحموت تاویل الراوی لیس بحجۃ وقد صرح الزیلعی فی شرح

الکنز فی مواضع عدیدۃ انتھی باختصار ۔ ان نقول عن الفحول سے ثابت ہوا

کہ تاویل راوی کی حجت نہیں ہے ۔ اُمور مذکورۃ الصدر کے دریافت ہونیسے

جواب بھی بالوضاحت دریافت ہوچکا ۔ زیادہ کشف کی حاجت نرہی ۔ یعنی جبکہ تاویل

راوی کی حجت نہ ٹھری تو خداج کے لفظ کی تاویل ۔ جو راوی غیر تمام نے الذات سی

کرتا ہے حجت نھوگی **واضح ہے** کہ بنا بر اس تحقیق کے (یعنی تفسیر اور تاویل متغائر ہیں)

لفظ مفسر کا جو کہ مؤلف رسالہ نے فرمایا ہے بے محل اور غلط ہے ۔ بلکہ بجایش مأول

کہنا ٹھیک اور صحیح تہا ۔ فلیتأمل **رہی** یہ بات کہ تفسیر راوی کی حجت ہی یا نہ ۔ آرے

درست ہی ۔ راوی کی تفسیر بمعنے مذکور جو محض وضاحت اور بیان معنی لفظ کے ہوتے

ہیں ۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام کے نزدیک مقبول ہے الا ما نحن فیہ ہیں یہ بات کہاں

صادق آتی ۔ کیونکہ یہاں محض وضاحت اور بیان معنی کے نہیں ۔ بلکہ تعیین احد المعنیین

المحتملین کا ہے کما مر ۔ فاین ھذا من ذاک **مقام دوم** اگر مقام اوّل سے تنزل کرکے

تفسیر اور تاویل کے مابہ الامتیاز سے قطع نظر کیجاوے ۔ اور تفسیر کو بمعنی بیان ۔ التفسیر ۔

باصطلاح علماء اصول کے عام تصور کریں ۔ جیسا کہ علماء اصول نے بیان کو باستقراء پانچ

قسم میں بیان کیا ہے ۔ بیان تاویل کو علیحدہ بیان نہیں کیا ۔ وہی ھذہ ۔ بیان

التقریر ۔ بیان التفسیر ۔ بیان التغییر ۔ بیان التبدیل بیان الضرورۃ ۔ تو بھی

مفید مدعی خصم کے نہیں ہے ۔ اسلئے کہ بیان التفسیر شامل ہی بیان مجمل اور بیان مشترک کو

اون سے بطرق صحیحہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ فاتحہ بھی مقتدی پر فرض نہیں **منھا**

روی مالک ثنا وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة

لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔ و روى الترمذي ايضا وقال هذا

حديث حسن صحيح ومسلم بن ابی شیبة فی مصنفه۔ وروى الطحاوي مرفوعاً عن

جابر رضی الله تو پھر اس تاویل یا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں **حاصل** جواب کا یہ ہوا

کہ یہ تاویل۔ یا تو تاویل القول بما لا یرضی به قائله کے قبیلہ سے ہے۔ یا یہ کہ عمل صحابی

راوی کا اس تاویل اور تخصیص کا مقتضی نہیں ہے۔ کیونکہ راوی کا عمل اس

تخصیص کے برخلاف ہے۔ اب ناظر منصف سے ہم تفاقاً پوچھتے ہیں۔ کہ یہاں کونسی

تفسیر جابر کی ہے جس سے حنفیہ رحمہم اللہ نے استدلال پکڑا۔ اور وہ تفسیر الزاماً و نیز قائم

کی گئی۔ یا کہ منجانب مولویصاحب کے صرف الزام ہی لگایا گیا۔ واللہ یهدی من یشاء

الی صراط مستقیم **قوله** یہ بات الزاماً قوم ہے۔ بلکہ راوی کا قول مطلق حجت ہے۔

اقول اس عبارت میں مولویصاحب نے دو تعمیمیں بیان فرمائی ہیں۔ تعمیم راوی کی۔

صحابی ہو۔ یا تابعی۔ یا من دونہما۔ عادل۔ ضابط۔ غیر مدلس۔ یا انکی ضد۔ وغیرہ

وغیرہ۔ اور تعمیم قول کی۔ تفسیر یعنے شرح محض لفظ کی ہو۔ یا تاویل مشترک۔ مجمل کی۔

موافق نصوص ہو۔ یا مخالف۔ من تلقاء نفسه۔ ہو۔ یا سماعاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مجمع علیہ۔ یا مختلف فیہ۔ خبر کو ظاہر پر حمل کرے۔ یا خلاف ظاہر پر۔ وغیرہ وغیرہ۔

سو لحاظ ان دو تعمیم کے راوی مطلق کے مطلق قول کا حجت ہونا مذہب مولویصاحب کا

ہی ہوگا۔ ورنہ اور کوئی علماء دین سے فقیهاً کان او محدثاً اس کے حجۃ کا قائل نہیں دیکھو

کتب حدیث اور فقہ اور اندونوں کے اصول۔ کاش اگر خوف طوالت عنان قلم کو نہ روکتا۔

تو اس مسئلہ میں انشاء اللہ تعالی اقوال علماء محدثین اور فقہاء قدیماً اور حدیثاً کے ایسے

سے ذکر کئے جاتے۔ جو باعث اطمینان ناظرین ہوتا۔ اور مخالف کی قلعی بھی کھل جاتے۔

اقول یہ عبارت اور استدلال نہایت عجیب و غریب ہے۔ ہر دو جملہ کا تطابق اور توافق
مدعی اور شاہد کا پورا پورا تب حاصل ہوتا۔ جبکہ راوی حدیث واذا قرء فانصتوا کا جابر رضی
ہوتے۔ اور خود راوی یعنی جابر رضی اللہ عنہ ہی تفسیر ہی کرتے۔ اور وہ تفسیر جابر کی
ہمارا مسند ہوتا۔ سو یہاں بفضلہ تعالے انمیں سے کوئی بات ہی نہیں۔ نہ تو جابر رضی اللہ
نے اس حدیث کو روایت ہی کیا ہے۔ اور نہ اس حدیث کی جابر رضی اللہ عنہ نے تفسیر
ہی کی ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث خداج کی روایت کی اور پھر
خود ہی ابو ہریرہ نے اوسکی تفسیر عمر سے فرمائی۔ اسلئے کہ واذا قرء فانصتوا کو مسلم
نے ابو ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے
ابو ہریرہ سے۔ بزار اور ابن عدی نے ابو موسی سے۔ اور عبد البر نے ابی ہریرہ اور ابی موسی
سے۔ اور نیز ابو داود نے حطان بن عبد اللہ الرقاشی سے۔ اور طحاوی نے ابی ہریرہ سے۔
کسی محدث نے اس حدیث کی تخریج حضرت جابر سے نہیں کی۔ پس یہ الزامی بات بھی ہے پھر
پوری پوری قائم نہ ہوئی۔ انصاف کے دائرہ کو ہاتھ سے دنیا عین ناانصافی ہے۔ اب
راقم اصلیت اس الزامی دلیل جسکو مولوی صاحب نے بضمن اس عبارت عجیب و غریب کے
بیان فرمایا ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ اور دادِ انصاف مانگتا ہے

روی محمد

فی مؤطاہ اخبرنا ابو حنیفۃ اخبرنا موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن
جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ۔

واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ ای البخاری ومسلم اس حدیث سے ہی حنفیہ رحمہم اللہ
نے عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کے لئے استدلال پکڑا ہے۔ کسی معترض نے بغرض تطبیق
بدیں طریق اعتراض کیا کہ مراد فان قراءۃ الامام له قراءۃ سے۔ بامراد جابر رضی اللہ عنہ کی اس
جملہ سے ماسوا فاتحہ کے ہے۔ لیحصل التطبیق۔ اس اعتراض کے جواب میں حنفیہ کرام نے فرمایا
کہ یہ تخصیص یا تاویل کیونکر صحیح و جائز ہو کہ جابر رضی اللہ عنہ جو راوی فان قراءۃ الامام له قراءۃ کا ہے

مخالفۃ للقرآن حیث قال اللہ تعالی فاعتدوا علیہ بمثل ما
اعتدی علیکم وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلها - وایضاً قد انعقد
علیہ الاجماع وایضاً معارض للسنۃ المشہورۃ المتلقی بالقبول وهے
الخراج بالضمان انتهی - **قولہ - علاوہ** - برین فقاہت راوی
کا شرط ہونا امام (ابوحنیفہؒ) کا مذہب نہین - **اقول** - طرز بیان اس
عبارت کا اسپر دال ہے - کہ راویکا فقیہ ہونا امام کے نزدیک شرط نہیں - الاحنفی
لوگ شرط فقاہت راوی کے قائل ہین یعنی راوی جبتک کہ فقیہ نہو روایت
اوسکی نامسموع اور ناجائز ہے - کما هو مقتضی الشرطیۃ لان فقدان الشرط یقتضی
فقدان للشروط وهو فریۃ بلا مریۃ - اسلیئے کہ حنفی تو درکنار بلکہ کوئی بہی اہل
اسلام اور علماء دین سے - حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی وغیرہ
فقاہت راوی کی شرطیت کا قائل نہین - کیونکہ راوی تو وہی شخص ہے
جو اپنے مسموع کو غیرون کو پہونچا دے - سواء کان ثقۃ - عدلا - ضابطا -
فقیہا - او غیر ثقۃ او متہم او مجہول - او مدلس وغیر فقیہ -
او غیر ذلک - پس مجرد روایت اور اپنے مسموع کے اداء کے لئے فقیہ
ہونا کچھ ضرور نہین - اور نہ اسلامیین میں سے کیکا یہ مذہب
ہے - دیکھو **اصول حدیث** - اور **اصول فقہ** - ورنہ
اگر فقاہت راوی کی (مجرد روائیت کے لئے) شرط ہوتی - تو سوا
فقیہ مجتہد کے کسی کی روایت مقبول و منظور نہ ہوتے وهو کما
ترائی - ہان البتہ فقاہت کا شرط ہونا - بعض حنفیہ (یعنی عیسی
بن ابان) کے نزدیک ایک خاص صورت میں ہے - جسکا بیان ہوتا ہے -
گو کہ یہہ اوراق اوس کے بسط کے متحمل نہین ہین - الا بعکم مالا یدرک

قولہ ہاں ابوہریرہ ہی وہی ابوہریرہ ہے الخ اقول آرے درست ہے وھو اکثر
الصحابۃ روایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واحفظ من روی الحدیث فی
دھرہ۔ وذکر الامام الحافظ بقی الدین بن مخلد الاندلسی فی مسندہ لابی ھریرۃ
رضی اللہ خمسۃ الاف حدیث وثلثمائۃ واربعۃ وسبعین حدیثا۔ ولیس لاحد من
الصحابۃ ھذا القدر ولا ما یقاربہ۔ وکان عریف اھل الصفۃ واشھر من سکنھا
ذکرہ النووی۔ بل الصحابۃ کلھم عدول۔ کیف لا وھم نجوم الھدایۃ وشموسھا
ومقتدای الائمۃ وراسھا۔ اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقال فی
شانھم۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم۔ ومن ابغضھم
فببغضی ابغضھم الحدیث یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان ذی شان اور مرتبہ عظیمہ
اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بلکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مبارک احاطہ تحریر و تقریر سے
افزون اور زیادہ ہے اللھم صل علی حبیبک واصحابہ واتباعہ وشفعھم فینا وتب
علینا انک انت التواب الرحیم۔ الا کلام اسمیں ہے۔ کہ تاویل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی
اس حدیث میں حجت ہے یا نہ۔ سو اسکا حال معلوم ہو چکا ہے قولہ فان ابا ہریرۃ راو فقیہ الخ
اقول فقیہ ہونا ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہمکو اس مسئلہ میں کچھ مضر نہیں ہے۔ اس
لئے کہ تقلید ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وان کان فقیہا۔ مقابلہ نصوص کے کب واجب ہے۔
لانا امرنا باتباع کتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وان کان مقام الصحبۃ مقاما
عظیما ومنزلۃ رفیعۃ ومرتبۃ منیعۃ ودرجۃ شریفۃ قولہ فاذ الحق فی
دفع استدلال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اقول صاحب رسالہ نے اس جملہ کو پورا پورا
نقل نہیں کیا۔ مبتدا مذکور ہے۔ اور خبر ندارد۔ اگر پورا جملہ نقل فرماتے تو مسئلہ مصراۃ کی
حقیقت جسکی راوی ابوہریرہ ہیں معلوم ہوتی۔ اور فواتح میں پوری عبارت اس جملہ
کی یہ ہے۔ فاذ الحق فی دفع استدلال الشافعی رحمہ اللہ ان الحدیث مخالف

السنۃ المشہورۃ - اور یہی مذہب منظور عند الحنفیہ ہے -

چہارم یہ کہ عبارت تحقیق ابن ہمام کی جو صاحب رسالہ نے بیان فرمائی ہے - یا تو اوس عبارت کو ملاحظہ نہین فرمایا - اگر فرمایا ہے - تو دیدہ و دانستہ اغماض کیا ہوگا - کیونکہ ابن ہمام اس عبارت کو بنابر تردید مذہب عیسی بن ابان کے لایا ہے - حیث قال "ثم اعلم ان ہذا (ای مذہب عیسی بن ابان) قول مستحدث ولم ینقل عن السلف القدماء واشتراط فقہ الراوی فی تقدیم خبرہ علی القیاس کیف وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمۃ اللہ علیہ انہ قال ما جاءنا عن اللہ تعالی وعن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین" انتہی ما فی التحقیق - اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ لم ینقل عن السلف خاص ایک ہی صورت سے - جسکا عیسی بن ابان قائل ہے - متعلق ہے - عام صورتون سے متعلق نہیں - اسلئے کہ اون میں شرط فقاہت کا کوئی بھی قائل نہین ہے - **پس** مؤلف رسالہ کا مدعی اس عبارت سے پورا نہوا - **فافہم** جبکہ یہ امر ثابت ہو چکا - کہ منصور اور محقق مذہب حنفیہ کا یہ ہے - کہ فقاہت شرط واسطے راوی کے کسی صورت مین بھی نہیں ہے - **تو اب رہی یہ بات کہ راوی عابد زاہد فقیہ مجتہد** - افضل راوی سے برتر - راوی عابد زاہد غیر فقیہ سے ہے - یا نہ - اور اوسکی حدیث

کلمہ لا یترک کلہ کے بطریق اختصار کے گذارش کرتا ہون۔ قالوا (ای الحنفیۃ) **والراوی** (ای راوی الخبر الواحد) ان عرف بالفقہ والتقدم فی الاجتہاد۔ کان حدیثہ حجۃ یترک بہ القیاس خلافا لمالک رحمہ اللہ۔ فانہ قال القیاس مقدم علی خبر الواحد ان خالفہ۔ وان عرف بالعدالۃ والضبط دون الفقہ۔ ان وافق حدیثہ القیاس عمل بہ۔ وان خالفہ من کل وجہٍ لم یترک الا بالضرورۃ۔ ثم ہذہ التفرقۃ بین المعروف بالفقہ والعدالۃ مذہب عیسی بن ابان۔ ومن تابعہ من المتاخرین۔ واما عند **ابو الحسن الکرخی** ومن تابعہ من اصحابنا وھو مختار صاحب المسلم۔ فلیس فقہ الراوی شرطا لتقدم الحدیث علی القیاس۔ بل خبر کل راوٍ عدلٍ ضابطٍ مقدم علی القیاس اذا لم یکن مخالفا للکتاب والسنۃ المشہورۃ **ہذا ما فی شرح المنار مع ایزادیسیر فانظروا یا اولی الالباب**۔ اس بیان اور مؤلف رسالہ کے بیان میں زمین اور آسمان کا فرق ہے یا کچھ کم **انتباہ** اس عبارت سے چار فائدہ حاصل ہوئے **اول** یہ کہ کسی حنفی۔ بلکہ کسی عالم دین کا یہ مذہب نہین۔ کہ راوی جب تک فقیہ نہو اوسکی روایت مقبول ومنظور نہیں **دوم** یہ کہ عیسے بن ابان کے نزدیک بھی ایک خاص صورت مین فقاہت راوی کی شرط ہے **سیوم** مذہب کرخی ومن تابعہ کا یہہ ہے۔ کہ اوس خاص صورت مین بھی فقاہت راوی کی شرط نہین۔ بلکہ خبر ہر راوی عادل ضابط کی مقدم بر قیاس ہے۔ الا اذا کان مخالفا للکتاب و

سبحان الله الاعمش شیخ وسفیان فقیه وابراهیم فقیه وعلقمة فقیه - ق
حدیث یتداوله الفقهاء خیر من حدیث یتداوله الشیوخ - فهو من طریق رباعی
الی ابن مسعود - وثنائی من مشائخ الحدیث - ومع ذلك قدم الرباعی لاجل
فقاهة رجاله - كذا نقل ابن الاثیر الشیبانی الجزری - ثم الموصلی جامع
الاصول **قال الفاضل الکهنوی** ناقلاً عن بحر العلوم - ان هذه
الحكایة لاتدل الا علی ان الترجیح بفقه الرواة اوثق منه بعلو الاسناد باعتبار
ضبط الرواة الفقه وقوة علمهم - وورعهم وهو الاعتیاد باتیان المستحبات
والاجتناب عن المكروهات بل عن المباحات فان الفقیه یضبط كما ینبغی ویبعد عن التساهل
وقوی الضبط لاینسی كما وقع ترجیح ابن عباس علی یزید ابن اصم - لهذا الاعتیاد
ویشیر الیه - ما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم - وذلك لقلة احتمال الغلط خلافا
للحنفیة - ووجه قولهم انه ربما یكون الوسائط القلیلة كثیر النسیان وسيئ
الفهم لمعنی الحدیث - والوسائط الكثیرة قویة الذهن - فالاعتبار للفقاهة
وقوة الضبط انتهی كلام الفاضل الكهنوی - فثبت مما تلونا علیك انه تحصل
زیادة وثوق بفقه الراوی - لصحة مرویه من مروی من لا فقه له - الا فقاهت

شرط صحت حدیث کی نہیں لان مدار الصحة علی العدالة والضبط وكل ما اشترط

فی صحة الحدیث وعدم الفقه لا یوجب الوهن فی الصحة فاحفظ هذا فانه ینفعك
فیما سیاتی **قوله** وہ جو رفع یدین کے مسئلہ مین اوزاعی اور امام کا مناظرہ
بعض لوگوں نے بیان کیا ہے جسمیں فقاہت راوی کا تذکرہ ہے - اس مناظرہ کا کوئی
اصل نہیں - ابن عیینہ سے معلق مروی ہے - **اقول تحقیقا للمقام** فان لم

یسقط من البین فالحدیث متصل - وان سقط واحدا واكثر فالحدیث منقطع -
(راوی ۱۲)
والسقوط اما ان یكون من اول السند یسمی معلقا - وهذا الاسقاط تعلیقا - و

کو اس کی حدیث پر ترتیب و فوقیت و رجحان ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ سو بابت امر اول کی احادیث نبویہ صریحہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ موجود ہین عن معاویۃ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً

یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ۔

ای یجعلہ عالماً فقیہاً

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارہم

فی الجاھلیۃ۔ خیارہم فی الاسلام اذا فقھوا رواہ

مسلم۔ وعن ابن عباس قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان

من الف عابد رواہ الترمذی۔ وابن

ماجہ۔ یہہ احادیث درباب فضیلت امر اول اور نیز درباب امر دوم کی بابت بھی یہی احادیث مکتفی ہین۔ کیونکہ جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماوین۔ اوس کی روایت کیونکر برتر اور اعلی درجہ کی نہ ہوگے۔ اِلّا اگر کسیکا یہہ خیال ہو کہ اس میں نقل کی بہی حاجت ہے۔ تا کہ پورا پورا اطمینان حاصل ہو۔ تو گزارش ہے۔ قال ابن خشرم المحدث قال لنا

وکیع ای الاسنادین احب الیکم۔ الاعمش عن

ابی وائل عن عبد اللہ۔ او سفیان عن منصور عن ابراہیم

عن علقمۃ عن عبد اللہ۔ فقلنا الاعمش عن ابی وائل۔ فقال

حافظ علم عمرو بن دینار۔ مردم نزد من آمده از عمرو بن دینار پرسیدن گرفتند۔ پس اول کہ مرا محدث کرد ابو حنیفہ ست۔ وچون انحرف باد درمیان آورد م گفت ای سپرک من شنیدہ ام از عمرو بگر سہ حدیث و در حفظ آن ہر سہ اضطراب داشت انتھی بلفظہ۔ اور جب امام صاحب واسطے حج کے مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سفیان نے کہا ما قدم مکۃ فی وقتنا رجل اکثر صلوٰۃ عن ابی حنیفۃ۔ ذکرہ الفاضل اللکھنوی فی اقامۃ الحجۃ ناقلا عن تہذیب الاسماء واللغات للنووی یہی روایت سوا اسکو ذکر کیا ہے۔ صاحب مسند خوارزمی نے حیث قال۔ وقد روی عنہ نظراءہ واشباھہ کعبد اللہ بن المبارک۔ ویزید بن ہارون۔ قال محمد بن اسماعیل یعنی البخاری۔ روی عنہ عباد بن العوام۔ وھشیم۔ ووکیع۔ وھمام بن خالد وابو معاویۃ الضریر۔ وقد روی عنہ عبد العزیز بن ابی رواد۔ وعبد المجید بن ابی رواد۔ وسفیان بن عیینہ۔ وفضیل بن عیاض۔ وداؤد الطائی۔ وابن جریج انتھی۔ فاذا ثبت ان سفیان بن عیینہ کان معاصرا للامام الھمام ولاقاہ وروی عنہ فالقول بالتعلیق تحکم صریح واغراب قبیح۔ اولیس ادعے مسلم اجماع العلماء قدیما وحدیثا علی ان المعنعن محمول علی الاتصال والسماع اذا امکن اللقاء مع براءۃ التدلیس۔ جبکہ امکان لقاء میں حدیث متصل ہو فکیف لا یحمل علی الاتصال والسماع اذا وجد اللقاء والروایۃ۔ **انتباہ**

اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ صاحب رسالہ کی تعلیق سے جب یہہ مراد ہو کہ درمیان سفیان اور امام صاحب کے کوئی راوی ساقط ہے۔ تو البتہ کلام مذکورۃ الصدر منافی مدعی صاحب رسالہ کے ہے۔ اور جب اوسکی یہہ مراد ہو کہ اگرچہ اس مناظرہ اوزاعی اور امام صاحب کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ انصاف اور حجۃ اللہ البالغہ اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں۔ اور صاحب کفایہ نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں۔ اور صاحب عقود جواہر منیفہ نے عقود جواہر منیفہ میں۔ اور خوارزمی نے اپنے مسند میں۔ وغیرہ وغیرہ

الساقط قد یکون واحدا۔ وقد یکون اکثر۔ وقد یحذف تمام السند کما ھو عادة

المصنفین یقولون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتھی ما فی رسالة الشیخ الدھلوی

وھکذا فی رسالة السید الجرجانی۔ ویدرک ای السقوط بعدم التلاقی بین الراوی و

شیخه۔ بکونه لم یدرک عصره۔ او ادرکه لکن لم یجتمعا۔ ولیست له اجازة

ولا وجادة۔ قاله فی النخبة وشرحہ۔ عبارت مذکورہ الصدر سے معلوم ہوا کہ منقطع وہ حدیث ہے جس کے

سند میں سے کوئی کوئی راوی ساقط ہو۔ اور وہ ایک فرد منقطع کا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انقطاع دو طریق سے

معلوم ہوتا ہے۔ یا تو یہ کہ راوی اور مروی عنہ معاصر ہی نہیں کہ ملاقات ثابت ہو۔ یا اگر راوی اور مروی عنہ معاصر ہیں مگر ملاقات

ہر دو کی نہیں ہوئی۔ اور اس سے اجازت اور وجادت حاصل نہیں ہوئی۔ جب تحقیق انقطاع اور ان کی دریافت کا طریق

معلوم ہو چکا۔ تو اب دریافت کرنا اس امر کا ضرور ہے۔ کہ سفیان بن عیینہ اور امام

صاحب۔ باہم معاصر ہیں۔ یا نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو ملاقات باہمی ہوئی۔ یا نہیں

ہوئی۔ اگر ہوئی ہے تو ابن عیینہ کو امام سے روایت ہے یا نہیں ہے۔ سو معاصر

ہونا ہر دو صاحبوں کا کالشمس فی النہار ہے۔ اسلئے کہ سنہ ولادت امام صاحب کا سنہ ۸۰

اور سنہ وفات رحمہ اللہ علیہ کا سنہ ۱۵۰ اور عمر شریف ۷۰ سال کی۔ **فی التقریب**

النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفة الامام فقیه مشهور من السادسة مات سنة

خمسین وله سبعون سنة **و** فی تذکرة الحفاظ مولده سنة ثمانین۔ **و** فی

الدر المختار وقد حج خمس وخمسین حجة۔ اور سنہ ولادت سفیان بن عیینہ کا سنہ ۱۰۷ اور

سنہ وفات سنہ ۱۹۸۔ اور عمر مبارک ۹۱۔ وسفیان بن عیینة الهلالی الکوفی محدث الحرم

المکی ولد سنة ۱۰۷ واتفقت الامة علی الاحتجاج به۔ وقد حج سبعین حجة مات ۱۹۸

نقله الفاضل اللکھنوی فی التعلیق الممجد۔ **و** فی التقریب وله احد وتسعین سنة۔

انتھی۔ اور ملاقات بھی غیر مخفی ہے۔ **اتحاف النبلاء** میں ہے۔ **سفیان گفته**

در آمدم بکوفه و ہنوز بست ساله نبودم که ابو حنیفه صحاب خود را گفت آمده است شمارا

اقرأ فی نفسک میں اولاً قراءت اور نفس کے معنے جاننے چاہیئے۔ اوس کے بعد ظاہر ہوگا کہ یہاں معنے حقیقی ٹہیک ہیں یا مجازی۔ فی الصّراح القرآءۃ خواندن **وقال النووی**

وفی القرآءۃ لا تطلق الا علی حرکۃ اللسان بحیث یسمع نفسہ انتھی

القاموس النفس الروح خرجت نفسہ ای روحہ۔ والدم مالا نفس لہ سائلۃ لا ینجس الماء۔ والجسد والعین نفستہ بنفس اصابتہ بعین والنافر عاین۔ والعند تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ای ما عندی وما عندک او حقیقتی وحقیقتک وعین الشیٔ جاءنی بنفسہ۔ وقدر دبغۃ۔ مما یدبغ بہ الادیم من قرظ وغیرہ۔ والعظمۃ والعزۃ۔ والھمۃ۔ والانفۃ۔ والعیب والارادۃ۔ والعقوبۃ۔ قیل ومنہ یحذرکم نفسہ انتھی۔ **وقال الرازی** فی تفسیر الکبیر النفس جوھر جسمانی لطیف صاف بعید عن مشابھۃ الاجرام العنصریۃ نورانی سماوی مخالف بالماھیۃ بھذہ الاجرام السفلیۃ۔ واذا صارت مشابکتہ لھذا البدن الکثیف صار البدن حیا وان فارقتہ صار البدن میتًا۔ وان اللہ تعالی ذکر مطلق النفس فی القرآن فقال ونفس وما سوّاھا۔ وقال تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک وقال ولا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ وتارۃ وصفھا یکونھا امارۃ بالسوء۔ وقال وان النفس لامارۃ بالسوء۔ وتارۃ بکونھا لوامۃ۔ وقال بالنفس اللوامۃ۔ وتارۃ یکونھا مطمئنۃ کما فی ھذہ الایۃ۔ واعلم ان نفسک ذاتک وحقیقتک وھی التی تشیر الیھا بقولک انا حین تخبر عن نفسک بقولک فعلت ورأیت وسمعت وغضبت واشتھیت وتخلیت وتذکرت انتھی۔ بتقدیم وتاخیر۔ جب قراءۃ نفس کے معنے حقیقی معلوم ہوئے۔ تو اب معنی اقرأ فی نفسک کے نظراً الی المعنی الحقیقی نے کلیھا یہ ہوئی۔ حرکت لسانک فی روحک بحیث یسمع روحک۔ فیلزم ان تکون الروح ظرفاً لحرکۃ اللسان وموضعہ کما ھو مقتضی **فی** الظرفیۃ وھو کما تری۔ لان

وقراءت اور نفس کے معنی

وقراءۃ اور نفس کے معنی حقیقی

بیان کیا ہے۔ اِلّا از مؤلف کتاب تا ابن عیینہ سند متصل نہیں ہے۔ مثلاً شاہ
ولی اللہ صاحب مرحوم نے جو اس قصہ کو بیان فرمایا ہے۔ اپنے سے لیکر تا ابن عیینہ
سند متصل بیان نہین کی ولا نعنی بالانقطاع الا ہذا تو اسکا جواب بنا بنایا ہے۔ کہ
جو احادیث صاحب رسالہ نے اپنے رسالہ مؤلفہ مین بیان کی ہین۔ کسی کی سند اپنی سے لیکر
تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ پس کلہم معلق از منقطع ہونگے وہو کما تری۔
پھر اگر یہ خیال ہو۔ کہ جن حدیثون کو صاحب رسالہ نے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ انکی سند اپنی سے
لیکر تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ الا مصنفین کتب نے جنسے وی حدیثین
نقل کی گئی ہیں اپنے سے لیکر تا بحضرت ؐ انکو متصل ذکر کیا ہے۔ ولا نعنی با
لاتصال الا ہذا تو اس کے جواب میں کہا جاویگا کہ بایں معنی اتصال یہان بھی موجود
ہے۔ دیکھو مسند حارثی قال الحارثی حدثنا محمد بن ابراہیم بن زیاد
الرازی حدثنا سلیمان الشاذکونی سمعت سفیان بن عیینہ یقول اجتمع ابو حنیفہ
والاوزاعی فی دار الحناطین بمکۃ الی اخرہا۔ ویؤیدہ ما روی فی خیرات الحسان
عن ابن المبارک من الاوزاعی انہ قال بعد ما افترقا واللہ لقد کنت فی غلط
فاستکثر یا ابن المبارک من فقہ الرجل فانہ نبیل من المشائخ کذا قال ابن حجر المکی
الشافعی۔ نقلہ بعض محشی مسند الخوارزمی۔ فثبت الاتصال واندفع الانقطاع
وان کان للخصم مجال المقال فی رواۃ الاتصال۔ وذلک غیر مضر لانہ ما اتیناہ
الا معاضدا ومؤیدا۔ علاوہ اسکے ہم پہلے کھلا بیان کر چکے ہیں۔ کہ شرط
فقاہت اور شئی ہے۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقاہۃ اور شئے۔ وبینہما بون بعید۔ پہلے کی نفی
کے آپ درپے ہیں۔ سو اوس کے ہم بھی قائل نہیں۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقاہۃ ایک امر
بدیہی ہیں۔ اوسکا انکار انکار بداہت ہے۔ فتدبر۔ اور امام صاحب بھی فقاہت کہی
غرض سے لائے ہیں **قولہ** یہاں قرأت سے مراد تدبر لینا ہی صحیح نہیں۔ **اقول**

دیکھو عقود الجمان و مسند … صفحہ ۱۲ منہ

سبب سے کئی لوگ سکتات امام کے قائل ہوئے وغیرہ وغیرہ فاذا ثبت ھذا فافترق المقتدی ولیعنب ولیسرح له کماله **قوله** دوسری دلیل **اقول** مؤلف رسالہ نے اپنے مدعی کے اثبات کے لئے یہاں حدیث انس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیان کی۔ سو اسکا **جواب** بچند وجوہ ہے **وجہ اول** یہہ دونوں حدیثیں بہت احادیث کی معارض ہیں **اول** مالک بسندہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ھل قرء معی منکم انفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القران فانتھی الناس عن القراءت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **دوم** البخاری بسندہ عن عمران بن حصین قال قرأ رجل خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر او العصر فلما قضی صلوته قال ایکم قرأ معی قال رجل انا قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا **سیوم** البخاری بسندہ عن ابی ہریرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ یجہر فیہا فلما قضی الصلوۃ قال من قرأ معی قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القران **چہارم** الطحاوی عن ابی ہریرۃ نحو حدیث مالک غیر انه قال فاتعظ المسلمون یعنے لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے نصیحت قبول کی اور قرأت کو پیچھے امام کے چھوڑ دیا **پنجم** عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا قرأ فانصتوا۔ رواہ مسلم۔ وابوداؤد۔ والنسائی وابن ماجہ **ششم** الطحاوی عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القراءۃ **ہفتم** عن جابر بن عبد اللہ قال من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ **ہشتم** الطحاوی بسندہ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام الحدیث **نہم** الطحاوی بسندہ

حدیث عبادہ و انس کا جواب بوجوہ۔

وجہ اول

ظرف حرکۃ اللسان و محلہ الفم - لا الروح - اور اگر قراۃ بمعنی حقیقی ہو - اور فی نفسک مجاز ہو سرا سے - یعنی اقرا ہا سرا بحیث یسمع نفسک کما قررہ النووی - فحینئذ صح المعنی صحیحا - اور اگر فی نفسک بمعنی صحیح حقیقی ہو - اور قراۃ مجاز ہو - تدبر اور ملاحظہ سے یعنے

اذا قرأ الامام بفاتحۃ الکتاب فللمقتدی ان یتدبر و یلاحظ معانیہا فی نفسک فحینئذ یکون المعنی ایضا صحیحا بہرحال ارتکاب احد المجازین کا ضرور ہوا - لیصلح المعنی الا قرارت کے معنے جب حقیقی لئی جاویں - تو معارض ہونگے - اللہ جلشانہ کے قول کے - اور حدیث مسلم - ابو داؤد - نسائی - اور ابن ماجہ کے جو وانصتوا - اور واذا قرأ فانصتوا ہے - یعنے جب امام قراۃ پڑہے فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے - تو تم مقتدی لوگ چپ رہو کچھ نہ پڑہو - اور جب قراءت کے معنے مجازا - تدبر اور ملاحظہ معانی کا لیا جاوے - تو معارضہ آیت اور حدیث کا مرتفع ہوگا - اور نیز مرویات ابوہریرہ رض کی پوری پوری تطبیق حاصل ہوگی - ولہذا اختار بعض المالکیۃ وغیرہ التدبر

ههنا **وقال** الزرقانی شارح الموطا ناقلا عن عیسی و ابن رافع - ان المراد من القرآۃ ههنا القرآۃ فی النفس والاحضار فی البال من دون ان یتلفظ بہا ای احضر معانیہا فی نفسک وتدبر فیہا حین یقرأہا الامام انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ قولہ صحیح نہیں صحیح نہیں - **وایضا** اندفع بہ قولہ بالجملہ قراءت کے معنے حقیقی چھوڑنے اور مجازی لینے پر کیا مجبوری ہے - ووجہ الاندفاع ظاہر نافہم **قولہ** اور قراۃ کو منع کیا ہے **اقول** جنبی کو کسطرح منع نکریں کہ اوس کے حقمیں ممانعت صریحہ غیر معارضہ وارد ہوئی ہے **روی الترمذی** عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن - بخلاف محل متنازعہ فیہ کے کہ یہاں معارض کا سخت کھٹکا ہے - اور اوس کے کھٹکے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اقرا فی نفسک پر مجبور کیا ہے - ... کیا ... ہی - اور اوسی ...

یعنی پڑھ قراءت کا منع ہونا

صلوٰۃ من لم یقرأ انتھی **فائدہ** یہ قول امام احمد بن حنبل کا موافق قول قدیم شافعیؒ کے ہے۔ کیونکہ امام شافعی بھی قول قدیم میں یہی فرماتے تھے کہ مقتدی پر قراۃ فرض نہیں ہے۔ الّا قول جدید کے مخالف ہے۔ شایدا امام احمد رحمہ اللہ کو قول جدید شافعی پر اطلاع نہیں ہوئی۔ یا اوس کے رد میں یہ فرمایا ہو۔ **تنبیہ** یہ حدیث مع فایدہ کی **دلیل القوی** سے منقول ہے **انتباہ** اور دارقطنی سے تعجب ہے کہ خود ہی لکھتا ہے کہ محمد بن اسحاق لایحتج بہ۔ اور خود ہی کہتا ہے کہ اس حدیث عبادہ کی رواۃ جس میں محمد بن اسحاق ہے سب معتبر ہیں۔ اور یہ حدیث جیّد الاسناد ہے۔ ظاہر ہے کہ جب محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے ایسا مجروح ہو کہ کذّاب اور دجّال اوس کے حق میں ثقات نے کہا تو پھر جیّد الاسناد کیا معنے۔ اور اس سے بڑھ کر ابن ملقن کا قول ہے۔ ابن ملقن کہتا ہے کہ جب اس حدیث کو روایت کیا دارقطنی اور ابن حبّان اور بیہقی نے تو مظنہ تدلیس کا محمد بن اسحاق سے دور ہوگیا۔ اور یہ روایت جیّد الاسناد ہوگئی۔ بھلا یہ قول فحول علماء اہلحدیث اور فقہا کے قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ دارقطنی اور ابن حبّان اور بیہقی نے یہ التزام نہیں کیا کہ بجز جیّد الاسناد کے ہم کوئی حدیث اپنی کتابوں میں نہیں لائیں گے مع ان کتبھم متناولۃ للصّحاح والضعاف بل للموضوعات **زیلعی** تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتا ہے والدّارقطنی فقد ملاء کتابہ من الاحادیث الغریبۃ۔ والشّاذۃ۔ والمعلّلۃ۔ انتھی اور **حجۃ اللّٰہ البالغہ** میں ہے الطّبقۃ الثّالثۃ مسانید و جوامع ومصنّفات صنفت قبل البخاری ومسلم فی زمانھما وبعدھما جمعت بین الصحیح والحسن والضّعیف والمعروف والغریب والشاذ والمنکر والخطاء والصواب والثابت والمقلوب کمسند الطیالسی وکتب البیہقی انتھی ملخصًا۔ اور یہی حال ہے ابن حبان کا دیکھو زیلعی **ابن ملقن** اگر بخاریؒ کی نسبت یہ بات لکھتا تو البتہ قابل تسلیم و پذیرائی ہوتی۔ کیونکہ امام المحدثین بخاری رحمہ اللہ علیہ نے یہ التزام اپنی کتاب میں پورا پورا کیا ہے۔ کہ سوا جیّد الاسناد کے

عن ابی ہریرۃ عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ۔ الحدیث

وہم الطحاوی بسندہ عن ابن عمر من کان لہ امام۔ الحدیث۔ یازدہم الطحاوی

بسندہ عن ابی قلابۃ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجہہ

فقال اتقرؤن والامام یقرأ۔ فسکتوا فقال لہم ثلثاً۔ فقالوا انا لنفعل قال

فلا تفعلوا۔ ان مرفوعہ احادیث کے سوا آثار صحابہؓ کے بکثرت موجود ہیں۔ جنکے حدیث

انس رضی اللہ عنہ اور عبادہ کے معارض ہیں دیکھو موطا امام مالک اور شرح معانی الآثار

طحاوی کی۔ باینہمہ معارضات فکیف یفض دلیلاً للوجوب۔ مع کونہ خبر الواحد۔

وایضاً یعارضہما عموم قولہ تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم

ترحمون دوسری وجہ حدیث عبادہ کو جس طریق سے۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ دارقطنی

ابن حبان۔ حاکم۔ اور بیہقی نے بیان کیا ہے اوس طریق میں محمد بن اسحاق ہے۔ اور

محمد بن اسحاق کو اگرچہ بخاری وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ الا یہہ تنے اوسمیں جرح شدید کی

ہے صاحب میزان الاعتدال لکہتا ہے قال یحیی القطان اشہد ان محمد بن اسحاق

کذاب وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی وقال الدارقطنی لا یحتج بہ وقال محمد

بن عبداللہ بن نمیر رمی بالقدر وقال ابوداؤد قدری معتزلی وقال سلیمان

التیمی کذاب وقال مالک انظروا الی دجال من الدجاجلۃ باینہمہ جروح مفسرہ یہ حدیث

عبادہ کی اس طریق سے کب قابل حجت ہے۔ و لہذا علامہ زیلعی نے اسحدیث کی نسبت

لکہا ہے قد ضعف احمد جماعۃ اور نیز اس حدیث عبادہ کو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث جسکو

ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ صحیح الاسناد ہے۔ کیونکہ اوس کے رواۃ کلہم ثقات ہیں۔

اور وہ یہ ہے عن عبادۃ بن صامت انہ علیہ السلام قال لا یقرأن احد منکم شیئاً من

القرآن اذا جہرت بالقرآن۔ وقال الدارقطنی رجالہ کلہم ثقات وقال احمد بن

حنبل ما سمعنا احداً اہل الاسلام یقول ان الامام اذا جہر بالقرآۃ لا تجزئ صلوۃ

ثقات کے نزدیک مجروح ہے۔ تو اوسی کے باعث یہ حدیث محکوم بضعف ہوئی کما مر عن الزیلعی وکیف الاحتجاج بہ۔ اور جس طریق سے نسائی نے بیان کیا ہے اوس مین نافع بن محمود ہے اور مستور الحال ہے۔ تقریب التقریب نافع بن محمود مستور من الثالثۃ۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے نافع بن محمود المقدسی عن عبادۃ فی القراءۃ خلف الامام وعنہ حرام بن حکیم لا یعرف بغیر ہذا الحدیث ولا ہو فی کتاب البخاری و ابن ابی حاتم ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ وقال حدیثہ معلل وروی عنہ مکحول ایضاً انتہی۔ اور ابوداود کے دوسرے طریق مین نافع بن محمود بن الربیع اور ہیثم بن حمید ہے نافع کا حال معلوم ہوا اور ہیثم بن حمید کی بابت میزان میں ہے قال ابوداود ثقۃ قدری وقال ابو مسہر الغسانی ضعیف قدری انتہی۔ اور ابوداود نے ایک اور طریق بھی بیان کیا ہے۔ اوس مین بھی رواۃ بخصیص الا ولید مختلف فیہ ہے میزان **قولہ** **پہلا**، قال الواحدی قال المفسرون قولہ فاقرؤا ما تیسر کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات الخمس عن المؤمنین **اقول** اس جواب صاحب رسالہ کو سب جوابوں سے بڑھ کر سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اسکا نمبر اول ہے۔ اور اس جواب کی مطابقت بھی ساتھ اصل جواب عمر قابل نظر اولی الانظار ہے۔ اس لئے کہ اصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مطلق قراءت نماز میں فرض ہے۔ فاتحہ کی کچھ خصوصیت نہیں لقولہ تعالی فاقرءوا الخ اور صاحب رسالہ اسکا جواب دیتے ہیں۔ کہ واحدی کہتا ہے۔ کہ فاقرءوا ما تیسر کان فی صدر الاسلام الخ یعنی مطلق قراءۃ صدر اسلام میں فرض تھی۔ جبکہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو مطلق قراءۃ منسوخ ہوگئی فعلی ہذا التقدیر یکون قول الواحدی مہملا مخالفا للعقل و النقل پس معلوم ہوا کہ واحدی کی اس کلام سے کچھ اور ہی غرض ہے۔ نہ یہ جسکو صاحب رسالہ سمجھے ہیں۔ اور شاہد اپنے مدعا کا لائے ہین۔ کیونکہ واحدی نیشاپوری ابوالحسن علی بن احمد المتوفی ۴۶۸ھ اعلی درجہ کا مفسر طبقہ سادسہ کا ہے مفسرین میں سے۔ اور اوسکی تصنیف تفسیر۔ کبیر۔ بسیط۔ صغیر۔ اور حاوی ہے۔ لہذا راقم السطور واحدی کی پوری عبارت

میزان الاعتدال میں لکھا ہے

اپنی اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لاتے۔ اسی لئے اسحدیث عبادہ کو مع کونہ مؤیدا لمذھبہ صحیح بخاری میں وارد نہیں فرمائی ولو ثبت عندہ رحمہ اللہ علیہ لما ترکہ مع شدۃ تعصبہ وفرط تحملہ علی مذھب ابیحنیفۃ۔ وکثرۃ تعقبہ بما یرد علیہ۔

وجہ سیوم قال محقق الفن یحیی بن معین الجملۃ الاستثنائیۃ فی ھذا الحدیث اسنادہ لیس بذاک۔ ویؤیدہ ما قال الترمذی فی جامعہ بعد ھذا الحدیث و روی ھذا الحدیث الزھری عن محمود ابن الربیع عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال ھذا اصح انتھی۔ تو اس روایت کو جو خالی استثنائیہ جملہ سے ہے۔ اوس روایت پر جو مشتمل جملہ استثنائیہ پر ہے۔ ترجیح دینی دلیل قوی ہے جملہ استثنائیہ کے مرجوحیت پر وھو المطلوب۔ اور ترمذی کا حسن کہنا بھی اسحدیث کو قابل احتجاج کے نہیں کرتا۔ کیونکہ مراد اس سے حسن لغیرہ ہے نہ حسن لذاتہ لما سیاتی۔ اور نیز اسکو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث عبادہ کی جسکا ذکر سابق میں بروایت ابوداؤد گزرا ہے فلینظر قولہ پس مظنہ تدلیس کا جاتا رہا اقول اطرف سے مظنہ تدلیس کا جاتا رہا۔ الا دوسری طرف سے قائم رہا۔ اسلئے کہ محمد بن اسحاق نے اگرچہ مکحول سے تحدیث کی ہے لیکن محمود بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔ اور مدلس کبھی فوق شیخ کو ساقط کرتا ہے تو مظنہ معنعن تدلیس کا مرتفع نہوا۔ قال السید السندی رسالۃ فیما [illegible] المدلس شیخہ۔ ولکن یسقط من بعدہ رجلا ضعیفا او صغیرا قولہ دین [illegible] شاھد کے ثقات سے ہی اقول متابع اور متابع ہر دو ملکر حسن ذاتی کو مفید [illegible] ہے اور حسن لغیرہ کے ساتھ احتجاج مختلف فیہ فقہا کا ہے۔ اور [illegible] قابل احتجاج ہے۔ یدل علیہ عبارۃ شرح النخبۃ حیث قال۔ ولھذا وقع الاشارۃ فی الحسن الذاتی انہ المحتج بہ بعبارۃ توھم الحصر کذا نقل عنہ انتھی علاوہ اس کے اس درجہ تک نہ پہونچا جابت ضرورت ہے۔ جبکہ محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے اکثر

خاصۃً محلِ خدشہ **قولہ** دوسرا جواب حسب اُصول مسلّمہ مقلّدین حنفیہؒ کے امر مقتضی تکرار نہیں **اقول** حسب اُصول مسلّمہ حنفیہؒ بلکہ شافعیہؒ وغیرہ علماء کے بھی امر مقتضی تکرار کا نہیں۔ یعنی ان صیغۃ الامر لا دلالۃ لہا علی التکرار فی حصول للمامول من علم الاصول قال جماعۃ ان صیغۃ الامر یقتضی المرۃ الواحدۃ لفظاً وعزاہ ابو اسحاق الی اکثر الشافعیۃ وقال انہ مقتضی کلام الشافعی وانہ الصحیح الاشبہ بمذاہب العلماء وبہ قال جماعۃ من قدماء الحنفیۃ انتہی **و** فی شرح المنار ولا تقتضی رای الامر التکرار ولا یحتملہ وما تکرر من العبادات فباسبابہا لا بالاوامر **جواب** ۔ یرد علینا وھو ان الامر اذا لم یقتضی التکرار ولم یحتملہ فبای وجہ تتکرر العبادات مثل الصوم والصلوۃ وغیر ذلک فنقول ان ما تکرر من العبادات لیس بالاوامر بل بالاسباب۔ لان تکرار السبب یدل علی تکرار المسبب۔ فاذا وجد الوقت وجبت الصلوۃ۔ ومتی یاتی رمضان یجب الصوم۔ ومھما قدر علی ملک المال وجبت الزکوۃ ولھذا لم یجب الحج فی العمر الا مرۃ واحدۃ لان البیت واحد لا تکرار فیہ انتہی ملخصاً **ما ذکر سے** یہ بات ثابت ہوئی کہ قدماء حنفیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ امر من حیث الصیغہ تکرار پر دال نہیں۔ اور عبادات کا تکرار یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ وغیرہ کا بار بار ذکر کرنا مقتضی صیغہ امر کا نہیں بلکہ انکا مقتضی تکرار اسباب یعنی علّت تامہ کا ہے۔ **مثلاً** جب وقت ظہر کا آئیگا تب ہی ظہر کی نماز فرض ہوگی و علے ہذا القیاس۔ اور نماز شرعی قیام و قرات و رکوع و سجود وغیرہ سے عبارت ہے۔ تو حاصل تمثیل یہ ہوا کہ جب وقت ظہر آئیگا تب ہی یہ امور مذکورہ فرض ہونگے۔ پس اس بیان سے صاف صاف ثابت ہوا کہ قیام و قرات و رکوع وغیرہ کا تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تا کہ تکرار کو مقتضی امر پر ازد و تصور کیا جاوے جیسا کہ صاحب رسالہ نے سمجھا ہے۔ بلکہ مقتضی تکرار کا کوئی اور ہی امر ہے فثبت ان قولہ

نقل کرتا ہے۔ اور اُسکی غرض یہی عرض کرتا ہے تاکہ اوسکا مقصود ناظرین کو معلوم ہو۔ اور صاحب رسالہ کی شہادت مشہود **قال الواحدی** قال المفسرون فی قولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات الخمس عن المؤمنین وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وذلک قولہ واقیموا الصلوۃ انتھی اس کلام سے غرض واحدی کی یہ ہے کہ لفظ القرآن سے مراد فاقرؤا ما تیسر من القرآن میں مجازاً صلوۃ اللیل یعنے نماز تہجد ہے۔ اور یہ نماز صدر اسلام میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ اُمت پر فرض تھی ثم نسخ بالصلوات الخمس عن المؤمنین وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ جبکہ غرض واحدی کی اس کلام سے یہہ ہوئی تو اسکلام کو اصل جواب سے کیا نسبت ہے۔ اس لئے کہ مجیب کی غرض من القرآن سے معنی مجازی نہیں۔ جیساکہ مقصود واحدی کا ہے۔ بلکہ معنی حقیقی ہیں جنکا مدلول فرضیت مطلق قراءت ہے **اشتباہ** باایں ہمہ واحدی کا کلام دو طرح سے مخدوش ہے **اول** قال صاحب تفسیر فتح البیان۔ قلت فیہ نظر لان وجوب الصلوۃ الخمس لاینافی وجوب قیام اللیل۔ وشرط الناسخ ان یکون کلمۃ منافیا ومعارضا لحکم المنسوخ کوجوب العدۃ بحول مع وجوبھا باربعۃ اشھر انتھی بعبارتہ۔ **دوم** راقم السطور کہتا ہے قولہ وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ۔ فیہ نظر ایضاً لما روی مسلم بسندہ عن زرارۃ فی حدیث طویل ان سعد بن ھشام ابن عامر دخل علی ام المؤمنین عائشۃ وقال فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست تقرأ یا ایھا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عزوجل فرض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ انتھی فھذا ظاھر فی ان قیام اللیل صار منسوخا فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً۔ فقول الواحدی

بلکہ تخصیص عام اور نسخ میں حنفیہ کے نزدیک تباین و تضاد ہے۔ جیسا کہ ماسبق میں عبارات
کتب حنفیہ سے مفصلاً نقل کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ولا نعیدہ خوفا للتطویل۔ پس یہ
تخصیص موجب نسخ آیۃ نہوئی **قولہ** **تنبیہ** یاد رہے کہ تخصیص کو اہلحدیث الخ
اقول یاد رہے۔ اگر اہلحدیث واقعی کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں فرق ہے۔ تو
چشم ما روشن و دل ما شاد۔ ہم اور وہ گروہ ناجیہ متفق ہیں۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کے
نزدیک بھی ہر دو میں نسبت تباین و تضاد ہے۔ ایسا نہیں جیسا صاحب رسالہ سمجھے
ہیں۔ دیکھو کتب اصول اور اوس تحقیقات کو جسکو ہم نے ماسبق میں گزارش کی ہے
کھلا کھلا فرق بینہما معلوم ہوگا **قولہ** چوتھا جواب آیۃ شریف کا ماقبل پڑھو اور تمام
سورہ کریمہ کو دیکھو۔ قیام اللیل میں ہے۔ **اقول** بالراس والعین ہمنے آیۃ شریف
کا ماقبل پڑھا اور تمام سورہ کریمہ کو دیکھا۔ قیام اللیل میں ہے۔ پھر اس سے ہم کو کیا
ضرر ہوا۔ کیونکہ اس تقدیر پر بھی معنے آیۃ شریف کے یہ ہوئے فاقرؤا ما تیسر من
القرآن فی قیام اللیل یعنے قیام اللیل میں جسقدر اور جہاں سی قرآن کریم آسان ہو پڑہو
تمام رات یا اوسکا نصف یا ثلث یا ثلثین جاگنا اور قرآن کریم پڑھنا کچھ ضرور نہیں
کیونکہ یہ تعیین موجب تکلیف ہے۔ اس جواب سے بھی کوئی بات تخصیص تو تہجد کی نہ نکلی
قولہ اگر قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب منظور نہیں **اقول** ہم کو یہ
قاعدہ بسر و چشم منظور ہے۔ اسکا کوئی منکر ہی منکر ہوگا **قولہ** اور تخصیص ہی
لینا ہے **اقول** عموم جو حقیقی معنے ہیں بغیر داعی کے کیوں چھوڑے جاویں
اور مجاز بلا ضرورت کیوں اختیار کیا جاوے۔ انما یصار الی المجاز عند تعذر الحقیقۃ
قاعدہ مسلم ہے **قولہ** تو تہجد میں خاص رکھے **اقول** تہجد میں خاص رکھنے کی کوئی
وجہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ آہ کی منظوری ہو چکی ہے **قولہ** یا من القراءۃ
سے مجازاً من الصلوۃ مراد لیجئے **اقول** باوجود امکان حقیقت کے ارتکاب مجاز کا کون

"تکرار کا پڑھا لینا ایزاد ہوگا" مردود ومنشاء عدم التوجہ علی قواعد اصول
اصحابنا الحنفیۃ رحمۃ اللہ علیہم کما تلونا علیک اگر صاحب رسالہ وقت تحریر عبارت
الامر لا یقتضی التکرار کے اسکے مابعد کی عبارت کو ملاحظہ فرماتے تو صاف صاف لکھا
پاتے۔ وما تکرر من العبادات فباسبابہا لا بالاوامر اور ایسی بے اصل جواب کے
پہندے میں نہ آتے اللہم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا **قولہ** آپ اسکو بلحاظ اس آیۃ اور آپ
کے اصول کے کسی طرح نہیں بھی قرآن پڑہنا ضروری نرہا **اقول** گذشتہ تقریر وتحریر سے
ثابت ہوچکا کہ اوس کو بلحاظ اسی آیۃ اور اصول حنفیہ کے ہر نماز میں قرآن پڑہنا ایسا ضروری
رہا کہ بدون اوسکی نماز جائز نہیں ہوتی **قولہ** اگر فرضیت کا حکم اسی آیۃ یا اور اور دلیل سے کردگی
تو حکم تکرار ایزاد ہوگا اور وہ نسخ ہے **اقول** ہمنے فرضیت کا حکم اسی آیۃ سے کیا ہے اور وہ
حکم تکرار ایزاد بھی نہیں ہوتا کہ نسخ ہو فانظر ما اسلفناک **قولہ** کیونکہ وہ فرض ادا کرچکا ہے
اور امر کی تعمیل ہوچکی ہے **اقول** یہ فرض تاحیات اور اوسکی تعمیل تازیست اسکی ذمہ میں
ہے۔ فراغ ذمہ کا موت سے ورے ورے نہیں ہوتا **قولہ** دوبارہ کس دلیل سے اسکے ذمہ
پڑہنا لازم ہوتا ہے **اقول** اسی آیۃ شریفہ نے مامور دوبارہ سہ بارہ پڑہنے کا بنایا۔ الاّ
ے ف کہ ہر کس بقدر ہمت اوست **قولہ** پس ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرأت
کا پڑہنا بھی اس امر سے ثابت نہ ہوا **اقول** ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قراۃ
کا پڑہنا اسی امر سے ثابت ہوا۔ الا سمجھ شرط ہے **قولہ** بہر حال جب ایزاد ثابت
کرنے گے تو آپکو آیۃ کا منسوخ ماننا پڑیگا **اقول** دیکھا کہ ہم نے ایزاد یعنی تکرار ثابت بھی کردیا
آیتہ منسوخ بھی نہوئی فافہم وانصف **قولہ** اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتے
ہیں **اقول** یہ تخصیص جو ہماری نسبت کی گئی ہے بالکل غلط ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی
نسبت اعلیٰ درجہ کی تحقیق ہوچکی ہے۔ کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں۔ کہ عام کی تخصیص
نسخ ہے۔ اور نہ کسی کتاب حنفیہ میں اس مسئلہ کا نشان ہے۔ اگر ہے تو آپ ہی دکھلاؤ

جواب تخصیص عام کی نسبت

خاص حادثہ کا ذکر ہے **اقول** فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے - فی الواقع یہ آیت منسوخ نہیں - اور نہ ابتک آپکی کلام سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہے - اور خاص حادثہ کا ذکر بھی نہیں - بلکہ العبرۃ لعموم اللفظ کے قاعدہ سے عام ہے - اور ابتک اوس کا عموم زائل بھی نہیں ہوا **قولہ** دیکھو جمعہ کے خطبہ میں **اقول** اس مسئلہ میں چند امور قابل استفسار ہیں (**اول**) یہ دو رکعت سنت جمعہ ہیں - یا تحیۃ المسجد (**دوم**) علی التقدیرین فرض ہے - یا مستحب (**سوم**) سماع خطبہ کا فرض ہے یا نہ (**چہارم**) امام کے خطبہ پڑھنے کیوقت کلام ممنوع ہے یا مباح (**پنجم**) یہ قصہ سلیک غطفانی کا قبل الخطبہ تھا - یا عین خطبہ کیحالت میں (**ششم**) عدم جواز صلوۃ بوقت خطبہ حنفیہ کرام کا ہی مذہب ہے - یا صحابہ اور تابعین سے کسی اور کا بھی یہ مذہب ہے - (**ھفتم**) جو شخص باہر سے آئے اوسی کے لئے یہ دو رکعت پڑھنی چاہیئے - یا جو پہلے سے ہی داخل مسجد ہو اوس کو بھی پڑھ لینی جائز ہے (**ھشتم**) جو شخص ابتدا خطبہ میں داخل ہوا وسی کو پڑھنی چاہیے - یا آخیر خطبہ میں داخل مسجد ہو وہ بھی پڑھ لے - یہ جملہ امور قابل استفسار ہیں **قال النووی** اذا دخل الرجل الجامع یوم الجمعۃ والامام یخطب استحب لہ ان یصلی رکعتین تحیۃ المسجد - ویکرہ الجلوس قبل ان یصلیھا - وانہ تستحب ان یجوز فیھا لیسمع بعدھما الخطبۃ - و حکی ھذا المذھب ایضا عن الحسن البصری وغیرہ من المتقدمین **قال القاضی** وقال مالک واللیث وابو حنیفۃ والثوری وجمھور السلف من الصحابۃ والتابعین لا یصلیھا وھو مروی عن عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم - وحجتھم الامر بالانصات انتھی - یعنی نووی شافعی شارح صحیح مسلم - صحیح مسلم کی شرح میں لکھتا ہے جب جمعہ کے دن کوئی آدمی جامع میں داخل ہو - اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو - تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت خفیف تحیۃ المسجد پڑھے تاکہ اون کے بعد خطبہ سنے - اور او

سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کا جواب

داعی ہی اور قاعدہ اِنّ العمل بالحقیقۃ ان امکن سقط بالمجاز کے ترک پر کون متقاضی ہے۔

قولہ فاقرؤا کے امر سے مُقتدی۔ منفرد۔ امام۔ سب نمازیوں پر قرارت حقیقتًا فرض ہی۔ آہ

اقول (حقیقۃ کا لفظ یاد رہی) قال اللہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسّر آہ وقال علیہ السلام لاصلوٰۃ بقرآءۃ رواہ مسلم۔ اس آیۃ شریف اور حدیث مرفوع سے معلوم ہوا۔ کہ امام۔ اور مقتدی۔ منفرد پر قرارت فرض ہے۔ اور یہ مذکورین مامور مطلق قرارت ہیں۔ پھر شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری لئے بیان فرمایا کہ قرارت کے دو قسم ہیں۔ حقیقی۔ حکمی۔ جیسے مثلا وجود کے تین قسم ہین۔ واجب۔ ممکن۔ ممتنع۔ یا کلی منقسم بدو قسم ہے۔ کلی متواطی۔ کلی مشکک۔ اور مورد اور مورد بھی بیان فرمائے کہ اول کا محل امام و منفرد ہی کما ہو ظاہر اور دوم کا محل مقتدی ہے والیہ اشار بقولہ فان قرآءۃ الامام لہ قرآءۃ پس ما ذکر بیان سی معلوم ہوا کہ مقتضی فاقرؤا کا قرارت مطلقًا ہے نہ قرارت حقیقتًا۔ اور یہ کہنا کہ ان مذکورین پر قرارت حقیقتًا فرض ہے۔ ایجاد فقیر ہے۔ کیونکہ امر شارع کا فاقرؤا ہے۔ نہ فاقرؤا حقیقتًا فافهم وانصف

قولہ آپ کے بعض فقہا نے فاقرؤا میں مقتدی کے حقمین قرارت حکمی اور مجازی لی ہی۔ **اقول** مقتدی کے حقمین قرارت حکمی لینا تو مناسب و بجا مطابق حکم شارع کے ہی۔ الا اسکو مجاز کہنا ایکا دہی۔ کیونکہ قرارت حکمی لینے کے یہ معنے ہین کہ قرارت حکمی جو ایک قسم حقیقی قرارت مطلق کا ہی اسکا مامور مقتدی ہی نہ کہ قرارت حکمی کے معنے مجاز قرارت کے لیے ہین کما فہم صاحب الرسالۃ ہذا ما سنح لی الان

قال العینی فی شرح الہدایۃ۔ فان قلت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآءۃ الامام لہ قرآءۃ یعارض قولہ تعالیٰ فاقرؤا۔ فلا یجوز ترکہ بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قاریا بقرآءۃ الامام فلا یلزم الترک انتہی

قولہ ذیل میں ہم الے آخر ما قال عام کی تخصیص کو آپ اور کل حنفی نسخ جانتے ہیں۔

اقول پہلے بھی اسکا بیان ہو چکا ہے۔ کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں۔ کہ عام کی تخصیص نسخ عام ہے۔ اور نہ کسی کتاب معتبر حنفیہ میں اسکا کچھ ذکر ہے۔ پھر تخصیص نسخ کسطرح ہوگا فلینظر ما اسلفناک

قولہ چھٹا جواب مانا کہ یہ آیۃ منسوخ نہیں۔ الا کہتے ہیں کہ یہ ایک

ارکعت رکعتین قال لا قال قم فارکعهما انتھی - ص ۱۳ لکن یا باہ لفظ الشیخین دخل

رجل یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الحدیث - فثبت انہ کان فی الخطبۃ

ثبوت امرش فی ارشاد الشارع **تنبیہ** لو جاء فی اخر الخطبۃ فلا یصلی لئلا یفوتہ

اول الجمعۃ مع الامام - قال فی المجموع وھذا محمول علی تفصیل ذکرہ

المحققون من انہ ان غلب علی ظنہ انہ ان اصلیھا فاتتہ تکبیرۃ الاحرام

مع الامام لم یصل التحیۃ بل یقف حتی تقام الصلوٰۃ ولا یقعد لئلا یکون جالسًا

فی المسجد قبل التحیۃ قال ابن الرفعۃ - ولو صلیھا فی ھذہ الحالۃ استحب للامام

ان یزید فی کلام الخطبۃ بقدر ما یکملھا فان لم یفعل الامام ذلک - قال فی

الام کرھتہ لہ - فان صلیھا وقد اقیمت الصلوٰۃ کرھت ذلک لہ انتھی - انتھی

ص ۱۵۰ - اس نقل سے ثابت ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی اخیر خطبہ میں داخل ہونیوالے کے لئے تحیۃ المسجد ممنوع و مکروہ ہے - اور اس کراہت کا داعی سماع خطبہ کا ہے - واذا تقرر ھذا - پس نظر بار چہارم معلوم ہوا کہ وقت خطبہ کے خود کلام کرنا - یا اور کو نصیحت - یعنی امر بالمعروف کرنا ممنوع شرعی ہے - اس کے جواز کا کوئی ائمہ دین سے قائل نہیں - محل نزاع فقط تحیۃ المسجد کذائی ہے - تو نظر بار سوم ثابت ہو چکا ہے کہ جمہور سلف صحابہ - اور تابعین - اور مالک امام اور ثوری - اور لیث - اور امام ابو حنیفہ - اور حضرت عمر فاروق - اور حضرت عثمان بن عفان - اور علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہم کے نزدیک سماع خطبہ کا فرض ہے - جبکہ فرض ہوا تو تارک تارک فرض ہوگا - اور نظر بار دوم - اور ہشتم اس تحیۃ المسجد کی فرضیت کا ائمہ دین سے کوئی قائل نہیں - شافعیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے - مستحب بھی کیسا کہ اگر داخل فی المسجد اخیر خطبہ میں آئے تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے تاکہ اول جمعہ مع الامام فوت نہو - اگر پڑھے تو مکروہ ہے - اور جب سماع خطبہ کا فرض ہوا - تو

پڑھنے سے پہلے اوسکو بیٹھنا مکروہ ہی۔ اور حکایت کی گئی ہی کہ یہ مذہب حسن بصری وغیرہ متقدمین کا ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہی۔ کہ امام مالک۔ لیث۔ امام ابوحنیفہ۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین نے کہا کہ نہ پڑہے اونکو۔ اور یہی روایت کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سی۔ اور اونکی دلیل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ہے نووی کے بیان سی ثابت ہوا کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں سنت جمعہ نہین۔ اور یہ بہی ثابت ہوا کہ مستحب ہیں فرض نہیں۔ اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ یہ مذہب فقط حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ امام مالک اور لیث اور امام ثوری۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعیں کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بہی یہی مروی ہے۔ اور یہ بہی ثابت ہوا کہ جو باہر سی اگر اسحالت میں داخل ہو وہی پڑہے۔ موجود فی المسجد نہ پڑہے۔ اور یہہ بہی ثابت ہوا۔ کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین۔ اور امام مالک۔ اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابوحنیفہ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے نزدیک سننا خطبہ جمعہ کا فرض ہی تارک تارک فرض ہوگا۔ امور مذکورہ سی امر (۱) (۲) (۶) (۷) (۳) کلام نووی سی ثابت ہوچکا رہا امر (۴) (۵) (۸) ثبوت امر چہارم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۲ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فہو کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ والذی یقول لہ انصت لیس لہ جمعۃ رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔ ثبوت امر (۵) ذکر الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ وقد بوب النسائی فی سننہ الکبری علی حدیث سلیک **باب الصلوٰۃ قبل الخطبۃ** ثم اخرجہ عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیک قبل ان یصلی فقال لہ علیہ السلام

تحیۃ المسجد سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطبہ شروع فرمایا۔ اور یہ اس لئے لوگونکو معلوم ہو کہ تحیۃ المسجد حق المسجد ہے۔ اور اوس کی دلیل وہ حدیث ہی جسکو ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے **حدثنا** هشیم۔ انا۔ ابو معشر عن محمد بن قیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امرہ ان یصلی رکعتین امسک عن الخطبۃ حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی الخطبۃ۔ **ویؤیدہ** ما روی الدارقطنی مسندًا ومرسلاً۔ وقال ھذا المرسل ھو الصواب اور مرسل حجت ہی عندنا۔ وعند مالک۔ وجمھور الفقہاء۔ وقدمنا فیما مر تحقیقہ فی الفائدۃ الثانیۃ۔ فلینظر ثمہ اور کبھی کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی کرتے تھے کہ خطبہ کو قطع کرتے اور پھر رجوع بخطبہ فرماتے **روی النسائی** بسندہ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فجاء الحسن والحسین رضی اللہ عنھما وعلیھما قمیصان احمران یعثران فیھما فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطع کلامہ فحملھما ثم عاد الی المنبر الحدیث ص ۲۳۰ ورواہ ابو داؤد۔ والترمذی ایضًا۔ **ابن ابی شیبۃ**۔ اور دارقطنی کے بیان سی صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک کے لئے خطبہ کو قطع فرمایا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو پھر شروع کیا۔ فلم یکن حدیث سلیک الغطفانی حجۃ علینا اور فتح القدیر ہدایہ مین بعد از ذکر احادیث دارقطنی کے لکھا ہے " وعن نقول المرسل حجۃ فیجب اعتقاد مقتضاہ علینا۔ ثم رفعہ زیادۃ اذ لم تعارض ما قبلھا فان خبرہ ساکت عن انہ امسک عن الخطبۃ اولا۔ وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ۔ وعجزہ زیادتہ لا توجب الحکم بغلطہ والا لم تقبل زیادۃ وزیادۃ مسلم فیہ من قولہ اذا جاء احدکم الجمعۃ والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیجوز فیھما۔ لا ینفی کون المراد ان یرکع مع سکوت الخطیب لما ثبت فی السنۃ من ذلک انتہی (۳) جواب حضرت

(حاشیہ:) سلیک رضی اللہ عنہ کیلئے خطبہ کو قطع فرمایا ۔ ۔ ۔ ص ۳۰

بموجب قرار داد سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ اور مالک وغیرہم کے۔ امر یا سلیک فارکع رکعتین اور اذا جاء احدکم فلیرکع رکعتین۔ امر استحبابی ہوا۔ ولهذا لم ينقل فرضيتنا عن احد من الائمة۔ اس لیئے ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے جب ان امور کیطرف نظر فرمائی۔ اور احادیث مرفوعہ۔ اور آثار صحابہ اور عمل در آمد سلف صالحین کا ملاحظہ کیا۔ تو اس اجتماعی ہیئت سے ترجیح نہ پڑھنے کی پائی۔ اور احتیاط اور عزم الامور اور جمع بین النصوص اسی میں پایا۔ نظراً علی ذالک ہماری اصحاب نے حدیث سلیک کے کئے جواب دیئے (۱) حدیث سلیک معارض ہے اندو حدیث کے **حدیث اول** عن عبد اللہ بن بسر قال کنت جالسا الی جنبه یوم الجمعة فقد جاء رجل یتخطی رقاب الناس یوم الجمعة۔ فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اجلس فقد اذیت وانیت رواہ الطحاوی۔ وابن ماجة ولفظه للطحاوی یعنے ایک آدمی جمعہ کے دن آیا۔ اور اوس نے لوگون کو ایذا دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ تو بدیر آیا۔ اور لوگون کو ایذا دی تو نے دیکھو کہ اس شخص کو حضرت نے بیٹھنے کے لیئے فرمایا۔ اور تحیۃ المسجد کے لیئے نفرمایا۔ **طحاوی** نے کہا ہے کہ یہ حدیث مخالف ہے حدیث سلیک کے انتہی وحمله علی ان دخوله وقع فی آخر الخطبة بحيث ضاق الوقت عن التحية۔ او كان قد صلی التحية فی مؤخر المسجد ثم تقدم ليقرب من سماع الخطبة۔ فاحتمالات ركيكة لا يقبله العليم الخبير **حدیث دوم** ذكر ابو محمد عبد الحق فی احكامه قال وروی ابو سعيد الحالبی فی كتابه عن محمد ابن ابی مطيع عن ابيه عن محمد بن جابر عن ابی اسحاق عن الحرث عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تصلوا والامام يخطب انتهى۔ ذكره الزيلعی فی تخريج احاديث الهداية ص۲۰۱ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ سلیک کے لیئے خطبہ پڑھنے سے رک گئے۔ جب سلیک

جواب (۱)

جواب (۲)

منع غیر الامام من الکلام فی الخطبۃ کان الامام منع بذلک ایضاً من الکلام
فی ما ہو من غیرہا **وقد** روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک ایضاً
پھر طحاوی نے مؤکد اس مضمون کے بہت احادیث مرفوعہ بیان کر کے فرمایا۔ ففی ہذہ
الاثار ایضاً الامر بالانصات اذا تکلم الامام فذلک دلیل علی ان موضع
کلام الامام لیس بموضع صلوۃ۔ فہذا حکم ہذا الباب من طریق تصحیح معانی الاثار
واما وجہ النظر فانا رأینا ہم لا یختلفون ان من کان فی المسجد قبل ان یخطب
الامام۔ فان خطبۃ الامام تمنعہ من الصلوۃ لیصیر بہا فی غیر موضع صلوۃ
فالنظر علی ذلک ان یکون کذلک داخل المسجد والامام یخطب۔ داخلا لہ فی
غیر موضع صلوۃ فلا ینبغی ان یصلی **وقد** رأینا الاصل المتفق علیہ **ان**
الاوقات التی تمنع منہ الصلوۃ یستوی فیہا من کان قبلہا فی المسجد ومن
دخل فیہا المسجد **فی** منعہا ایاہما من الصلوۃ۔ فلما کانت الخطبۃ تمنع من کان
قبلہا فی المسجد عن الصلوۃ کانت کذلک ایضاً۔ تمنع من دخل المسجد بعد دخول
الامام فیہا من الصلوۃ انتہی۔ **ان** احادیث مرفوعہ اور وجہ نظر سے ظاہر ہوا۔ کہ
حدیث سلیک کی اور اذا جاء احدکم الحدیث حنفیہ پر حجت نہیں۔ اب ہم وہ آثار جو
متقدمین سے اسباب میں منقول ہیں نقل کرتے ہیں تاکہ متقدمین کا عملدرآمد بھی معلوم
ناظرین ہو۔ **مالک** قال ابن شہاب فخروج الامام یقطع الصلوۃ وکلامہ
یقطع الکلام انتہی۔ **ابن ابی شیبۃ** فی مصنفہ عن علی وابن عباس وابن عمر
انہم کانوا یکرہون الصلوۃ والکلام بعد خروج الامام علی القاری **طحاوی**
بسندہ عن ثوبۃ العنبری قال قال الشعبی ارأیت الحسن حین یجیء وقد خرج الامام
فیصلی عمن اخذ ہذا لقد رأیت شریحاً۔ اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل **و**
ایضاً بسندہ عن اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب فی الرجل یدخل المسجد

کا سلیک کو فرمانا قُمْ فَصَلِّ قبل از نسخ کلام فی الصلوٰۃ تھا۔ جبکہ کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہوئی تو خطبہ میں بھی منسوخ ہوئی لانہا شطر صلوٰۃ الجمعۃ **اخرج**

الطحاوی بسندہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب فقد لغوت اور اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی بطریق ابو ہریرہ بیان کیا ہے کما مر۔ **قال** الطحاوی فاذا کان قول الرجل لصاحبه والامام یخطب انصت لغوا۔ کان قول الامام للرجل قم فصل لغوا ایضا۔ فثبت بذلك ان الوقت الذی کان فیه من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الامر لسلیك بما امرہ به کان الحکم منه فی ذلك۔ بخلاف الحکم فی الوقت الذی جعل مثل ذلك لغوا **وقد روی** عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی ذلك عن ابی الدرداء۔ انه قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی یوم الجمعة علی المنبر یخطب الناس فتلا اٰیة والی جنبی ابی بن کعب فقلت له یا ابی متی نزلت ھذہ الاٰیة فابی ان یکلمنی حتی اذا نزل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن المنبر قال مالك من جمعتك الا ما لغوت۔ ثم انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فجئته فاخبرته۔ فقلت یا رسول اللہ انك تلوت اٰیة والی جنبی ابی بن کعب فسألته متی نزلت ھذہ الاٰیة فابی ان یکلمنی حتی اذا نزلت زعم انه لیس لی من جمعتی الا ما لغوت **قال** صدق اذا سمعت امامك یتکلم فانصت حتی ینصرف **فقد** امر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکمها فی ذلك کحکم الصلوٰۃ وجعل الکلام فیها لغوا۔ فثبت بذلك الصلوٰۃ فیها مکروھة۔ فاذا کان الناس منھیین عن الکلام مادام الامام یخطب کان کذلك الامام منھیا عن الکلام مادام یخطب بغیر الخطبة۔ **الا** تری ان المأمومین ممنوعین من الکلام فی الصلوٰۃ فکذلك الامام۔ فکان ما منع منه غیر الامام فقد منع منه الامام فکذلك۔ **لما**

رسالہ یہہ کھیں کہ صاحب رسالہ نے ظاہر امر استحبابی پر جسکی تطبیق بھی ہوسکتی ہے
عمل کرنیکی جہت سے - قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین
خصوصًا حضرت عمر عثمان - علی ابن عمر - ابن عباس کو پس پشت ڈالا - تو شاید
بیجا نہوگا - کہ یہ بیان واقعی ہے **قولہ** مرفوع کے سامنے معارضہ کے قابل نہین
اقول اس سے کون معارضہ کرتا ہے - بلکہ معارض اس کے وہ حدیثیں مرفوعہ ہیں -
جنکا ذکر ما سبق میں ہوچکا ہے - یہ آثار صحابہ اور تابعین کے اونکے مؤیدات اور
معاضدات سے ہیں - شاید صاحب رسالہ نے شبہہ کرنے کی جہتہ سے اسی پر انحصار
معارضہ کا فرمایا - اور ان حدیثوں کو پس پشت ڈالا **قولہ** اور مرسل کی حجت میں کلام
ہے **اقول** مرسل کی حجت ہونے کی تحقیق فائدہ دوم میں گزرچکی ہے - اور اس
محل مین مرسل کے حجت ہونے کے سوا زیادتی ثقہ کی ہے - وزیادة الثقة مقبولة کما مر
من الفتح اور نیز یہہ معاضد بھی ہے **قولہ** امام نووی نے سچ کھا اھ **اقول** امام
نووی کا یہہ طعن قابل تسلیم اوسوقت ہوتا - جبکہ ہم کو یقینًا معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ
عثمان - علی - ابن عمر - اور ابن عباس کو یہہ لفظ نہین پہونچا - بلکہ سنن کی روایت
قال انہ صلی رکعتین وحض علی الصدقة الحدیث بل عند احمد وابن حبان انہ
کرر امرہ بالصلوة ثلاث جمع ذکرہ القسطلانی یقین دلاتی ہے کہ حضرات مذکورین کو
اس واقعہ پر اطلاع ہوئی ہوگی - کیونکہ جمعہ کے دن محضر کثیر مین یہ ماجرا وقوع میں آیا
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو صدقہ پر شوق دلایا - اور تین جمعہ متواتر یہہ
واقعہ وقوع مین آیا - پھر عقل کب باور کرتی ہے - کہ ان حضرات کو یہہ واقع اصالةً یا بواسطہ
معلوم نہو فعلم انہم رضی اللہ عنہم مع علمہم بہذہ الواقعة عملوا بخلافہا فہذا تعامل
من مشکوة النبوة فکیف یسلم قول النووی (ولا اظن عالمًا الخ) پس معلوم ہوا - کہ
ظن امام نووی رحمة اللہ علیہ کا اپنے مذہبی اعتقاد کے سبب سے ہے فہو لیس بحجة عندنا

نووی کے طعن کا جواب

یوم الجمعۃ والامام یخطب قال یجلس ولا یسبح ای لا یصلی **وایضاً** بسندہ
عن خالد الحذاء ان ابا قلابۃ جاء یوم الجمعۃ والامام یخطب فجلس ولم یصل
وایضاً بسندہ عن عقبۃ بن عامر قال الصلوۃ والامام علی المنبر معصیۃ **وایضاً**
عن ابن شہاب قال اخبرنی ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام علی المنبر
یقطع الصلوۃ وکلامہ یقطع الکلام **وایضاً** بسندہ عن ہشام بن عروۃ قال رایت
عبد اللہ بن صفوان - دخل المسجد یوم الجمعۃ وعبد اللہ بن الزبیر یخطب علی
المنبر وعلیہ ازار ورداء ونعلان وھو متعم بعمامۃ فاستلم الرکن ثم قال السلام
علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم جلس ولم یرکع **وایضاً** بسندہ
عن عطاء قال کان ابن عمر وابن عباس یکرھان الکلام - اذا خرج الامام
یوم الجمعۃ **وایضاً** بسندہ عن مجاھد انہ کرہ ان یصلی والامام یخطب - انتھی
ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عروۃ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوۃ

انتھی - ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ ان آثار سے حال متقدمین کا معلوم ہوا اور عملدرآمد اونکا بھی ثابت ہوا - راقم کی غرض اس بیان سے صرف یہہ ہی کرنا طریق کو معلوم ہو - کہ حنفیہ کرام نے قرآن اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین میں سطرح تطبیق فرمائی ہے - اور یہ بھی ظاہر ہو کہ صاحب رسالہ کا یہہ کہنا کہ آپ لوگون نے اس جملہ (اذا جاء احدکم الخ) کو پس پشت ڈالا - طعن بیجا ہے - بفضلہ تعالے صاحب رسالہ اپنی تہذیب کے سخت مدعی تھے - آپ معذور ہیں کہ قلم چلگیا - الا اس امر کا خیال نفرمایا کہ اس طعن کا محل صرف حنفیہ ہی نہیں - بلکہ اسکی نوبت جمہور صحابہ - اور تابعین - اور حضرت عمر - عثمان - علی - عبد اللہ بن عمر - ابن عباس - مالک ثوری لیث - ابن شہاب - شریح - شعبی - ابو قلابہ - ثعلبہ بن مالک - عبد اللہ صفوان - مجاہد عروہ - وغیر ذلک تک پہونچتی ہے - اگر ہم بھی باتباع صاحب رسالہ یہہ کہیں کہ صاحب

یوم القیامۃ ملبیاً یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ روبرو ہمارے عرفہ میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی (ابن حجر نے کہا کہ اوسکا نام معلوم نہیں ہوا) اپنے
مرکب پر سوار تھا۔ ناگہان گرکر مرگیا۔ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو
پانی اور سدر سے غسل دو۔ دو کپڑون (یعنی اسی کے دونو کپڑون) مین اسی کفنادو۔ اور حنوط
نہ لگاؤ۔ اور اوسکا سر نہ ڈہانپو۔ اس لیئے کہ اسکو اللہ دن قیامت کے محرم اوٹھائیگا۔ اس
حدیث سے صاحب رسالہ حنفیہ مالکیہ وغیرہ پر اعتراض کرتے ہین۔ کہ یہ لوگ اسحدیث کا خلاف
کرتے ہیں۔ محرم جب مرجاتا ہے تو اوسکو حنوط لگاتے ہیں۔ اوسکا سر کفن سے ڈہانپتے
ہیں۔ سو حنفیہ مالکیہ وغیرہ کا محرم متوفے کے بارہ مین عملدرآمد ایسا ہی ہے **ق**
حجتہم فی ذلک ما اخرجہ الدارقطنی عن علی بن عاصم عن ابن جریج عن عطاء عن
ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل فی محرم مات قال خمروا راسہ
ووجہہ ولا تشبہوا بالیہود انتہی **قال** ابن القطان فی کتابہ وعلتہ
علی بن عاصم کان کثیر الغلط وہو عندہم ضعیف۔ قال ولکنہ جاء باعم من
ہذا اللفظ واصح من ہذا الطریق۔ اخرجہ الدارقطنی عن عبد الرحمان بن صالح
الازدی **حدثنا** حفص بن غیاث عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمروا وجوہ موتاکم ولا تشبہوا بالیہود انتہی
وعبد الرحمن الازدی صدوق قالہ ابو حاتم وبقیۃ الاسناد لا یسئل عنہ انتہی
کلامہ۔ انتہی ما فی تخریج الزیلعی اور **میزان الاعتدال** مین علی بن عاصم کے ترجمہ
مین لکھا ہے قال احمد بن حنبل اما انا فاخذت عنہ کان فیہ لجاج ولم یکن متہما
وقال وکیع ادرکت الناس والحلقۃ بواسطۃ لعلی بن عاصم انتہی۔ ان احادیث
کی تطبیق کے لئے حنفیہ اور مالکیہ نے اعرابی کے واقعہ کو۔ واقعہ عین لا عموم لہا کہا۔ عینی
شارح ہدایہ وبخاری لکھتا ہے۔ وتاویلہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرف بطریق

الخصم **قولہ** اور حق یہہ ہے **اقول** پس حق یہہ ہے کہ آپ اصلاً اصلاً اصلاً کبھی بھی ان رکعتین عند الخطب کے مرتکب ہوون **قولہ** اوّل تو اسلئے کہ حدیث اذا جاء احدکم حدیث صحیح غیر متعارض مرفوع ہے **اقول** اوّل تو اس لئے کہ دو حدیثین مرفوع اس کے معارض ہین کما بیناہ من قبل **دوم** اس لئے کہ آثار صحابہ ان کے مؤید اور معاضد ہین **سیوم** اسلئے کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر و عثمان و علی و ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم۔ علماء دین جنکا ذکر ہو چکا ہے۔ ان تمام نے نہ پڑھنے کو اختیار کیا **قولہ** دوم اسواسطے کہ آپکے نزدیک صحابی کا قول حجت ہی۔ اور اس مسئلہ مین صحابی کا قول بلا معارض موجود ہے الخ **اقول** صحابی کا قول حجت تب ہوتا جب اوسکے معارض مرفوع حدیث نہوتی واذ لیس فلیس **علاوہ** بران اوسطرف ایک صحابی۔ اور اسطرف قول حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ اور ابن عباس کا موجود ہی۔ پھر مرجح کون ہوا۔ اور غیر معارض کہنا بے دلیل ہے۔ بلکہ اوس کے معارض قران اور مرفوع حدیثیں اور آثار صحابہ وغیرہ موجود ہین کما تلوناہ فیما مر **قولہ** اور آپ کے آثار الخ **اقول** احادیث مرفوعہ مع آثار موجود ہیں۔ پس کیونکر حجت نہون **قولہ** رکعتین خفیفتین ہیں **اقول** جبکہ خطبہ کیوقت نماز مطلقاً ممنوع ہے تو خفیفتین کا جواز کہان سے نکل آیا **قولہ** ایسا ہی محرم اگر حالت احرام مین مر جاوے تو اوس کے سر کو آپ لوگ ڈہانپنا اور حنوط لگانا جایز جانتے ہیں۔ اور فلا تخنطوہ ولا تخمروا راسہ فانّ اللہ یبعثہ یوم القیمۃ محرما اسی ایک شخص کے حقمین خاص کہتے ہیں جسکی حقمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا **اقول** یہہ حدیث پوری یون ہی **روی البخاری** بسندہ عن ابن عباس قال بینا رجل واقف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ اذ وقع من راحلۃ فاقصعتہ۔ او قال فاقعصتہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین ولا تحنطوہ ولا تخمروا رأسہ فان اللہ یبعثہ

ورأيت عينيه تدمعان - فقال هل فيكم من احد لم يقارف الليلة فقال ابو طلحة انا - قال فانزل فى قبرها قال فنزل فى قبرها انتهى - وقد كان عثمان اولى بذلك من ابى طلحة - لان الزوج احق من غيره بمواراة زوجته - قال ابن منير ففيه خصوصية - نقله القسطلانى - فاين العموم **وبما روى** مسلم بسنده عن ام عطية قالت لما نزلت هذه الاية - يبايعنك على ان لا يشركن بالله الى اخر ما قال ويعصينك فى معروف - قالت ان منه النياحة - قالت فقلت يا رسول الله الا ال فلان فانهم كانوا اسعدونى فى الجاهلية - فلا بد لى ان اسعدهم - فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ال فلان انتهى - **قال النووى** قوله الا ال فلان - هذا محمول على الترخيص لام عطية فى ال فلان خاصة كما هو ظاهر - ولا تحل النياحة لغيرها ولا لها فى غير ال فلان كما هو صريح فى الحديث - وللشارع ان يخص من العموم ما شاء انتهى - وقال ايضا ان النياحة حرام مطلقا - وهو مذهب العلماء كافة انتهى - یعنی نوحہ کرنا مطلقاً حرام ہے - الا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو آل فلان کے لئے اجازت دی - طاذا اثبت هذا فاين العموم - **وبما روى** ابو داؤد عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عمه وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان النبى صلى الله عليه وسلم ابتاع من اعرابى فرسا الحديث - وفيه قال جعل النبى صلى الله عليه وسلم شهادة خزيمة برجلين یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت خزیمہ فقط کو برابر شہادت دو مردوں کے ٹھہرایا - فاين العموم **وبما** اخرج ابن سعد عن اسماء بنت عميس قالت لما اصيب جعفر بن ابى طالب قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم تسلبى ثلثا - ثم اصنعى ما شئت - حيث لم يرها الترك لاحداد - فاين العموم - الغرض شارع حاکم ہے - له ان يخص من العموم ما شاء - **قوله** بہ تعصب کوئی اہل **اقول** یہ بات چونکہ خلاف تہذیب و تعصب

المحرم خصوصیت احرامه بعد موته ـ وقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخص
بعض اصحابه باشیاء انتهی ـ لانه صلی الله علیه وسلم علل هذا الحکم فی هذا
الاحرام بعلته لا یعلم وجوده فی غیره ـ وهو انه یبعث یوم القیامة ملبیا ـ وهذا
الامر لا یعلم وجوده فی غیر هذا المحرم بغیر النبی صلی الله علیه وسلم ـ والحکم انما
یفهم فی غیر محل النص لعموم علته ولا عموم لها بینها ـ وجعل الاحرام علة تصرف
عن الظاهر ـ ولانه صلی الله علیه وسلم قال فان الله یبعثه یوم القیمة ملبیا ـ فاعاد
الضمیر الیه ولم یقل المحرم ـ فلا یتعدی حکمه الی غیره الا بدلیل ـ معان العموم
معارض آپ اہل نظر منصفانہ ملاحظہ فرمائیں ـ کہ جمع بین النصوص جسکو حنفیہ مالکیہ نے
اختیار کیا ہے ـ بہتر و اولیٰ ہے ـ یا مختار صاحب رسالہ کا کہ ایک معمول ـ اور دوسری
متروک و مہمل فتدبر وانصف **قوله** اور اصل ما ثبت لواحد فی زمان النبی صلی الله
علیه سلم ثبت لغیره ـ کا خیال بھی نہ کیا **اقول (اولاً)** یہ اصل فی الواقع قابل
خیال نہ تھا ـ کیونکہ یہ اصل در اصل بے اصل ہے ـ حنفیہ تو در کنار ـ جمہور فقہاء اور
اصولی اسکے قائل نہیں **فی** مطالب الحصول الخطاب لواحد من الامة ان صرح با
لاختصاص به کما فی قوله صلی الله علیه وسلم یجزیک ولا یجزی احدا بعدک فلا شک
فی اختصاصه بذلک المخاطب وان لم یصرح فیه بالاختصاص بذلک المخاطب فذهب
الجمهور الی انه مختص به ولا یتناول غیره الا بدلیل من خارج وقال بعض الحنابلة
وبعض الشافعیة انه یعم ـ والحاصل فی هذه المسئلة علی ما یقتضیه الحق ویوجبه
الانصاف عدم التناول لغیر المخاطب من حیث الصیغة بل بالدلیل الخارجی انتهی ـ
وفی فواتح الرحموت ـ خطاب الشارع لواحد من الامة لا یعم غیره لغة ولا عرفا انتهی ـ
ثانیاً ولو فرضنا عمومه تنتقض بما **روی** البخاری عن انس قال شهدنا
بنت رسول الله صلی الله علیه سلم ورسول الله صلی الله علیه وسلم جالس علی القبر

(ای خبر الواحد) یوجب العمل بہ فی الاحکام الشرعیۃ بشرط اسلام الراوی الخ۔

اقول سے ظاہر ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنیمیں کچھ کلام نہیں۔ اِلّا کلام خبر واحد کے مخصص ہونے میں ہے۔ کہ عموم قرآنی کا مخصص خبر واحد ہوتی ہے یا نہیں ہوتی فقولہ "صحابہ کرام کا معمول تھا" لیس لہ فائدۃ تعتد بہا فی ایرادہ فی ھذا المحل فتدبّر

قولہ اب تخصیص عموم قرآنی کی دلیل عرض ہوتی ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ

اقول وباللہ التوفیق قبل الشروع فی المقصود۔ فیہ مقامات مستحقۃ للتحقیق (۱) لفظ کم عند الاصولیین صیغ عام سے ہے یا نہیں (۲) آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں یا نہیں (۳) مخصص اس آیۃ شریف کی حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ ہے یا نہیں (۴) اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا کسی اور نے بھی اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (۵) در صورت مخصص ہونے کے یہ حدیث کس قسم اور درجہ کی ہے (۶) یہ حدیث عموم کے مخصص ہونے کے قابل ہے یا نہیں۔ اِن مقامات ستہ کی تحقیقات کے بعد جواب گذارش ہوگا

تحقیق مقام (۱) اصولیون نے صیغ عموم کی بحث بطوالت اور وضاحت کے ساتھہ کی ہے۔ اوسکا پورا پورا ذکر موجب طوالت ہے۔ لہذا اوسکو بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔

مطالب الحصول میں لکھا ہے۔ ذھب الجمہور الی ان العموم لہ صیغۃ موضوعۃ حقیقۃ۔ وھی اسماء الشرط۔ والاستفہام۔ والموصولات۔ والجموع المعرفۃ تعریف الجنس۔ والمضافۃ۔ واسم الجنس۔ والنکرۃ المنفیۃ۔ والمفرد المحلی باللام۔ ولفظ کل وجمیع ونحوہ۔ انتھی۔ وھکذا فی التلویح۔ وفواتح الرحموت اس بیان سے ثابت ہوا کہ کلمہ کم کا صیغ عموم سے نہیں ہے۔ بلکہ صاحب فواتح نے اسکی تصریح کی ہے۔ حیث قال وکم لیس من صیغ العموم انتھی۔ یعنی لفظ کم جو ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے عموم کے صیغون میں سے نہیں۔ (۲) یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ میں حضرت صلعم

ہیں۔ لہذا انکی جواب سے قلم رُکتا ہے۔ علاوہ بران بابہ الامتیاز کا حال ماتقدم سے بخوبی ظاہر ہوچکا ہے۔ ذرا تعصب اور ہٹہ دہرمی چھوڑکر دیدہ انصاف سے دیکھنا چاہیے۔

قولہ ساتوان جواب **اقول** اسکا جواب۔ جواب چہارم میں مفصلا مذکور ہوچکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ منفرد۔ امام۔ اورمقتدی سب کے لئے قرأت حقیقی ہے۔ مجازی کہیں بھی نہیں۔ الا منفرد اور امام میں قرأت حقیقۃً ہے۔ اور مقتدی میں قرأت حکماً ہے۔ اوریہہ دونون علی السویہ فرد قرأت کے حقیقے ہین۔ حقیقت و مجاز نہیں۔ تاکہ جمع بینہما لازم آوے۔ کما فہمہ صاحب الرسالۃ۔ ومن فیما من ثبت ان الاٰیۃ قطعیۃ الدلالۃ لا ظن فیہا **قولہ** الا عام قرآنی کی تخصیص آہ **اقول** عموم قرآنی کی تخصیص سنت متواترہ سے جائز ہے خبر احاد سے جائز نہین **فی** فواتح الرحموت

یجوز تخصیص السنۃ بالسنۃ وتخصیص المتواترۃ بالکتاب بالعکس۔ ولا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان الکتاب قطعی من کل وجہ۔ لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما مر باقوم حجۃ۔ والخبر ظنی متنا لانہ خبر الواحد فلا یجوز انتہی ملتقطاً **قولہ** اور فرضیت فاتحہ پر سنت ثابتہ موجود ہے **اقول** درباب فاتحہ خبر واحد موجود ہے۔ اور وہ مثبت فرضیت نہیں ہے۔ مع انہ معارض بالکتاب والسنۃ الثابتۃ واٰثار الصحابۃ **قولہ** اسکا ذکر سابق میں ہوچکا ہے **اقول** اوسی محل میں اوسکا جواب بھی گزرچکا ہے **قولہ** صحابہ کرام میں معمول تھا کہ اخبار احاد پر عمل کرتے **اقول** اخبار احاد پر عمل کرنا تو عین مذہب حنفیہ کرام کا ہے۔ دیکھو نورالانوار میں لکھا ہے وانہ (خبر الواحد) یوجب العمل دون علم الیقین اور تلویح میں ہے والثالث وھو خبر الواحد یوجب العمل دون علم الیقین اور توضیح میں ہے الثالث (ای خبر الواحد) یوجب غلبۃ الظن اذا اجمع الشرائط التی نذکرھا ان شاء اللہ تعالی وھی کافیۃ بوجوب العمل اور صاحب اصول شاشی لکھتا ہے وھو

تخصیص عموم قرآنی کی جائز ہے۔ منجملہ احاد کے نہین۔ جوکہ متکلم مانحن فیہ

ہیں ہے۔ **قال بحر العلوم** ولو سلم العموم فلیس من الباب فی شئ۔ فان تخصیص خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان۔ لانہ کان قاطعاً عندہ مثل قطعیۃ الکتاب فانہ سمع مشافھۃ۔ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر واما تخصیص غیرہ فانہ کان مقطوعاً عندہم ایضاً۔ الم تر لے ان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ حین جاءہ امیر المومنین علی وعباس یتنازعان۔ وفی المجلس امیر المؤمنین عثمان۔ والزبیر بن العوام۔ والسعد ابن ابی وقاص ۱۲۔ سالہم القوم۔ ثلث عبد الرحمن بن عوف نقلہ الترمذی ۱۲۔ وقال القوم انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا نعم۔ ثم اقبل علی امیر المؤمنین علی والعباس۔ وقال انشدکما باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ قالا نعم۔ الی اخر ما قال فقد ظہر بذلک ان اجلۃ الصحابۃ کانوا عالمین متفقین بالحدیث المذکور حتی علموا انتہی ملخصاً (۶) **مقام چہارم وپنجم** سے ظاہر ہوا۔ کہ یہ حدیث مشہور مستفیض ہے۔ جبکہ اس درجہ کی ہوی۔ تو قابل تخصیص عموم قرآنی کے ہوگئی۔ جبکہ مقامات ستہ کی تحقیقات ہوچکی۔ تو اب جواب گزارش ہوتا ہے۔

اوّل تو جواب اس تحقیقات کے ضمن مین معلوم ہی ہوچکا ہے۔ الا زدیاد الوضاحت بطریق خلاصہ کے گزارش ہے۔ قولہ کُم کا لفظ عام ہے۔ مقام اول سے صاف ظاہر ہے۔ کہ لفظ کُم کا عام نہین شاید صاحب رسالہ کو جمع کے ضمیر ہونے سے اوسکی عموم کا وہم ہوا ہے۔ حالانکہ ہر جمع کو اصولی عام نہیں کہتے۔ دیکھو کتب اُصول۔ بلکہ عموم کے صیغے مقررہ ہین کما مر۔ قولہ نحن معاشر الانبیاء جیسی خبر جسکی راوی صرف ابوبکر ہی ہین۔ مقام دوم سے کہلا کہلا معلوم ہوچکا ہے۔ کہ

رواہ مسلم فی صحیحہ ۲
ورواہ البخاری وابو داود
فی سننہ

داخل نہیں۔ اسلئے کہ عموم اولاد میں مراد اولاد مخاطبین بکم کی ہے۔ اور وہ اُمت ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ **فی فواتح الرحموت** وخصوا تلک الایۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لانورث وفیہ ان عموم الاولاد فی اولاد المخاطبین (بکم) وھم الامۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس مخاطبا بھا۔ وما تقدم من ان الرسول م داخل فی العموم۔ فاذا کانت الصیغۃ عامۃ والجمع وھو کم لیس من صیغ العموم انتھی۔ (۳) مقام دوم سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث شریف اس آیۃ کریمہ کی مخصص نہیں۔ اسلئے کہ تخصیص کی ضرورت بعد الشمول کے ہے۔ جبکہ شمول ہی نہیں تو تخصیص بھی نہیں (۴) اس حدیث شریف کے راوی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ ہی نہیں۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رض اور ابی ہریرہ وغیرہ بھی ہیں **روی** مسلم بسندہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث ماترکناہ صدقۃ۔ **و** بسند اخر عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقسم ورثتی دینارا ماترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ **وروی البخاری** وابو داؤد ایضا عن ابی ھریرۃ **وروی** مسلم بسندہ عن عائشۃ قالت للازواج المطھرات حین اردن طلب المیراث " الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکنا فھو صدقۃ۔ ورواہ ابو داؤد وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا **و** فی الترمذی۔ وفی الباب عن عمر وطلحۃ۔ والزبیر۔ وعبد الرحمن بن عوف۔ و سعد۔ وعائشۃ۔ وفی المسوّی شرح الموطا۔ اتفق اھل السنۃ علی ھذا الحکم و قد روی ھذا الحدیث اکثر من عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیس بحیث تفرد بہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ خلافا لمن زعمہ۔ انتھی بعبارتہ۔ **و** فی فواتح الرحموت وقد عد ابن تیمیۃ الصحابۃ رواۃ ھذا الحدیث فبلغ ثمانیۃ عشر انتھی۔ (۵) **و** نو سلمنا الشمول والتخصیص تو یہ حدیث ایسی مستفیض اور مقطوع ہے۔ جسکے ساتھ

کیونکہ درصورت تخصیص ہونیکے خبر مستفیض مقطوع ہے۔ البتہ آپ جیسی غیر مقلد
اگر اوسوقت موجود ہوتے تو بھلا اتنا ہی کہتے۔ اور حضرت ابوبکر وغیرہ کو رائے دیتے کہ یہ
تخصیص جائز با قاعدہ ہے الا گفتگو فرع وجود کی ہے۔ جب غیر مقلدونکا اوسوقت
وجود ہی نہ تھا تو کہنے کی نوبت کجا **واضح ہے** کہ راقم کے نزدیک یہ فقرہ سخت
خلاف تہذیب ہے الا باقتدا صاحب رسالہ کے لکھا گیا **قولہ** مسلم الثبوت مین اخبار
احاد سے مانا ہی **اقول** مسلم الثبوت مین یہی لکھا ہے اور گزرا بھی یہی ہے التعبد
بخبر الواحد واقع ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ عمل بخبر واحد اور چیز ہے۔ اور مخصص ہونا
خبر واحد کا واسطے عموم قرآن کے اور چیز ہے۔ **دیکھو** مسلم الثبوت مع الشرح مطبوعہ
نولکشور کے صفحہ ۲۳۱ میں لکھا ہے۔ **مسئلہ** لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص
الکتاب بخبر الواحد مالم یخص بقطعی اور اوسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ میں موجود
ہے قلنا تلک الاحادیث (ای نحن معاشر الانبیاء وغیرہ) المشاہیر لاجماعہم
علی العمل فبلغت قوۃ فیزاد بہا علی الکتاب انتہی **انتباہ** مسلم الثبوت
میں مسئلہ التعبد بخبر العدل واقع کے ذیل میں حدیث نحن معاشر الانبیاء کو بیان
کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث منجملہ اخبار احاد کے ہے۔ اور اسی سے صاحب رسالہ
لکھتے ہیں۔ کہ مسلم الثبوت میں اخبار احاد سے مانا ہے۔ اور مسئلہ لا یجوز عند
الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد کے ذیل مین کہا کہ یہ حدیث منجملہ مشاہیر
کے ہے۔ فہل ھذا الا تناقض قلت ھذا مدفوع اسلئے کہ مسئلہ تعبد میں خبر واحد
مقابلہ متواتر کے ہے۔ اور مسئلہ تخصیص میں خبر الواحد مقابلہ متواتر اور مشہور کے ہے۔
والقرینۃ علیہ تقسیمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ الخبر تارۃ الی المتواتر والواحد حیث
قال متواتر ان کان خبر جماعۃ یفید العلم بنفسہ۔ وان لم یکن ای خبر جماعۃ
کذلک فخبر الواحد وتارۃ الی المتواتر والمشہور والواحد حیث قال یا لیس

تخصیص مسلم الثبوت کے قول کے۔ جو اب صاحب رسالہ کے اعتراض کا کہ مسلم الثبوت میں ... حدیث ... مانا ہے

اول تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیۃ مین داخل ہی نہین بہ تسلیم دخول ضمناً
مقام ہفتم سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث خبر واحد نہین۔ بلکہ ایسی مستفیض اور مقطوع
ہے کہ قابل تخصیص عموم قرآن کے ہے۔ اور مقام چہارم سے صاف ہویدا ہے
کہ راوی اسکے صرف ابوبکر ہی نہیں۔ بلکہ عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ وغیرہ بہت
ہین۔ دیکھو بخاری۔ ترمذی۔ اور مسلم۔ اور تحقیقات ابن تیمیہ۔ **الحاصل**
اول تو اسی آیۃ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہین تا کہ حاجت تخصیص
کی ہو۔ اگر ضمناً داخل بھی ہون۔ تو یہہ خبر مستفیض قابل تخصیص عموم قرآنے کے
ہے فلا ضیر یہ۔ اور لفظ کم صیغ عموم سے نہین۔ اور راوی اس کے صرف ابوبکر
ہی نہین۔ پس صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا کہ لفظ کم عام ہے غیر سدید۔ اور راوی
اس حدیث کا صرف ابوبکر ہی ہے۔ لیس من شان تحقیقاتہ۔ یا بخاری۔ اور مسلم
اور ترمذی کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ او ہو من الناسخ فلینصف الناظر **قولہ** اور
مومن کی کافر اولاد کو اسی حدیث کے باعث ورثہ سے محروم کیا **اقول** حدیث لا یرث
الکافر المسلم۔ کو آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم کا مخصص کہنا صرف خیالی بات ہے
ورنہ حنفیہ کرام تو اس حدیث کو اس آیۃ شریف کا مخصص نہین کہتی ہان البتہ اگر مویدات
مخصص سی کہین تو بجا ہے **قال بحر العلوم** ان المخصص حقیقۃً لا یتخذ
المؤمنون الکافرین اولیاء لان المیراث من باب الولایۃ والحدیث لاحکام الآیۃ
انتہی۔ **قولہ** عموم قرآنے کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا **اقول** تحقیق سابق سے
ثابت ہو چکا ہے کہ در صورت مخصص ہونے کے یہہ حدیث خبر واحد نہین بلکہ مستفیض
مقطوع ہے فلا ضیر۔ **قولہ** اسی خبر پر عمل کیا **اقول** کیون نہ عمل کرتے کہ خبر مستفیض
مقطوع تھی فتامل فیما تلونا علیک من قبل **قولہ** پھر کسی آپ جیسی سنی نے اونکو
نہ کہا **اقول** ہماری جیسی سنت جماعت کیون کہتی کہ اونکی اصول مذہب کے خلاف ہی نہین

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہونچی۔ تو حضرت عمر نے اسکا انکار فرمایا۔ اور کہا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ اور سکنیٰ فرض ہے۔ ولا ندع کتاب ربنا الخ اس حدیث عمر کو بھی سوائے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

مسلم۔ حدثنا محمد بن عمرو بن جبلۃ۔ قال اخبرنا ابو احمد قال اخبرنا عمار بن زریق عن ابی اسحاق قال کنت مع الاسود بن یزید جالسًا فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی فحدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل لھا السکنی ولا نفقۃ ثم اخذ الاسود کفًا من حصی فحصبہ بہ۔ فقال ویلک تحدث بمثل ھذا قال لاعمر لا نترک کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امراۃ لا ندری لعلھا حفظت او نسیت لھا السکنی والنفقۃ۔ **قال اللہ عزوجل** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ **ومسلم** ایضًا بسند اخر نحوہ ص ۴۸۵ الدارمی **اخبرنا** محمد بن علا حدثنا حفص بن غیاث عن الاشعث عن الحکم وحماد عن ابراھیم عن الاسود عن عمر قال لا ندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا لقول امراۃ۔ المطلقۃ ثلثا لھا السکنی والنفقۃ۔ **والدارمی** ایضًا۔ بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود عن عمر نحوہ **و** الدارمی ایضًا۔ بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود قال قال عمر لا نجیز قول امراۃ فی دین اللہ۔ المطلقۃ ثلثا لھا السکنی والنفقۃ ص ۲۹۵ - ۲۹۶)

النسائی بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس قالت طلقنی زوجی فاردت النقلۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انتقلی الی بیت ابن عمک عمرو بن ام مکتوم فاعتدی فیہ فحصبہ الاسود وقال ویلک لم تفتی بمثل ھذا قال عمر ان جئت بشاھدین یشھدان انھما سمعاہ من رسول اللہ

حدیث عمر لا ندع کتاب ربنا الخ

بمتواتر - آحاد - ومشہور - ھذا ماعندی ولعل عند غیری غیرہ **قولہ** جب
یہیں اسمقام پر پہونچا الی آخرہا قال فرمایا کہ جناب عمر نے عموم قرآنی پر عمل کر نیمیں
ایک خبر واحد کو ترک فرمایا ہے **اقول** اوس مھر بان مختفی حقیقی یا فرضی نے یہہ
لفرمایا کہ جناب عمر اور عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ ان سب نے اس خبر واحد کو ترک فرمایا ہے - **قولہ** خبر واحد کے باعث
انکار کیا **اقول** انکار کا باعث خبر واحد ہونا خیال صاحب رسالہ کا ہی - ورنہ
پہلے اس انکار کا باعث بخوبی معلوم ہو چکا ہے فتذکر **قولہ** حضرت عمر نے اوسکی حدیث
کو نہ مانا **اقول** بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ نے بھی نہ مانا **قولہ** ترمذی اور ابو داود میں اسکا کچھہ حصہ مذکور ہے **اقول**
اسکا پورہ قصہ صحیح مسلم اور نسائی اور طحاوی اور سنن دارمی میں بھی مذکور ہے - و
ذکر العینی والدارقطنی ایضاً **قولہ** وقت پر جو جواب حاصل ہوا وہ بھی گزارش ہی **اقول**
وقت پر اس مسئلہ کی تحقیق جو راقم کو حاصل ہے - وہ بھی گزارش ہی **فاطمہ بنت قیس**
کی حدیث سوائے بخاری علیہ الرحمۃ کے ایک جماعہ محدثین نے روایت کی ہی - خصوصاً
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسحدیث کو بہت طرق ہی بیان کیا ہے - از انجملہ ایک طرق
یہہ ہی مسلم - بسندہ عن ابی سلمۃ عن فاطمۃ بنت قیس انہ طلقھا زوجھا
فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم - وکان انفق علیھا نفقۃ دون فلما رأیت ذلک
قالت واللہ لاعلمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فان کانت لی نفقۃ اخذت
الذی یصلحنی - وان لم یکن لی نفقۃ لم اخذ منہ شیئاً - قالت فذکرت ذلک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا نفقۃ لکِ ولا سکنی - انتھی - حاصلش انکہ
بہت قیل وقال کے بعد جب فاطمہ نے اپنا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں
لرفعہ کیا تو آپنے فرمایا لا نفقۃ لکِ ولا سکنی یعنی تیرے لئے نہ نفقہ ہی اور نہ سکنی - یہ حدیث

فاطمة وزاد ابن ابی الزناد عن هشام عن ابیه عابت اشد العیب الحدیث ص۲۵۲
مسلم عنها فقالت (ای عائشة) مالفاطمة بنت قیس خیر ان تذکر
هذا الحدیث **وبسند اخر** فقالت (عائشة) اما انه لاخیر لها فی ذکر
ذلک ص۲۵ **ابو داؤد** لقد عابت ذلک عائشة رضی الله عنها اشد العیب یعنی
حدیث فاطمة بنت قیس۔ **وبسند اخر** قالت (عائشة) اما انه لاخیر
لها فی ذکر ذلک ص۳۱۴ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا اسامہ بن زید نے بھی
انکار کیا **الطحاوی** بسندہ وکان محمد بن اسامة بن زید یقول کان اسامة
اذا ذکرت فاطمة من ذلک شیئا رماها بما کان فی یدہ ص۳۰ اور حضرت جابر
رضی اللہ عنہ نے بھی انکار فرمایا۔ اور اسحدیث کے خلاف پر عمل کیا۔ **روی**
الدار قطنی فی سننه عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی
صلی الله علیه وسلم قال المطلقة ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکرہ العینی فی
شرح الهدایة ص۷۰ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی انکار کیا **روی** الطبرانی
فی معجمه بسندہ عن سلیمان عن ابراهیم ان ابن مسعود وعمر قالا المطلقة
ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکرہ الزیلعی فی تخریج الهدایة ص۹ **قولہ** دار قطنی نے
کہا کہ یہ جملہ کہ ہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسطرح چھوڑین محفوظ نہین ثقات نے
ذکر نہیں کیا **اقول** امام ابو الحسین مسلم۔ اور ابو عیسی ترمذی۔ اور ابی محمد دارمی۔ اور
ابو داؤد۔ اور طحاوی۔ ان سب نے ان ہر دو (لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا) جملونکا
بیان کیا ہے شاید یہ لوگ ثقات مین سے نہین۔ یا یون کہین۔ کہ ابراہیم نخعی۔ اور
اسود بن یزید۔ اور ابو اسحاق۔ وغیرہم نے ان ہر دو جملونکا ذکر کیا ہے یہ سب بھی
شاید کہ ثقہ نہون۔ اس سے بھی قطع نظر۔ اول تو امام مسلم۔ ترمذی۔ دارمی وغیرہ
اور ابراہیم نخعی۔ اسود بن یزید وغیرہ پر دار قطنی کا کہنا فوقیت اور مزیت نہین رکھتا۔ یہ

صلی اللہ علیہ وسلم ولا انترک کتاب اللہ لقول امرءۃ لاتخرجوھن من بیوتھن
ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ص ۲۲۵ **ابو داؤد** بسندہ عن
ابی اسحاق قال کنت فی المسجد الجامع مع الاسود فقال اتت فاطمۃ بنت قیس
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ماکنا لندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی
اللہ علیہ وسلم لقول امرءۃ لاندری احفظت ام لا ص ۳۱۴ **الطحاوی** بسندہ
عن ابی اسحاق قال کنت عند الاسود بن یزید فی المسجد الاعظم ومعنا
الشعبی فذکر والمطلقۃ ثلاثا فقال الشعبی حدثنی فاطمۃ بنت قیس ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا لا سکنی لک ولا نفقۃ قال فرماہ الاسود
بحصاۃ وقال ویلک اتحدث بمثل ھذا قد رفع ذلک الی عمر بن الخطاب فقال
لسنا بتارکی کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرءۃ لاندری
لعلھا کذبت **قال اللہ تعالیٰ** لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الآیۃ
ص ۳۲۹ اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے اون کا
پورا ذکر موجب طوالت ہے۔ من شاء فلینظر **الترمذی** حدثنا ھناد اخبرنا
جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال قالت فاطمۃ بنت قیس طلقنی زوجی ثلثا علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی
لک ولا نفقۃ قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم النخعی فقال قال عمر لاندع کتاب
اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرءۃ لاندری احفظت ام نسیت و
کان عمر یجعل لھا السکنی والنفقۃ ص ۱۵۱ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا عائشہ صدیقہ
نے بھی انکار فرمایا **روی البخاری** بسندہ عن عائشۃ انھا قالت ما لفاطمۃ
الا تتقی اللہ تعنی فی قولھا لا سکنی ولا نفقۃ **والبخاری** بسند اخر انہ لیس لھا
خیر فی ذکر ھذا الحدیث۔ **والبخاری** ایضا ان عائشۃ انکرت علی ذلک علی

صحت اور سقم روایت کے اعتماد و اعتبار ثقات محدثین پر ہے۔ جبکہ انکی مرویات کذائی صحیح نہون۔ تو پھر کونسی کتاب قابل اعتبار و اعتماد ہو۔ اور امام احمد حنبل کا یہ فرمانا کہ مطلقہ ثلث کے لئے قرآن میں سکنی ور نفقہ کا کہان ذکر ہے۔ یہ فہم امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ ورنہ حضرت عمر۔ عبداللہ بن مسعود و اصحابہ۔ عائشہ صدیقہ سعید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ جابر بن عبداللہ۔ مروان بن حکم۔ امام ابوحنیفہ۔ امام ابویوسف۔ امام محمد۔ امام زفر۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ اہلمدینہ۔ امام احمد حنبل فی روایۃ۔ سعید ابن المسیب۔ قاضی شریح۔ شعبی۔ حسن بن حی۔ اسود بن یزید۔ امام ثوری۔ ابراہیم نخعی۔ اور انکے سوا خلق کثیر نے اسے قرآن کریم سے وجوب سکنی کا سمجھا۔ اگرچہ وجوب نفقہ مین انکے دلائل مختلف ہین۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محضر صحابہ میں فاطمہ بنت قیس کے روایت کو رد کیا۔ اور اپنی حجت قرآن کریم پیش کی کما رواہ مسلم وغیرہ۔ تو ابن عباس کے کلھم نے تسلیم فرمایا۔ اگر وہ انکے مخالف ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کرتے۔ بلکہ من بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل اہلمدینا۔ کوفہ۔ وغیرہ۔ کا بھی اسی پر رہا۔ دیکھو مسلم مین حدیث اسود بن یزید کی۔ اور طحاوی اور کیون نہو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر بہت لوگون نے طعن کیا ہے۔ منجملہ اون کے حضرت عمر۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ اسامہ بن زید۔ مروان بن حکم۔ سعید بن المسیب۔ سلیمان بن یسار۔ اسود بن یزید۔ ابی سلمہ بن عبدالرحمن ہین۔ دیکھو فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور زاد المعاد ابن قیم کی اسر حدیث کا یہ حال ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی قبولیت کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کیف لا وان الصحابی اذا قال من السنۃ کذا کان مرفوعًا۔ فکیف اذا قال من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فکیف اذا کان القائل عمر بن الخطاب وکیف اذا کان فی محضر الصحابۃ۔ واذا تعارضت روایۃ عمر و روایۃ فاطمۃ۔ فروایۃ

حاشیہ: ...

کہان اور وہ کہان دوم عدم الذکر مستلزم عدم مطلقاً کا نہین۔ وہو ظاہر
دیکھو کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث عبادہ لا یقرأن احد منکم اذا جہرت
بالقراءۃ الا بام القرآن کو ذکر نہین فرمایا۔ یعنی بخاری مین۔ پھر کیا اس سے
لازم آتا ہے کہ یہ حدیث ہی نہین۔ اور اسکی نظائر لاتعد ولاتحصی ہین۔ سیوم
دارقطنی نے یہہ کہا ہے کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس
جملہ کی ثقات نے نفی کی ہے۔ وبینھما بون بعید کما لایخفی چہارم دارقطنی نے یہہ
نہیں کہا کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ بلکہ دارقطنی نے یہہ کہا ہے۔ کہ اس
جملہ کو ایک جماعت نے ثقات میں سے ذکر نہین کیا۔ دیکھو امام نووی علیہ الرحمۃ صحیح
مسلم کی شرح مین کہتے ہین قال الدارقطنی قولہ وسنۃ نبینا۔ ھذہ زیادۃ غیر
محفوظۃ لم یذکرھا جماعۃ من الثقات انتھی یہ عبارت بمفہومہ دال ہے کہ اس
زیادتی کو ایک جماعت ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور ایک جماعت ثقات نے اس جملہ کو ذکر کیا ہے
پنجم زیادۃ الثقہ مقبولۃ۔ ایک عام مقبولہ قاعدہ ہے یہان نہ قبول کرنیکی کیا وجہ۔
الحاصل دارقطنی کا بیان مستلزم اس امر کا نہین کہ حضرت عمرؓ سے یہہ جملہ منقول ہی نہین
وہو المطلوب اور یہ گفتگو اس طرز بیان پر ہے اور جن لوگون نے اس جملہ کی نفی کی ہے
اونکا جواب نفی کی ذیل مین مذکور ہوگا انشاءاللہ تعالی **قولہ** امام احمد حنبلؒ نے
فرمایا یہ جملہ لا ندع کتاب ربنا حضرت عمرؓ سے منقول نہین۔ قرآن کریم میں مطلقہ ثلث
کیواسطے نفقہ اور سکنی کا کہان ذکر ہے **اقول** نفی صحت روایت حضرت عمرؓ کی واللہ اعلم
بالصواب حضرت احمد حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کیون کی۔ شاید کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو یہہ روایت
نہین پہونچی۔ یا کسی اور وجہ سے ہو۔ ورنہ جب امام مسلم۔ امام الصحت اور ترمذی اور ابوداؤد
اور نسائی۔ اور دارمی۔ اور طحاوی۔ اور دارقطنی وغیرہ محدثین ثقات اس روایت
کو باسناد بیان فرمائین۔ اور صحیح نہو۔ تو سوا تعجب کے اور کیا ہے۔ کیونکہ ہم کو درباب

وابن المسعود - وزید بن ثابت - واسامة بن زید - وعائشة وفقهاء الکوفة
وغیرہم **والثالث** ان لہا السکنی دون النفقة - وھذا مذھب اھل المدینة
وبہ یقول مالك والشافعی رحمہم اللہ - یہہ خلاصہ نووی **شرح مسلم** اور **فتح القدیر** اور
زاد المعاد کا ہے - لعلك تفطنت مما ذکرنا ان روایات احمد فی ذلك مضطرب -
اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا **قولہ** ابن قیم نے کہا ہے - یہ قصہ جناب حضرت
عمر پر افترا ہے قال نشھد باللہ الخ **اقول** اولاً ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد
مین بعد قیل قال کے لکھتا ہے - واما حدث حماد عن حماد عن ابراھیم عن عمر
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہا السکنی والنفقة فنحن نشھد باللہ
شھادۃ الخ یہ عبارت صریحا دال ہی کہ ابن قیم نے اس روایت (عن ابراھیم عن عمر
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہا السکنی والنفقة) کی نسبت کہا ہی جو کچھ
کہا ہے کیونکہ یہ روایت منقطع ہے - اس روایت کا ثبوت حضرت عمر سی بالاتصال نہین
ابراہیم نخعی کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سی نہین ہوئی - اور ابن قیم علیہ الرحمة
خود لکھتا ہے کہ بعض من وجوہ الطعن جو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر ہوئی ہین - بلا
شک صحیح ہین - حیث قال وبعضھا صحیح عمن نسب الیہ بلا اشک دیکھو زاد المعاد
صفحہ ۳۱۵ سطر ۲۰ - **ثانیاً** بالفرض اگر ابن قیم اصل قصہ کی نسبت بھی کچھ کہی - تو
طوطی کی آواز کو نقارخانون مین کون سنتا ہی - یعنی امام مسلم - اور نسائی - اور ابو داؤد
اور طحاوی - اور دارمی - باسناد متصلہ - اور ترمذی - اس قصہ کو بیان فرماتے ہین -
تو اسکی اصلیت اور صحت کو کون نہ مانے - گو کہ معمول بہا ہونیمین مختلف فیہ مجتہدین ہی
اما وہ تنا دیل ہے - وبنیما مراحل **قولہ** دوم اس قصہ کا راوی جناب عمر رضی اللہ عنہ
سے ابراہیم نخعی ہے اور اوسکی ملاقات جناب عمر سے ثابت نہین **اقول** اس قصہ
کی روایات کا اتصال اور انقطاع اون روایات سی جو راقم نے مفصلاً ذیل قول صاحب رسالہ

عمل اولی لا سیّما و معظاهر القرآن آپ ہی یہہ بات کہ ان مذکورین رحمۃ اللہ علیہم نے کس آیتہ سے سکنی کا وجوب سمجھا ہے۔ سو اسمین **فتح القدیر** کی عبارت مکتفی ہے۔ اور تفاسیر کی نقل موجب طوالت ہے۔ حیث قال **قولہ تعالی**۔ اسکنوا ھنّ من حیث سکنتم من وجدکم۔ قد علم ان المراد انفقوا علیھنّ من وّجدکم وبہ جاءت قراءۃ ابن مسعود المرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفسرۃ لہ **و** ھذہ الایۃ انما ھی فی البوائن بدلیل المعطوف وھو قولہ تعالی عقیبہ ولا تضاروھن لتضیّقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتے یضعن حملھن۔ ولو کانت الایۃ فی غیر المطلّقات۔ او فی الرّجعیات کان التقدیر۔ اسکنوا الزّوجات والرجعیات من حیث سکنتم فانفقوا علیھنّ من وجدکم وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتے یضعن حملھن **و** معلوم انہ لا معنی حینئذ بجعل غایۃ ایجاب الانفاق علیھا بوضع۔ فانّ النفقۃ واجبۃ لھا مطلّقا۔ حاملا کانت او لا وضعت حملھا او لا۔ بخلاف ما اذا کانت فی البوائن فان فائدۃ التقیید بالغایۃ دفع توھم عدم النفقۃ علی المعتدۃ الحامل فی تمام عدۃ الحامل۔ لطولھا والاقتصار علی قدر ثلاث حیض او ثلاثۃ اشھر۔ وکذا **قولہ تعالی** لا تخرجوھنّ من بیوتھن ولا یخرجن الّا ان یاتین بفاحشۃ مبیّنۃ۔ فانّہ عام فی المطلقات انتھی۔ پس ثابت ہوا کہ سکنی اور نفقہ کا ذکر قرآن کریم مین موجود ہے۔ اما۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ مذہب ہر دو کی وجوب کا نہین ہے۔ لھذا اس آیت شریف کی تاویل کی۔ اور فرمایا۔ کہ وجوب نفقہ اور سکنی کا ذکر قرآن مین نہین ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ مین فقہا کے مذاہب مختلف ہین **احدھا** ان لا نفقۃ ولا سکنی۔ وھو قول ابن عباس۔ وعن احمد فیھا ثلاث روایات۔ **احدھا ھذہ۔ والثانی** ان لھا نفقۃ والسکنی۔ وھو قول عمر ابن الخطاب رضی

بیان مذہب نفقہ و سکنی مین اور ضعف اس کا

ملاحظہ فرمائین۔ اور داد انصاف دین **قولہ** صحابی جب صحابی کے خلاف ہو
تو بالیقین کا قول حجّت نہین ہوتا دیکھو اپنا اصول **اقول** (اوّلاً) صحابی صحابی
کے خلاف کا یہان مصداق ہی کہان۔ اسکا مصداق تو وہ محال ہے جہان صحابی
اپنا قول اور اپنی اجتہادی رائے اظہار کرے۔ بخلاف اس محل کے۔ کیونکہ یہان
تو حضرت عمر فاروق کا قول و سنت نبینا جو باتفاق علماء حدیث (دیکھو فائدہ سوم
مین قول ابن عبد البر) کے رفع حکمی ہے۔ بیان فرما رہے ہین۔ فاین ھذا من
ذالک (ثانیاً) ہم نے بحکم آپکے اپنا اصول دیکھا۔ تو لکھا پایا۔ اذا بلغ (قول
الصحابی) صحابیا اخر فانه لا یخلو اما ان یسکت هذا الاخر مسلما له۔ او خالفه فان
سکت کان اجماعا فیجب تقلید الاجماع باتفاق العلماء۔ وان خالفه کان ذلک
بمنزلة خلاف المجتهدین فللمقلد ان یعمل بایهما شاء۔ الخ نور الانوار اور قمر الاقمار
مین ہے وقیل ان الصحابة اذا اختلفت فالخلفاء الاربعة اولی۔ وان اختلفوا
فالشیخان۔ وفی باقی الصحابة یرجح بکثرة العلم وغیره من اسباب الترجیح انتهی
اس عبارت سے پانچ فائدہ حاصل ہوئی ۱ صحابہ کے اتفاقی اقوال مین تقلید الاجماع
باتفاق العلماء واجب ہے۔ ۲ صحابہ کے اختلافی اقوال مین قول مرجح اولی بالعمل ہے
بحالت صحابہ کے اختلاف کے۔ خلفاء اربعہ کا قول اولے بالعمل ہے ۴ بحالت اختلاف
خلفاء اربعہ کے شیخین کا قول اولی بالعمل ہے ۵ کثرت علم اسباب ترجیح سے ہی۔ اب
منصف غور کرے کہ اول کے سوای یہ جملہ امور حضرت عمر مین موجود ہین (۲) تو اس لئے
کہ ظاہر قرآن مؤید قول حضرت عمر کا ہے (۳) اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ خلفاء
اربعہ مین سے ہے (۴) اسلئے کہ حضرت عمر شیخین مین سے ہین (۵) اس لئے اگرچہ فاطمہ
بنت قیس وحید العصر فاضلہ زمان کثیرۃ العلم تہین۔ الا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی شان کجا اور فاطمہ کجا وہو ظاہر۔ اور نیز عدم اصلیت قول صاحب رسالہ کی ظاہر ہوئی۔

کے (وقت پر جو جواب حاصل ہوا گذارش ہی) بیان کی ہین بخوبی ظاہر ہے۔ حاجت
اعادہ کی نہین لیکن بنظر زیادہ افادہ کے بطریق اختصار کے گذارش ہے روایے
مسلم بسندہ عن ابی اسحاق قال حدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس فاخذ
الاسود کفا من حصی فحصبہ بہ۔ فقال ویلک تحدث بھذا۔ قال عمر لا نترک
کتاب ربنا الحدیث۔ اس روایت مین قال الاسود قال عمر لا نترک الحدیث
واقع ہی۔ انقطاع اور ابراہیم کہان ہے۔ **ومسلم ایضاً** بسند اخر نحوہ اس
روایت میں بھی انقطاع اور ابراہیم نہین **والدارمی** بسندہ عن ابراھیم عن
الاسود عن عمر لا ندع الحدیث۔ والدارمی ایضاً بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود
عن عمر نحوہ **والدارمی ایضاً** بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود قال قال عمر
لا نجیز قول امرأۃ الحدیث دارمی کی ان تینون روایات مین اتصال ہے انقطاع
کہان۔ **والنسائی** بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی الحدیث اسکا حاصل ہے
یہی ہی کہ قال الاسود قال عمر اس روایت میں بھی نہ ابراہیم ہے نہ انقطاع **ابوداود**
بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث اسکا حاصل ہے قال الاسود قال عمر ہے۔ اس
سند مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **الطحاوی** بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث
اس روایت مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **والترمذی** بسندہ عن الشعبی
الحدیث اور اس روایت مین اخیر مین قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم فقال قال عمر لا ندع الخ
اس روایت ترمذی مین ابراہیم اور انقطاع ہے۔ صاحب رسالہ نے مسلم۔ نسائی۔ ابوداود۔
دارمی۔ اور طحاوی کے اسناد ملاحظہ نفرمائی۔ فقط ترمذی کی روایت پر غرہ ہوئی۔ اور
انقطاع کا حکم لگایا۔ یہ امر شان تحقیقات صاحب رسالہ سی بہت بعید ہی۔ اور اصولی مسئلہ
اذا ورد وابعض الثقات مرسلا وبعضھم متصلا فالحکم بموصلہ سے بھی نظر بندکی
اور اس مسئلہ کی تحقیق **فائدہ ششم** مین گزر چکی ہے۔ ناظرین کو چاہیے کہ اصل روایات

صحابی پر حجت نہین ہوتا۔ لکان له وجه۔ الآیہ معنی صاحب رسالہ کے مفید نہین۔
کیونکہ صاحب رسالہ اس قاعدہ کو اس غرض سے یہان نہین لایا۔ فتامل **قوله** چہارم جناب
عمر نے فاطمہ کی بات اہ **اقول** یہ قول صاحب رسالہ کا بھی اصلیت قصہ پر دال ہے
وہو المطلوب **قوله** فما وافق القرآن فاقبلوه وما خالف فردوه الخ **اقول**
شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے **شرح سفر السعادت** مین اس حدیث کو بہت طرق سے بیان
کیا ہی اور کہا ہے اس حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونیکی وجہ عبارت علماء سے بھی معلوم
ہوتی ہے۔ کہ معنی اس حدیث کے اور احادیث صحیحہ اور ما آتکم الرسول الآیہ کے مخالف ہین۔ الا
جبکہ معنے اس حدیث کے یہ کیئے جاوین۔ کہ اگر قرآن کے مخالف ہو تو اوسکو رد کرو۔ لکان له وجه
وانکان لایخلو عن خدشة **راقم** کہتا ہے کہ اسکے موافق وہ اثر ابن عباس کا ہی جسکو
دارمی نے بسند خود بیان کیا ہے فکان ابن عباس اذا حدث قال اذا سمعتمونی
حدثت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم تجدوه فی کتاب الله او حسنا عند
الناس فاعلموا انی قد کذبت علیه صرح **قوله** یہ ہماری حضرت احناف کی صول
محققونکا حال ہے **اقول** حنفی بشریت سے خالی نہین۔ اگر بمقتضای بشریت ایسا سہو
قلم سے واقع ہو تو معذور رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا سہو بڑے بڑے حفاظ محدثین
سے بھی وقوع میں آیا ہی۔ **دیکھو** نووی مسلم کے مقدمہ مین لکھتا ہے وقد
رأیت جماعة من الحفاظ المتأخرین غلطوا فی مثل هذا فنفوا روایة البخاری
احادیث۔ هی موجودة فی صحیحه فی غیر مظانها السابقة الی الفهم۔ انتهی
یعنی مینے ایکجماعت حفاظ محدثین متاخرین کو دیکھا۔ کہ اونہون نے بہ نسبت بہت احادیث
کے لکھدیا۔ کہ بخاری مین موجود نہین ہین۔ حالانکہ وہ بخاری مین موجود ہین اور
حدیث مسلم کی ابوذر سے۔ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال له یا اباذر انی احب لک
ما احب لنفسی الحدیث **قال** الحاکم فی المستدرک هذا صحیح علی شرط الشیخین

یعنی صاحب رسالہ نے جو یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جب صحابی۔ صحابی کے قول کے مخالف ہو تو دونوں کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ان مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اصلاً بے اصل ہے۔ اور مخترع ہے بل ان یّعمل بایّهما شاء ان تعذر الترجیح و ان امکن فیعمل بالمرجح کما مرّ **وفی التلویح** وکذا یأخذ بایّهما شاء من قول الصحابی انتهی **انتباہ** اس خلاف حضرت ابن عباس سے ایک عمدہ یہ بات پیدا ہوئی کہ اس قصہ کی اصلیت ضرور ہے۔ اور صحابہ میں دائر اور سائر ہوا۔ (کما سبق فی تحقیقاتنا) ورنہ خلاف ابن عباس کے کس طرح متصور ہو۔ اور بالفرض اگر افترا ہی ہوا ہے۔ تو اوسی زمانہ میں بموجودگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس نے نہ کہدیا کہ یہ قصہ تو افترا ہے۔ ایسی افترائی قصہ کا خلاف ہی کیا کرتا ہے۔ قائلان افترا خدا سے ڈریں اور شرم کریں کہ خود ہی قائل بہ افترا ہوتے ہیں۔ اور پھر خلاف ابن عباس کو پیش کرتے ہیں۔ ان هذا الامفتری (**ثالثاً**) بہت مسائل میں صحابہ کرام باہم مختلف ہوئے ہیں اگر ہر دو فریق کا قول حجت نہو۔ تو صدہا مسائل دین کے معطل اور مہمل ہوں مثلاً توریث جدہ میں بحالت موجودگی ابن میت کے مختلف ہیں۔ فذهب عمر وابن مسعود وابی موسی الی انها ترث۔ وخالفهم فی ذلك زید بن ثابت قائلا بانها لا ترث۔ اور نیز صحابہ مختلف ہوئے ہیں جد میں فهل بمنزلة الاب فیسقط به الاخوة ام لا۔ فذهب ابو بكر وابن عباس وعبد الله بن الزبير وعائشة ومعاذ بن جبل وابی بن كعب وابو الدرداء وابو هريرة الى انه بمنزلة الاب وخالفهم فی ذلك علی بن ابی طالب وزيد بن ثابت وابن مسعود قالوا يرث الجد مع الاخوة۔ ونظائرها كثيرة غير خافية على من يطالع الكتب الدينية پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اصل ہی ہے۔ ہاں البتہ اگر اس عبارت (یعنی فریقین کا قول حجت نہیں ہوتا) کے یوں معنی کئے جاویں۔ کہ فریقین کا قول ایکدوسری پر حجت نہیں ہوتا۔ یعنی ایک صحابی کا فہم دوسرے

قول مولف کا محصول مین لکھا ہے۔

جائز رکھا ہے **اقول** تخصیص عام اور چیز ہے۔ اور تخصیص عام بخبر واحد۔ اور مبحوث فیہ فیما نحن فیہ مین دوم ہی نہ اول **قولہ** محصول مین ہے یجوز تخصیص الکتاب بخبر واحد عندنا **اقول** مسلم الثبوت اور فاتحۃ الرحموت مین ہے **مسئلہ** موجب العام قطعی عندنا۔ فلا یجوز تخصیصہ اذا وقع فی الکتاب۔ بخبر الواحد لکونہ ظنی الثبوت ولا بالقیاس لکونہ ظنی الدلالۃ ولاکثر من الشافعیۃ والمالکیۃ وبعض منا کالامام علم الھدے **الشیخ ابی المنصور ماتریدی** قدس سرہ علی انہ ظنی محتمل للخصوص فیجوز تخصیصہ ان کان فی الکتاب بخبر الواحد والقیاس انتہی۔ اور اونہیں مین سے دوسری جگہ ہے **مسئلہ** لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد ما لم یخص بقطعی واجاز الباقون من علماء الاصول مطلقا سواء خص بقطعی او لا وتوقف القاضی ابوبکر من الشافعیۃ ای لا ادری یجوز التخصیص ام لا لنا انہ ای الکتاب قطعی من کل وجہ والخبر ظنی فلا یجوز تخصیصہ انتہی مختصرا اور توضیح مین ہے لکن عند الشافعی ھو (ای العام) دلیل فیہ شبہۃ فیجوز تخصیصہ بخبر الواحد والقیاس۔ وعندنا ھو قطعی مساو للخاص فلا یجوز تخصیصہ بواحد منہما انتہی اور تلویح کے باب البیان مین ہے **قولہ** فلا یجوز التخصیص ای تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان خبر الواحد دون الکتاب لانہ ظنی والکتاب قطعی فلا یجوز تخصیصہ لان التخصیص تغییر و تغییر الشیٔ لا یکون الا بما یساویہ او ما یکون فوقہ وھذا مبنی علی ان العام قطعی فیما یتناولہ۔ انتہی اور نور الانوار مین ہے وانہ (ای العام) یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعا فلا یجوز (تخصیص العام) بالقیاس وخبر الواحد انتہی ملتقطا۔ اور جا بجا کتب اصول مین یہ عبارت (خبر الواحد ظنی فلا یجوز تخصیص العام بہ لانہ قطعی) واقع ہے کما لا یخفی علی من تتبع الکتب پس

ولم یخرجاہُ حالانکہ مسلم مین موجود ہے۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایة

اور نووی اذکار مین لکھتا ہی و فی الصحیحین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لاصلوة الا بفاتحة الکتاب ص ۳۲ حالانکہ باین لفاظ ایک مین بھی نہین و

التاویل بانہ نقل بالمعنی یا باہ لفظہ۔ اور دیکھو کہ **مولوی عبد الحی صاحب**

لکھنوی نے اپنی کتاب تذکرة الراشدین مین **نواب صدیق الحسن خان صاحب**

قنوجی ثم بھوپالوی کے کسقدر اغلاط اور سہو قلم بیان کئی ہین۔ کہ طومار در طومار لکھدیئے

ہین۔ الا تاہم ہمارا اعتقاد اونکی فضیلت علمی کی نسبت ویسا ہی ہی گو کہ اعتقادی مسائل

اور تقلید ائمہ مین وہ ہماری سخت مخالف ہین۔ اور اپنی گروہ کے پیشوا ہین۔ الغرض

اگر کسی سی بشریت کی مقتضای سی سہو قلم واقع ہو تو ہاتھہ دہو کر عیب گیری اور کمر باندہ کر نکتہ

چینی کرنی تہذیب سے بعید ہے۔ تو اونکا دیکھنا۔ عیبون سی چشم پوشی کرنی۔ داب صالحین

ہے۔ ولنعم ماقیل ۔ خطائی بزرگان گرفتن خطاست۔ قطع نظر ازین۔ اگر ہم بھی

اسموقعہ پر باتباع صاحب رسالہ کے بے تہذیبی کو اپنا شعار قرار دیکر کہدین۔ کہ کیا آپکی تحقیقات

دربارہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کہ اسکی راوی صرف ابوبکر ہین۔ اور دربارہ حدیث لاندع

کتاب ربنا کے۔ کہ منقطع ہے۔ کیا صاحب تلویح کی تحقیقات سی کچھہ کم ہی تو شاید بیجا نہو گا

یعنی صاحب رسالہ فرماتے ہین کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کے راوی صرف ابوبکر ہین۔

حالانکہ بخاری اور مسلم مین بھی حدیث بروایت ابوہریرہ اور مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ

موجود ہے کما مر۔ اور حدیث لاندع کتاب ربنا کو صاحب رسالہ لکھتی ہین کہ منقطع ہی۔ حالانکہ

مسلم۔ نسائی۔ دارمی۔ طحاوی۔ وغیرہ مین متصل موجود ہے۔ وقد ذکرنا فیما

مر مفصلا۔ یہ حال تحقیقات محققین کا ہے۔ عیاذا باللہ۔ فی الواقع یہ گفتگو سخت بے

تہذیبی کی ہے الا تحکم الوزر علی البادی اور جواب ترکی بہ ترکی کے قلم مجبور ہوا۔ اور ایسی

نامہذب کلمات کو لکھا والعذر عند کرام الناس مقبول **قوله** اور عام کی تخصیص کو

لکھا گیا۔ کیونکہ دسوین میں تو اسکا ذکر ہے اور اسکا جواب دیا گیا۔ اور اگر ذکر مطلق عام
مراد ہو تو ذکر مطلق عام کی خصوصیت جواب سیوم سے ہی نہین۔ بلکہ اسکا ذکر تو سب جوابون
مین ہوتا ہے آتا ہی۔ **قولہ** ثابت کر دیجئے اور دکھلا دیجئے کہ امام کے نزدیک تخصیص
عام کی خبر واحد سے جائز نہین **اقول** بجواب سائل کسی شخص نے کہا حرم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ۔ متفق علیہ یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے خانگی گدہون کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور اوسکو روایت کیا ہے۔ الا ہم کو کسی خاص
معتبر کتاب سے ثابت کر دو۔ اور دکھلا دو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا
فرمایا ہے۔ تو اسکا جواب سوائے خموشی کے اور کیا ہوگا۔ کیونکہ بخاری۔ مسلم۔ سے اور کون
سی کتاب حدیث معتبر ہے۔ جس سے ثبوت پیش کیا جاوے۔ اور اوسکو دکھلایا جاوے۔
آسمانی فرضی کتاب ہی اوسکی تسلی اور اطمینان کے لئے بنانے سے رہی۔ سو ایسا ہی
یہہ سوال ہے۔ جب ہم باواز بلند کہتے ہین۔ کہ شاشی۔ حسامی۔ نور الانوار۔
قمر الاقمار۔ توضیح۔ تلویح۔ حاشیہ ملا خسرو۔ چلپی تلویح۔ چلپی
شرح وقایہ۔ مسلم الثبوت۔ فواتح الرحموت۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ عینی
ہدایہ۔ عینی بخاری۔ فتح القدیر ہدایہ۔ در المختار۔ مرقاۃ قاری۔ شرح
مشکوۃ۔ وغیرہا۔ صدہا معتبر کتب مین یہ لکھا ہی۔ کہ حنفیہ کرام کے نزدیک تخصیص عام
کتابی کی خبر واحد سے جائز نہیں۔ تو پھر فرمائیے کہ اور کون سی کتاب تسلی اور اطمینان
سائل کے لیے پیش کیجاوے۔ الا تسلی کی تو حد ہی نہین۔ اور تسلیم کے لیے تو یہ کتابیں
ہی کافی اور وافی ہین۔ **قولہ** یہ عام کل حنفیون کے نزدیک مخصوص البعض ہی **اقول**
اس عام یعنی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن مین دو تعمیمین ہین تعمیم اول فاقرؤا کی اسکا
مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض ہے اور یہ مخصوص البعض عند الحنفیہ ہے تعمیم دوم
ما تیسر من القراٰن کی اسکا مدلول مطلق قرات ہے۔ اور یہ عند الحنفیہ اپنے عموم پر ہے۔

عبارات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ عام کتابی کے تخصیص خبر واحد سی جائز نہیں تحصول کی عبارت اگر اصل کتاب مین ایسی ہے اور ماول بالبعض بھے نہیں ہے۔ توان عبارات ثقات اور منصور مذہب حنفیہ کے خلاف ہی کما یشھد علیہ عبارات القوم فلا یعبأ بہ ولا یعتمد علیہ **قولہ** اور ابن حاجب آہ **اقول** ابن حاجب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے تخصیص عام کی بابت وبہ قالت الائمۃ الاربعۃ کہا ہے نہ تخصیص العام بخبر الواحد کی بابت وبینہما من الحل فلا حجۃ فیہ **قولہ** ارشاد میں ہی اتفق اھل العلم سلفا وخلفا علی ان التخصیص للعمومات جائز الخ **اقول** صاحب ارشاد یعنی امام شوکانی کی عبارت ہی درباب تخصیص عمومات ہی نہ درباب تخصیص عام بخبر واحد۔ واصحابنا یقولون بہ فلا حجۃ فیہ ایضاً **قولہ** ویصح تخصیص العام من الکتاب بخبر الواحد والقیاس آہ **اقول** کلمہ یصح کا مع اپنی معطوف علیہ یقینی کے مدخول حتی کا ہے۔ اور یہ یعنی حتی غایت ظنا کی ہی۔ نہ قطعاً ویقیناً کی پس حاصل معنے عبارت کی یہ ہوئی۔ چونکہ شمول عام کا اپنے افرادون کے لئے امام شافعی ومن معہ کے نزدیک ظنی ہی۔ تو اون کے نزدیک تخصیص عام کی خبر واحد سی جائز ہوگی۔ اور جسکی نزدیک تناول عام کا لافراد قطعاً ویقیناً ہے۔ اونکی نزدیک تخصیص العام بخبر الواحد مالم یخص بقطعی جائز نہین۔ اور منصور مذہب حنفیہ کرام کا یہی ہے۔ جیساکہ ماسبق عبارات سے واضح ہے۔ اور تلویح و توضیح کی عبارت پہلی بھی مرقوم ہوچکی ہے۔ اونکا خلاصہ تو یہی ہے فلا یجوز تخصیص العام بخبر الواحد فلا حجۃ فیہ ایضاً **قولہ** جواب گیارہوان امام ابوحنیفہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے جیساکہ جواب سیوم میں گزرا ہی **اقول** جواب تیسری میں اس امر کا کچھہ ذکر ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے بلکہ وہان یہ عبارت ہی۔ حسب تحریر آپکے اور آپکے اہل اصول کے یہ آیت عام ہی اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتی ہین۔ شاید سہو قلم ہوا ہو۔ کہ بجای دوین سلکے لفظ سیوم

قولہ تیرہواں جواب آیۃ شریفہ فاقرؤا ماتیسر غیر قادر علی القراءۃ کے لحاظ سے ایکے نزدیک کیا تمام اہل اسلام کے نزدیک مخصوص البعض ہے **اقول** عام اول بلحاظ غیر قادر علی القراءۃ کے جملہ اہل اسلام کے نزدیک ظنی ہی۔ اور عام دوم اپنے عموم پر ہی پہر قطعی ہوا نہ ظنی۔ اگر دو کو خلط نہ کرتے تو ایسا نہ لکھتے۔ اور جب مخصوص البعض ہوتا تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز ہوتی۔ جب کہ مخصوص البعض ہی نہیں۔ تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز نہین۔ اور اسی سے جواب چودہوین اور پندرہوین جواب کا بھی ہوگا۔ اور صاحب امام الکلام۔ اور ابن الھمام۔ اور عینی کے بھی یہی غرض ہے۔ کیونکہ عاجز عن القراءۃ اور مدرک فی الرکوع فرد فاقرؤا کے ہین نہ ماتیسر کے فافہم وانصف

قولہ عام اکثر علماء کے نزدیک ظنی ہی لے ما قال حدیث اتبعوا سواد الاعظم سے استدلال پکڑا کرتے ہین **اقول** اتباع سواد اعظم سے ہم اہل اسلام کو بہلا کب انکار ہے **قال اللہ تعالی** ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا یعنے جو تابع ہوا راستے سوا مومنون کی ہوا کرین گے ہم اوسکی وہی طرف جو اوس نے پکڑی ہے اور داخل کرین گے ہم اس کو جھنم میں اور وہ بری جگھہ ہے **وروی مسلم** عن عرفجۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یخطب الناس فقال انہا ستکون بعدی ھنات وھنات فمن رایتموہ فارق الجماعۃ اویرید ان یفرق امۃ محمد کائنا من کان فاقتلوہ فان یداللہ علی الجماعۃ وان الشیطان مع الفارق الجماعۃ یرکض کذا فی جامع الاصول یعنی مسلم نے عرفجہ سے روایت کی۔ کہا اوس نے دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ پڑہتے۔ سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرے پیچھے بری چال پھیلیگی۔ سو جسکو دیکھو تم کہ وہ جدا ہوا جماعت سے یا وہ ارادہ رکھتا ہے تفرقہ ڈالنیکا محمد ؐ کی امت مین جو کوئی ہو مار ڈالو تم اوس کو۔

ومن ھمہ یتبین بینہما فقد وقع فی حیص وبیص- وقال ما قال **انتباہ** یہ فائدہ آیندہ
جوابون مین بھی بہت کارآمد ہوگا- اسکو یاد رکھنا چاہیئے **قولہ** جو عام مخصوص البعض
ہو اوسکی تخصیص بالاتفاق جائز ہے **اقول** اور عام دوم یعنی ما تیسر اپنے عموم پر ہے
مخصوص ہی نہین فضلا عن ان یکون بالاتفاق **قولہ** مقتدی کیواسطے بھی حنفی لوگ
کسی قدر قران کریم کا پڑھنا ضروری کہتے- **اقول** حنفیہ کرام مقتدی کو قاری کہتے ہین
دیکھو جواب چہارم کے جواب کو **قولہ** اونہون نے ایک ضعیف حدیث یا ایسی حدیث
جس مین کلام ہے **اقول** حال صحیح ہونے اسحدیث کا حدیث نوزدہم مین گزرچکا ہی
فلینظر ثمہ **قولہ** یا جس مین کلام ہے- شاید حدیث عبادہ بن صامت کی- کلام سے
خالی ہی- کیونکہ راوی اسکا محمد بن اسحاق متکلم فیہ نہین ہے- وقد مر الکلام فیہ
فافہم **قولہ** یا جسکو امام الائمہ متواتر لکھ چکا ہو **اقول** اسکا جواب اٹھارھوین جواب
میں گزارش ہوگا **قولہ** وہ اجماع کہان کب ہوا **اقول** وہ اجماع اوس زمانہ
مین ہوا- جبکہ عاجز عن القراءت کرگئی جسکو آپ بھی مانتے ہین ہوا تہا **قولہ** آیۃ مخصوص
البعض ہوگے- اور ایسا عام آپصاحبونکے نزدیک قطعی نہین **اقول** پہلے گذارش
ہوچکا ہے- کہ اس آیہ کریمہ مین دو عام ہین (۱) فاقرؤا اور (۲) ماتیسر من
القرآن- اول مخصوص البعض- دوم اپنے عموم پر ہے- مخصوص البعض نہین- مخصو
حجۃ قطعیۃ مثبت للفرض- اور اسی کا مقتضی فرضیت مطلق قراۃ ہے صاحب رسالہ
نے دونوکو خلط ملط کردیا ہے فقال ما قال **قولہ** اس عام مخصوص البعض کی تخصیص کا
کون مانع ہے **اقول** یہ تو مخصوص البعض ہی نہین- اگر ہوتا تو ہم مانع بھی بیان کردیتے
واذ لیس فلیس **قولہ** ساری اعتراض آپ پر الٹ پڑے **اقول** بنظر انصاف آپ ہی
فرمائین کہ کوئی اعتراض ہمپر وارد ہوا بفضلہ تعالی آپ پر تو واہی ہی کوئی بھی کم نہ ہوا شعر
پھرتا ہے جسیل جوادث مین کہین مردونکا موکھ- شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب مین

مجتہدین شافعیہ و مالکیہ کو کونسی نسبت ہوگی واللہ یعصمنا من ہذہ الاباطیل الواہیۃ
نعم اگر والاکثر کے معنے والاکثر من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدیتے۔ تو البتہ
سواد اعظم مراد رکہنے کی گنجائش ہوتی۔ فالنصف **قولہ** جب ان احادیث کو احادیث
مشہورہ کہکر جیسی عینی کہتا ہے **اقول**۔ عینی ہدایہ کی شرح **ص ۱۰۷** مین
لکہتا ہے فان قلت قولہ علیہ السلام قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ معارض لقولہ تعالی
فاقرؤا۔ فلا یجوز ترکہ بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قاریا بقراءۃ الامام
فلا یلزم الترک۔ او نقول انہ خص منہ المقتدی الذی ادرک الامام فی الرکوع
فانہ لا یجب علیہ القراءۃ بالاجماع فیجوز الزیادۃ علیہ حینئذ بخبر الواحد انتہی
اس عبارت سے تو صاف واضح ہے کہ عینی رحمۃ اللہ علیہ حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ
کو خبر واحد کہتا ہے۔ مشہور نہین کہتا۔ ہان اس عبارت کے تہوڑے سے ماقبل یہ
عبارت لکہی ہے۔ لقول العامہ وظاہر النص والاحادیث المشہورۃ۔ شاید
صاحب رسالہ اس عبارت سے عینی کیطرف مشہور کہنا اس حدیث کا منسوب کرتے ہون
حالانکہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس کلام سے بہ نسبت اس حدیث کے مشہور مصطلح الاصول
نہین۔ بلکہ مشہور لغوی مراد ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کے متصل بعد مین اس حدیث
کو خبر واحد فرماتے ہین ولا یلزم التعارض فی کلامہ فیما قلنا مرتفع۔ دیکہو
عینی **قولہ** لا صلوۃ والی حدیث کو مشہور ماننے سے کونسا امر مانع ہے **اقول** اسکا
مانع عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ یعنی عدم صدق تعریف اور اگر تسلیم کرین کہ
مشہور ہی ہے۔ تو محکم نہین بلکہ محتمل معنیین ہی نفی اصل صلوۃ اور نفی فضیلت صلوۃ
مین فلا یجوز بہ الزیادۃ۔ ولانہ معارض لما روی انہ علیہ السلام قال لا صلوۃ
الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب او غیرہا **وروی** لا صلوۃ الا بقراءۃ ولو
بفاتحۃ الکتاب قد ذکر عنقریب **وروی** انہ علیہ السلام علم الاعرابی الصلوۃ

کیونکہ بیشک اللہ کا ہاتھہ ہی جماعۃ پر۔ اور ضرور شیطان ساتھہ ہی جدا ہونیوالی کی ٹہوکر مارتا ہوا۔ ایسا ہی جامع الاصول مین اور مشکوۃ کے باب الاعتصام مین ہی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ رواہ الترمذی وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا سواد الاعظم فان من شذ شذ فی النار۔ انتھی۔ اس آیۃ شریفہ اور احادیث نبویہ سی صاف ظاہر کہ اتباع سواد اعظم کا ضروری ہے۔ مومن کو اوس سی چارہ نہین۔ جو جدا ہوا اوسکی جگہ جھنم ہے۔ اور جدا ہونیوالے کے ساتھ شیطان ہی۔ واضح ہے کہ سبیل المومنین اور امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور الجماعۃ۔ اور سواد اعظم۔ ان سبکا مرجع اور مفاد ایک ہی ہے۔ اب ہمکو اس مین زیادہ اثبات کی ضرورت نہین۔ بلکہ سبیل المومنین۔ اور امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور سواد الاعظم۔ ان الفاظ کو اہل محاورہ اور اہل مذاق کے پیش کرتے ہین۔ اور اون سی قسمیہ پوچھتے ہین۔ کہ امت محمد۔ اور امتی۔ اور سواد الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو دیکھو وہ بڑا ہی کیون نہ ہو کہتے ہین۔ یا السواد الاعظم بڑی سی بڑے حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہین ظاہرا کوئی ابجد خوان بہی یہ نہ کہیگا۔ کہ امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور السواد الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کہتی ہین۔ دیکھو صاحب رسالہ والاکثر کے لفظ اسے سواد الاعظم سمجہی ہین۔ حالانکہ بفضلہ تعالی علما شافعیہ اور مالکیہ بھی کلھم اس سی مراد نہین۔ کما یدل علیہ قولہ والاکثر۔ اس سی بھی قطع نظر دیکھو بحر العلوم مسلم الثبوت کا شارح صفحہ ۱۵ مین لکھتا ہے۔ والاکثر من الشافعیۃ والمالکیۃ کاش اگر علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کلھم ہی اسپر مجتمع ہوتے۔ تو بھی سواد الاعظم کہان تہا۔ کیونکہ مجتہدین امت محمدیہ کے تو ہزار در ہزار ہوئی ہین بھلا اونکی مقابلہ مین ان علمای

ظاہر ہے کہ زیاد جو راوی اس حدیث کا ہی اوس نے بجاے لا صلوٰۃ کے لا تجزیٔ نقلاً بالمعنے لکھا ہے ورنہ دراصل لفظ صحیح حدیث کا (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لا صلوٰۃ ہی جبکہ لا تجزیٔ کا اصل بھی لا صلوٰۃ ہی ہوا۔ تو اب فرمائیے کہ احتمال کہان ہی۔ یا کہ یہان ہی یعنی احتمال تو قائم ہی تہا۔ مندفع ہوا۔ اور لا تجزیٔ کا جواب ہم پہلے بھی دے چکے ہین۔

فتذکر (۳) اور احتمال نفی اجزاء فضیلت صلوٰۃ کا بھی قایم ہے **قولہ** دوّم نفی ہیں نفی ذات آہ اور قولہ سیوم نفی صحت آہ **اقول** ان دو نو باتون کو صاحب رسالہ پہلے بھی بیان کر چکے ہین۔ اور وہان انکا جواب بھی بخوبی دیا گیا ہے۔ ایک بات بار بار کہنا کچھ چندان لطف کی بات نہین **سعدی** علیہ الرحمۃ کہتا ہے **شعر** چو یکبار گفتی مگو باز پس + کہ حلوا چو یکبار خوردند و بس + **قولہ** اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو یہ معنی ہرگز نہ لیے جاتے **اقول** اگر ہم کو بھی قران کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ مجبور نکرتین۔ تو ہم بھی ضرور۔ قراۃ فاتحہ کے تعیین ضروری کھدیتے۔ الا قرآن اور احادیث نے مجبور کر دیا معذور ہین

قولہ امام بخاری نے رسالہ قراۃ مین فرمایا ہے۔ وتواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب آہ **اقول** (اوّلاً) ابن صلاح نے لکھا ہے کہ خبر متواتر عزیز الوجود ہے۔ **قال** السیّد علی الجرجانی قال ابن الصلاح من سئل عن ابراز مثال لذلک ای المتواتر اعیاہ طلبہ **وحدیث** انما الاعمال لیس من ذلک **نعم** حدیث من کذب علی متعمداً الحدیث نقلہ من الصحابۃ الجم الغفیر انتہی مختصراً **وفی شرح النخبۃ** ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ۔ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی انتہی۔ اور **نواب صدیق الحسن خان صاحب** مرحوم نے منہج الوصول مین لکھا ہے۔ کہ دعوی ابن الصلاح ثابت نیست حقیقت نیز آنکہ مراد متواتر لفظی از قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر نیست کہ ہیچ شبہ دران نزد ہمگنان نباشد۔ ہیچ شک نیست کہ این قسم حدیث در غایت قلت

جواب اقول کا لطف یہ کہ نفی صحت میں نفی ذات صحیح

حدیث الصلوٰۃ کی متواتر غیر ہے اور بعض

الی ان قال اللہ اکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن انتھی ما فی العینی لختصاراً

ص۱۳ اور اسی سے جواب دوم کا بھی جواب معلوم ہوا۔ یعنی اگر تعریف مشہور مین اسحدیث کو داخل ہی کیا جاوے تو باقی امور مانع تخصیص ہین فافھم **قولہ** اول جواب تو یہہ ہے کہ ہمنے صرف مشہور ہونے پر دلیل کا مدار نہین کہا **اقول** جس دلیل پر آپ نے مدار رکھا ہی بفضلہ تعالی اوسی کا جواب موقعہ موقعہ پر تحریر ہو چکا ہے فلا نعیدہٗ **قولہ** قرآءۃ

الامام لہ قرآءۃ الی آخر ما قال بلحاظ اسی شرط کی احادیث مشہورہ ہیون **اقول** ہم کب کہتے ہین کہ یہ احادیث مشہور ہی ہین اور نہ عینی علیہ الرحمۃ انکے مشہور ہونیکا قائل ہے کما مر۔ وکلام ابن الھمام یشیر الیہ ان کی شہرت سے فایدہ ہی ہمکو کیا ہے۔ اور واحد ہونے سے کیا ضرر ہے۔ بہر نہج معمول بہ ہین۔ کیونکہ عام مخصوص البعض بدلیل قطعی کے تخصیص خبر واحد سے جب مسلم ہی۔ تو پھر انکا خبر واحد ہونا ہمین کچھ ضرر نہین کرتا۔ تا انکو ضرور مشہور مانا جاوے۔ اور اوس سے کوئی خاص فائدہ منصور ہو۔ جب کہ فی الواقع یہہ خبرین احاد ہین تو خواہ مخواہ مشہور بنائی سے رہی۔ خیر آپ اب حدیث لا صلوۃ کے مشہور بنانیکا فکر فرمائین۔ اگر قاعدہ مقررہ سے نہیں بن سکتی۔ تو بھی کوئی نہ کوی تدبیر ضرور کرنی چاہیئے۔ کہ مشہور بنجائے۔ اگر اور کچھہ نہ ہو تو صرف یہی کھدین کہ مشہور ہی۔ کوئی روک ٹوک تو ہی ہی نہین۔ جیسا کہ والاکثر علے انہ ظنی کو سواد الاعظم لکھہ دیا ہے۔ کسنی روکا ہی اللھم ارنا الحق حقا **قولہ** اول لا تجزئی کی روایت مین آپکا احتمال ہی کہان **اقول** لا تجزئی اصل روایت مین ہی کہاں زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہے وقال اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً۔ وقال زیاد احد الثقات انتھی وقال صاحب التنقیح انفرد زیاد بن دلویہ بلفظ لا تجزئ۔ ورواہ جماعۃ لا صلوۃ لمن لم یقرأ وھو الصحیح۔ وقال ابن زیاد رواہ بالمعنی انتھی انتھی۔ صاحب تنقیح کے بیان سے

صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القرآءة خلف الامام منھم ابن مسعود و زید بن ثابت
وابن عمر انتھی ص ۳۰ عبد الرحمن ابن الصلاح لکھتا ہے۔ وحدیث انما الاعمال
بالنیات لیس من ذلک رای من المتواترة) وان نقله عدد التواتر والاکثر لان
ذلک طرء علیہ فی وسط اسنادہ انتھی یعنے حدیث انما الاعمال بھی از قسم متواتر نہین ہے
کیونکہ ابتدا مین متواتر نہیں تھی۔ وسط میں اگر متواتر ہوگئی اور شرط متواتر کی یہ ہے
کہ ابتدا۔ وسط۔ انتہا۔ اوسکا یکسان ہو۔ اِسحدیث مین یہ بات نہین **ثالثًا** ایسی ہی
حدیث جوکہ مدار صحت نماز کی ہو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خمس الاوقات اوسکے معاملہ
بھی ہو۔ باوصف حضوری اور ملازمت صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اس حدیث
اور اوس کے تواتر پر مطلع نہوں۔ (اگرچہ بعض مسائل صحابہ پر بھی مخفی رہے ہین) اس سے بڑھکر
اور کونسا مسئلہ دین کا ہے۔ جسکی کوشش اونپر ضروری تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث
ابتدا میں چنداں دائر نہ تھی۔ ورنہ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ اور ابن عمر۔
جو کہ ملازم صحبت بابرکت تھے۔ ضرور اس کے فرضیت پر اطلاع پاتے۔ کیونکہ فرض کا معاملہ
بڑا کرا ہے۔ خصوصًا جب کہ موقوف علیہ نماز کا ہو۔ **رابعًا** جبکہ اسحدیث کی مشہور ہونے مین
علماء اعلام کو کلام ہے۔ جیسا کہ عینی وغیرہ نے کہا ہے۔ تو پھر متواتر ہونا کہاں۔ لان
کل متواتر مشہور قاله فی شرح النخبة۔ ونفی العام یستلزم نفی الخاص۔ کا
لحیوان والانسان۔ **خامسًا** اگر بقول امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے متواتر ہونا اسکا
تسلیم بھی کیا جاوے۔ تو بھی اپنی معنون مین محکم ہونا کجا۔ کیونکہ احتمال معنے اجزا اور نفی
فضیلت کا تو باقی ہے۔ ومع الاحتمال کیف الاستدلال **سادسًا** اگر اس سے
بھی قطع نظر کرین۔ تو بھی آیة قرآنے اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوة والتحیة کے معارض
ہی کما مر۔ الغرض باینہمہ خدشات یہ حدیث مثبت فرضیت کب ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر مثبت
وجوب کہا جاوے۔ تو بجا ہے۔ سو اسکی حنفیہ کرام بھی قائل ہین۔ جیسا کہ کتب فقہ مین

ابن الصلاح کے قول سے تو ظاہر ہے کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب متواتر نہین۔
اگر قول ابن الصلاح سے قطع نظر کرین۔ اور تسلیم کرین۔ کہ حدیث متواتر کثیر الوجود ہی۔ جیسا کہ
عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث شفاعت۔ اور مسح علی الخفین۔ اور جزع حنانہ
وغیر ذلک کی نسبت کہا ہی۔ کہ متواتر ہین۔ الا حدیث لا صلوٰۃ کو اونہون نے بھی متواتر مین
شمار نہین کیا۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کرکے کہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہین کہ بخاری علیہ الرحمۃ کی یہ رای ہی۔ یا روایت
ظاہر ہے۔ کہ روایت تو نہین رائی ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ امام الروایۃ ہین۔ نہ امام
الرائی۔ جبکہ صحابی کی رائے کو آپ صاحبان تسلیم نہین کرتے اور کہہ دیتے ہین۔ کہ
ہذا رای الصحابی لا روایتہ۔ والحجۃ فی روایتہ لا فی رایہ۔ دیکھو نواب
صدیق الحسن خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین۔ الحق انہ رای
رای الصحابی) لیس بحجۃ۔ فان اللہ سبحانہ لم یبعث الی ہذہ الامۃ الا نبیا صلی اللہ
علیہ وسلم ولیس لہا الا رسول واحد وکتاب واحد وجمیع الامۃ مامورۃ باتباع
کتابہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولا فرق بین الصحابۃ ومن بعدہم فی ذلک انتہی۔
تو بخاری علیہ الرحمۃ کی رائے کہان **ثانیاً** شرائط اربعہ متواتر سے ایک شرط یہ ہے وُرود
ذلک عن مثلہم من الابتداء الی الانتہاء قالہ ابن حجر فی شرح النخبۃ جیسا کہ عدد رکعات
نماز۔ اور مقادیر زکوٰۃ۔ اور صلوٰۃ خمسہ۔ متواتر ہین۔ اور یہ حدیث ابتدا میں ایسی نہ تھی۔
ورنہ بہت صحابہ فرضیت فاتحہ کے منکر نہوتے۔ اور اگر وسط میں اگر تواتر عارض ہوا ہو تو وہ
معتبر نہین۔ بخاری علیہ الرحمۃ جزء قرأت میں لکھتے ہین فان احتج فقال اذا ادرک
الرکوع جازت فکما اجزاتہ فی الرکعۃ کذلک یجزیہ فی الرکعات۔ فقیل لہ
انما اجاز زید بن ثابت وابن عمر والذین لم یروا القراءۃ خلف الامام ص ۶ اور دوسری
جگہ اسی رسالہ کے لکھا ہے وقال علی ابن عبد اللہ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی

اور بخاری میں صرف چار ہزار ہی بلا تکرار ہے۔ باقی کو اس کتاب شریف میں داخل نہیں
کیا۔ اسلئے کہ اسمیں تو ان رواۃ کی احادیث لائی ہیں۔ جن میں شرائط ملتزمۃ الصحۃ
عندہ بدرجہ کمال اور بوجہ اتم پائے گئے ہیں۔ اور یہی وجہ ترجیح بخاری کے اور صحاح پر ہے
قال الشیخ الدہلوی ولیس کتاب یساوی صحیح البخاری فی ہذا الباب بدلیل
کمال الصفات التی اعتبرت فی الصحۃ فی رجالہ انتہی۔ **نووی لکھتا ہے**۔ بظاہر
وجہ ترک اطلاع بر علت احادیث ہی۔ فثبت ان الراجح عند التعارض ہو الاول۔ و
الثانی۔ مرجوح بلا ریب فلا یعمل بہ۔ مع ان الثانی یزاحمہ القرآن **علاوہ**
اسکے اگر یہ حدیث قابل اندراج اس کتاب کے ہوتی۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور ہی
اسکو درج کتاب فرماتے۔ **ایک** تو اس لئے اسمیں اُم القرآن کا لفظ صراحتاً واقع تھا۔
دوم اس لئے کہ حنفیہ کے معارض صریح تھی۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کو حنفیہ کے خلاف
کی حدیث خدا دی۔ **قال العینی والبخاری** کثیرا ما یتبع لما یرد علی ابی حنیفۃ
من السنۃ فیذکر الحدیث ثم یعرض بذکرہ فیقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کذا و کذا۔ ثم یقول وقال بعض الناس کذا ویشیر بہ الیہ ویشنع
بہ علیہ انتہی۔ پھر باوصف صراحتاً معارض ہونیکے۔ اسحدیث کو درج کتاب فرمانا۔ علت
سے خالی نہیں۔ الحاصل رجحان روایت مندرجہ کتاب بخاری) کا بہر حال ثابت ورہ بہر نہ
ہی **ثانیاً**۔ اور اُمام القرآن کی تخصیص میں وہ تمام باتیں لازم آئیں گے۔ جو کہ تخصیص
خبر واحد سے لازم آئیں تھیں **ثالثاً**۔ روایت احمد وغیرہ ہیں جو اقرأ بام القرآن ثم اقرأ
بما شئت اور اخیر مین وافعل ہذا فی صلوتک کلہا واقع ہی۔ اسکا مقتضی یہہ ہے
کہ جملہ رکعات مین فاتحہ مع سورہ کی ضروری ہو وہو کما تری سخیف **قولہ** آپ نے بخاری کے
مجمل جملہ سے عجیب استدلال کیا ہی الخ **اقول** یہ بخاری کا مجمل جملہ ایسا عجیب وغریب ہی جس کے
آگے ہزار ہا تفصیلی جملے قربان ہیں اور اس جملہ نے اپنے رجحان کے باعث ادر جملوں کو بخوبی

لکھا ہے **قال العینی** ھذا ھو العدل فی باب اعمال الاخبار ولیس من العدل ان یعمل باحدھما۔ ویھمل الاخر انتھی۔ **قولہ** استمرار اور دوام اس اختیار کا آیۃ شریفہ سے نکالنا یقینی نہیں ظنی ہے۔ **اقول** ہر اصولی ماہر یقیناً جانتا ہے کہ فاقرؤا ماتیسر کا مقتضی اختیار مطلق ہے مقید نہیں۔ اور وہ قطعی یقینی ہے ظنی نہیں فلا یرفعہ الظنی لعدم المماثلۃ او الجزئیۃ۔ **والدوامی** ایضاً قطعی و یقینی لان وجود المعلول عند وجود العلۃ قطعی و یقینی لا یتخلف عنہا۔ فلا یزاحمہ الظنی فلیتامل فانہ للاذکیاء **قولہ** پہلا جواب اس حدیث کو **بخاری** علیہ الرحمۃ نے جزو القراءۃ میں یون روایت کیا ہے۔ الی آخر ما قال زیادتی ثقہ کی مقبول ہے **اقول** حاصل جواب صاحب رسالہ کا یہ ہے کہ اس حدیث میں جو وتقرا ام القرآن آیا ہے۔ یہ زیادتی ثقہ کی ہے۔ وہ مقبول ہے۔ ام القرآن کا پڑھنا ضروری ہے۔ سو اسمین گزارش ہے **اولاً** حافظ ابن حجر عسقلانی نخبہ اور اوسکی شرح میں لکھتے ہین وزیادۃ راویھما ای الصحیح والحسن مقبولۃ۔ مالم تضع منافیۃ لروایۃ من ھو اوثق لمن لم یذکر تلک الزیادۃ۔ لان الزیادۃ اما ان تکون لا تنافی بینہما وبین روایۃ من لم یذکرھا۔ فھذہ تقبل مطلقاً لان فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ۔ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ۔ و اما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری۔ فھذہ ھی التی یقع الترجیح بینہا وبین معارضہا فیقبل الراجح ویرد المرجوح۔ انتھی **ص ۱۸**

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی اوسوقت مقبول ہی۔ جبکہ وہ منافی لمن ہو اوثق منہ کے نہو۔ اور عند التعارض راجح مقبول۔ مرجوح۔ متروک۔ مطروح۔ ہی۔ سو اب گزارش ہے۔ کہ راوی ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن کا (جو کہ بخاری مین ہے) راجح ہی باگہ وتقرا ام القرآن (جو کہ جزو القراءۃ میں ہی) اول کو مرجوح کون کہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک لاکھ صحیح حدیث یاد رکھتے تھے۔ **نقلہ الشیخ الدھلوی**

حتی یکون قولہ ما تیسر دالا علی ما زاد علی الفاتحۃ انتھی۔ (۲) جبکہ ما تیسر سے محمول بر ما زاد علے الفاتحہ ہو تو چاہیئے کہ فاتحہ معہ تلک الزیادۃ فرض ہو۔ و انتم لا تقولون بہ۔ **قولہ** فاتحۃ الکتاب کی حدیث زیادہ غیر معارض ہے۔ اور زیادہ ثقہ کی بالاتفاق آپ کے نزدیک مقبول ہے **اقول** زیادۃ ثقہ کی مقبول و نامقبول ہونیکا حال تو جواب اول کی نمبر (۱) سے بخوبی معلوم ہے ہو چکا ہے۔ فلا نکررہ۔ رہی یہہ بات کہ حدیث فاتحہ زیادہ غیر معارض ہے۔ (۱) تو جس حمل کا یہہ نتیجہ ہے وہ حمل ہے صحیح نہیں فکیف تکون غیر معارض (۲) بعد التسلیم اتنی تکلف سے معارضہ اس حدیث کا تو رفع ہوا۔ لا۔ قرآن کریم کا معارضہ جسکا رفع مقصود اہم تھا کسنی رفع کیا۔ وہ تو بدستور رہا۔ اوسکا بھی خیال چاہیئے تھا **قولہ** پس حدیث محتمل الوجوہ ہو گئی۔ اور محتمل حجت قطعی مُثبت فرضیت نہین **اقول** (۱) ایسی مجرد احتمالات تو سلیک غطفانی کی حدیث میں وارد ہو سکتی ہیں۔ احتمال ہے کہ یہ حکم قبل از نھی کلام در صلوۃ و عند الخطبہ ہو۔ تا اوسکی حالت مفلوکیت کے اظہار کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ یا اوسی کی خصوصیت ہو (۲) اس حدیث شریف کا محتمل الوجوہ ہونا کچھہ ہمکو مضر نہین کیونکہ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے اثبات فرضیت قرات کا مدار اس حدیث پر ہی نہین کہا تا کہ اسکی عدم قطعیت مخل مقصود نہ ہو۔ بلکہ مثبت فرضیت قرات تو آیۃ کریمہ ما تیسر من القرآن ہی اور اس حدیث کو مؤیدات سے تصور کرتے ہیں فرضاً اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو کیا فرضیت قرات ہی نہ ہوتی فلا یضرنا کونہ محتمل الوجوہ **قولہ** اس اعرابی کی حدیث حجت ہے یا نہین۔ اگر نہیں تو اثبات مطلب میں کیوں لائے **اقول** مدار اثبات مطلوب اس حدیث پر نہیں۔ فرضیت کا مدار اور چیز پر ہے۔ اور واسطے تائید اثبات مطلوب کے اس حدیث کو لائے۔ ایسا لانا ممنوع نہیں۔ **قولہ** اس حدیث میں قومہ اور رکوع اور سجود کی طمانیت کا بھی حکم ہے اوسکو آپنے کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اوسی فرض کیون نہین کہتے۔ **اقول**

باطل کر دیا۔ کما مر قبیل ھذا **قولہ** والحدیث یفسر بعضہ بعضًا **اقول**: پہلے صاحب رسالہ نے فرمایا کہ لفظ ام القرآن جو اس حدیث مین ہی زیادتی ثقہ کی ہی اب فرماتے ہیں کہ تفسیر ما تیسر معک کی ہے۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ بیان تفسیر مجمل۔ مشترک۔ مشکل۔ اور خفی کے لئے لایا جاتا ہے۔ اب ہم استفسار کرتی ہین کہ کلمہ **ما**۔ کا ان مین سے کیا ہے۔ اور اوسیر اون میں سے کس کی تعریف صادق آتی ہی۔ ہر عالم اصول کہیگا۔ کہ ان مین سے کسی کی تعریف لفظ **ما** پر صادق نہین آتی۔ عدم صدق تعریف مشترک۔ مشکل۔ تو ظاہر ہی ہی۔ رہا مجمل اور خفی۔ سو عینی نے اسکا فیصلہ ہی کر دیا ہی۔ حیث قال ولا یجوز ان یکون مفسرًا لانہ لیس فیہ ابہامًا ومن قال ان کلمۃ ما مجملۃ فقد ابعد جدًا لانہ لا یصدق علیہ حد الاجمال کما ذکرناہ عنقریب انتھی مختصرًا۔ پوری عبارت عینی رحمہ اللہ کی بخوف طوالت ذکر نہین کی گئی۔ من شاء فلینظرہ **قولہ** دوسرا جواب آہ **اقول** اسکا جواب اول جواب کے نمبر۳ مین گزر چکا ہے فلا نعیدہٗ **قولہ** تیسرا جواب آہ **اقول** وہان کے جملہ جوابات پھر یہاں بھی سمجھ لیجئے۔ **قولہ** ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ **اقول** درست ہی ظنی کی تخصیص ظنی سی ممنوع نہین۔ جائز ہے لٰکن اس تخصیص سے مخصوص بیکار ہو گیا۔ یعنی جب کہ ما تیسر معک من القرآن سی فاتحہ بخصوصہا مراد ہوئی۔ تو وہ بھی معارض قرآن ہو گیا۔ مطابقت حاصلہ اوسکی بھی جاتی رہی۔ اور قبل از تخصیص اوسمیں یہ بات موجود تھی۔ **قولہ** اس حدیث میں ما تیسر سی وہ قران مراد ہے جو فاتحہ کے سوا ہو۔ **اقول** (۱) ما تیسر سی مراد ماسوا فاتحہ کے لینا ظاہر کا سخت خلاف ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں ہے تا کہ ما تیسر کو حمل بر ما زاد علی الفاتحہ کے کیا جاوے۔ **قال العینی فی شرح البخاری** ولما حملہ علی ما زاد علی الفاتحۃ۔ فمن این یدل ظاہر الحدیث علی الفاتحۃ

بقیۃ الواجبات فی الصلوٰۃ کالنیۃ والقعود فی التشھد الاخیر - لانہ

کان معلوماً عندہ - اولعل الراوے - اختصر ذلک انتھی (۲) راقم سطور

کہتا ہے - کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرائض داخلیہ یعنے ارکان نماز

کے تمامہا تعلیم فرمائے - اون میں سے کسیکو ترک نہیں فرمایا - اگرچہ

بعض خارجیہ کو بہی بمقتضائے وقت اولغرض تعلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا

اس لیے نیت اور قعدہ اخیرہ ہی ذکر نہ فرمایا - نیت کا خارج از ارکان ہونا تو

ظاہر ہی ہے قعدہ اخیرہ ہی ارکان میں داخل نہیں قال العینی فی شرح

الھدایۃ ذکر فی الایضاح اما القعدۃ الاخیرۃ فمن جملۃ الفروض و

لیست من الارکان لان رکن الشئ ما یفسر بہ ذلک الشئ و تفسیر الصلوٰۃ

لایقع بالقعدۃ - وانما یقع بالقیام والقراءۃ والرکوع والسجود انتھی و

قال ابن الھمام فی شرح الھدایۃ - و اعلم ان القعدۃ فرض غیر رکن لعدم

توقف الماھیۃ علیہا شرعاً - لان من حلف لا یصلی یحنث بالرفع من السجود

دون توقف علی القعدۃ فعلم انہا شرعت للخروج وھذا لان الصلوٰۃ افعال

وضعت للتعظیم ولیس القعود کذلک بخلاف ما سواہ انتھی ص۱۱۲ **قولہ**

پس اسیطرح فرضیت فاتحہ بھی کسی اور دلیل سے ثابت ہے **اقول** اگرچہ یہ بات

مسلم ہے کہ فرائض کے حصر اس حدیث میں نہیں اور اور دلائل سے ثابت ہیں - مگر

فاتحہ کہ اسکی فرضیت کی دلیل ہنوز معلوم نہیں ہوئی - اور جو دلیل فرضیت فاتحہ

کی صاحب رسالہ نے بیان فرمای ہے وہ ظنی مدخول فیہ ہے - جیساکہ تفصیلی

جوابوں سے سابق میں معلوم ہوچکا ہے فتذکرہ - فلا یضرنا ھذا الکلام

قولہ عینی نے اسی حدیث سے استدلال پکڑا ہے اور امام نووی پر تین اعتراض

جماتے ہیں **الاعتراض الاول** ان ارکان (الفاتحۃ) فرضاً لامر النبی صلی

(۱) اسی حدیث مین بیچ کے قعدی اور اوس مین التحیات پڑہنی اور فخذ یسرے پر بیٹہنے
کے لئے ہی فرمایا ہے۔ جیساکہ ابو داؤد مین رفاعہ بن رافع کی روایت مین ہے۔ فاذا
جلست فی الصلوٰۃ فاطمئن وافترش فخذك الیسری ثم تشهد الحدیث ص ۱۲۶
اور اسی حدیث مین وضع الکفین علی الرکبتین فی الرکوع کے لئے ہی فرمایا۔ جیساکہ
رفاعہ کی دوسری روایت مین ابو داؤد نے روایت کیا ہے واذا رکعت فضع راحتیك
علی رکبتیك الحدیث ص ایضًا اور اس مین فاتحہ کے بعد سورہ پڑہنے کیواسطے بہی
فرمایا۔ کما ھو فی روایة احمد ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت الحدیث وافعل
ذلك فی صلوتك کلها۔ تو اکثر روایتون مین وارد ہے۔ اور بعض روایت اس حدیث
مین ثنا۔ اور جلسۂ استراحت بہی آیا ہے۔ یہ مذکورہ امور بہی اس حدیث مین وارد ہین
تو پھر آپ انکو کیوں فرض نہین کہتے۔ آن کے فرض ہونیسے کیون منکر ہین۔ اور صاحب
ایقاظ کو بہی آپ فرماوین۔ امر کا اعجب من العجائب واغرب من الغرائب۔ یا
ابا العجائب اخذت شیئا وترکت شیئا حفظت بعضًا ونسیت بعضا۔ نصحت
غیرك ونسیت نفسك وصرت مصداقا لقوله تعالی شانه۔ لم تقولون ما لا
تفعلون۔ پس جو جواب ان امور سے آپ دینگے وہی ہماری طرف سے بھی تصور فرماوین (۲)
روی البخاری بسندہ عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی
یوم خیبر عن اکل الثوم وعن لحوم الحمر الاھلیة ص ۶۰۶ اس حدیث مین بہی حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن اور حمر اہلیہ کے لئے نہی فرمایا ہے۔ پہر دونوں کو حرام کیوں
نہیں کہتے۔ جو جواب آپ دینگے وہی جواب اسکا بھی سمجہین قوله کیونکہ اس حدیث
مین مذکور نہیں اقول (۱) نووی نے شرح صحیح مسلم مین اسکا جواب
یون دیا ہے۔ لان الواجبات الثلثة المذکورة کانت معلومة عند السائل فلم یحتج
الی بیانها انتهی۔ اور قسطلانی بخاری کی شرح مین لکھتا ہے آنما لم یذکر له علیه السلام

ماروی البخاری فی جزء القراءة فهو مرجوح متروک کما مر تحقیقه ۔ فصار کانه لم یأمره لان وجوده کالعدم فثبت اذ لو کانت الفاتحة فرضا الخ **واما ثالثا** لو کانت هذا الروایة علی شرط البخاری رحمه الله لا ورده فی کتابه الشریف لانها کانت صریحة فی وجوب ام القران فلا تزاحم ما فی الکتاب **قوله واما ثانیا** الی اخر ما قال لان المقام مقام التعلیم **اقول** اما اولا فقد کان ذلک معلوما له علی ما قاله النووی والقسطلانی ۔ فتعلیمه یکون تحصیلا للحاصل واما ثانیا فانه صلی الله علیه وسلم کان بصدد تعلیم الارکان والقعدة الاخیرة لیست برکن للصلوة علی ما اشرنا فلا یضرنا عدم ذکرها **قوله** فان قلت الخ **اقول** لا حاجة لنا الی لیت ولعل وای داع یدعو الی ارتکاب هذه التکلیفات الباردة وعدم ذکر القعدة لا یخل بالمقصود لما سبق **قوله** اما ثالثا **اقول** اما اولا ۔ فقد کان عالما بها علی اختیار النووی والقسطلانی واما ثانیا فلما ذکرنا فی القعدة الاخیرة لان النیة ایضا لیست برکن للصلوة فلا حرج فی عدم تعلیمه النیة علی اختیار اصحابنا **قوله** اما رابعا ففی روایة البخاری الی اخر ما قال فلابد عندک ان تکون هذه الاشیاء فرائض آه **اقول** غرضه رحمه الله انه صلی الله علیه وسلم علمه فی هذا الحدیث المذکور فی البخاری ۔ ارکان الصلوة کلها وما ترک منها شیئا فلو کانت الفاتحة رکنا لعلمه لان المقام مقام التعلیم **لا** ان جمیع ما علمه فهو رکن فاندفع ما قیل علیه **قوله** جاء فی روایة ابی داؤد فان کان معک قران فاقرأ والا فاحمد الله وکبره وهلله الخ **اقول** قال النووی فی شرح البخاری ۔ اما حدیث ما تیسر معک من القران فمحمول علی من عجز عن الفاتحة انتهی ۔ یعنی من عجز عن قراءة الفاتحة ونقیله علی ما سواها ۔ من القران ۔ فله ان یقرأ ما تیسر من القران ومدلول کلامه صلی الله علیه وسلم فی روایة

اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم **اقول** عینی علیہ الرحمۃ نے بخاری کی شرح میں یہہ عبارت لکھی ہے۔ قولہ ما تیسر معک من القران یدل علی ان الفرض مطلق القراءۃ وھو حجۃ واضحۃ للحنفیۃ علی عدم فرضیۃ القراءۃ الفاتحۃ۔ اذ لو کانت فرضاً لامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم والبیان انتھی۔ آپ فرمائے کہ اس عبارت میں کونسا جملہ دال ہے۔ کہ عینی نے۔ نووی پر اعتراض جمایا ہے۔ بلکہ یہہ کلام نصاً صریحاً اسپر دال ہے۔ کہ عینی نے فاقرؤا ما تیسر معک من القران کا مدلول بیان فرمایا ہے نہ کہ اعتراض جمایا ہے کما فہمہ صاحب الرسالۃ خیر ہمنے فرضاً تسلیم کیا کہ اعتراض ہی ہے۔ نووی پر نہ سہی کسی اور پر ہی سہی۔ تو بھی غرض عینی رحمہ اللہ کی یہہ ہے۔ کہ یہ جملہ اسحدیث کا جو بخاری شریف مین مرجح معمول بہ واقعہ ہے۔ نہ وہ جملہ بخاری کا جو جزء القراءۃ یعنی ام القران مرجوح متروک ہے کما مر منا التحقیق قبل ذلک) اوسکا مدلول صریح عموم ہے۔ نہ خصوص۔ فھذا الکلام حق لا سترۃ فی ذلک لان ظاھر ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری تدل علی العموم لا علی الخصوص فلا یرد ما اورد علیہ۔ دیکھو نووی کہتا ہے۔ فھذا الحدیث مشتمل علی فوائد کثیرۃ۔ ولیعلم اولا انہ محمول علی بیان الواجبات دون السنن انتھی۔ تو غرض نووی رحمہ اللہ کی یہی ہے کہ اس حدیث مذکور فی المسلم کا یہ حال ہے ورنہ اگر اسکی جملہ طرق کا لحاظ کیا جاوے تو یہ کلام نوویکا کب صحیح ہے کیونکہ اسحدیث کے طرق مین تو سنن بلکہ آداب بھی مذکور ہین کما لا یخفی علی ناظریہا وقد مر قبیل ذلک ما یلوح منہ ھذا **قولہ** والجواب اما اولا فلامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رأیت فی روایۃ البخاری **اقول** اما اولا فانہ رحمہ اللہ علیہ فی صدد بیان مدلول ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری بقرینۃ قولہ قولہ ما تیسر معک من القران یدل علی الخ۔ لا ما وقع فی کذا کذا **واما ثانیاً**

الانصاف ما اتی المجیب فی رد ھذا الاعتراض بشئ یعتد بہ ویعتمد علیہ۔
فائدۃ لطیفۃ واعتراض العینی علی النووی اعتراضاً رابعاً وما حاله حوله صاحب الرسالة والوجه لدیه۔ وھو ھذا قال النووی اما حدیث ما تیسر محمول علی مازاد علی الفاتحة بعدھا انتہی ملتقطاً۔ قال العینی واما قوله علی مازاد علی الفاتحة بعدھا۔ فمن این یدل ظاہر الحدیث علی الفاتحة حتی یکون قوله ما تیسر الا علی مازاد علی الفاتحة۔ **ومع ھذا** اذا کان ماموراً بما زاد علی الفاتحة یجب ان تکون تلک الزیادۃ ایضاً فرضاً مثل الفاتحة ولم یقل بہ الشافعی رحمہ اللہ انتہی ملتقطاً **قوله** یہ حدیث جعفر بن میمون سے روایت ہے۔ اور وہ ثقہ نہیں **اقول (۱)** **تقریب التہذیب** میں لکھا ہے جعفر بن میمون التیمی صدوق یخطی من السادسة انتہی۔ اور **میزان الاعتدال** میں ہے جعفر بن میمون قال مرۃ صالح الحدیث۔ وقال الدارقطنی یعتبر بہ وقال ابن عدی لم ار حدیثہ منکراً انتہی بحذف البعض۔ اگرچہ جعفر بن میمون میں بعض ثقات کی کلام ہے الا بہ کلام بہ نسبت محمد بن اسحاق کے کلام کے نہایت ہی کمتر ہے۔ **یحییٰ بن قطان** کہتا ہے اشہد ان محمد بن اسحاق کذاب اور سلیمان تیمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکو دجال من الدجاجلہ فرمایا ہے۔ دیکھو **میزان الاعتدال** جبکہ اوسکی حدیث کو آپ بلا دغدغہ قبول فرماتے ہیں تو پھر اس میں کیا تامل ہے علی انہ قد ضعفہ احمد وجماعة کما ذکرہ العلامة الزیلعی (۲) جعفر بن میمون کے طریق میں کلام ہی سہی۔ اس طریق کے سوا اس حدیث کا اور بھی طریق ہے۔ جس میں جعفر بن میمون نہیں **روی الطبرانی** نے فی معجمہ الاوسط من حدیث ابراھیم بن طہمان عن الحجاج بن ارطاۃ عن

ابی داؤد۔ ان کان معک قرآن فاتحۃ کانت او غیرھا فاقرأ و ان لم تعلمہ مطلقا
او عجزت عنہ فاحمد اللہ الحدیث فاین ھذا من ذلک آو نقول مدلول کلام
النووی ان من عجز عن الفاتحۃ و یقدر علی ما سواھا۔ و مدلول کلامہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان من عجز عن القرآن فھل جازت صلوتہ۔ فلیت شعری
ما حملہ علی ھذا الحمل و کیف قال ان الحمل صحیح مع ان بین الکلامین
بعد بمراحل۔ فثبت ان قول العینی فحمل غیر صحیح صحیح لانہ لیس فی الحدیث شئ
یدل علیہ۔ فلیتامل الناظر فی ذلک و لینصف **قولہ۔ الاعتراض
الثالث الخ اقول** قال علیہ السلام للاعرابی۔ اذا قمت الی الصلوٰۃ
فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن الحدیث رواہ البخاری۔ قال النووی
فی شرح ھذا الحدیث۔ اما حدیث ما تیسر فمحمول علی الفاتحۃ فانھا متیسرۃ
انتھی۔ یعنی بہ ان ما تیسر من القرآن ھو الفاتحۃ لا غیر قال العینی ھذہ
تمشیۃ لمذھبہ بالتحکم۔ و کل ھذا خارج عن معنی کلام الشارع اما قولہ
فالفاتحۃ میسرۃ فلا یدل علیہ ترکیب الکلام اصلا لان ظاھرہ یتناول
الفاتحۃ و غیرھا مما یطلق علیہ اسم القرآن۔ و سورۃ الاخلاص اکثر
تیسیرا من الفاتحۃ فما معنی تعیین الفاتحۃ فی التیسیر و ھذا تحکم بلا دلیل
انتھی مختصرا **قولہ** الواجب و الفرض فی العمل سواء و انکار التیسیر بعد
اختیار الوجوب او الفرضیۃ تحکم **اقول** کلام العینی ناظر الی ان الحکم
بحصر تیسیر من القرآن فی الفاتحۃ تحکم لا یدل علیہ ترکیب کلام الشارع اصلا
لان مدلولہ الصریح یتناول الفاتحۃ و غیرھا مما یطلق علیہ اسم القرآن فما معنی
قولہ ان ما تیسر ھو الفاتحۃ لا غیر فھل ھذا الا تحکم بلا دلیل۔ و اختیار الوجوب
و الفرضیۃ لا مدخل لہ فی التیسیر فثبت ان قول المعترض تحکم۔ تحکم بلا دلیل بل

نے اس قاعدہ کی تفصیل ملاحظہ نہین فرمائی - ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے **قوله**
القرآن معرف باللام ہے اور حنفیہ کے اس اصل کو الف لام مین عہد اصل ہے
اقول اولا عند العلماء مشہور یہ ہے - کہ لام چار قسم پر ہین تقسیم ہین **اللام**
بالاجماع لتعریف مدخولها فاما ان یشار بها الی الحقیقة من حیث هی هی من غیر
نظر الی الافراد - فهی لام الجنس - واما ان یشار بها الی حصة معنیة من الحقیقة
فهی لام العهد الخارجی - او الی حصة غیر معنیة من الحقیقة - وهی لام العهد
الذهنی - او الی جمیع افرادہ الحقیقة فهی لام الاستغراق - فالاول مثل
الرجل خیر من المرأة - والثانی مثل جاءنی رجل فقال الرجل کذا - والثالث
مثل ادخل السوق - والرابع مثل الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا
الصلحت - هذہ خلاصة ما فی التلویح اور الف لام کی اقتضا عموم میں علماء کے
تین مذہب ہین **الاول** اذا کان هناك معهود حملت علی العهد فان لم
یکن حملت علی الاستغراق والیه ذهب جمهور اهل العلم **والثانی**
انها تحمل علی الاستغراق الا ان یقوم دلیل علی العهد **والثالث** انها
تحمل عند فقد العهد علی الجنس عن غیر استغراق اب استفسار طلب یہ امر
ہے - کہ القرآن میں عہد ذہنی ہے یا خارجی - اگر ذہنی ہے تو ذہنی کا مشار الیہ الحصہ
غیر معین ہوتا ہے کما مر لہذا اسکو حکما نکرہ کہتے ہیں - پس اس تقدیر پر معنی
آیت کے یہ ہوے - جبکہ کوئی حصہ قرآن کریم کا (فاتحہ ہو یا اوس کے سوا) پڑھا جاوے
تو اوسکو سنو - اور چپکی رہو - کچھ نہ پڑھو - اور حدیث شریف کا مضمون یہ ہے
کہ فاتحۃ الکتاب پڑہو - چپ نہ رہو - پھر تطبیق سہل کیونکر ہوئی - **الحاصل**
اس تقدیر پر معنی آیت کے توصیح الا تطبیق سہل نہیں **ھان** وہ تطبیق جو کہ جابر
رضی اللہ عنہ نے دی ہی البتہ وہ سہل ہے - یعنے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب

عبد الکریم عن ابی عثمان عن ابی هریرة قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی فی اهل المدینة ان لا صلوٰة الا بقراءة ولو بفاتحة الکتاب انتهی ذکره الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة - اور اس حدیث کا اور بھی طریق ہے اخرج ابو محمد الحارثی فی مسنده - وابن عدی - لکن اس طریق کو زیلعی نے کہا ہی کہ ضعیف ہے - (۳) جعفر بن میمون کا طریق ضعیف ہی سہی - الا چونکہ اوسکی مؤید قرآن - اور حدیث فاقرؤا ما تیسر من القرآن ہے پس جبر ضعف کا ہوا **قوله** آپکی روایت اس روایت سے کسطرح بڑہ کر نہیں **اقول** اس روایت میں بھی وہی جعفر بن میمون موجود ہے - پہر اس روایت کو کسطرح ترجیح اور فوقیت ہی - **روے** ابوداؤد حدثنا ابن بشار اخبرنا یحیی اخبرنا جعفر عن ابی عثمان عن ابی هریرة قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوٰة الحدیث انتهی **قوله** یہ حدیث احادیث مصرح بفرضیت کا مقابلہ ہی کب کر سکتی ہے **اقول** (۱) وہ احادیث مصرح ہی کہاں ہین - اور جو بیان ہوئی ہین وہ مثبت فرضیت نہیں - جیسی جابجا معلوم ہوچکا ہے (۲) اگر یہ حدیث تن تنہا ہی ہوتی تو شاید - جبکہ اس کے مؤید اور معاضد اور احادیث صحاح اور قرآن موجود ہے - تو پہر مقابلہ نہ کرنے کی کیا وجہ - **قوله** ابوہریرہ کا فتوی اسکے خلاف ہے - الی آخر ما قال آپ کی اصول میں وہ روایت حجت نہیں رہتی **اقول** یہ قاعدہ ہمارے اصول میں اسطرح ہی وان عمل الراوی بخلاف ما روی قبل الروایة لا یجرح بجواز انہ کان مذهبه ... بالحدیث وکذا اذا لم یعلم التاریخ لانہ حجة بیقین فلا تسقط بالشک تلویح وتوضیح ص ۳۱۶ اب آپ ہی تاریخ بیان فرما دیجیے یقینی نہین تو ظنی ہی سہی - پہر ہمارا عمل اور ہماری اصول کا قاعدہ کیونکر ٹوٹا - اور یہ حدیث ہماری اصولی قاعدہ کے موجب قابل عمل ہی رہی **صاحب رسالہ**

وایضًا ولقد یسرنا القرآن للذکر وایضًا الرحمٰن علّم القرآن۔
وایضًا اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ وایضًا ان ھذا القرآن
یھدی للتی ھی اقوم وغیرہ انکے ماسوا کثیرًا من المواضع میں القرآن کا لفظ
معرف باللام واقع ہے ولا معنی العھد فی ھذہ المواضع کما لایخفی **قولہ**
امر بالشئ اسکی ضد کی نہی کا مُستلزم نہیں دیکھو اپنا اصول **اقول** حسب الحکم
ہمنے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت دیکھی تو اوس میں یہ فال کھلی **مسئلہ**
وجوب الشئ یتضمن حرمۃ ضدہ وقیل الامر بالشئ یقتضی کراھۃ ضدہ
وقیل الامر بالشئ نفس النھی عن ضدہ وقیل لیس الامر نھیًا عن الضد
ولا متضمنًا لہ عقلا وعلیہ المعتزلۃ وعامۃ الشافعیۃ انتھی مختصرًا۔
پہر نور الانوار تو اوسمیں یہ عبارت پائی قیل الامر بالشئ یقتضی النھی عن
ضدہ والنھی عن الشئ یکون امرا بضدہ فیدل الامر علی تحریم ضدہ
والنھی علی وجوب ضدہ۔ فان کان لہ ضد واحد فیھا وان کانت لہ
اضداد کثیرۃ ففی الامر یحرم اضدادہ۔ وفی النھی یکفی لہ الاتیان بواحد
من الاضداد غیر معین۔ وھذا ھو مختار الجصاص۔ وعندنا الامر بالشئ
یقتضی کراھۃ ضدہ انتھی مختصرًا۔ ازان بعد حصول المامول کو دیکھا
اوسمیں صاف ہی ہے ذھب الجمھور من اھل الاصول ومن الحنفیۃ والشافعیۃ
والمحدثین الی ان الشئ المعین اذا امر بہ کان ذلک الامر بہ نھیًا عن الشئ
المعین المضاد لہ۔ سواء کان ضدًا واحدًا او کان الضد متعددًا الی اخر
ما قال۔ وقال الرازی۔ والقاضی ابوزید۔ والصیرفی۔ وصدر الاسلام
واتباعھم من المتاخرین۔ الامر یقتضی کراھۃ ضدہ ولو کان ایجابًا انتھی
مختصرًا وملتقطًا اور تلویح وغیرہ کے عبارات نقل نہیں کیگئی۔ خوفًا للاطناب

اذا کان وحدہ ذکرہ الترمذی یعنی یہہ حدیث منفرد کے لئے ہی مقتدی کی لئی نہین
اور آیت کریمہ اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون مقتدی کیواسطہ
ہے۔ یہ تطبیق آسان اور سہل ہے۔ علاوہ ازان صحابی جلیل القدر۔ لغت دان۔
محاورہ شناس۔ عالم النصوص۔ مصاحب الصحبت۔ کی ہی۔ اوریہی مختار
حنفیہ کرام کا ہے۔ اور اگر عہد خارجی تو مشارٌ الیہ خارجی کا ایکحصہ معینہ حقیقت
کا ہوتا ہے اور وہ مسبوق الذکر ہی ہونا چاہیئے **کقولہ تعالی** فارسلنا الی
فرعون رسولًا۔ فعصی فرعون الرسول **و** کقول القائل جاء رجل فالرجل
کذا۔ پہر یہاں کونسا حصہ خاص قرآن کا مسبوق الذکر ہے۔ کہ وقت پڑہنے قرآن
کے بخصوصہا اوسی کا سُننا فرض ہے۔ اور کونسا قرینہ اوس خاص حصہ کی
تقرر پر دال ہے۔ اسکی علاوہ۔ اس تقدیر پر معنی آیت کے یہ ہوئے۔ جبکہ ایک خاص
حصہ یعنی فلان آیت۔ یا فلان سورت۔ قرآن کریم کی پڑہی جاوے تو اوسکو سنو۔ کہ
اوسی کا سننا وقت قرات قران کی فرض ہی۔ اور فلان آیت یا فلان سورۃ۔ جبکہ
پڑہی جاوے۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ سنو یا نہ سنو۔ فرض نہیں وھو کما
تری سخیف جدًا۔ لا یقول بہ احد ولا تقتضیہ الآیۃ **ثانیا** القران کا لفظ معرف
باللام۔ کتاب کریم میں بہت جگہہ واقع ہے۔ حسب تجویز مؤلف رسالہ کے وہان بہی
عہد ہونا چاہیے۔ وھو بمراحل بعید عن التحقیق۔ وایضًا لا یستقیم المعنی
کما لا یخفی علی من لہ قلب سلیم۔ قال عز من قائل ولقد صرفنا فی ھذا
القران **وایضًا** ما انزلنا علیک القران لتشقی **وایضًا** طسٓ تلک
آیات القران وکتاب المبین **وایضًا** ان الذی فرض علیک القران لرادک
الی معاد **وایضًا** یسٓ۔ والقران الحکیم **وایضًا** ولقد ضربنا للناس فی
ھذا القران من کل مثل لعلھم یتذکرون **وایضًا** قٓ۔ والقران المجید

تو پھر ظنیت کہاں سے آگئی۔ پس اب آیۃ کریمہ اپنی عموم پر ہی مخصوص نہیں فلا یجوز تخصیصہ بالظنی **قولہ** یہ آیۃ اپنے اطلاق عموم پر بالکل نہیں الی آخر ماقال تخصیص خبر واحد سے ممنوع نہ ہوگی **اقول** قبل از جواب تین مسئلوں کا بیان کرنا ضروریات سے ہے۔ تاکہ مسئلہ تخصیص کی حقیقت پوری پوری معلوم ہو۔

مسئلہ اول تخصیص مصطلح کی تعریف والتخصیص فی الاصطلاح ھو قصر العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول۔ فان لم یکن کلاما۔ بان کان عقلا او حسا او عادۃ او نحوہ لم یکن تخصیصا اصطلاحا ولم یصر ظنیا۔ وکذا ان لم یکن مستقلا بل کان بغایۃ او شرط او استثناء او صفۃ وسیجئ تفاصیلھا۔ وکذا ان لم یکن موصولا بل کان متراخیا لا یسمی تخصیصا بل یسمی نسخا انتھی نور الانوار مزینہ۔

مسئلہ ثانیہ مخصص کی تاخیر جائز ہے یا نہ۔ **مسلم الثبوت** میں لکھا ہے لا یجوز تاخیر المخصص عند الحنفیۃ۔ خلافا للشافعیہ۔ وفی موضع اخر منہ۔ والحق ان المتراخی ناسخ اولا کان او ثانیا انتھی۔ اور **تلویح** میں ہے و مذھبنا فی المتاخر انہ نسخ لا تخصیص انتھی

مسئلہ ثالثہ عام وضعاً اپنے جملہ افراد کو مستغرق ہے۔ اور جن افرادوں کو متناول ہے اون افراد میں اوسکا حکم قطعی ہے۔ تو تخصیص عام جبتک کہ قطعی کے ساتھہ نہ ہولے ظنی (یعنی خبر واحد وقیاس) سے جائز نہیں۔ کیونکہ جب عام اپنے جملہ افراد کو من حیث الوضع مستغرق ہے۔ تو بعض پر اطلاق کرنا یا اطلاق علی الکل علی الجزو یا تسمیۃ الجزو باسم الکل کے قبیلہ سے ہے۔ پس احتمال تخصیص عام میں ایسا ہی جیسا کہ احتمال مجاز حقیقت میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ احتمال مجاز قطعیہ معنی حقیقی کو مضر نہیں۔ جبتک کہ کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہو **فی التوضیح** وعندنا ھو قطعی

اب گزارش ہی - کہ ہماری اصول میں تو یہی لکھا ہے - امر بالشی مستلزم نفی ضدہ اوکراہتہ ضدہ کا ہے آپنے کہان سے اسکی نفی کا التزام فرمایا - کسی کتاب مین لکھا پایا - یا سناسنایا ہے الزام لگایا - پس مطلق قرارت یا قرارت فاتحہ کی نہی یا کراہتہ واسطے مقتدی کے اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہوئی **قولہ** استماع کی تخصیص جہری نمازون کے ساتھ اور انصات کی سریہ کے ساتھ مستلزم ظنیت عموم ہے

اقول - تفسیر کبیر مین ہی - الانصات السکوت و الاستماع - یقال نصت و انصت و انتصت بمعنی واحد انتھی اور **فتح القدیر** میں ہی الانصات لا یخص الجھریۃ لانہ عدم الکلام لکن قیل ان السکوت للاستماع لا مطلقا وحاصل الاستدلال بالایۃ ان المطلوب امران الاستماع - والسکوت - فیعمل بکل منھما والاول یخص الجھریۃ والثانی لا - فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القرأت مطلقا وھذا بناء علی ان ورود الایۃ فی القرأت فی الصلوۃ وھو کذلک الخ **حاصل ترجمہ** چپکے رہنا نمازوں جہریہ کی ساتھ مخصوص نہیں - کیونکہ انصات کے معنے نکرنا کلام کا ہے - اور کسی کا کہنا کہ چپکے رہنا واسطے سماع قرآن کہ ہی - پس سریہ میں سکوت آیت سی ثابت نہوئی - تو اوسکا جواب یہ ہے - کہ آیت مشتمل دو حکموں پر ہی - اول استماع قرآن دوم چپکے رہنا - فاستمعوا مخصوص بجہریہ ہے - وانصتوا جہریہ سریہ دونون کو شامل ہے - پس مقتدی کو چپکے رہنا نماز جہریہ اور سریہ میں لازم ہوا - اور یہہ دلیل اسپر مبنی ہی کہ ورود اس آیۃ کا درباب قرات فی الصلوۃ ہو - سو یہہ امر ایسا ہی ہے **الی آخرہ** اب گزارش ہی اول تو کلام صاحب رسالہ کے ماذکر کے خلاف ہی - خیر اس سی قطع نظر مقصود اس کلام سی یہہ ہے کہ فاستمعوا اپنے معنے موضوع لہ میں (یعنی جب قرآن جہراً پڑہا جاوی تو سنو) مستعمل ہی

پس عام جو ثبوت (وقتیکہ) اپنے افراد کو قطعاً اور یقیناً شامل ہے۔ اور متناول ہے۔ جبتک کہ کسی قطعی دلیل سے مخصوص ہو۔ اوسکی تخصیص خبر واحد سے۔ جو ظنی ہے جائز نہیں اسلئے کہ جسکو قطعی متناول قطعاً اور یقیناً ہے اوسکا ابطال ظنی سے کب جائز ہے اور **طرفہ** یہ ہے کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں احتمال نفی فضیلت اور اجزا کا ناشی از دلیل موجود و قایم ہے۔ پھر اسکو تو بلا دغدغہ قطعی مثبت فرضیت مان لیا۔ ظنیت نے یہاں کچھہ اثر ہی پیدا نکیا۔ اس تفصیلی جواب سے **صاحب رسالہ** کی آیندہ جواب بھی بہت مستر د ہو گئے **فاحفظہ فانہ ینفعک** **علاوہ** اسکے مشرق میں پڑہے۔ تو مغرب والونکو سننا اور چپ رہنا کھنا مقتضے **فاستمعوا** کا اسکی رد کیلئے کافی ہے کیونکہ **فاستمعوا** کا مقتضی مقتضی ہے۔ کہ چپ رہنا اون لوگونکے لئے ضروری ہے۔ جو کہ استماع کرسکیں۔ مشرق میں پڑہنے سے مغرب والی استماع نہیں کرسکتی **صاحب** رسالہ نے **فاستمعوا** کے لفظ کیطرف خیال نفرما کے مونہہ آئی بات کھدے۔ گو کہ لفظ مقتضی ہو یا نہو **قولہ** آیت عام ہے اور عام کی تخصیص سنت ثابتہ سے صحابہ کرام نے جائز رکھی ہے **اقول** سنت ثابتہ یعنی قطعیہ مشہورہ اور متواترہ سے صحابہ کرام نے تخصیص جائز رکھی ہے۔ **وھذا ھو مذھب اصحابنا الحنفیۃ الکرام**۔ اور سنت ظنیہ سے جائز نہیں **فلا یضرنا ھذا المقال** **قولہ** تخصیص خبر واحد سے صحابہ کا معمول تہا **اقول** جن صحابے نے خبر واحد سے تخصیص جائز رکھی ہے۔ اوسکا نام او وہ حدیث سیدان میں لائے حتی تراہما۔ اور جناب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث **نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ** سے استدلال فرمایا۔ **اول** تو یہ حدیث خبر واحد ہی نہیں کما تحقیقہ۔ دوم اگر فرضاً تسلیم کریں تو اوس کی قطعیت فوق المتواتر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ لانہ سمع مشافہتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مساوٍ للخاص وسيجئ معنى القطع فلا يجوز تخصيصه لواحدٍ منهما - ماله

يخص بقطعي - لان اللفظ متى وضع لمعنى كان ذلك المعنى لازمًا له الا ان

تدل القرينة على خلافه - ولو اراد البعض بلا قرينة - لارتفع الامان عن

اللغة والشرع بالكلية - لان خطابات الشرع عامة والاحتمال الغير

الناشي عن دليل لا يعتبر فاحتمال الخصوص ههنا كاحتمال المجاز فى الخاص

انتہی مذکورہ مسائل سے ثابت ہوا - کہ تخصیص مصطلح وہ ہے کہ کلام مستقل موصول سے ہو - بحکم مسئلہ اولے کے - اور متاخر کو ناسخ کہتے ہیں - نہ تخصیص بحکم مسئلہ ثانیہ کے - اور مجرد احتمال غیر الناشی عن دلیل عام کو قطعیت سے خارج نہیں کرتا - بحکم مسئلہ ثالث کے - کیونکہ اگر مجرد احتمال سے عام ظنی ہو تو چاہیئے کہ خاص ہی ظنی ہو - اسلئے کہ اس میں بھی احتمال مجاز قائم ہے اور وَارْكَعُوْا بھی ظنی ہو - کیونکہ رکوع بمعنے انحنا ہے - اس میں احتمال ہے کہ کسی طرح کا انحنا ہو - اور کسیطرف ہو - اور یحتمل کہ معنی مجازی ہو - اور وَاسْجُدُوْا بھی ظنی ہو - کیونکہ سجدہ کے معنے وضع علی الجبہۃ علے الارض ہیں - اسمیں احتمال ہے کہ وضو سے ہو یا بغیر وضو ہو - قبلہ کیطرف ہو یا جنوب وشمال کیطرف - اور احتمال ہے کہ معنی مجازی ہو - اور اٰمِنُوْا بھی ظنی ہو کیونکہ ایمان بمعنی گرویدن یعنی مان لینا ہے - اسمیں احتمال ہے کہ صرف زبانی ہو - اور جائز ہے کہ معنی مجازی ہو وغیرہ وغیرہ - خاص خاص احکام کا ذکر کیوں کیا جاوے - بلکہ چاہیئے کہ بہ تجویز صاحب رسالہ کے کوئی حکم قرآنی اور نبوی قطعی نہو - کیونکہ مجرد احتمال وہمی تو ہر ایک میں پیدا ہوسکتا ہے - نماز - روزہ - حج - زکوۃ وغیرہ احکامات سب کو ظنی کہنا چاہیئے - قطعی کا نام ونشان ہی نہ رہا - الغرض ایسے ایسے احتمالات وہمیہ تو ہر ایک حکم میں موجود ہیں - پھر چاہیے کہ کوی حکم قطعی نہ ہو وہو ظاہر البطلان -

یہ سب اقسام تخصیص مصطلح کے نہیں۔ اور نہ ان تحقیقات سے عام ظنی ہوتا ہے
ورنہ اللہ خالق کل شئ و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا
مخصوص البعض ہیں لانا نعلم فی الاول قطعاً انہ لیس خالق لنفسہٖ وفی الثانی
انہ لیس بمتناول للصبی و المجنون پھر ظنی ہوں وکذلک **قولہ تعالیٰ**
اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الآیۃ ونظائرھا بھی مخصوص البعض ہیں
لخروج الصبی والمجنون ظنی ہوں **قال صاحب التلویح** لا یتوھم ان
خطابات الشرع التی خص منھا الصبی و المجنون بالعقل دلیل فیہ شبھۃ
کالخطابات الواردۃ بالفرائض فانہ یکفر جاحدھا اجماعاً مع کونھا مخصوصۃ
عقلاً۔ فان التخصیص بالعقل لا یورث شبھۃ۔ فان کل ما یوجب العقل
تخصیصہ یخص والا فلا انتھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایسی ایسی تحقیقات سے عام
مخصوص البعض مصطلح (یعنی الذی تمکن فیہ شبھۃ) نہیں ہوتا اور نہ یہ
تحقیقات مورث شبہ کے عام میں ہیں فکیف یجوز تخصیصہ بالخبر
الواحد الذی ھو ظنی کما مر فیما سبق **قولہ** پندرہواں سولہواں جواب
اقول ان ہر دو جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ فاتحۃ الکتاب کی حدیث قراءۃ الامام
کی حدیث سے کم نہیں۔ اور یہ حدیث متواتر ہے۔ سو ان دونوں امر کا جواب مفصل فاقرؤا
ما تیسر من القرآن میں گزر چکا ہے فلینظر الطالب ثمہ **قولہ** سترہواں جواب
آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے الی قولہ تو یہ آیت محتملہ حجیت قطعیہ ہونے کے
قابل نہیں **اقول** اختلاف شان نزول مستلزم ظنیت آیۃ کا نہیں۔ اگر یہ اختلاف
مستلزم ظنیت کا ہو تو بڑا بہت حصہ قرآن کریم کا ظنی ہو کما لا یخفی علی من یعلم اسباب
النزول چنانچہ نظیرا بعض آیات واسطے ملاحظہ کے حوالہ قلم ہوتی ہیں **قال عز
من قائل** انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ الآیۃ قد اختلف

دیکھو بحر العلوم فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ولو
سلم العموم فلیس ھذا من الباب فی شیٔ فان تخصیص خلیفۃ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انما کان لانہ کان قاطعاً عندہ مثل قطعیۃ الکتاب فانہ
سمع مشافھۃ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر ومن ہہنا ظھر لک
ان ماجرح بہ الخبیث النصیر الطوسی فی شان **صدیق الاکبر**
انہ خصص الکتاب بخبر الواحد - فمن غایۃ حماقتہ وبلادتہ وجھلہ
عصمنا اللہ ولسائر المسلمین عنہ - واما تخصیص غیرھم فلانہ کان مقطوعاً
عندھم الی آخرہ الخ انتھی وقد مر فیما مر **قولہ** جمہور اہل اسلام نے عام
کی تخصیص کو جائز کہا ہے **اقول** جواز تخصیص عام میں تو کلام ہی نہیں -
کلام تو تخصیص العام بخبر الواحد میں ہی سو اوسکا یہاں ذکر ہی نہین **قولہ**
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص خبر واحد سے جائز الخ
اقول اسکا جواب فاقرؤا ماتیسر کے جوابوں میں گزرچکا ہے فلینظرہ
ثمہ اور جہاں انکی دلائل مذکور ہیں وہاں اون کی جواب بھی مسطور ہیں **قولہ**
نوان جواب **اقول** اسکا جواب چوتھی جواب میں مذکور ہوچکا ہے - تکرار موجب
طوالت کلام ہے اوسی کو ملاحظہ کریں۔ **قولہ** دسواں جواب الی قولہ تعالیٰ میں
ابتک کسینے منع نہیں کیا **اقول** نمبر ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ تک
ان سب کا بلکہ اس سے ماقبل کے بہت جوابوں کا مطلب ایک ہی ہے - صرف گنتی
ہی بڑہائی گئی ہے - کما لا یخفی علی الناظر سو انکا جواب کا خلاصہ یہ ہے
کہ یہ تخصیص مصطلح نہیں تاکہ مورث ظنیت عام ہو کیونکہ تخصیص عام مصطلح تو - قصر
العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول کو کہتے ہیں - سو اگر تخصیص
بکلام نہو - یا بکلام ہو - اور مستقل نہو - یا بکلام مستقل ہو - اور موصول نہو -

اور ہے۔ دیکھو اتقان ص ۴۵ اور بیضاوے اور فاتحہ الکتاب کے
شان نزول میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہہ ہے۔ کہ سب سے اول یہی
نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ اول اقرأ نازل ہوئی ہے۔ اور
بعض کا قول یہہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول نازل ہوئی ہے۔ وقیل یاایہا المدثر
اور بعض کہتے ہیں سورہ فاتحہ مکی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مدنی ہے۔ اور بعض
کا قول ہے کہ دوبارہ نازل ہوئی ایکدفعہ مکہ میں اور دفعہ دوم مدینہ میں۔ اور بعض کا
قول ہے کہ نصف مکہ میں اور نصف مدینہ میں نازل ہوئی دیکھو اتقان وعلی ہذا القیاس
بہت آیات احکامی وغیرہا کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اگر
اختلاف موجب عدم حجت ہے۔ تو بہت آیات قرآنی قابل حجت نہیں رہتیں

قولہ استماع اور انصات آہستہ قراءت کا مانع نہیں **اقول** مستعینا باللہ
اولا اس آیۃ کریمہ میں باری تعالے نے حکم قراءت کے بعد فاستمعوا۔ فرمایا۔
استماع مع القراءت سرّیہ بنظر ظاہر جو نکہ ممکن تہا یعنے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص
قرآن کریم سنتا بھی ہے اور سرّا کچھہ پڑہتا بہی ہے۔ اس لیئے دفع الذلک اوس کے
بعد وانصتوا فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو بلکہ جب قرآن کریم پڑہا جاوے تو سنو۔ اور چپکے
رہو۔ کچھہ نہ پڑہو۔ اگر آیتہ کریمہ کو اون معنوں پر حمل کیا جاوے جن پر صاحب رسالہ نے
حمل کیا ہے تو وانصتوا کا سوا تکرار بیفائدہ کے کوئی فائدہ معتدبہا نہیں رہتا وکلام
اللہ کا ہے عز مجدہ علو عن ذلک علوا کبیرا۔ فثبت ان ذلک المحمل غیر سدید
اور انصات آہستہ قراءت کا مانع ہے **انتباہ** یہ جواب تسلیم اتحاد معنی سماع اور استماع
پر مبنی ہے۔ والا بینہما فرق وسیاتے۔ **ثانیا** علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے۔
الانصات عدم التکلم انتہی۔ جب انصات کے معنی عدم التکلم کے ہوئی۔ تو قراءۃ
سرّا کو کوئی عدم التکلم نہیں کہتا۔ کیونکہ کوئی اہل المحاورہ نہیں کہیگا۔ کہ تکلم زید ثم انصت

الناس فی سبب نزول ھذہ الآیۃ فذھب الجمھور الی انھا نزلت فی العرنیین وقال مالک والشافعی وابو ثور واصحاب الرای انھا نزلت فیمن خرج من المسلمین بقطع الطریق والسعی فی الارض **نیل المرام** اخرج الشیخان عن المسیب قال لما حضر ابا طالب الوفاۃ (وذکر القصۃ) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ **واخرج الترمذی** وحسنہ عن علی رضی اللہ عنہ قال سمعت رجلا یستغفر لابویہ وھما مشرکان۔ فقلت أتستغفر لابویک وھما مشرکان۔ فقال استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ وھو مشرک فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واخرج الحاکم وغیرہ عن ابن مسعود خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المقابر فجلس الی قبر منہا۔ فناجاہ طویلا ثم بکی فقال ان القبر الذی جلست انہ قبر امی وانی استاذنت ربی فی الدعاء لہا فلم یاذن لی فانزل علی۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الایہ **اتقان** ص۲ اور آیتہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجہ** ابن جریر وابن ابی حاتم میں کچھ ہے اور **ما اخرجہ الحاکم** وغیرہ میں کچھ اور ہے۔ دیکھو اتقان صفحہ ۲۵ **روی** انہ علیہ السلام قال کنت بجراء فنودیت فنظرت عن یمینی وشمالی الی اخرما قال فنزل جبرئیل وقال یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر وقیل تاذی من قریش فیعطی بثوبہ متفکرا او کان قائما متدثرا فنزلت دیکھو **بیضاوی** صفحہ ۳۹۵ تو اسمیں بھی اختلاف ہے سورہ والضحی کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجہ الشیخان** میں کچھ اور ہے اور **ما اخرجہ الطبرانی** اور ابن شیبہ میں کچھ

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سکوت بین الجہرین ہے۔ یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ اکبر جہراً فرمایا۔ اور پھر قرأت بھی جہراً پڑھی اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا سکوت فرمایا۔ تو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بابی انت وامی کیا آپ اس سکوت میں کچھ آہستہ پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں یہ دعا آہستہ پڑھتا ہوں۔ پس جائز ہے کہ سکوت بین الجہرین میں قرأت سریہ مجامع ہو۔ اور آیت میں یہ بات کہاں ہے فافترقا **سابعًا** یہ دعا بلامعارض ہے۔ اور قرأت مقتدی کے معارض قران اور احادیث صحیح موجود ہیں فلا یقاس علیہا **ثامنًا** سکتہ بین التکبیر والقرأت میں چونکہ دعا حضرت سے ثابت ہے تو جائز ہے کہ یہ امر مخصوص ہے محل کے لیے ہو۔ عام نہو۔ فلا یجاوز غیرہ **تاسعًا** روے عن ابی بن کعب انہ لما نزلت ہذہ الآیۃ (ای اذا قرئ القرآن) ترکوا القراءۃ خلف الامام یہ قرینہ صریحہ ہے کہ صحابہ کرام رض نے باوصف حصول برکات صحبت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال محاورہ دانی کے انصتوا سے ترک القراءۃ مطلقا سمجھا۔ نہ سکوت مع القراءۃ جیساکہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں فاین ہذا من ذالک **عاشرًا** انہ تعالی امر اولا بالاستماع واشتغالہ بالقراءۃ یمنعہ من الاستماع۔ لان السماع غیر۔ والاستماع غیر۔ فالاستماع عبارۃ عن کونہ بحیث یحیط بذلک الکلام المسموع علی الوجہ الکامل کما قال اللہ تعالی لموسی علیہ السلام وانا اخترتک فاستمع لما یوحی واذا ثبت ہذا وظہر ان الاشتغال بالقراءۃ مما یمنع من الاستماع۔ علمنا ان الامر بالاستماع یفید النہی عن القراءۃ مطلقا انتہی تفسیر کبیر **الحادی عشر** علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں۔ کہ امتناع قرأت خلف الامام در جہریہ۔ اس آیت سے ثابت ہے اور سریہ کا امتناع اور احادیث وآثار سے جو کہ مذکور ہو چکی ہیں۔ ثم

کے معنی یہہ ہیں۔ کہ زید بعد کلام کے چپکا تو ہو گیا الا سنّا وہ ضرور کلام کرتا ہی ہا

ثالثاً قال الرازی کے الانصات السکوت والاستماع یقال نصت وانصت و انتصت بمعنی انتھی۔ یعنی انصتوا کا مدلول مطابقی سکوت اور استماع ہے۔ اور مقتضا اوسکا یہ دونوں امر ہیں ایک نہیں۔ تو معنی آیت کے یہہ ہوئے۔ کہ جب کوئی شخص قران کریم پڑہے۔ تو سامعین پر سکوت یعنی کچھہ نہ پڑہنا اور استماع لازم ہے لینتفعوا بہ ویتدبروا مافیہ من الحکم والمصالح اور بقول صاحب رسالہ کے معنے انصتوا کے یہہ ہوئے۔ کہ بوقت قراءت قرآن کے استماع لازم ہی۔ اور سکوت بمعنی مذکور لازم نہیں۔ اول تو مقتضی انصتوا پر عمل ہے کہاں۔ دوم یہ تقسیم نہایت عمدہ ہے کہ ایک لفظ کا نصف مدلول فرض ہو اور نصف فرض نہیں **رابعاً**

روی الخمسة الا الترمذی انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد۔ اسحدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا اور ایتمام کی بیان فرمائی۔ بعض امور میں امر بالمشارکت اور بعض میں امر بالسکوت اور بعض میں جواب دینا ارشاد فرمایا۔ واذا قرء میں فانصتوا فرمایا۔ اور یہہ نہ فرمایا کہ جب امام قراءت پڑہے تو تم بہی آہستہ قراءت پڑہو۔ اور بعض اخبار سے جو قراءت فاتحہ خلف الامام کا پڑہنا معلوم ہوتا ہے اوسکا جواب ہو چکا ہے پس انصتوا کو حمل قراءت سریہ پر کرنا خلاف تقسیم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے فلا یعتد بہ۔ **خامساً** حدیث شریف میں سکت ھنیئة کا لفظ واقع ہے وانصت ھنیئة کا لفظ واقع نہیں۔ پس جائز ہے کہ قراءت سریہ میں السکوت مجامع ہو اور مع الانصات مجامع نہو۔ لان الانصات السکوت والاستماع معاً۔ لا السکوت فقط فیکون قیاس السکوت علی الانصات مع الفارق **سادساً**

فان قلت قال البیہقی فی المعرفة بعد ان روی حدیث ابی ھریرۃ وابی موسی قد اجمع الحفاظ علی خطاء ھذہ اللفظة فی حدیث ابوداؤد وابن حاتم وابن معین والحاکم والدارقطنی وقالوا انہا لیست بمحفوظة۔ قلت یردہ ھذا کلہ ما یوجد فی بعض نسخ مسلم ھذہ الزیادۃ عقیب ھذا الحدیث وصحح ابن خزیمہ حدیث ابن عیلان المذکور فیہ تلک الزیادۃ وقال مسلم ھو صحیح عندی یعنی حدیث الذی رواہ ابوھریرۃ وفیہ الزیادۃ المذکورۃ فقیل لہ لم لم تضعہ ھھنا فقال لیس کل شیٔ عندی صحیح وضعتہ ھھنا۔ انما وضعت ھہنا ما اجمعوا علیہ ھذا مسلم جبل من جبال أئمة الحدیث واھل النقل قد حکم بصحة ھذا الحدیث ورد بھذا الکلام البیہقی وامثالہ

انتھی۔ اب ناظرین منصفانہ نظر کریں۔ اور انصاف سے کہیں کہ عینی کی کلام کو کچھ بھی نسبت صاحب رسالہ کی کلام سے ہے **قولہ** ابوخالد کا اس زیادتے میں کوئی تابع نہیں قال الزیلعی وقال (ابوداؤد) وھذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظة والوھم عندنا من ابی خالد انتھی۔ وتعقبہ المنذری فی مختصرہ فقال وھذا فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو سلیمان بن حیان وھو من الثقات الذین احتج بھم البخاری ومسلم ومع ھذا فلم یتفرد بھذہ الزیادۃ بل تابعہ علیھا ابوسعید محمد بن سعد الانصاری الاشھلی المدنی نزیل بغداد وقد سمع من ابن عجلان وھو ثقة وثقہ النسائی وابن معین وغیرھما **وقد** اخرج مسلم ھذہ الزیادۃ فی صحیحہ فی حدیث ابی موسی الاشعری من حدیث سلیمان التیمی عن قتادۃ انتھی۔ اور محمد بن سعد الانصاری کی حدیث نسائی نے اپنی سنن میں بیان کی ہے۔ دیکھو نسائی صفحہ ۱۵۳ **واخرج** الدارقطنی فی سننہ ایضاً ذکرہ الزیلعی ولسلیمان التیمی متابعان آخران غیر محمد بن سعد

اور ثابت ہی فالمقصود حاصل **قوله** زیلعی نے عمرو بن عمرو سے نقل کرکے کہا ہے
کہ یہ حدیث سلیمان سے اشہر ہے **اقول** صاحب رسالہ نے زیلعی کی پوری عبارت
نقل نہیں کی۔ اشہر کے ماقبل زیلعی کی عبارت یہہ ہے ورواہ ابن ماجہ فی سننہ
بسند ابی داؤد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرء الامام فانصتوا
فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد انتہی **واخرجہ**
البزار فی مسندہ کذلک وقال لا نعلم احدًا قال فیہ فاذا قرء فانصتوا الا سلیمان
التیمی **الا** ماحدثناہ محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح عن عمرو بن
عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ عن ابی موسی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرء فانصتوا انتہی۔
و بھذہ السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم ابن نوح العطار عن عمرو
بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بہ ولم یعلہ وانما قال وھذا
الحدیث بسلیمان التیمی اشہر من عمرو ابن عامر وابن عروبۃ انتہی۔ انتہی۔ اس
عبارت سے تین باتیں حاصل ہوئیں (۱) لفظ اشہر کا زیلعی کا مقولہ نہیں
بلکہ ابن عدی کا مقولہ ہے (۲) ابن عدی نے اس حدیث میں کوئی علت بیان
نہیں کی ہاں یہہ کہا ہے کہ یہ روایت بہ نسبت اور رواۃ کی سلیمان سے اشہر ہے۔
(۳) بزار اور ابن عدی کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ راوی اس حدیث کا فقط
سلیمان تیمی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے راوی اور بہی ہیں **قوله** عینی نے
کہا ہے۔ اس لفظ کے خطا ہونے پر حافظوں کا اجماع ہی ان میں سے۔ ابوداؤد
ابن حاتم۔ ابن معین۔ حاکم۔ دارقطنی۔ ہیں **اقول** اس نقل میں
صاحب رسالہ نے سخت جسارت اور دلیری کی ہے۔ کہ عینی کی کلام کو محرفانہ بیان
فرمایا۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ کے صفحہ ۱۷ میں بعد قیل وقال کے یہ عبارت لکہتا ہی

الراجح خلاف المعقول والاجماع وإلا فالجمع بقدر الامكان انتهى وفي موضع

آخر ان قيل الاعمال بالدليلين اولى من الاهمال باحدهما فيقدم الجمع الذى

فيه اعمال الدليلين على الترجيح الذى فيه اهمال بالمرجوح قلنا تقديم الراجح

على المرجوح هو المعقول وعليه انعقد الاجماع فاولوية الاعمال انما هو اذا لم

يكن المهمل مرجوحًا۔ والسر فيه ان المرجوح عند مقابلة الراجح ليس دليلاً

فليس في اهماله اهمال الدليل انتهى مسلّم الثبوت اور اوسکی شرح سے یہ بات ثابت

ہوئی کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں تو عمل بالراجح کرنا چاہیئے۔ پس ظاہر ہی

کہ یہ حدیث سلیمان تیمی کی بوجوہات راجح ہے۔ حدیث عبادہ سے (۱) اس لئے کہ

اس کے مؤید قرآن کریم ہے (۲) اسواسطے کہ حدیث من کان له امام الحدیث مؤید اسی

کی ہے۔ (۳) اسی لئے کہ جملہ استثنائیہ (الا بام القرآن) حدیث عبادہ کا محفوظ

نہیں قال محقق الفن ابن المعین الجملہ استثنائیہ۔ اسنادہ لیس بذاک (۴)

اس لئے کہ دوسری حدیث عبادہ کی جو اس حدیث کے معارض ہے اسکو ضعیف کرتی ہے

وقد مر فیما مر وغیر ذلک من الترجیح التی ذکرناها قبل ذلک فتذکرها

پس ثابت ہوا کہ صاحب رسالہ کا یہ قسم ثانی کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں

ثابت ہے۔ وتقدیم الجمع علی الترجیح خلاف الاصول والمعقول والاجماع

علی ما ذکرہ شیخ الہند بحر العلوم صاحب المسلم الفواتح قوله خاص

متعارض کے ساتھ تخصیص کرلینا تخصیص الاول صحیح ہے جیسا کہ کتب اصول

میں اوسکی تصریح کیگئی ہے اسی طرح ہے فان تعارض العام والخاص فان لم یعلم التاریخ

حمل علی المقارنة فعند الشافعي رحمه الله يخص العام بالخاص لانه ظني والخاص

قطعي فلا يثبت حكم التعارض وعندنا يثبت حكم التعارض في القدر الذى تناوله

الخاص والعام جميعًا لا في القدر الذى تفرد العام بتناوله فان حكمه ثابت

اخرج الدارقطنی فی سننه حدیثهما وضعفهما - احدهما اسمعیل بن ابان والاٰخر محمد بن میسر ابی سعد ذکره الزیلعی اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ ابو خالد اس حدیث میں متفرد نہیں - جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتے ہین - بلکہ اوس کے تابع کتنے ہی ہیں - کما سمعت مما ذکرنا - فاندفع به قول من قال انه متفرد ولم یتابعه احد **قوله** مسلم نے بھی یہہ بات لکھی ہے کہ یہ حدیث مجمع علیہ نہیں **اقول** مسلم رحمہ اللہ علیہ نے غیر مجمع علیہ ہونا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان فرمایا ہے - نہ حدیث سلیمان کا جیسا کہ صاحب رسالہ سے ظاہر ہوتا ہے - مسلم کے ص ۱۷۴ مین لکھا ہے قال ابو اسحاق قال ابو بکر بن اخت ابی نضر فی هذا الحدیث - فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان - فقال له ابو بکر فحدیث ابی هریرة فقال هو صحیح عندی یعنی واذا قرء فانصتوا فقال لم لم تضعه ههنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتها ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا علیه انتهی - اور اس حدیث کی شرح میں جو کچھہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اوس نے بھی یہی بات ظاہر کیا بلکہ اظہر ہے بلکہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس حدیث ابی ہریرۃ کو خاص لاکر گفتگو کی ہے - دیکھو صفحہ ۵ سطر ۲۰ **قوله** حقیقی جواب کا خلاصہ یہہ ہے کہ یہ حدیث احادیث حکم قراءۃ فاتحۃ الکتاب کے خلاف نہیں **اقول** اس حدیث (واذا قرأ فانصتوا) کا مضمون یہی ہو کہ جب امام قرات پڑہے - تو تم سنو - اور کچھہ نہ پڑہو اور حدیث فاتحہ کا یہہ مطلب ہے کہ جب امام قراءۃ پڑہے تو تم چپکے مت رہو اور فاتحۃ الکتاب پڑہو - اب یہ اور وہ باہم متعارض ہوئیں - کیونکہ تعارض کی تعریف علماء اصول کے نزدیک یہہ ہو - التعارض فی الاصطلاح هو تقابل الدلیلین علی سبیل الممانعة فثبت انهما متعارضان (وفی المسلم وشرحه وحکمه رای التعارض) النسخ ان علم المتقدم والمتاخر والا فالترجیح ان امکن ثم یعمل بالراجح لان ترک

فتح القدیر میں لکھا ہے **وقولهم** ان الحفاظ الذين عدوهم لم يرفعوه - غير
صحیح قال احمد بن منيع في مسنده اخبرنا اسحاق الازرق **حدثنا** سفيان وشريك
عن موسى بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام الحديث **وقال** وحدثنا جرير
عن موسى بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم
فذكره ولم يذكر عن جابر **ورواه** عبد الحميد حدثنا ابو نعيم
حدثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم
فذكره - واسناد حديث جابر الاول صحيح على شرط الشيخين - والثاني على شرط
مسلم - فهولاء سفيان وشريك وجرير وابو الزبير رفعوه بطريق الصحيحة
فبطل عدهم فيمن لم يرفعه انتهى - **الحاصل** یہ حدیث بہت طرق سے
مروی ہے - ابن الہمام اور طحاوی وغیرہ نے بخوبی بیان کئے ہیں - نقول عبارات
موجب طوالت کلام ہے الا اسمقام پر اعلم العلماء مولوی **عبد الحی** صاحب
لکھنوی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی الوفی کی کلام پر اکتفا کرتا ہوں و
هذا كلامه وتلخص منه ان بعض طرقه صحيحة او حسنة ليس فيه
شئ يوجب القدح عند التحقيق وبعضها صحيحة مرسلة وان لم تصح مسندة
والمراسيل مقبولة وبعضها ضعيفة ينجبر ضعفها بضم بعضها الى بعض وبه
ظهر ان قول الحافظ ابن حجر في تخريج احاديث الرافعي ان طرقه كلها معلولة
ليس على ما ينبغي - وكذا قول البخاري في رسالة القراءة خلف الامام انه حديث
لم يثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله وانقطاعه **اما** ارساله
فرواه عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم واما انقطاعه فرواه
الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبير عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا يدري

بلا معارض وسیجئی حکم تعارض النصین عند الجهل بالتاریخ انتہی ما فی التوضیح
والتلویح باختصار والتقاط **حاصل مدلول** اس مسئلہ کا یہ ہے - کہ جب عام خاص
باہم متعارض ہوں اور تاریخ مجہول ہو۔ تو اون دونوں کو مقارنت پر حمل کیا جاوے
تو بعد الحمل عند الشافعیہ خاص مخصص عام کا ہوگا۔ اور حنفیہ کے نزدیک بہ
مقدار کو عام وخاص متناول ہیں۔ اوس مقدار میں ہر دو متعارض ہونگے۔ اور
حکم متعارضین کا اسکے ماقبل کے قول میں گزر چکا ہے - پس ما نحن فیہ میں جبکہ
خاص وعام متعارض ہیں تو عمل بالراجح واجب ہوا لان المرجوح فی حکم العدم
پس ثابت ہوا کہ تخصیص بالمقارن شافعیہ کا قول ہی - نہ جملہ متاخرین اہل اصول کا
قولہ اور اسمقام میں عبادہ ہی خاص اور عام کا راوی ہے **اقول** عام قاعدہ
ہے کہ جب عام وخاص باہم متعارض ہوں تو اونکو مقارنت پر حمل کیا جاوے خصوصیت
واحد ہونے راوی کے قاعدہ کا مقتضی نہیں کیونکہ جب راوی واحد نہو تو کیا حمل علی المقارنۃ
نھوگا۔ پس یہ کہنا کہ ہر دو کا راوی عبادہ ہے لیس لہ فائدۃ معتد بہا **قولہ**
پہلا جواب الی قولہ لارسالہ وانقطاعہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث
قرأۃ الامام لہ قرأۃ کسی اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں - مرسل اور منقطع ہے اسکا
متصل ہونا ثابت نہیں۔ سو یہ بخاری رحمہ اللہ کا محض ادعا ہے۔ اسلئے کہ اسحدیث کا
ثبوت واتصال باحسن وجوہ ثابت ہے۔ **قال محمد** اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا
ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ
قرأۃ اور رواۃ اسحدیث کے کلھم ثقات ہیں **قال العینی** اما ابو حنیفہ
فابو حنیفۃ وابو الحسن موسی بن عائشۃ الکوفی من الثقات الاثبات ومن رجال
الصحیحین وعبد اللہ بن شداد من کبار التالثۃ وثقاتم۔ انتہی - اور ابن الھمام نے

فجعل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القراءۃ فی الصلوٰۃ۔ فلما انصرف عن الصلوٰۃ اقبل علیہ الرجل فقال اتنھانی عن القراءۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ السلام من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ انتہی ذکرہ ابن الھمام۔ یہ ممانعت نہیں تو اور کیا ہے۔ الا۔ لانسلم کی تو کوئی حد ہی نہیں وذکر ابن الھمام بعد ذکر روایۃ ابی حنیفۃ۔ ھذا یفید ان اصل الحدیث ھذا غیر ان جابرًا روی منہ محل الحکم تارۃ والمجموع تارۃ ویتضمن رد القراءۃ خلف الامام لانہ خرج تائید النہی ذلک الصحابی عنہا مطلقا لا اباحۃ فعلہا وترکہا انتہی۔ اور جبکہ اس حدیث سے ممانعت ثابت ہوئی۔ تو منع کا مقدم بر اثبات ہونا بھی ثابت ہوا **قولہ** اور قوت سند کا دعوی الی آخر ما قال فائدہ نہیں دیسکتا۔ **اقول** ابن الھمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہ (قراءۃ الامام الحدیث) حدیث اور جو کہ بعض روایات حدیث مالی انازع القرآن میں فانکان لابد فالفاتحۃ اور عبادہ بن صامتؓ کی حدیث جسکو ترمذی اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا وارد ہے۔ معارض ہوئیں الا انہ رای قراءۃ الامام الحدیث) یقدم لتقدم المنع علی الاطلاق عند التعارض ولقوۃ السند فان حدیث المنع من کان لہ امام اصح۔ یعنے حدیث اول کی سند میں نافع بن محمود ہے وہ مستور الحال ہے۔ قالہ فی التقریب اور حدیث عبادہ کی سند میں جسکو ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اور اسکا حال پہلے اسکے دو دفعہ مذکور ہو چکا ہے۔ جبکہ ایسا راوی جو عند الثقات متکلم فیہ بھی روایت ترمذی اور ابو داؤد میں موجود ہے۔ تو اوسکی صحت معلوم اور اس حدیث

اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا۔ انتھی۔ لا یخلو عن خدشات واضحۃ انتھی۔ کلام الفاضل اللکھنوی۔ اس کلام سے ظاہر ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کلام میں بہت خدشے ہیں۔ پھر باوصف موجودگی خدشات کے بخاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا کب حجت ہو سکتا ہے **قولہ** حافظ نے کہا ہے جابر کی حدیث اوس کے طرق ہیں صحابہ سے۔ اور سبھی روایتیں معلول ہیں **اقول** یہ بھی ادعا صرف ہی دیکھو اسکے طرق صحیحہ موجود ہیں کما مرّ فیما مرّ اسلئے فاضل لکھنوی مولینا عبد الحیّ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ حافظ کی کلام علے ما ینبغی نہیں۔ **قولہ** فتح الباری میں لکھا ہے الی قولہ تعارض نہیں ہے **اقول** صاحب فتح الباری کے دعوا کا حال بھی ابن الھمام اور کلام فاضل لکھنوی سی کھلگیا۔ کہ یہ قول بھی بلا تحقیق ہے۔ جبکہ اسکے طرق صحیحہ یا حسنہ موجود ہیں۔ تو پھر کیا وجہ کہ جملہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے۔ **ہاں** البتہ جو اس کے طرق ضعیف ہیں وہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہیں۔ نہ کہ صحیحہ بھی ضعیف ہیں۔ اور عام وخاص کے تعارض کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہٗ **قولہ** امام کی ولایت تمام قراءت میں سوا فاتحہ کے مسلّم ہے **اقول** رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس ولایت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ واذا قرأ فانصتوا یعنے جب کہ امام قراءت پڑھے تو تم چپکے ہو اور سنو۔ اور قراءۃ فاتحہ وماسوا فاتحہ کو شامل ہے پھر اس ولایت عامہ کی تخصیص مقتضائے کلام شریف کا نہیں۔ اور فاتحہ کی حدیث کو منفرد پر کیوں نہ حمل کیا جاوے جیسا کہ حضرت جابر صحابی جلیل القدر اور سفیان نے حمل کیا ہے **قولہ** اس اجتماع کی ممانعت شرع میں کوئی ثابت نہیں **اقول**

اخرج محمد عن ابی حنیفۃ اخبرنا ابو الحسن موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ

ادلہ منع المقتدی عن القراۃ کے صریح ہیں۔ اور صریح اپنی اغواثت پر دوا مقدم
ہوتا ہے۔ دیکھو اصول **قولہ** ابن عمر الی قولہ فتوی آپ کے مدعا کے برخلاف
ہی جیسا کہ آثار میں مذکور ہوا **اقول** ابن عمر کے فتوی کا حال تو مؤطا امام مالک
میں کھلا کھلا موجود ہے مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل
هل يقرء احد خلف الامام۔ قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة
الامام۔ واذا صلى وحده فليقرأ۔ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف
الامام انتہی اب فرمائیے کہ یہ فتوی ہے یا اور کچھ اور باقی تحقیقات اسکی انشاء اللہ تعالی
آثار میں گزارش ہوگی۔ **قولہ** یہاں اگر ترک القراۃ کی حدیث کو مشہور مان لیا ہے
اقول اس سے ماقبل بھی مذکور ہو چکا ہے۔ کہ عینی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس حدیث
(قراءۃ الامام له قراءۃ) کو خبر واحد ہی کہتا ہے اور مانتا ہے۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ
مطبوعہ نولکشوری جلد اول کے صفحہ ۱۷۰ میں یہ عبارت مرقوم ہے۔ فان قلت قوله
عليه السلام قراءة الامام له قراءة معارض لقوله تعالى فاقرؤا۔ فلا يجوز
تركه بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدى قاريا بقراءة الامام فلا يلزم الترك
او نقول انه خص منه المقتدى الذى ادرك الامام فى الركوع۔ فانه لا يجب
عليه القراءة بالاجماع فيجوز الزيادة عليه حينئذ بخبر الواحد انتہی اس عبارت
سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس خبر کو عینی رحمۃ اللہ علیہ خبر مشہور کہتا ہے۔ بلکہ یہ عبارۃ
صریح ہے کہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اسکو خبر واحد کہہ رہا ہے۔ پھر عینی رحمۃ اللہ علیہ پر بار بار کیوں
یہ دھبہ اور اتہام لگایا جاتا ہے۔ شاید صاحب رسالہ کے پاس کوئی اور خاص عینی ہوگی
جسمیں یہ عبارت موجود ہو۔ **ہاں** اس عبارت کے ماقبل احادیث مشہورہ کا لفظ لکھا
ہے۔ سو اس سے مراد مشہور علی الالسنہ ہے نہ مصطلح والقرینۃ علیہ کلامہ المذکور بعدہ
یعنی فان قلت و قلت۔ اور مشہور کا اطلاق مشہور علی الالسنہ پر بھی شائع ہے حافظ

من کان له امام کے رواۃ کلہم ثقات عند الحفاظ ہیں۔ حتی کہ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث اول علی شرط الشیخین ہے۔ اور دوسری علی شرط مسلم ہے۔ پس عند الموازنہ اصح ہونا حدیث من کان له امام۔ کا۔ بلا ریب ثابت ہوا۔ اور یہہ تقریر بے نظیر اور گوہر بے بہا نے علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی صرف مریدان راسخ الاعتقاد کے لئے۔ تسلی بخش اور روح افزا نہیں۔ اسلئے کہ وہ تو دوامًا۔ اطاعت پیر روشن ضمیر سے سر نہیں اوٹھاتی۔ اور دلیل وکرامت اور خرق عادات کی طالب نہیں ہوتے۔ دیکھو حضرت صدیق الاکبر راس الصدیقین کہ بلا طلب معجزات اور رویت خرق عادات بمشیّتہ سابقہ سعادت ازلی پیران پیر جہانیان اور مقتدای عالم وعالمیان پر از صدق دل ایمان لائے۔ بلکہ منکران پیر کے توجہ دلانے۔ اور اونکی مرکوزہ کدورات و زنگ کہن سالہ دفعہ کرنے کے لئے مصقلہ اور مصفاۃ ہے کون دانش پسند اور ہوشمند ہے کہ آفتاب نصف النہار کو شام تصور کرے۔ یا لعل بدخشان کو خرمہرہ جانے اللّٰھم احفظنا من الآفات والبلیات و الکدورات **قوله** عدم استثناء کو باطل نہین کرتا **اقول** قبل ازین ثابت ہو چکا ہے۔ کہ حدیث من کان له امام متصل مرفوع بلا کلام عند الاعلام ہے۔ تو یہہ استثنا موقوف نہوا بلکہ متصل مرفوع ہوا۔ پس مرفوع دلائل فاتحہ کے عموم کو اور عدم استثنا کو باطل کرسکتا ہے۔ وذلك غیر خافیة فالسؤال باق علی ما کان۔ **قوله** اور ادلہ قراءت فاتحہ۔ قرأت پر نص ہیں **اقول** اگر وہ ادلہ نص ہیں تو ادلہ عدم قراءۃ بھی صریح ہیں قال الفاضل الکنوی وحدیث واذا قرء فانصتوا مع قوله تعالی فاستمعوا وانصتوا۔ صریح فی منع القراءۃ خلف الامام حین قرأته لاخلاله بالاستماع انتھی۔ اس عبارت سے واضح ہے۔ کہ منع المقتدی عن القراءۃ فقط مفہوم ہی نہیں۔ تا کہ قاعدہ تقدیم النص علی المفہوم کا اقتضا ضروری ہو۔ بلکہ

قطعہ حدیث کا میری کلام ہی - ابو ہریرہ کی کلام نہیں - بل اتصال نظم الکلام

کما وقع فی مرویات ائمۃ الحدیث عن ابی ھریرۃ ینادی علی انہ من کلام ابی ھریرۃ - لا من کلام الزھری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ کلام زہری سی بھی ہے - تو بھی ہمکو کچھ مضر نہیں کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمۃ الحدیث سے ہی - اور مرسل کا حجت ہونا فیما میں مبرہن ہوچکا ہے فکیف اذا اعتضد بما ذکرنا **وجہ سوم** لشرط القبول کہ یہ قول زہری کا ہے - زہری کا یہ قول روایت الحدیث کے قبیلہ سے نہیں - تا کہ صحت و رفع کے شرائط اوس میں ملحوظ ہوں - بلکہ اخبار و حکایات اجماع کے باب سے ہے - اور تابعی ثقہ جو امام ائمہ حدیث سے ہے - اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کب ترکوا القراءۃ کہ سکتا ہے وقد اعتضد بما روی ابی بن کعب وھو من فقھاء الصحابۃ لما نزلت - واذا قرئ القران فانصتوا - ترکوا القراءۃ الخ اور اوس کے معتضدات اور شواہد بہت ہیں - **حاصل کلام** - اس قول کا کلام زہری سے ہونا مختلف فیہ ائمہ رواۃ کا ہے - اور اگر ایسا ہی ہو تو بھی یہ بات ضروری الثبوت ہے - کہ جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مالی انازع القران کو سنا تو فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - میں قراءت ترک کر دی فھو المطلوب **قولہ** حدیث کا مدار ابن اکیمہ لیثی پر ہے الی آخر ما قال اور حازمی نے کہا ہے **اقول** **تعلیق الممجد** میں لکھا ہے - ابن اکیمہ بضم الھمزۃ وفتح الکاف مصغر اکمۃ واسمہ عمارہ بضم المھملۃ والتخفیف والیاء **وقیل** عمار بالفتح والتخفیف **وقیل** عمرو بفتح العین **وقیل** عامر اللیثی ابو الولید المدنی ثقۃ مات سنۃ احدی ومائۃ قالہ الزرقانی انتھی - اور تقریب میں ہی - عمارۃ ابن اکیمۃ اللیثی ثقۃ من الثالثۃ مات سنۃ احدی ومائۃ - ولہ تسع وسبعون انتھی مختصرا - اور **ابو حاتم** نے کہا ہے - کہ صحیح الحدیث ہی - قالہ

اعلام اعلام الاعلام امام اهل الحدیث کا ابن اکیمہ لیثی و زہری

ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نخبۃ الفکر میں کہتے ہیں ثم المشہور یطلق علی ما قرر ھھنا و علی ما اشتہر علی الالسنۃ فتشتمل ما لہ اسناد واحد فصاعدًا و یطلق علی ما لا یوجد لہ اسناد واصلاً انتہی - پس فرمائیے کہ تقلید انصاف کی دشمن ہی - یا گو درائی آنکھ بند کردیتی ہے - اور خواہ مخواہ کے اعتراض پر آمادہ کردیتی ہے - **قولہ** بخاری نے جزء القراءۃ میں فرمایا ہے وقولہ فانتھی الناس بکلام الزھری الی اخر ما قال **نووی** نے کہا ہے ھذا مما لا اختلاف فیہ بینہم **اقول** قال ابن الملک ھو من کلام ابی ھریرۃ وقال الفاضل الکنوی فی التعلیقات اکثر رواۃ ابن الشھاب عنہ لھذا الحدیث یجعلونہ من کلام ابن الشھاب ومنہم من یجعلونہ من کلام ابی ھریرۃ انتھی - اس سے واضح ہے کہ یہ امر مختلف فیہ ائمہ حدیث میں ہی - پھر نووی رحمہ اللہ علیہ کا کہنا لا اختلاف فیہ بینہم کہاں درست ہوا - اور بخاری علیہ الرحمہ کا بھی اپنی مسموع کا بیان ہی جواب اسکا بوجوہات ہی **وجہ اول** کلام زہری کا منافی ہونا کلام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نہیں ہی - کیونکہ زہری نے کبھی اسکو مرسل روایت کیا ہی کما روی الاوزاعی عن الزھری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرءون فیما یجھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ سلامۃ اللہ فی المحلی - اور کبھی مرفوعًا روایت کیا ہی کما روی غیرہ من ائمۃ الحدیث اور ثقہ کبھی حدیث مسندًا روایت کرتا ہی - اور کبھی مرسلاً - تو قائلین بالارسال نے ارسال سے گمان کیا کہ یہ کلام زہری سے ہی فقط - اور بخاری و غیرہ رحمہ اللہ علیہم نے بلا واسطہ زہری سے روایت نہیں کے تاکہ انکا قول ان ھذا من کلام الزھری - بیان اور نقل سند متصل ہو اور اوزاعی کا زہری سے مرسلاً روایت کرنا دلیل اسپر نہیں - کہ یہ کلام زہری کی ہی فقط - لما قلنا - اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح روایت نہیں کیا - کہ یہ

بلکہ اوسکی اثبات کے دلائل اور ہی ہیں۔ کما مر فیما مر **قولہ** اور اس حدیث کی ضعف پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے **اقول** ترمذی رحمہ اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہی۔ اور ابن حبان کہتا ہے کہ صحیح ہے۔ اور ابو حاتم کہتا ہے کہ مقبول ہی۔ پھر بایں ہمہ یہہ کہنا کہ اسحدیث کے ضعف پر اتفاق ائمہ کا ہے۔ یعنی دعوائی اتفاق کریا ضعف سے خالی نہیں ہے۔ **حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین کہتے ہیں** یقبل التزکیۃ من عارف باسبابہا۔ ولو کانت من مزکٍ واحد علی الاصح۔ خلافاً لمن شرط انہا لا تقبل الا من اثنین الحاقاً لہا بالشہادۃ فی الاصح ایضاً انتہی مختصراً تو اس بیان سی فریقین کے نزدیک سقم اسحدیث کا مرتفع ہوا۔ فافہم **قولہ** بلکہ حجت ہی نہیں **اقول** یہ کلام یعنی فانتہی الناس عن القرآءۃ آہ من قبیل فہم صحابی کے نہیں۔ تا کہ مقابلہ اور محبت میں کلام کیجاوے۔ بلکہ من قبیل حکایت الحال والنقل کے ہے۔ یعنی ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الاستفسار فرمایا مالی انازع القرآن تو لوگ قراءت سی ہٹ گئیے۔ پھر یہہ فہم ہی یا حکایت الحال۔ ہاں البتہ اگر یوں کہا جاتا۔ کہ لوگوں کا قراۃ سے ہٹ رہنا۔ کان مرادہم لا بامر الرسول۔ فلا حجۃ فیہ۔ تو معقول ہوتا۔ سو اسکا جواب صاحب تعلیق الممجد نے یوں دیا ہی۔ وفیہ نظر ظاہر۔ لان انتہائہم کان بعد توبیخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والظاہر اطلاعہ واقرارہ بالانتہاء۔ **قولہ** مقتدی کے جہر پڑھنے میں منازعت ہوتی ہے الخ **اقول** اگر تسلیم کیا جاوے کہ آہستہ پڑہنی میں منازعت نہیں۔ بہلا فرمائیے کہ یہہ کہاں سی ثابت ہوتا ہی کہ اوس قاری نے قراءت جہراً ہی پڑہی تھی۔ **حدیث شریف** میں تو ہل قرأ لفظ واقع ہے۔ کسی مرفوع حدیث سی صحیح نہیں تو ضعیف ہی سہی۔ اس خاص قصہ میں دکھلا دیجئے۔ کہ اوس قاری نے جہراً ہی قراءت پڑہی تھی اگر انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقرآءۃ کو قرینہ قرار دیجیے گا

فی المیزان - ان لقول سے ظاہر ہے - کہ ابن اکیمہ لیثی - ثقہ صحیح الحدیث - اور طبقہ ثالثہ سے ہی - اور حیات ووفات اوسکی بخوبی معلوم ہے - اور باصطلاح محدثین راوی مجہول الحال تین قسم پر ہی (۱) مجہول العدالت باطنًا اوظاہرًا - اور وہ غیر مقبول عند الجمہور ہے (۲) مجہول العدالت باطنًا - لا ظاہرًا - وہو مستور - اور اوس کا مقبول ہونا مختلف فیہ ہے - قال بعضہم مقبول - وقال بعضہم لا - وتوقف بعضہم الی استبانة حالہ وہو مختار امام الحرمین (۳) مجہول العین قال الحافظ ابن حجر - فان سمی الراوی وانفرد راو واحد بالروایة عنه فہو مجہول العین کالمبہم - الا ان یوثقه غیر من ینفرد عنه علی الاصح - وکذا من ینفرد عنه اذا کان متاہلا لذلک انتہی - اور سید محمد ابراہیم نے کہا ہی فان سمی المجہول وانفرد واحد عنه فجہول العین والحق عند الاصولیین - انه اذا اوثقه ثقة - الراوی - او غیرہ قبل - خلافا للاکثر المحدثین - والقول قول الاصولیین انتہی - اور خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا ہی - راوی کی جہالت دو طریق سی مرتفع ہوتی ہے الاول بمعرفة العلماء له - والثانی ان یروی عنه عدلان انتہی - یہ مضمون منہج الوصول کا ہے - اس تحقیقات سے ثابت ہی کہ ابن اکیمہ اللیثی - مجہول العدالت ظاہرًا اور باطنًا - اور مستور الحال نہیں کما مر - اور مجہول العین بھی نہیں - لمعرفة العلماء له - لما سبق من الخطیب وغیرہ - اور ترمذی کی تحسین - اور ابن حبان کی تصحیح - اور ابو حاتم کا صحیح الحدیث کہنا - اور ابن حجر اور زرقانی کا ثقہ اور طبقہ ثالثہ سی کہنا مؤید اس تحقیقات کا ہے - اگر ان محققین کی تحقیقات سی قطع نظر کرکے بتقلید حمیدی وغیرہ کے ہم بھی لکھدیں - کہ ابن اکیمہ لیثی مجہول ہی - اور جس جہالت کو صاحب رسالہ تسلیم فرماتی ہیں - تسلیم کریں تو بھی ہم کو کچھہ ضرر نہیں - کیونکہ مدار مسئلہ قراءة فاتحة الکتاب کا کچھہ اسی حدیث پر نہیں

ہی قراءۃ پڑہی تہی۔ اس امر کا ثبوت۔ مدلول استفہام انکاری کا نہیں۔ غایۃ الامر اوسکا مدلول حصول علم یقینی ہے۔ سو وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز ہے کہ تاثر نقص ناقص ہے یا بواسطہ کسی اور امر کے حاصل ہو۔ اور سائل اسکی ثبوت کا طالب تہا۔ حضرتِ صوفی صاحب کے سوال کا جواب تسلی بخش۔ استفہام انکاری ہونے سے ثابت نہین ہوتا۔ **صوفی صاحب** کا منصب تہا کہ اس امر کا بار ثبوت بذمۃ صاحب رسالہ عائد فرماتے۔ الا چونکہ صوفی مشربوں کی لئی قلت کلام ہی ضروری ہے سکوت کر گئے۔ یا جواب کی بضیابلگی پر مطلع ہو کر دم بخود ہوئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

نواب صدیق الحسن خانصاحب رحمہ اللہ علیہ شرح بلوغ المرام میں لکھتے ہیں۔ وتواندکہ سبب ثقل کراہت این فعل وناخوش داشتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این فعل را از ایشان باشد۔ وسبب ثقل تاثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد از نقص کہ ناشی میشدہ مرایشانرا۔ از عدم انصات واستماع قرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ و کامل گاہے متاثر میشود بنقص ناقص۔ چنانچہ مروی ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزی در نماز صبح افتتاح قرات بستہ شد۔ وبیان کرد کہ سبب این بستگی آنست۔ کہ قومی پس من می ایستند۔ کہ وضو را خوب نمیکنند۔ یا رعایت آداب نمیسازند۔ انتہی کلامہٗ۔ اس نقل سے یہ غرض ہے۔ کہ صافی قلب۔ لوگوں کے نقص سی کبہی متاثر ہوتا ہے۔ جہر اور سر اوسکی نزدیک متساویۃ الاقدام ہیں۔ اور نیز صوفی صاحب کے قول کی مؤید ہے۔ **قولہ** حدیث کا مقابلہ کب کرسکتا ہے **اقول** عدم مقابلہ کی وجہ اگر یہہ ہے۔ کہ اس حدیث میں راوی ابن اکیمہ لیثی ہے۔ اور وہ متکلم فیہ ہے۔ تو یہ وجہ حدیث عبادہ میں بھی موجود ہے۔ کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور وہ ابن اکیمہ لیثی سے زیادہ متکلم فیہ ہے۔ اور اگر مسئلہ عام وخاص مدنظر ہے۔ تو اسکا جواب باسبق میں مشرحًا گزارش ہوچکا ہے۔ اگر کوئی اور وجہ ہے۔ تو بیان کی

تو بجواب اسکی گزارش ہوگا۔ کہ مطالبہ حدیث کا ہی یہہ قیاسی بات ہی۔ ومعذلک
عمران بن حصین کیحدیث میں صلی الظہر کا لفظ وارد ہی۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہی خالجنیہا فرمایا ہے۔ اگر صلوۃ جہریہ قرینہ جہرا کا ہے۔ تو صلوۃ
سریہ قرینہ سرا کا ویسا ہی موجود ہے۔ وجہ مرجح کیا ہے۔ اور بخاری کی جزو القراۃ
میں جو حدیث محمد مقاتل سی مروی ہی وہ قصہ اور ہی۔ پس معلوم ہوا کہ منازعت
اور مخالجت مخصوص بجہرا نہیں۔ بلکہ اسکی وجہ وہی عمدہ ہی جو ایک صوفی مشرب نے
گزارش کی **قولہ** ہماری ابحصوفی مشرب **مولوی صاحب** کے رشید شاگرد نے
الی آخر ما قال انکاری استفہام کلام عرب اور قرآن اور حدیث میں نہیں سنا **اقول**
اول تو مذاق کلام۔ اور سوق عبارت اور سوال وجواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دال بر استفسار ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی استفسار کیا ھل
قرأ معی احد منکم فقال رجل نعم یا رسول اللہ۔ پہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انی اقول مالی انازع القرآن فرمایا۔ یہ سوال وجواب اور مذاق عبارت مقتضی استفہام
انکاری کا نہیں۔ اور ھل واسطے استفسار کے بہی آتا ہی۔ جیسی کہ روایت مسلم وغیرہ
میں آیا ہے۔ ان رجلا وقع بامرأتہ فی رمضان فاستفتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن ذلک فقال ھل لک رقبۃ فقال لا وقال ھل تستطیع صیام شہرین قال لا
قال فاطعم ستین مسکینا۔ **مسلم** ص۳۵۵ اور نیز حدیث روایت مسلم میں حدیث
طویل میں وارد ہی صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ خمسا فلما انفتل توشوش القوم
بینہم۔ فقال ما شانکم۔ قالوا یا رسول اللہ۔ ھل زید فی الصلوۃ قال لا۔ قالوا
فانک صلیت خمسا الحدیث۔ ونظائرہا کثیرۃ غیر خافیۃ۔ خیر۔ چونکہ
کلام عرب میں ھل واسطے استفہام انکاری کی بہی آتا ہی۔ تسلیم کیا کہ واسطے استفہام انکاری کے
بہی ہے۔ الا استفہام انکاری سی یہ کہاں ثابت ہی۔ کہ اوس شخص نے ضرور جہرا

غیر مضطرب فی اسنادہ ومتنہ - ثم اسند من علی المدینی انہ قال حدیث ملازم
بن عمرو احسن من حدیث بسرۃ وروی عن عمرو بن علی الفلاس انہ قال
حدیث طلق عندنا اثبت من حدیث بسرۃ - وروی ذلک عن علی بن ابیطالب
وعمار بن یاسر - وعبداللہ بن مسعود - وعبداللہ بن عباس - وحذیفۃ ابن
الیمان - وعمران بن الحصین - وابی الدرداء - وسعد بن ابی وقاص فی احدی
الروایتین عنہ - وسعید بن المسیب فی احد الروایتین - وسعید بن جبیر -
وابراھیم النخعی - وربیعۃ ابن ابی عبدالرحمان - وسفیان الثوری - وابی حنیفۃ
واصحابہ - ویحیی بن معین - واھل کوفہ انتہی ملتقطًا - اور صاحب تعلیق الممجد
نے استذکار سے نقل کرکے لکھا ہے والیہ ذھب جمھور علماء العراق - اور شرکت اور
حسن بن صالح بن یحیی کو زیادہ کیا ہے والیہ ذھب الحسن - ان نقول سے کالشمس
فی نصف النہار روشن ہے - کہ عدم نقض وضو از مس ذکر - صرف حنفیہ کا ہی مذہب نہین
بلکہ بہت صحابہ اور بہت تابعین رضی اللہ عنھم کا بھی یہی مذہب ہے - اور حنفیہ کرام کا
ماخذ حدیث صحیح بلکہ اصح واحسن ہی - صاحب رسالہ کا یہ طعن کہ حنفیہ اس مسئلہ مین
ایسا کہتے ہیں - محض انکی جبلت پر مبنی ہے - ورنہ جبکہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے پاس
ایسی عمدہ حدیث صحیح اور احسن - اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل
موجود ہے - تو جای طعن ہے کیا ہے - اگر ترک حدیث بسرہ بنت صفوان کے خیال سے
ایسا کہا ہے - تو یہ طعن قائلین بالنقض پر بھی وارد ہے - کہ حدیث طلق بن علی کی
جو ایسی اصح واحسن ہے - اونکا عمل اسکی خلاف ہی - غایۃ الامر یہ مسئلہ مختلف
فیہا ہے - اور حدیث بسرہ بنت صفوان اور طلق بن علی کی - امام بخاری اور مسلم
نے تو روایت ہی نہین کی - اور محدثین نے ان دونون کو روایت کیا ہے - اور ترجیح
احدی الروایتین مین مختلف ہین - مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے - اپنی مقبولہ شرائط

چاہیئے۔ لینظر فیہا۔ **قولہ** سیوم مخالجہ اور مخالطہ کی حدیث۔ الخ

اقول اسکا اجمالاً جواب تو منازعت کی حدیث میں گزارش ہو چکا ہے۔ تفصیلی جواب انشاء اللہ آئندہ مذکور ہوگا **قولہ** اور قول صحابہ اور تفسیر راوی آپکی یہاں حجۃ ہے **اقول** صحابی کا قول اوسوقت مقبول ہے۔ جبکہ مقابلہ نصوص کے نہو۔ مقابلہ نصوص کے حجت نہیں دیکھو **اصول** اور یہ مسئلہ فیما بین مشرحاً مذکور ہوچکا ہے ہاں ملاحظہ فرمائیے۔ **قولہ** نقض الوضوء مس ذکر سے ثابت نہیں **اقول** اس مسئلہ میں طحاوی **شرح معانی الآثار** میں بہت طوالت کے ساتھ گفتگو کی ہے اور احادیث فریقین کے نقل کرکے مالہا وما علیہا بیان کیا ہے۔ اور امام محمد نے بھی **موطا** میں بہت آثار نقل کئے ہیں۔ انکی کلام کی نقل موجب طوالت سمجھکر ترمذی کی حدیث اور زیلعی کی کلام پر اکتفا کیا گیا۔ طحاوی کے دیکھنے سے قائلین بالنقض کی قلعی کھلجاتی ہے۔ **روی الترمذی** حدثنا ہناد ونا

ملازم ابن عمرو عن عبد اللہ بن بدر عن قیس بن طلق بن علی الحنفی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال وہل ہو الا مضغۃ منہ او بضعۃ منہ۔ وفی الباب عن ابی امامۃ۔ قال ابو عیسی وقد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعض التابعین انہم لم یروا الوضوء من مس الذکر وہو قول اہل الکوفۃ۔ وابن المبارک۔ وہذا الحدیث احسن شیء روی فی ہذا الباب۔ وحدیث ملازم بن عمرو عن عبد اللہ بن بدر اصح واحسن انتہی مختصراً ورواہ ابو داود۔ وقال رواہ ہشام بن حسان وسفیان الثوری وشعبۃ وابن عیینۃ وجریر الرازی عن محمد بن جابر عن قیس بن طلق۔ ورواہ النسائی وذکر القصۃ۔ وذکر الزیلعی **فی تخریج** احادیث الہدایۃ۔ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ ورواہ الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال ہذا حدیث مستقیم الاسناد

[illegible] - مس ذکر

عربی۔ فما سمعت احداً منهم قرء بسم اللہ الرحمن الرحیم **وروی الترمذی**
بسندہ عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن
الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاك والحدث قال ولم ار احداً من اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه۔
قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم
اسمع احداً منهم یقولها۔ فلا تقلها۔ اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العالمین
قال ابو عیسی حدیث عبد اللہ بن مغفل حدیث حسن والعمل علیه عند اکثر اهل
العلم من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ منهم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی
وغیرهم۔ ومن بعدهم من التابعین وبه یقول سفیان الثوری وابن المبارک
واحمد۔ واسحاق۔ لا یرون ان یجهر به بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا ویقولها
فی نفسه انتهی **وذکر العینی روی النسائی** فی سننه واحمد
فی مسندہ وابن حبان فی صحیحه والدارقطنی فی سننه۔ وقالوا فیه کانوا
لا یجهرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم وزاد ابن حبان ویجهرون بالحمد للہ
رب العالمین۔ وفی لفظ لابن حبان والنسائی ایضاً فلم نسمع احداً منهم
یجهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ لابی یعلی الموصلی فی مسندہ فکانوا
یستفتحون القراءة فیما یجهر به بالحمد للہ رب العالمین۔ وفی لفظ الطبرانی
فی معجمه وابی نعیم فی الحلیة وابن خزیمة فی مختصر المختصر۔ والطحاوی
فی شرح الآثار۔ فکانوا یسرون بسم اللہ الرحمن الرحیم ورجال هذه الروایات
کلهم ثقات مخرج لهم فی الصحیحین انتهی۔ اور **فتح القدیر شرح ہدایہ** میں ہے
قال بعض الحفاظ لیس حدیث صریح فی الجهر الا وفی اسنادہ مقال عند
اهل الحدیث ولهذا اعرض ارباب المسانید المشهورة الاربعة واحمد فلم یخرجوا

اور مقررہ قواعد کے موجب ترجیح دیکر عمل کیا۔ ہر ایک مثوب و ماجور ہے۔ لکل وجھۃ ہو مولیھا۔ پس صرف حنفیہ کرام پر طعن کرنا محض عنایت دلی پر محمول ہے۔ صحابہ کرام مذکورین اور تابعین مسطورین کو اگر اس طعن میں شریک کر لیتے تو مناسب ہوتا۔ واللہ یعصمنا ولاخواننا عن الاباطیل الواھیۃ والاقاویل الباطلۃ **اب** بسم اللہ جہرًا کا حال گزارش ہے۔ **صاحب رسالہ** فرماتے ہیں۔ بسم اللہ جہرًا پڑھنا تسلیم نہیں کرتے۔ گول بات ہے۔ خارج از نماز بسم اللہ جہرًا پڑھنا تسلیم نہیں کرتے۔ یا داخل نماز۔ اگر اول مراد ہے تو اتہام ہے۔ کوئی حنفی بیرون نماز بسم اللہ جہرًا پڑھنے سے مانع نہیں۔ اگر داخل نماز مراد ہے۔ تو اوسکے باب میں گزارش ہے۔ **زیلعی**۔ اور **طحاوی**۔ اور **عینی** نے اس مسئلہ میں نہایت وسعت سے کلام کی ہے۔ اونکی نقل باعث ملال وکلال سامعین اگر نہ ہوتا۔ تو پورا پورا ان کو نقل کیا جاتا۔ الا ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تحقیقًا للمقام مختصر گزارش ہے **روی**

مسلم بسندہ عن انس رضی اللہ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدًا منہم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم **وایضًا** عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان۔ فکانوا یستفتحون الصلوۃ بالحمد للہ رب العلمین **وروی** النسائی۔ عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ فلم یسمعنا قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وصلی بنا ابو بکر وعمر فلم نسمعہا منہما **وفی روایۃ** صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منہم یجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔ **وایضًا** النسائی حدثنا ابن عبد اللہ بن مغفل قال کان عبد اللہ بن مغفل اذا سمع احدنا یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یقول صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وخلف

اصح الکتب بعد الکتاب العزیز **البخاری ومسلم** کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔
جہر بسم اللہ کی حدیث صاحبان صحیحین نے تو روایت ہی نہیں کی۔ مسلم کی روایت
انس بن مالک سے ستر اس کے پڑھنے میں صریح ہے۔ اور بخاری کی روایت ہے اسی پر
دال ہے۔ لان الحدیث بعضہ یفسر بعضاً **اور دارمی** نے باب کراھۃ الجہر ببسم
اللہ الرحمن الرحیم کا منعقد کر کے حدیث انس کی بیان کی ہے۔ **اور ترمذی کی** روایت
بھی ستر اس کے پڑھنے میں صریح ہے۔ پھر با انہمہ حنفیہ مطعون جہر اس کے پڑھنے والی غیر مطعون
وہ حضرت انصاف اسی کا نام ہے۔ اور محققانہ کلام بھی اسی کو کہتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ
رفع یدین کا سو انشاء اللہ تعالیٰ اسکا جواب اوس موقعہ پر جہاں اسکو صاحب رسالہ نے
اصالۃً بیان کیا ہے گزارش ہوگا فانتظروہ **قولہ** خبر آحاد سے خود ہی استدلال
بھی پکڑنے لگے **اقول** نہیں حضرت طعن ناقص رہا۔ قرآن کریم کو بھی ساتھ ملا
لیجئے۔ اور یوں فرمائے کہ اخبار احاد اور قرآن کریم سے استدلال پکڑنے لگے۔ تاکہ
شائبہ اتہام سے براءۃ حاصل ہو۔ اور عموم بلوی کی بابت مسئلہ مس ذکر۔ اور جہر
بسم اللہ میں کیفیت معلوم ہو چکی ہے۔ کہ حنفیہ کا عموم بلوا ایسا ہے **قولہ** محل نزاع
فاتحہ کا پڑھنا ہے نہ سورۃ کا **اقول** (۱) قائلین بالمنع تو مطلق قراءۃ کے
مانع ہیں۔ فاتحہ و غیرہا۔ انکے نزدیک برابر ہیں۔ یہ تفرقہ مجوزین فاتحہ کے نزدیک
ہو تو پڑا ہو۔ (۲) بالفرض اگر ایسا ہی تسلیم کریں تو بھی منازعت امام سے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ثابت ہے۔ اور علت منع کی حضرت صاحب نے منازعت
فرمائی۔ اور یہ علت فاتحہ میں بھی دائر ہے۔ پس ممانعت فاتحہ کی بحکم دوران علت
کے مستفاد ہے۔ ودعوی عدم المنازعۃ فی الفاتحۃ وکونہا فی السورۃ غیر
مسموع۔ لانہ علیہ السلام منع عن السورۃ فی ہذہ القصۃ۔ ومنع عن مطلق القراءۃ
فی قصۃ مالی انازع القرآن فاستویا فیہ۔ **قولہ** وہ جواب یہاں بھی سمجھ لیجئے۔

منها شيئا مع المحتال كشم على احاديث ضعيفة **قال ابن تيمية** ورويناعن الدارقطني انه قال لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في الجهر حديث **وعن الدارقطني** انه صنف كتابا بمصر في الجهر بالبسملة - فاقسم بعض المالكية يعرفه الصحيح منها فقال لم يصح في الجهر حديث **وقال الحازمي** احاديث الجهر وان كانت ماثورة عن نفر من الصحابة غير ان اكثرها لم يسلم من شوائب وقد روى **الطحاوي** وابو عمر بن عبد البر عن ابن عباس الجهر قراءة الاعراب - وعن ابن عباس لم يجهر النبي صلى الله عليه وسلم بالبسملة حتى مات الى اخر ما قال عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسر به بسم الله الرحمن الرحيم وابابكر - وعمر وعثمان - وعليا - ومن تقدم من التابعين وهو مذهب الثوري - وابن المبارك - وقال ابن عبد البر وابن المنذر - هو قول ابن مسعود وابن الزبير وعمار بن ياسر - وعبد الله بن مغفل - والحكم والحسن بن ابي الحسن والشعبي والنخعي والاوزاعي وعبد الله بن المبارك وقتادة وعمر بن عبد العزيز - والاعمش - والزهري - ومجاهد - وحماد - وابي عبيد - واحمد واسحاق انتهى به مختصرا - حاصل يه کہ حنفیہ کرام کا اس مسئلہ مین یہی - جیسے صاحب رسالہ فرماتے ہیں - کہ جہرا بسم اللہ پڑہنا تسلیم نہیں کرتے - اس مسئلہ کی پوری تحقیق زیلعی تخریج ہدایہ - اور طحاوی شرح آثار میں دیکھنی چاہیئے - ان نقول سے چند امر ثابت ہین (۱) بسم اللہ نماز میں سترا پڑہنا مسنون ہی (۲) اور اسپر عمل خلفا اربعہ اور اکثر صحابہ اور تابعین کا ہی - (۳) جہرا مستحدث ہی (۴) جہر مین کوئی حدیث صحیح صریح ثابت نہیں - جو ہی اوسکی اسناد میں المحدیث کو مقال ہی - (۵) دارقطنی کا اقرار کہ جہر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں (۶) جہرا بسم اللہ پڑہنا قراۃ اعراب کے ہے (۷) تا انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سترا پر ہی رہا - اور یہ بہی واضح ہو - کہ صاحب رسالہ اس مسئلہ میں صحیحین سے بھی مستغنی ہوگئے ہیں

علی حدیث الناس - وقال عثمان الدارمی عن یحیی - حجاج بن ارطاة فی زیادة
صالح - وقال شعبة اکتبوا عن حجاج بن ارطاة - وابن اسحاق فانهما حافظان
قال النسائی ذکر المدلسین - الحجاج بن ارطاة - والحسن - وقتادة - وحمید
ویونس بن عبید - وسلیمان التیمی - ویحیی ابن ابی کثیر - وابو اسحاق
والحکم - واسماعیل ابن ابی خالد - ومغیرة - وابو الزبیر - وابن نجیح
وسعید بن ابی عروبه - وهشیم - وابن عیینه - قلت والاعمش - و
الولید بن مسلم - وبقیه واخرون انتهی - اگرچہ صاحب میزان نے دارقطنی
نسائی وغیرہ جارحین کا ذکر ہی کیا ہے - الا مقصود بیان کرنا حجاج کے مادحین کا
ہے - تاکہ معلوم ہو کہ اوس کی توثیق کے اسقدر حفاظ قائل ہیں - پس جب کہ حجاج
بن ارطاة کے لئے حفاظ توثیق بیان کریں - تو بلحاظ انکی توثیق کے حجاج کی اس
زیادہ کو اگر زیادہ ثقہ کی قرار دی جاوے تو ممانعت بوجہ اتم ثابت ہوئی **علاوہ**
اسکے اوسکے مؤیدات قرآن کریم اور احادیث بھی ثابت ہیں **قولہ** یہ خاص ایک واقعہ
کا بیان ہے - اور اوسکو عموم نہیں ہوتا - **اقول** واقعہ خاص بہ نسبت اوس شخص قاری
کے ہے - یا بہ نسبت اس سورۃ خاص یعنے سبح اسم ربک الاعلی کے یا بہ نسبت دونو
کے - اگر بہ نسبت اوس شخص کے ہے - تو چاہیے کہ اوروں کو خلف الامام یہ سورۃ پڑھنے
ممنوع نہو - وحدیث عبادہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأن احدکم والامام
یقرأ - الا بام القرآن رواہ البخاری فی الجزء) یمنعه - اور اگر خاص بہ نسبت اسی
سورہ کے ہے - تو چاہیے کہ اور سورتین (سوائی فاتحہ کے) منع نہوں - وهو کذلک ایضا
لحدیث عبادة ومحمد بن ابی عائشة کما رواه البخاری فی الجزء - فبطل کونه
واقعة عین لا عموم لها - وثبت کونه عاما لہ ولسائر المسائل **واضح ہے**
کہ باتباع صاحب رسالہ کے یہ گفتگو الزاما کی گئی ہے - **قولہ** بخاری نے محمد بن مقاتل

اقول جوجواب وہاں دی گئی ہیں وہ جواب یہاں بھی تصور فرمائیے **قولہ**
قتادہ راوی سے پوچھا۔ کانہ کرھہ فقال لوکرھہ لنھی عنہ **اقول** (۱)
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استفسار ایکم قرأ۔ وبعضکم خالجنیہا۔ فرمانا بمنطوقہ
ممانعت پردال ہے۔ ورنہ قرارت اور عدم قرارت جب مساوی ہوں تو جواب وسوال۔ اور
خالجنیہا۔ فرمانیکا کچھ فایدہ نہیں۔ حالانکہ کلام مبارک **محبوب جہانیاں** ؐ کی
فوایدسے خالی نہتی۔ ویؤیدہ حدیث انس رضی اللہ عنہ لاتفعلوا اخرجہ الطحاوی
فی شرح الآثار (۲) زہری یا ابوہریرہ کا رسے علے الاختلاف) فانتھی الناس
عن القرادۃ۔ تو قابل التفات اور لحاظ قرار نہیں دیاگیا۔ اور قتادہ کا باین وسائط
بعیدہ لوکرھہ لنھی عنہ کہنا قابل احتجاج تصور کیاگیا۔ وھل ھذا الاشئے
عجاب اور حجاج بن ارطاۃ کا حال یہ ہے۔ دارقطنی نے کہاہے لایحتج بہ
اور ایساہی نسائی نے بھی صفحہ ۳۴۷ میں لکھاہے۔ الاوسکی توثیق بہی بہت نے کی ہر۔
کچھہ مختصر حال حجاج بن ارطاۃ کا **میزان الاعتدال** سے بطریق التقاط گزارش
ہیر۔ حیث قال۔ حجاج بن ارطاۃ الفقیہ ابوارطاۃ النخعی۔ احد الاعلام علی
لین فی حدیثہ۔ لہ عن الشعبی حدیث واحد۔ وعن عطاء وعمرو بن شعیب
ونافع۔ وطائفۃ کثیرۃ۔ وعنہ سفیان وشعبۃ۔ وعبدالرزاق وطائفۃ
قال الثوری مابقی احد اعرف۔ بمایخرج من راسہ منہ۔ وقال العجلی کان
فقیہا مفتیا وکان فیہ تیہ۔ وروی نحوا من ستمایۃ حدیث۔ وقال احمد
کان من الحفاظ وقال یحیی بن یعلی المحاربی امرنا زائدۃ ان نترک حدیث
الحجاج بن ارطاۃ۔ وقال القطان ھو وابن اسحاق عندی سواء۔ وقال
ابوحاتم انہ اذا قال نا فھو صالح لایرتاب فی صدقہ وحفظہ۔ وروی ابوطالب
عن احمد قال کان حجاج حافظا قیل لہ لیس ھو بذاک۔ قال لان فی حدیثہ زیادۃ

حجاج بن ارطاۃ کا حال

بھی اسکی مؤید ہے۔ **رابعًا** طحاوی نے شرح آثار میں اسی روایت کو بیان
کیا ہے۔ اور یہ لفظ اوس میں نہیں قال حدثنا ابو بکرۃ قال حدثنا ابو احمد
محمد ابن عبید اللہ بن الزبیر۔ قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق
عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا۔ یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال خلطتم علی القراٰۃ انتہی اور نیز اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ واقعہ صلوتیہ ہے
قولہ علاوہ بریں جب سے الی آخرہ **اقول۔ اولاً۔** اعادہ صلوۃ اور منع
ترتب فرماتے۔ جبکہ یہ واقعہ نماز میں ہوتا۔ سو اس سے یہ روایت ساکت ہے، **ثانیًا۔**
بعد التسلیم کما ھو مدلول روایۃ الطحاوی۔ خلطتم علی القراٰن اور مالی انازع القراٰن
فرمانا ہی ممانعت ہے۔ اسی لئے سامعین نے قرارت خلف الامام ترک کردی ہے۔ **ثالثًا۔**
بعد التسلیم۔ جملہ احکام نماز کا مدار اتنی ہی روایت پر نہیں ہے۔ واذا قرأ فانصتوا۔
اور واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ سے قرارۃ خلف الامام کی ممانعت ثابت
ہے **رابعًا۔** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کے اخیر میں اوسی عبد اللہ سے
روایت کیا ہے۔ وکنا نسلم فی الصلوۃ فقیل لنا ان فی الصلوۃ لشغلا۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اعادہ صلوۃ کا حکم فرمایا۔ اور نہ منع کیا۔ بلکہ کراہت تک کا
بھی ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ کلام عمدًا مفسد صلوۃ عند الکل ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اور احادیث
میں اس مسئلہ کا بیان ہو چکا ہے۔ تو ہم بھی کہینگے کہ اور احادیث اور قراٰن کریم میں اوس
مسئلہ کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے **قولہ** پہلا جواب یہ لاتفعلوا کی حدیث الی آخر نا قال
خواہ مخواہ ماننا پڑا **اقول** یہ دو نو حدیثیں صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔
اور اونکے جواب بھی وہاں بیان ہو چکے ہیں۔ تکرار کی ضرورت نہیں۔ وہاں ملاحظہ
کرنا چاہیئے۔ **قولہ** اس حدیث میں امام کے پیچھے الحمد سے ممانعت ہے **اقول** تقریر
سوال یوں ہے۔ کہ اس حدیث سے عدم فرضیت فاتحہ خلف الامام کی ثابت ہے۔ اس لئے

یہ روایت صاف دال ہے کہ یہ لوگ جہر سے پڑھتے تھے لفظ منازعت و خلط اسی کا مقتضی ہے۔

سے الی آخرہ **اقول** امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسطرح نقل فرمایا ہے

البخاری قال ثنا محمد بن مقاتل قال ثنا النظر قال انبا یونس عن ابی اسحاق

عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوم کانوا

یقرؤن فیجھرون بہ۔ خلطتم علی القران الحدیث۔ تو اسکی جواب میں گزارش ہے

اولاً۔ اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی کہاں ہے۔ کہ عند المعارضہ حجۃ ہو۔ کیونکہ جائز

ہے کہ یہ واقعہ خارج نماز ہو۔ فہذا الحدیث لا یقوم حجۃ **ثانیاً** یہ (فیجھرون) لفظ اس

روایت کے سوا اور روایتوں میں واقع نہیں ہوا جائز ہے کہ کسی راوی نے نقل بالمعنی

کرتے ہوئے۔ اس لفظ کا ایزاد کیا ہو **روی البخاری** فی الجزء عن عبادۃ

وفیہ انی اراکم تقرءون خلف امامکم الحدیث **وروی**

ایضاً فیہ عن انس وفیہ فقال اتقرءون فی صلوتکم والامام یقرأ

الحدیث **وایضاً فیہ** عن محمد بن ابی عائشۃ عمن شھد ذلک وفیہ

قال اتقرءون والامام یقرأ الحدیث **وایضاً فیہ** عن عبادۃ و

فیہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ تقرؤن القرآن اذا کنتم معی فی

الصلوۃ الحدیث **وایضاً فیہ** عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقرؤن خلفی قالوا نعم الحدیث **و**

روی الترمذی وابوداؤد والنسائی معناہ عن عبادۃ وفیہ لعلکم

تقرءون خلف امامکم الحدیث **روی** الطحاوی وفیہ لعلکم تقرؤن

الحدیث۔ **ثالثاً**۔ اگر تسلیم کریں کہ ایسا ہی ہے تو بھی اس روایت سے منازعت

بالجھر کی ممانعت ثابت ہوئی۔ اور حدیث مالی انازع القرآن۔ اور خالجنیہا سے

منازعت جہری اور سری کی ممانعت ثابت ہے۔ تو انکی مجموعہ سے ممانعت منازعت

بالجھر اور منازعت بالسر دونوں کی ثابت ہوی فہو المطلوب **علاوہ** اسکے واذا قرء القرآن الآیۃ

جواب فیجھرون ط

صحیح کہا ہے - اور دارقطنی کے جرح غیر مبین ہے حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں لکھا ہے - کہ جرح غیر مُبین مقبول نہیں - اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے وقال ابن عدی یکتب حدیثہ (یحییٰ بن سلام) مع ضعفہ انتہے - **قولہ** مرفوع ثابت نہیں آہ

اقول مرفوع ہوتا اس حدیث کا معلوم ہو چکا ہے - جیسی روایت طحاوی سے گزرا ہے - اور اختلاف رفع اور وقف سے بھی ثابت ہو کہ ایسی حالت میں حکم مرفوع کے لئے ہے فینتھض الحجۃ فالممنوع ممنوع **قولہ** آثار متخالفہ میں سے ہے **اقول** آثار متخالفہ کیجانب راجح کے حجت ہونیمیں کچھ کلام نہیں - لان الجانب المرجوح کالعدم - وھھنا کذلک لانہ یرجحہ القرآن الکریم والحدیث المرفوع **قولہ** استثنا آپکے مذہب میں آہ **اقول** مسئلہ استثنا میں حنفی اصولی مختلف ہیں - شرح اس مسئلہ کی از بس دراز ہے - یہ اوراق اوس کے متحمل نہیں - الا بحکم ضرورت مختصر طور پر گزارش ہوتا ہے **فی المسلم** وشرحہ - الاستثناء من الاثبات نفی وبالعکس ای من النفی اثبات عند الجمھور من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ - وطائفۃ من الحنفیہ المحققین - ومنھم فخر الاسلام - والامام شمس الائمۃ والقاضی الامام ابوزید - وغیرھم من المحققین وفی الھدایۃ لو قال ما انت الا حر عتق - لان الاستثناء من النفی اثبات علی وجہ التاکید - وانما صار مؤکدا لکونہ مقصودا علیہ دون غیرہ انتھی بموجب کلام اس طائفہ محققین حنفیہ کے استثنا نفی سے اثبات ہے - اور اثبات سے نفی - تو استثنا صدر کے مخالف حکم کا مثبت ہوا - پس مقتدی کے لئے قرات فاتحہ سے منع کا مثبت ٹھہرا - فثبت ما اراد السائل - اور بموجب قول صاحب **توضیح وتلویح وغیرہ** کے یکون الاستثناء تکلما بالباقی بعد الثنیا - تو مقتدی حکم ماقبل یعنے صدر کلام میں داخل نہیں - تو معنی اس حدیث کے یہ ہوئے - کہ سوا مقتدی کے جو شخص فاتحہ نہ پڑھیگا - اوسکی نماز نہ ہوگی - جوازاً یا کمالاً - رہا مقتدی - سو اوسکے حکم میں بموجب اس قول کے - یہ

یحییٰ بن سلام کا حال

مسئلہ استثنا کی تحقیق

کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ سوا فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتی ۔ کیونکہ پڑھنا فاتحہ کا ھر
ایک کے لئے فرض ہے ۔ الا اوس شخص کے لیے جو امام کے پیچھے ہو ۔ کیونکہ اوس کے لئے
فرض نہیں ۔ یعنی مقتدی پر پڑھنا فاتحہ کا فرض نہیں ۔ اور یہی مبحوث فیہ ہے ۔
جبکہ تقریر سوال یہ ہوئی ۔ تو صاحب رسالہ کا جواب پنجم اور ششم اور ہفتم ۔ ساقط ہوا
فافہم ۔ الا جبکہ صاحب رسالہ نے تقریر سوال کو ممانعت پر حمل کیا ہے ۔ تو ہم یہ تسلیم اوس
پیرایہ کے جواب دیتے ہیں ۔ **قولہ** جواب اول امام مالک اور ترمذی نے اس حدیث
کو موقوف روایت کیا ہے نہ مرفوع **اقول** امام مالک اور ترمذی کا موقوف روایت
کرنا ۔ کیا منع کرتا ہے کہ مرفوع نہ ہو ۔ یا یہ ہی کوئی قاعدہ عامہ ہے ۔ کہ جب ایک محدث
موقوف روایت کرے ۔ تو وہ مرفوع ہوتی ہی نہیں ۔ یا اوسکا رفع دشوار عند العقل
والنقل ہے ۔ ترمذی اور امام مالک کو موقوف پہونچی ۔ موقوف بیان کی ۔
اسی حدیث کو طحاوی نے شرح آثار میں مرفوع روایت کیا ہے **حدثنا**

بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال حدثنا مالک عن وھب بن کیسان

عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ

فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی ۔ اور یہ امر فائدہ ششم میں
ماسبق میں نقلا عن النووی متحقق ہو چکا ہے ۔ کہ جب وصل و انقطاع ۔ اور وقف و
رفع میں اختلاف ہو تو حکم رفع اور وصل ہی کو ہوتا ہے ۔ پس اس قاعدہ سے تو
یہ حدیث مطلقا مرفوع ہے ۔ فثبت فیہ ولم یثبت ما ادعاہ **قولہ** دارقطنی نے کہا
ہے اسکا راوی یحیی بن سلام ضعیف ہے ۔ اور عبد البر نے کہا اس حدیث کو مرفوع کہنا صحیح
نہیں ۔ بلکہ جابر پر موقوف ہے **اقول** ترمذی نے اپنی روایت میں اس حدیث کو حسن

جواب ۱۰ ۔ جابر کی موقوف سے مرفوع (مرفوعی) اور مالک و ترمذی

سلہ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم مصفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں ۔ سیوطی گفتہ است کہ مرسل و منقطع حجت است نزدیک مالک و سائر
ائمہ کہ موافق اویند دریں مسئلہ ۔ و ہم چنیں حجت شد نزدیک ما وقتیکہ معتضد باشد بروایۃ مرفوعہ یا موقوفہ صحابی ۔ و در مؤطا ہیچ مرسل نیست
مگر کہ معتضد است بر زایاتے فیہ ہمان بلفظ یا بمعنی آن پس صواب آنست گگفتہ شود کہ مؤطا صحیح است نزدیک جمع انتھے ۔ ۱۲ **منہ**

فاتحہ پر عبارۃً دال ہے نہ اشارۃً۔ رہی یہ بات کہ جب حدیث عبارۃً دال ہوئی۔ اور اثر ابوہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے۔ تو پھر دونوں میں تعارض ہوا۔ فکیف التوفیق۔ تو کہا جاویگا کہ راجح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ سو اس حدیث کا راجح ہونا ظاہر ہے **اول** تو اس لیئے کہ یہ حدیث مرفوع بھی مروی ہے۔ اور ابوہریرہ کا اثر بالاتفاق ہی موقوف ہے۔ **دوم** آیۃ واذا قرء القران فاستمعوا لہ وانصتوا بھی اسی کی مؤید ہے **سیوم** حدیث صحیح۔ صحیح مسلم وغیرہ کی واذا قرأ فانصتوا بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔ **چہارم** اور آثار صحابہ کرام کے بھی اسیکو تائید دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ **قولہ** ساتواں جواب استثنا کا مدلول اشارۃ ہے **اقول** اسکا جواب ماقبل کے جواب میں۔ سے معلوم ہو چکا ہے۔ دوبارہ ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں **قولہ** نواں اعتراض ابوسعید سے روایت ہے الخ **اقول** سوال کی تقریر اسطرحپر ہے **اخرج البخاری** فی الجزء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ ان لا صلوۃ الا بقرآءۃ ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد۔ واخرج ایضا فیہ۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ فی کل صلوۃ قراءۃ ولو بفاتحۃ الکتاب الحدیث۔ واخرج ایضا فیہ قال لنا ابو نعیم حدثنا الحسن بن ابی الحسناء حدثنا ابو العالیۃ۔ فسألت ابن عمر بمکۃ اقرأ فی الصلوۃ۔ قال انی لاستحیی من رب ھذا البیت ان اصلی صلوۃً۔ لا اقرأ فیھا۔ ولو بام الکتاب واخرج ایضا فیہ۔ قال ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یقرأ سکت سکتۃً۔ وکان ابو سلمۃ بن عبد الرحمان۔ ومیمون بن مھران وغیرھم۔ وسعید بن جبیر۔ یرون القراءۃ عند سکوت الامام الی نون نعبد لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب واخرج ابوداؤد عن ابی ہریرۃ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی

حدیث ساکت ہے۔ اوسکا حکم دلیل خارجی سے ثابت ہے۔ اور وہ آیۃ واذا قرأ القرآن اور حدیث واذا قرء فانصتوا وغیرہ ہے۔ پس بہر حال مقتدی کے لئے قرارت کی ممانعت ثابت ہوئی وھو مقصود السائل **قوله** اس استثناء کا مدلول اشارہ ہے

اقول اصطلاح میں اشارہ کی تعریف یہہ ہے دلالۃ التزامیۃ لا تقصد اصلا۔ لا بالذات ولا بالتبع ولا یکون لتصحیح الکلام کما مر فی المسلم وشرحہ اور صاحب نور الانوار اسطرح لکھتا ہے اشارۃ النص ما ثبت بنظمہ لغۃ لکنہ غیر مقصود و لا سیق لہ النص۔ ولیس بظاہر من کل وجہ انتہی۔ جبکہ اشارہ کی تعریف یہہ ہوئی تو کون دانشمند واقف از اصول کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حکم فاتحہ کا اشارہ مذکور ہے۔ اور اوسپر تعریف اشارہ کی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ تو دلالۃ التزامی ہوتی ہے۔ اور سوق کلام کا بھی اوسکے لئے نہیں ہوتا۔ اور من کل الوجوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس حدیث میں بفضلہ یہ جملہ امور بالعکس موجود ہیں۔ اس لئے کہ سوق اس کلام کا بنا بر اظہار حکم فاتحہ کے ہے۔ اور حکم فاتحہ کا اس حدیث کا مدلول مطابقی ہے۔ التزامی نہیں اور فاتحہ کے حکم پر ظاہر دال ہے۔ بلکہ حکم فاتحہ کا اسکا مدلول عبارۃً کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ عبارۃ نص کی تعریف علماء اصول نے اسطرح کی ہے۔ وہی ما ثبت بالنظم مقصودًا بہ۔ اور نور الانوار میں ہے ما سیق الکلام لاجلہ پس ثابت ہوا کہ حکم فاتحہ پر حدیث عبارۃً دال ہے۔ نہ اشارۃً۔ فلم یثبت ما ادعاہ۔ اور اگر یہہ غرض ہو کہ بسبب سکوت استثناء کے فاتحہ کی ممانعت مقتدی کو لئے اس استثناء سے اشارۃً مستفاد ہے۔ تو یہ اول سے بھی سخیف تر ہے **اولا**۔ تو اس لئے کہ عند القائلین بہ۔ کے نزدیک استثناء تکلم بالباقی پر دال بالوضع بمطابقہ ہے۔ فکانت دلالۃ علیہ بالمطابقۃ۔ لا بالالتزام۔ ولا اشارۃ من الثانی لا کا ولی **ثانیًا** جبکہ اس استثناء میں لا نفیًا ولا اثباتًا کسیطرح کا حکم نہیں۔ بلکہ وہ حکم سے مسکوت ہے۔ تو پھر اشارۃً ممانعت کہاں سے پیدا ہوئی۔ الحاصل یہ حدیث حکم

ابو داؤد کا دوسرا طریق جسمیں یہ راوی نہیں وہ صحیح ہے ولفظه امرنا ان نقرأ
بفاتحة الكتاب وما تيسر - واخرجه ابن حبان وصححه ولفظه امرنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر واخرجه
احمد وابو يعلى الموصلي في مسنديهما - واخرج ابو نعيم في تاريخ اصبهان عن
ابى مسعود الانصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ صلوة
لا يقرء فيها بفاتحة الكتاب وشئ معها - واخرج احمد في مسنده في
صلوة المسیء صلوته عن رفاعة بن رافع ثم اقرأ بام القران ثم اقرء بما شئت
ورواه ابو داؤد عن محمد بن عمرو ثم اقرء بام القران وبما شاء الله ان تقرأ
یہ خلاصہ **نصب الرایہ** حافظ ابن حجر کا ہے - پس ان احادیث سے فاتحہ مع شئے
آخر کی فرضیت ثابت ہے - پس قائلین فرضیت فاتحہ خلف الامام فقط پر یہ احادیث
حجت ہیں **قوله فصاعدًا** الی حدیث صحیح ہے اه **اقول** فرضًا
تسلیم کیا کہ حدیث فصاعدًا ماول کما اوله البخاری ہے - الاحادیث ثم اقرأ
بام القران ثم اقرأ بما شئت اور لا تجزئ صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب
وشئ معها اس تاویل کو قبول نہیں کرتی - اور اہلحدیث وہ کب پسند کرتے ہیں -
اور ایسی تاویل جو مقتضای عبارت سے خارج ہو - صرف عن الظاہر ہے قطع نظر
خصم کے نزدیک حجت ہے - کب ہو سکتی ہے **قوله** آپکے نزدیک قول صحابی حجت
ہے اه **اقول** صحابی کا قول حجت اوس وقت ہے - جب کہ مقابلہ نصوص کے نہو - ورنہ
حجیت صحابی کے قول کی حنفیہ کرام کب قائل ہیں **فی التلویح** علی الخلاف
قول الصحابي للمجتهد هل يكون حجة على مجتهد غير الصحابي - ولم يظهر له دليل
من كتاب وسنة انتهى - **وفى المنار** تقليد الصحابي واجب يترك به القياس
انتهى - پس ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں تقلید صحابی کی حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں

المدينة۔ لاصلوٰة الا بقراٰن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد۔ سائل کہتا ہے۔ کہ ان مرفوعہ احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاتحہ بخصوصہا کا پڑہنا فرض نہیں جبکہ فرض ہی نہیں ہے۔ تو امام کے پیچھے کیسی فرض ہوگی۔ **قوله** معلوم نہیں کہ یہ لفظ کہاں سے آگیا **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً**۔ عدم العلم بالشئے۔ اور علم العدم بہ۔ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اوّل مستلزم ضعف کا نہیں **ثانیاً** ابن سید الناس نے اپنی علم کی نسبت یہ فرمایا ہے اور وہ مستلزم عدم فی نفسہ کا نہیں۔ کیا حضرت ابن عمرؓ نے بہ نسبت صلوٰة الضحی کے بجواب سائل کے لا اخالہ نہیں فرمایا۔ یعنی میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی نہیں پڑہتے تھے کما رواہ البخاری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے نہیں فرمایا۔ کہ سوا ایک دفعہ کے میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ضحی کی پڑہتے ہوئے نہیں دیکھا رواہ البخاری ایضاً حالانکہ نماز ضحے کا ثبوت اور بار بار پڑہنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کالشمس روشن ہے کما رواہ مسلم وغیرہ ابو محمد حارثی اور ابن عدی نے اس حدیث کو ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اور قوی اور ضعیف ہونا حدیث ہذا کا بہ مجمل خود مبین ہے۔ الا اس حدیث کی تخریج تو مجہول نہیں **قوله** جیسے ابو داؤد میں ہے آہ **اقول** ابو داؤد نے ابو سعید خدری سے روایت کیا امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فاتحہ اور ماتیسر دونوں مامور بالقراءة ہیں فهذا الحديث حجة على القائلين بوجوب الفاتحة فقط **قوله** ابو داؤد کی طریق میں جعفر بن میمون ہے۔ نسائی نے کہا ليس بثقة الخ **اقول** جعفر بن میمون کو دارقطنی کہا يعتبر بحديثه۔ وقال مرة صالح الحديث۔ وقال ابن عدی لم ار احاديثه منكرة وروى عنه عندا ويحيى القطان ذكره في ميزان الاعتدال اس سے بھی قطع نظر کرکے۔ تسلیم کیا کہ ابو داؤد کے اس طریق میں جعفر بن میمون ہے۔ الا

ابن سید الناس کا جواب

جعفر بن میمون کا حال

چہارم ما ذکر من الادلۃ کے سوا۔ لا قائل بہ من الامۃ المحمدیۃ علی صاحبہا الصلوۃ
والتحیۃ **علاوہ** ازاں جسقدر ادلہ درباب عدم قرات الفاتحہ والسورۃ خلف الامام فی
ما مر۔ میں مذکور ہوئی ہیں۔ یہاں ہی تصور کرنی چاہیئے۔ اور خود رائی تو خود
مرض لا علاج ہے۔ اور کلام اتباع ادلہ شرعیہ میں ہے۔ **قولہ** شافعی جیسا
صاحب مذہب اس اجماع پر مطلع نہ ہوتا **اقول** فاتحہ خلف الامام میں اجماع ہوا۔
یا نہوا۔ اصل مسئلہ کی بابت استفسار ہے کہ اجماعیہ مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین پر دور دست بعید العہد پیدائش کی اطلاع۔ کیا شرائط ضروریہ انعقاد
اجماع سے ہے۔ وفاق و موافقت امام شافعی وغیرہ کی مسائل اجماعیہ
صحابہ میں تو مدار انعقاد اجماع کا نہیں ہے۔ پر کیا عدم اطلاع مانع عدم
انعقاد اجماع ہے **فی المسلم وشرحہ** لا عبرۃ فی الاجماع بالکافر
ولا عبرۃ ایضا لوفاق من سیوجد اجماعا۔ انتہی **ثانیاً** بہت مسائل
اجماعی ایسے ہیں کہ اون میں **صاحب رسالہ** کو بہ نسبت محدثین یہی بات کہنی
پڑیگی (۱) **نووی شرح صحیح مسلم** میں لکھتا ہے۔ اجمع العلماء علی جواز التیمم
عن الحدث الاصغر۔ وکذلک اجمع اہل ہذہ الاعصار ومن قبلہم علی
جوازہ للجنب والحائض والنفساء انتہی اور ابراہیم نخعی تابعی امام جلیل الشان
لا یری التیمم لہ پس صاحب رسالہ کہدیں۔ کہ اگر اجماع ہوتا۔ تو امام ابراہیم نخعی
تابعی قریب العہد مطلع نہ ہوتا (۲) **نووی** نے اوسی کتاب میں لکھا ہے۔
اذا صلی الجنب بالتیمم ثم وجد الماء وجب علیہ الاغتسال باجماع العلماء
انتہی اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی امام جلیل الشان ہے۔ قال لا یلزمہ الغسل
یہاں بھی صاحب رسالہ وہی بات کہدیں (۳) **نووی** اوسی کتاب میں
لا یبولن احدکم فی الماء الراکد کے ذیل میں لکھتا ہے والتغوط فی الماء

شافعی جیسا امام اس اجماع پر مطلع نہوا۔ کا جواب بروجوہ۔ وجہ اول۔

لودود النصوص الظاهرة **انتباہ** سامعین غور کریں کہ جب ما ذکر احادیث سے فاتحہ
مع شئی زائد کی فرضیت ثابت ہے۔ تو پھر تخصیص وجوب فاتحہ میں اتباع بقول
الرسول کہاں ہے۔ **قولہ** کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا **اقول** الزام کی جلی
کھی تنہا پیش قاضی روی۔ راضی آئینگی مثال صادق آتی ہے۔ ورنہ میدان مقابلہ
میں اس دعوی کو کون سنتا ہے۔ اس تجویز ذہنی پر چند در چند الزام عائد ہوتی
ہیں۔ **اولاً**۔ مخالفت فاقرؤا ما تیسر من القرآن کی کہ اس آیت میں مطلق
قراءت کا حکم ہے۔ تخصیص فاتحہ کی اس حکم کے خلاف ہے۔ **ثانیاً** ثم اقرء ما تیسر
معک من القرآن کی تخصیص خلاف ہے **ثالثاً** حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا
تجزئ صلوۃ۔ لا یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب وشئ معہا ہے تخصیص اس حکم کا
خلاف ہے **رابعاً** حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء
اللہ ان تقرأ۔ تخصیص اس حکم کے خلاف ہے **خامساً** امرنا ان نقرأ بفاتحۃ
الکتاب وما تیسر کے خلاف ہے **سادساً** یہ تفریق ذہنی عموم الفاظ احادیث
کی خلاف ہے **سابعاً** واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے خلاف ہے **ثامناً**
واذا قرأ فانصتوا کے خلاف ہے **قولہ** ہم کہتے ہیں ما زاد کا پڑھنا بالکل منع نہیں
اقول حاصل کلام صاحب رسالہ کا یہ ہے۔ کہ فاتحہ ما زاد کے خلف الامام جہراً۔ اور سراً۔
صلوۃ جہریہ اور سریہ میں بالکل ممنوع نہیں۔ سو یا تو مقتدی کو ہر دو کا پڑھنا بطریق
فرض ہوگا۔ یا بطریق مسنون۔ یا فاتحہ کا بطریق فرض۔ اور ما زاد کا مسنون۔ یا بالعکس
یعنی ما زاد کا فرض۔ اور فاتحہ کا مسنون۔ فصار المسئلۃ مربعۃ۔ ہر چہار شقوق اسکے
بالکل ممنوع ہیں۔ اول۔ دوم سوم۔ تو اسلئے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا اور حدیث واذا قرء ای الامام فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ اور
مالی انازع القرآن اور خالجنیہا۔ اور خلطتم علی القرآن وغیرہ کے خلاف ہے۔ چہارم

جواب مؤلف کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا - نمبر ۱۵۵ -

ما زاد کا پڑھنا ممنوع نہیں - کا جواب

روى عباس عن يحيى ليس حديثه بشئ وقال احمد له مناكير انتهى -
قوله وبرواية عن عبدالرحمن بن هرمز ان اباسعيد الخدرى الخ **اقول**
اس حدیث کی ایک روایت میں یحیی بن عبداللہ بن بکیر مصری ہے - اور وہ مختلف فیہ
ہے میزان الاعتدال میں لکھا ہے - قال ابوحاتم كان يفهم هذا الشان يكتب
حديثه ولا يحتج به - **وقال** النسائى ضعيف - وقال مرة - ليس بثقة انتهى - اور
دوسری روایت میں عبداللہ بن صالح ہے - اور یہ عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم
جہنی مصری ابو صالح کاتب اللیث بن سعد ہے - **تقریب** میں لکھا ہے صدوق
کثیر الغلط ہے - اور میزان میں کہا ہے قال النسائى ليس بثقة - وقال ابن المدينى
لا اروى عنه شيئا - وقال ابن عدى هو عندى مستقيم الحديث الا انه يقع
فى اسانيده ومتونه غلط ولا يعتمد عليه انتهى **قوله** قال البخارى رحمه الله و
كانت عائشة تقول بذلك **اقول** یہ روایت بلا سند ہے - اگر اوسکی سند مذکور ہوتے
تو رواۃ کا حال معلوم ہوتا **قوله** قال البخارى قال عبدالرزاق الخ **اقول** اس روایت
کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا - بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جزء قراءت میں
اسکو یوں لکھا ہے قال البخارى قال عبدالرزاق عن ابن جريج عن عطاء قال اذا
كان الامام يجهر فليبادر بقراءة ام القران - او ليقرء بعد ما سكت فاذا قرء
فلينصت كما قال الله تعالى انتهى **اولا** - گذارش ہے کہ عبدالرزاق جو اس روایت
میں ہے عبدالرزاق بن ہمام بن نافع ہے - اور وہ متکلم فیہ عند الحفاظ ہے **میزان**
میں اوسکی توثیق کا حال بھی لکھا ہے - اور یہ بھی لکھا ہے وضعف بصره فى اخر
عمره فهو ضعيف السماع - وقال محمد بن عثمان الثقفى البصرى - والله الذى
لا اله الا هو - ان عبدالرزاق كذاب - والواقدى اصدق منه - وقال زيد
بن عبدالمبارك لا اروى عنه - وقال جعفر بن عفان الطيالسى سمعت ابن معين

عبداللہ بن صالح کا حال

عبدالرزاق بن ہمام کا حال

کالبول فیہ۔ واقیح وعلیہ اجماع العلماء انتھی۔ مضمونًا۔ اور داؤد ظاہری امام کہتا ہے۔ ان الغائط لیس بمنہی عنہ فی الماء پس اس میں بھی ویسا ہی کھدیں (۴) اوسی کتاب میں نووی لکھتا ہے کہ عند البیع والشراء فقط عورت کے مونہہ اور دونوں ہاتھوں کو دیکھ لینا جائز ہے۔ اور اسپر اجماع اُمت کا ہے۔ وقال الاوزاعی ینظر الی موضع اللحم وقال داؤد ینظر الی جمیع بدنہا پس یہاں بھی وہی بات کھدیں (۵) نووی نے اوسی کتاب میں لکھا ہے نقل الحارث المحاسبی اجماع العلماء علی ان الام تفضل فی البر علی الاب۔ وخالف فی ذلک مالک فانہ یقول انہما فی البر سواء۔ پھر صاحب رسالہ یہاں ہی بھی فرماویں۔ کہ اگر اجماع ہوتا تو امام مالک جیسی امام مطلع نہوتے۔ اور اوس کے نظائر از بس ہیں طوالت قلم کو روکتی ہے وذلک غیر خافیۃ علی ناظری کتب الفن۔ پس ثابت ہوا کہ عدم اطلاع امام شافعی وغیرہ کی مانع انعقاد اجماع صحابہ کرام کی نہیں ہی فثبت وھن ھذا القول **قولہ** باحسن وجوہ ثابت ہی **اقول** جیسی قرارت فاتحہ خلف الامام بعض صحابہ۔ اور تابعین سے ثابت ہے۔ ویسی ہی عدم القراءۃ خلف الامام بھی صحابہ اور تابعین سی بعمدہ وجوہ ثابت اور مبرہن ہی۔ فثبت ان المسئلۃ اختلافیۃ۔ الا انّ الامر المتنازع فیہ فرضیت فاتحہ خلف الامام ہی۔ سو اوسکا ثبوت اس کلام سی جیز منع میں ہے۔ بلکہ اختلاف صحابہ اور تابعین کا مؤید عدم فرضیت کا ہی۔ رہی یہہ بات کہ مسئلہ اختلافی ہے تو اجماع کہنا درست نہوا۔ سو اسکی بابت آگے گزارش ہوگا **قولہ** سنیئے بخاری نے کہا حدثنا یحیی عن الابان حدثنا ابو نضرۃ الخ **اقول** اس روایت میں ابان سہو قلم ہے۔ بلکہ صحیح العوام ہے۔ اور یہہ عوام بن حمزۃ المازنی ہے۔ سو میزان الاعتدال میں اسکے ترجمہ میں لکھا ہے۔

پس نفی قبول عبادات

مدعیان ان مرتبہ اعلی

باحادیث سوء واخرج تلک البلایا ۔ وقد رایته برکة فما عرفت له ۔ وقد
استشار محدث احمد بن حنبل فی الاخذ عنه فنهاه انتہی ۔ **قوله** قال البخاری
عن ابی رافع عن علی بن ابی طالب الخ **اقول** اس روایت میں سفیان بن حسین
سمعت عن الزہری واقع ہے ۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے یروی عن
الزہری مضطرب فیه ۔ وقال احمد لیس بذاک فی الزہری ۔ وقال عباس
عن یحیی لیس به باس ولیس من کبار اصحاب الزہری ۔ فی حدیثه ضعف
وروی ابن خیثمة عن ابن معین ثقة فی غیر الزہری ۔ وروی یعقوب
بن شیبة عن یحیی کان مؤدبا لم یکن بالقوی ۔ وروی ابوداؤد عن یحیی
لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری ۔ وقال ابن معین لم یکن بالقوی
انتہی مختصرا **قوله** قال البخاری عن ابی مریم سمعت ابن مسعود الخ **اقول**
اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے میزان میں اوسکے ترجمہ میں
لکھا ہے اسماعیل بن ابان الازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری ۔ قال البخاری
صدوق وقال غیره کان یتشیع ۔ وروی الحاکم عن الدارقطنی انه قال
لیس عندی بالقوی **قوله** قال البخاری عن سفیان وقال حذیفة یقرأ
خلف الامام **اقول** یہ روایت جزء القراءت امام بخاری رحمہ اللہ ۔ مطبوعہ مطبع
صدیقی لاہور کے صفحہ ۱۳ ۔ سطر ۴ میں فقط اسقدر ہے ۔ وقال حذیفة ۔ یقرأ
اور خلف الامام کا لفظ اسمیں نہیں ۔ شاید امزاد ہے ۔ یا الحاقیہ یا سہو کاتب سے
اور یقرأ عام ہے داخل ہو یا خارج نماز کے ۔ اور مقتدی اور امام اور منفرد کو ۔ فلا یقوم
به الحجة علی القراءة خلف الامام ۔ اور نیز اس روایت کی سند میں محمد بن یوسف
الفریابی شیخ البخاری ہے میزان میں اوس کی توثیق کے بعد لکھا ہے ۔ قال
قال العجلی اخطأ الفریابی فی مایة وخمسین حدیثا انتہی ۔ **قوله** حدثنا ابو النضر

سفیان بن حسین کا حال

اسمٰعیل بن ابان کا حال

محمد بن یوسف الفریابی کا حال

يقول سمعت من عبد الرزاق كلامًا يومًا - فاستدللت به على تشيعه - فقلت
ان استاذيك الذين اخذت عنهم كلهم اصحاب سنة - معمر ومالك و
ابن جريج وسفيان - والاوزاعي - فعمن اخذت هذا المذهب - فقال قدم علينا
جعفر بن سليمان الضبعي فرأيته فاضلا وحسن الهدى - فاخذت هذا عنه -
وقال احمد بن خيثمة سألت ابن معين وقيل له ان احمد يقول ان عبيد الله
بن موسى يرد حديثه للتشيع - فقال كان - والله الذي لا اله الا هو عبد الرزاق
اعلى في ذلك من عبيد الله مائة ضعف انتهى ملتقطًا اور تقريب میں ہے
ثقة حافظ مصنف شهير عمي في آخر عمره فتغير وكان يتشيع انتهى اور ثانيًا
یہ اثر خود دال ہے کہ اگر مقتدی کو موقعہ مذکور نہ ملے۔ تو انصات عند قراءة الامام
واجب ہے۔ فاتحہ نہ پڑہے۔ فاين فرضية الفاتحة **قوله** قال البخاري عن
ابي السائب عن ابي هريرة رضي الله عنه الخ **اقول** یہ حدیث صاحب رسالہ پہلے ابتدا
رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اوسکا جواب وہاں عمدہ طرح سے دیا گیا ہے۔ فلا نعيده
قوله قال البخاري عن ابي المغيرة عن ابي بن كعب الخ **اقول** اس روایت
کی سند میں زیاد البکائی ہے۔ اور وہ زیاد بن عبد اللہ بن طفیل البکائی ہے۔
میزان الاعتدال میں اوس کے ترجمہ میں لکھا ہے قال ابن معين لا باس به في المغازي
واما في غيرها فلا - وقال ابن مديني ضعيف كتبت عنه وتركته - وقال
ابو حاتم لا يحتج به - وقال النسائي ضعيف وقال مرة ليس بالقوي - وقال
ابن سعد كان عندهم ضعيفًا انتهى **قوله** عن ابن سنان قال قلت لابي بن
كعب الى آخره **اقول** اس روایت کی سند میں عبید اللہ بن موسی العبسی الکوفی شیخ
البخاری ہے۔ **میزان** میں لکھا ہے۔ عبيد الله في نفسه ثقة لكنه شيعي محترق - و
قال ابو داؤد كان شيعيًا محترقًا - وعن احمد كان عبيد الله صاحب تخليط حدث

زیاد البکائی ضعیف ہے

عبید اللہ بن موسیٰ شیعی ضعیف ہے

صلوٰۃ الخ **اقول** اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے۔ اور نیز
اسکا جواب ابتدا رسالہ میں گزر چکا ہے۔ علاوہ اوسکا طوالت سے خالی نہیں فلا نعیدہٗ
قولہ قال البخاری قال ابن خبیث قلت لسعید ابن جبیر الخ **اقول**۔ میزان
الاعتدال میں لکھا ہے عبداللہ بن عثمان بن خیثم المکی روی الدوری عن ابن
معین احادیثہ لیست بالقویۃ۔ وقال مرۃ لا یحتج بہ۔ وقال النسائی لین
الحدیث انتہی۔ اگرچہ اس عبداللہ کی بعض نے توثیق بھی کی ہے الا ضعف راجح ہے۔
قولہ قال البخاری قال انا محمد بن یوسف ثنا سفیان الخ **اقول** اس روایت
کی سند میں جواب ابن عبیداللہ التیمی ہے **میزان** میں کہا ہے وثقہ
ابن معین ضعفہ ابن نمیر۔ وقال ابو خالد الاحمر ابیہ وکان ینقص
یذہب الی الارجاء۔ وقال الثوری لم اعرض لہ للارجاء۔ وقال ابن عدی
لیس للجواب من المسند الا قلیل۔ لہ مقاطیع فی الزہد۔ عن ابیہ رحمہ اللہ انتہی ملخصاً
قولہ قال مجاہد اذا لم یقرأ خلف الامام الخ **اقول** یہ اثر اور عبداللہ بن عمر کا ذکر حدیث
مرفوع اور واذا قرأ (الامام) فانصتوا۔ رواہ مسلم والنسائی اور آیۃ قرآنی واذا قرئ
القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اور **حدیث** قراءۃ الامام لہ قراءۃ کا کب مقابلہ
کرسکتے ہیں **قولہ** اسقدر آثار ایک ہی کتاب سے نقل کردیے ہیں **اقول** ہر ایک اثر
کا حال معلوم ہوچکا ہے۔ اور ضعف اونکا واضح اور ظاہر ہوگیا۔ پھر ایسے ضعاف
کو معرض مقابلہ اور محل استدلال میں پیش کرنا سامحت کے سوا اور کیا کہا جاوے۔
قولہ ایک اور پیارا قول نقل کرنے کو جی چاہتا ہے **اقول** قطع نظر اثبات کے
کہ یہ اثر بھی احادیث مرفوعہ اور آیۃ قرآنی کا مقابلہ کب کرسکتا ہے۔ اسکی سند میں وہی
جواب تیمی ہے جسکا حال میزان سے گزر چکا ہے۔ اور **تقریب** میں لکھا ہے صدوق
رمی بالارجاء **قولہ** قال قال ابی بن خلف و حذیفۃ الخ **اقول** یہ اونہی آثار کا نتیجہ

قال سالت ابا سعید عن القراءة خلف الامام **اقول** یہ روایت اور جو روایت کہ صاحب رسالہ نے اوّل بقولہ۔ سنیے بخاری نے کہا ہے **حدثنا** مسدد حدثنا یحییٰ الخ بیان کی ہے۔ ایک ہی ہے۔ صاحب رسالہ نے اسکو آثار کی تعداد بڑہانے کے لئے یا سہو سے ابعزض آخر۔ مکرر بیان فرمایا۔ اسکی سند میں وہی عوام بن حمزۃ المازنی ہے جسے یحییٰ نے کہا۔ لیس حدیثہ بشیء وقال احمد لہ مناکیر کما مر قبل ذلک من المیزان

قولہ وعن مجاھد اذا نسی فاتحۃ الکتاب فلا تعد تلک الرکعۃ **اقول** اس روایت سے استدلال صاحب رسالہ کا ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اوسمیں خلف الامام کا کہاں ذکر ہے۔ تاکہ صاحب رسالہ کو مفید ہوتا۔ کما لا یخفی۔ جائز ہے کہ مجاہد نے منفرد کے لئے فرمایا ہو۔ جیسی حنفیہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ منفرد کے لئے قرأۃ فاتحۃ الکتاب واجب ہے۔ اوس کے ترک سہواً سے بھی نقصان کمال لازم آتا ہے۔ کما ھو المذکور فی الفقہ **قولہ** وعن عبد اللہ بن مغفل انہ کان یقرأ فی الظہر والعصر الخ **اقول** اس روایت کی سند میں عمر بن ابی سحیم النھری ہے جسکو میزان الاعتدال میں غیر معروف لکھا ہے حیث قال عمر بن ابی سحیم۔ عن عبد اللہ بن مغفل لا یعرف یحییٰ بن ابی اسحاق الحضرمی عنہ حدیث انتہی **قولہ** عن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ عن عائشۃ الخ **اقول۔ اوّلا۔** اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ محدثین کے نزدیک جو اوسکا حال ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے۔ **ثانیاً** اس سے قطع نظر لفظ خداج مشترک ہے کما مر قبل ذلک فلا ینتہض حجۃ **ثالثاً** لیس فی ھذا الحدیث شیء یدل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بذلک الصلوۃ التی تکون وراء الامام۔ قد یجوز ان یکون عنی بذلک الصلوۃ التی لا امام فیھا۔ **واخرج** من ذلک الماموم بقولہ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ فلا یتم بہ الحجۃ **قولہ** عن عبادۃ صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عمل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

عمر بن ابی سحیم النہری مجہول

ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ وانما یثبت ذلک (ای منع القراءۃ خلف الامام) عن ابن عمر وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود۔ وجابر عن سعید۔ وعمر۔ وابن عباس وعلی انتھی

تنبیہ جبکہ روایت مثبتہ قراءۃ حضرت علی کا یہ حال۔ اور امام الائمہ بخاری کو خود یقین ہی نہیں۔ اور ابن حجر جیسا محقق شافعی المذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منع قراءۃ خلف الامام نقل کرتا ہے۔ تو پھر صاحب کافی کے قول کو کذب بحت کہنے کو۔ اگر کذب بحت اور سخت جسارت کہا جاوے۔ تو شاید بعید از اعتدال نہو **قولہ** پہلا اثر جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ہے بخاری نے کہا ہے آہ **اقول** حضرت عمرؓ کے اثر کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ **زیلعی** نے **تخریج احادیث ہدایہ** میں ناقلا عن الخلاصۃ للنووی۔ بیان کیا ہے حیث قال۔ عن ابی سلمۃ ومحمد بن علی ان عمر بن الخطاب صلی المغرب فلم یقرء فقیل لہ۔ فقال کیف کان الرکوع والسجود۔ قالوا حسنا قال فلا باس انتھی۔ وقال ھذا منقطع لانھما لم یدرکا عمر رضی اللہ عنہ۔ قال وفی روایۃ للبیہقی موصولۃ ان عمر اعاد الصلوۃ انتھی ہم نے تسلیم کیا کہ پہلا اثر منقطع ہے۔ اور دوسرا موصول الا اعادہ نماز کا حضرت عمر فاروق نے بسبب نہ پڑھنے مطلق قرارت کے جو کہ فرض تھے فرمایا۔ وہو مذہب الحنفیۃ۔ نہ باعث نہ پڑھنے فاتحۃ الکتاب کے۔ کیونکہ اس اثر میں صلی المغرب ولم یقرء واقع ہے۔ سو اوسکا مدلول عدم القرأت مطلقاً ہی نہ عدم قراءۃ الفاتحۃ۔ فہذا الاثر لنا لا لہ **قولہ** ویکفی فی بطلانہ اجماع المسلمین علی خلافہ آہ **اقول** اس اجماع المسلمین میں صحابہ رضوان اللہ علیہم داخل ہیں یا نہیں۔ اگر داخل ہیں تو اوسکا کہنا اجماع المسلمین صریح البطلان ہے **قال البخاری** فی الجزء۔ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منہم ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتھی۔ **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے واضح ہے۔ کہ قراءۃ خلف الامام۔

اثر عمرؓ کا جواب

اجماع علی بطلان کا جواب

ہے۔ جنکا ضعف پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ جبکہ آثار کا حال یہ ہے۔ تو پھر اس نتیجہ کو کون تسلیم کرے۔ **قولہ** وقال القاسم بن محمد کان رجال الخ **اقول** یہ روایت صاحب رسالہ نے پوری پوری بیان نہیں کی۔ ایک جملہ مطلب کا ذکر کیا۔ اور دوسرا جملہ بیان کرنے سے حیا مانع ہوا ہوگا۔ **مؤطا** میں ہے۔ قال اسامۃ فسألت

القاسم بن محمد عن ذلک رای القرأۃ خلف الامام فقال ان ترکت فقد ترکہ

ناس رای من الصحابۃ یقتدی بھم۔ وان قرأت فقد قرأت ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ **فائدہ** اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ بہت صحابہ خلف الامام قرأۃ نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا فقد ترکہ ناس کا مدلول ہے فاین الفریضۃ **قولہ** وقال ابو مریم سمعت ابن مسعود الخ **اقول** ان سب آثار کا حال گزارش ہوچکا ہے **قولہ** کافی صاحب کا قول بھی ان آثار سے کذب بحت ثابت ہوگیا۔ الی آخر ما قال۔ کیونکہ مرتضے رضی اللہ عنہ کا خلف الامام قرأۃ پڑھنا ثابت ہے **اقول** اولا۔ بہت عمدہ درجہ کا ثبوت ہوچکا ہے۔ بھلا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہونا چاہیئے کہ خود امام الائمہ بخاری بصیغہ تمریض (یعنی یذکر عن علی رض) بیان فرماتے ہیں۔ جبکہ بخاری رحمہ اللہ کے بیان پر مدار ثبوت ہے۔ تو بخاری کو تو یقینًا یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی کہ حضرت خلیفہ چہارم خلف الامام قرأت پڑھتے تھے۔ یا نہ پڑھتے تھے۔ حضرت امام الائمہ بخاری رحمہ اللہ علیہ جبکہ خود ہی متوہم اور شاک ہین تو پھر ثابت ہی کہاں ہوچکا ہے۔ وہ جیہ خوش۔ بخاری پر بھی اتھام لگانے سے باز نہ آئے اور آیہ ان بطش ربک لشدید کو جلد ہی بھولگئے۔ **ثانیا** جس روایت پر مدار حصول حلم قرأۃ خلف الامام خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہ کا ہے۔ اوسکی سند میں سفیان حسین ہے۔ اور اس سفیان کے ضعف کا حال نقلا عن المیزان بخوبی معلوم ہوچکا ہے۔ پھر ایسے ضعیف کی روایت کو درجہ ثبوت کہاں حاصل ہے **ثالثا** حافظ ابن حجر عسقلانی تخریج

جواب + جواب قول قال القاسم الخ

جواب قول کافی صاحب کا + جواب

ابن ماجہ نے روایت کی جابر رضی اللہ عنہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة **ثانیاً** ترمذی نے حضرت جابرؓ
سے روایت کیا ہے من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام وقال هذا حدیث حسن **ثالثاً** قال الحافظ ابن حجر فی نصب الرایة
فی تخریج احادیث الهدایة انما یثبت ذلک ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید بن
ثابت وابن مسعود انتهی **رابعاً** قال ابن عبد البر ما اعلم فی هذا الباب من الصحابة
من صح عنه ما ذهب الیه الکوفیون فیه ۔ من غیر اختلاف عنه الا جابر **خامساً**
قال بعض اعیان الدهلی لعل هذا کان باجتهادهم ۔ فلما احسن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم منهم ۔ قال من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة ۔ کما یجیئ
فی باب ۔ اذا قرء الامام فانصتوا انتهی ۔ ان وجوہات سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ راجح
روایت بھی ہے کہ معمول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عدم القراءة تھا کما لا یخفی **قوله**
بخاری نے روایت کیا ہے عن الزهری عن مولی جابر بن عبد اللہ الخ **اقول** امام
الائمہ بخاری علیہ الرحمة نے اس اثر کو جزء القراءة میں یوں بیان فرمایا ہے ۔ **و**
روی سفیان بن حسین عن الزهری عن مولی جابر بن عبد اللہ قال لی جابر
بن عبد اللہ اقرأ فی الظهر والعصر خلف الامام انتهی ۔ اسمیں گزارش ہے **اولاً**
اس روایت کی سند میں وہی سفیان بن حسین ہے ۔ جسکا ضعف **میزان الاعتدال**
سے مذکور ہو چکا ہے فکیف لا یحتجاج به **ثانیاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ
میں بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے منع عن القراءة خلف الامام ثابت ہے ۔ و
ہذہ عبارته ۔ وانما یثبت ذلک (ای منع القراءة خلف الامام) عن ابن عمر وجابر و
زید بن ثابت وابن مسعود الخ **ثالثاً** روی الترمذی عن جابر بن عبد اللہ یقول
من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ۔ هذا حدیث

کل صحابہ کا مذہب نہیں - پھر اجماع المسلمین علے خلافہ کہاں ہوا - اور اگر صحابہ وضل نہیں ہیں - تو اجماع المسلمین کجا - فذلک اصرح البطلان من الاول - اگر بعد انقراض زمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع المسلمین علے خلافہ مراد ہے - تو بھی صحیح نہیں لاختلاف التابعین ومن بعدھم فی ھذہ المسئلۃ وھو ظاہر غیر خافیۃ **قولہ** پھر بخاری نے کہا ہے علی مرتضی کا وہی اثر اول اور صحیح ہی **اقول** یہ اول اور صحیح وہی اثر ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے - اور اوسکی سند میں سفیان بن حسین ہے - اور اوسکے ضعف کا حال میزان الاعتدال سے منقول ہوا ہے پھر باوصف ایسے ضعیف راوی کے اول اور صحیح کسطرح ہوا - **قولہ** اور جناب امیر کی اوس اثر کی نسبت الخ **اقول** اس اثر کو حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں اسطرح بیان کیا ہے **اخرج** (البیہقی) من طریق الحارث عن علی ان رجلا قال لہ صلیت فلم اقرأ فقال اتممت الرکوع والسجود قال نعم - قال تمت صلوتک انتھی - وقال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ - وقال الحارث مجمع علی ضعفہ فانہ کان کذابا انتھی - اس روایت کی سند میں چونکہ حارث ہی اور وہ ضعیف مجمع علیہ ہے - لہذا یہ روایت ضعیف ہوئی - اگر فرضا حارث کے ضعف سے قطع نظر بھی کیجاوے - تو بھی یہ روایت نصوص صریحہ دالہ بر وجوب قراءۃ مطلق کے معارض ہے - کیونکہ سائل نے کہا صلیت فلم اقرء یعنے مینے نماز پڑھی - اور اوس میں قرارت بالکل نہیں پڑھی - پس ظاہر ہے کہ جبکہ اوس نے قراءۃ مطلقا نہیں پڑھی تو پھر اوسکی نماز کسطرح صحیح ہو کان مطلق القرآءۃ فرض - وھو بعینہ مذھب الحنفیۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین **قولہ** فرضوں کی رکعتوں میں قراءۃ ضروری نہیں سمجھتے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالے آگے ذکر ہوگا **قولہ** جابر کا فعل مخالف ہے - ابن ماجہ نے سنن میں لکھا ہے عن جابر کنا نقرأ فی الظھر الی آخرہ **اقول** - اولا -

بر مذہب مقلدین - اثر ضعیف است

جواب از اثر حضرت امیر

جواب فعل حضرت جابر

حال بھی گزارش ہو چکا ہے۔ یعنی وہان بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس روایت کی سند میں
اسماعیل بن ابان ہے۔ **میزان الاعتدال** میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہے۔
اسماعیل بن ابان ازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری قال البخاری صدوق وقال
غیرہ کان یتشیع۔ **وروی الحاکم** عن الدارقطنی انہ قال لیس عندی
بالقوی انتہی **ثانیاً** خود امام الائمہ بخاری نے جزء القراۃ میں لکھا ہے انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی
صلعم الذین لم یروا القراۃ خلف الامام منہم ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر انتہی **ثالثاً** حافظ ابن حجر
تخریج احادیث ہدایہ میں لکھا ہے انما ثبت ذلک ای منع القراۃ خلف الامام عن ابن عمر
وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود انتہی۔ یہ حال ثبوت مذکور کا ہے جس پر صاحب رسالہ
نازان ہو کر فرماتے ہیں کہ ثبوت گزر چکا ہے **قولہ** اور ابن عمرو کے اثر کی نسبت
قال البخاری الحدیث **اقول**۔ اولاً۔ یہ روایت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب سے
مروی ہے۔ ابن عمرو بالواو سہو قلم ہے بلا واو صحیح ہے) بخاری کے جزء القراءت
کی روایت میں۔ لا اقرء فیہا ولو بام القرآن ہے۔ اور **طحاوی** کی روایت میں
لا اقرء فیہا بام القرآن او ما تیسر واقع ہے۔ ان دو روایتوں سے وجوب مطلق قراءۃ
کا مستفاد ہوتا ہے۔ نہ فاتحہ کی تعیین **ثانیاً** اس روایت میں قراءۃ فی الصلوۃ
کا ذکر ہے۔ قراءت خلف الامام کا اسمیں ذکر ہی کہاں ہے فہذہ الروایۃ لا تنفع
لصاحب الرسالۃ **قولہ** ان یحیی سال ابن عمرو عن القراءۃ خلف الامام الحدیث
اقول۔ اولاً۔ یہ روایت بھی عبد اللہ بن عمر الخطاب سے مروی ہے۔ ابن عمرو بالواو
سہو ہے۔ اس روایت کی سند میں یحیی بن مسلم البکائی ہے۔ میزان الاعتدال
میں لکھا ہے یحیی بن مسلم البکائی قال ابو زرعۃ لیس بالقوی۔ وقال ابن سعد
ثقۃ ان شاء اللہ تعالی۔ وکان یحیی القطان لا یرضاہ۔ وقال النسائی متروک
الحدیث۔ وقال الدارقطنی ضعیف۔ وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بہ۔

حسن صحیح انتھے **رابعًا**۔ روی الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن جابر بن عبد اللہ

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ الحدیث **خامسًا** روی

مالک فی مؤطاہ عن وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی

رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی **سادسًا**

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نصًا بیان کیا ہے۔ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے

حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کی تاویل کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ یہ

حدیث من کان وحدہ کے لئے ہے۔ من کان خلف الامام کیواسطے نہیں ہے۔ بلکہ

اوس کے لئے من صلی رکعۃ الحدیث ہی۔ اگر اس حدیث کا ثبوت عند الجابر رضی اللہ

نہوتا۔ تو حضرت جابر کو تاویل حدیث اول کی کیا ضرورت تہی۔ اور احمد بن حنبل ؒ

نے بہی حدیث لا صلوۃ کی الحدیث یہی تاویل کی ہے۔ **قال الترمذی**

اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ

الکتاب۔ اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی

رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد

فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ انتھی۔ جبکہ

حدیث حسن صحیح وانکان موقوفًا۔ اور مرفوع موجود۔ اور حضرت جابر سی ثبوت ہیں

منقول۔ اور ما روی البخاری فی الجزء کا ضعف مکشوف۔ تو پہر اس حدیث کے ثبوت

میں کیا کچہ کلام ہے **علاوہ** براں بخاری کا اثر ضعیف۔ مرفوع اور موقوف حسن

صحیح اور احمد بن حنبل کی روایت کا بہلا مقابلہ کرسکتا ہے۔ **مخاصم** کا در کلام

تو بند ہونا معلوم۔ وللمنصف ما نقلنا کاف **قولہ** اور ابن مسعود سے ثبوت

قراءۃ خلف الامام اوپر گزر چکا ہے۔ **اقول** (اولًا) وہاں بہی اوس روایت کا

ابن مسعود سے ثبوت قراءۃ خلف الامام

یعرف لهذه الاسناد سماع بعضهم من بعض ولا یصح مثله - یہ جواب صرف اسی اثر کا ہے - اور زید بن ثابت کے روایت جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان فرمائی ہو صاحب رسالہ اوسکے جواب سے ساکت ہیں - اور وہ یہ ہے عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام - فقال لا قراءۃ مع الامام فی شئ انتہی واخرجہ النسائی ایضاً فی سجود القرآن **قولہ** ابو الدرداء کے اثر پر خود ابو الدرداء کا قول کافی ہے - آہ **اقول** - اولاً - یہ امر تو پہلے ہی معلوم کہ یہ اثر ابو الدرداء کا ہے - مرفوع صریح نہیں - پھر اوسکے جواب میں یہ کہنا کہ ابو الدرداء کہتا ہے کہ مین خیال کرتا ہوں - یہ جواب ہے - تا کہ اوسکی عبارت کا ترجمہ علاوہ اکثر شارحین نے ترجمہ **اری** کا **اعتقد** کے ساتھ کیا ہے نہ خیال سے ثانیاً - یہ حدیث درباب وجوب قراءۃ فی الصلوۃ مین وارد ہے - نہ وجوب قراءۃ خلف الامام میں کما یدل علیہ لفظ الحدیث **روی** النسائی بسندہ عن ابی الدرداء سمعہ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - أفی کل صلوۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه الحدیث ثالثاً - طحاوی نے شرح آثار میں لکھا ہے فهذا ابو الدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوۃ قراءۃ فقال رجل من الانصار وجبت هذه فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری - ثم قال ابو الدرداء بعد من رایہ ما قال انتہی الحاصل ابو الدرداء کا بعد سماع نعم کے اری ان الامام اذا ام القوم فقد کفاهم - کہنا بغیر حصول علم کے مشکوۃ نبوۃ سے بن نہیں پڑتا - فیکون رفعاً معنیً تہذا ابن الہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے لا یکون ذلک عن ابی الدرداء الا لعلم عنده فیہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بمضمونہ **قولہ** اور اوسکے اری کے مقابلہ میں عبادہ بن ثابت کا اثر ہے وہ سنیئے **اقول** اولاً - علی تقدیر تسلیم

وقال وکیع یروی عن شیخ ضعیف + وتروی احمد بن زہیر عن ابن معین قال

یحیی البکاء لیس بذاک + وقال النسائی یحیی بن مسلم البکاء البصری متروک

انتہی۔ **وفی التقریب** ضعیف من الرابعۃ انتہی **ثانیاً** خود امام بخاری علیہ الرحمۃ

نے جزء القراءۃ میں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ممن لم یر القراءۃ خلف الامام سے شمار کیا

ہے کما مر عبارتہ **ثالثاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں ابن عمر کو مانعین

قراءۃ خلف الامام سے گنا ہے۔ وایضاً سبقت عبارتہ **رابعاً** موطا امام مالک میں ہے

عن نافع ان عبد اللہ عمر کان اذا سئل ھل یقرء احد خلف الامام۔ قال

اذا صلی احد خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام۔ واذا صلی وحدہ فلیقرء۔ قال

وکان عبد اللہ بن عمر لا یقرأ انتہی۔ **خامساً** موطا امام محمد میں نافع کی روایت بعینہ

موجود ہے **و** فیہ ایضاً اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ

خلف الامام قال یکفیک قراءۃ الامام انتہی مختصراً **وایضاً فیہ** کان ابن

عمر لا یقرأ خلف الامام ان عبارات سے کئی فایدہ معلوم ہوئے **اول** ضعف یحیی

البکا کا حال جو بخاری کی روایت میں ہے۔ **دوم** یہ روایت معارض ہے۔ اوس

روایت کے جو خود بخاری نے بیان فرمائی ہے **سیوم** ابن حجر کے بیان

کے مخالف ہے **چہارم** امام مالک کی روایت جو قوی اوس کے معارض ہے **پنجم**

روایات موطا محمد کے مخالف ہی پھر باوصف ضعف اور معارضات کے کیف یصح

الاحتجاج بہ **قولہ** اور زید بن ثابت کے اثر بخاری نے کہا ہے لا یعرف **اقول**

اس جواب میں صاحب رسالہ نے بہت عمدہ نمایاں حکیمانہ کارروائی فرمائی ہے۔ ظاہر

ظاہر میں گویہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بخاری کا جواب زید بن ثابت کی دونوں اثروں کا جواب ہے

والحال انہ لیس کذلک بخاری رح کی جزء القراءۃ کی عبارت یہ ہی **قال البخاری** وروی

عمرو بن موسی بن سعد عن زید بن ثابت قال من قرء خلف الامام فلا صلوۃ لہ۔ وقال

چوتھا جواب

پانچواں جواب زید بن ثابت کے اثر کا

هذا من کلام اهل العلم بوجوه - اما احدها قال النبی صلی الله علیه وسلم لا تلاعنوا
بلعنة الله ولا بالنار - ولا تعذبوا بعذاب الله - والوجه الاخر انه لا ینبغی لاحد
ان یتمنی ان یملأ افواه اصحاب النبی مثل عمر بن الخطاب وابی بن کعب حذیفة
ومن ذکرنا رضفا ولا نتنا ولا ترابا - والوجه الثالث اذا ثبت الخبر عن النبی
صلی الله علیه وسلم واصحابه فلیس فی الاسود ونحوہ حجة قال ابن عباس ومجاهد
لیس احد بعد النبی صلی الله علیه وسلم الا یؤخذ من قوله ویترک الا النبی صلی الله
علیه وسلم تھے - اب ہم **صاحب رسالہ** کو مقام قیام عند اللہ یاد دلاتے ہیں - اور قسم
دلاکر پوچھتے ہیں - کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ جواب اثر ابن عباس کا دیا ہے - یا اثر اسود
ونحوہ کا جواب فرمایا ہے - اللہ سے ڈرنا چاہیئے - **بخاری امام المسلمین پیشوائے
محدثین** قافلہ سالار اہل ہدی مزین کلام خیر الورے - ما رأت اعین مثلہ - وما سمعت
اذن نظیرہ بعدہ کو - ایسے جھوٹے اتہام سے بچانا چاہیئے - ابن عباس کے اثر کا
جواب بلاسے اگر نہیں بن پڑا تو نہ سہی - کیا ایک اثر کے جواب نہ آنے سے کچھ شان
کم ہوجاتی ہے - یا کم علمی کا دھبہ لگ جاتا ہے - قبل اسکے زید بن ثابت کے اثر کا جواب
نہیں دیا گیا - تو کیا کچھ عظمت میں فرق آگیا ہے - **مصرع** راستی موجب رضائے
خداست + اگر کوئی منجانب صاحب رسالہ کے مختارانہ یہ جواب دے - کہ اگرچہ یہ کلام بخاری
علیہ الرحمۃ کا - بظاہر ابن عباس کے اثر کا جواب نہیں ہے - الا یہ کلام بخاری کا بعموم
تو جواب اس اثر کا بھی بن سکتا ہے تو صاحب رسالہ نے بنا بر عموم کے ایسا فرمایا تو اوسکے جواب میں
گزارش ہے اول تو عبارت صاحب رسالہ کی (اب رہا عبداللہ بن عباس کا اثر اوسکے جواب میں بخاری
صاحب فرماتے ہیں) اس تاویل کی مقتضی نہیں - بلکہ آبی ہے بفرض محال بعد تسلیم اس عموم کے ہم کہتے
ہیں کہ صاحب رسالہ کی اگر یہ عموم مدنظر ہوتا تو پھر اتنی دردسری اور طوالت کلام کی کیا حاجت تھی صرف اتنا ہی کہنا
کافی تھا کہ یہ جملہ آثار پیش کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پایۂ اعتبار سے ساقط اور نامعتبر ہیں -

التقابل کے۔ ظاہراً معلوم نہیں ہوتا کہ اس جواب کا حاصل ہی کیا ہے۔ کیونکہ جواب
ترکی بہ ترکی۔ ہم ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ عبادہ بن صامت کے اثر کے بالمقابل ابو الدرداء
کا اثر موجود ہے۔ اور نیز زید بن ثابت کا وہ اثر جو امام مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

(سئل زید بن ثابت عن القرآءة خلف الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء) عبادہ کے
اثر کے مقابل ہے۔ اور عبداللہ بن عمر کا اثر بھی اوسکے مقابل ہے۔ اور نیز اور بہت آثار
اوسکے بالمقابل وارد ہیں۔ بلکہ مرفوعہ احادیث۔ بلکہ قرآن کریم بھی اوسکے مقابلہ میں
موجود ہے۔ اگر تقابل پر ہی کارروائی ختم ہے۔ تو تقابل کا یہ حال ہے جو کہ مختصراً گزارش
ہوا **انتباہ** صاحب رسالہ کی عبارت میں جو عبادہ بن ثابت بالثاء المثلثہ لکھا ہی
سہو قلم ہے۔ صحیح عبادہ بن صامت بالصاد المہملہ ہے۔ ثانیاً۔ بنظر غور و تأمل مقابلہ
ہی کہاں ہے۔ کیونکہ ابو الدرداء نے تو صراحۃً بیان فرمایا کہ مقتدی کو قرارت خلف الامام
کی کچھ ضرورت نہیں۔ امام کی قرارت اس کے لئے مکتفی ہے۔ اور عبادہ کی روایت کو
اگر منفرد پر محمول کیا جاوے اور ظاہر بھی یہی ہے تو پھر تقابل ہی کہاں رہتا ہی **قولہ**
اب رہا عبداللہ بن عباس کا اثر۔ اوسکے جواب میں **بخاری** صاحب فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس و مجاهد لیس لاحد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا یوخذ فی قوله
ویترك الا النبی صلے اللہ علیہ وسلم **اقول**۔ اصل کتاب مین بخاری کے متن
ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ فی۔ سہو قلم ہے۔ اسمقام میں صاحب رسالہ نے عجیب تر کار
روائی فرمائی ہے۔ گو کہ اوسکا بیان موجب طوالت کلام ہی۔ الا بغیر بیان کئے ہوئے
اس کارروائی کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ **بخاری علیہ الرحمۃ** کے جزء القراءۃ
کی عبارت یہ ہی۔ **ورویٰ** ابو شیخه عن سلمة بن کهیل عن ابراهیم قال فی

نسخته عبد الله۔ وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوه نتنا۔ وهذا

مرسل لا یحتج به۔ وخالفه ابن عون عن ابراهیم عن الاسود وقال رضفا۔ ولیس

من الصلوٰۃ **پنجم** ابن عباس کا اثر جو طحاوی نے بیان کیا ہے قلت لابن عباس اقرء والامام بین یدی قال لا یہ آثار خود صاحب رسالہ نے صفحہ ۴۹ میں بیان فرمائے ہیں۔ کیا یہ آثار دال بر منع نہیں ہیں **ششم** روی الطحاوی بسندہ عن عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمر۔ وزید بن ثابت۔ وجابر بن عبداللہ فقالوا لا تقرء واخلف الامام فی شیء من الصلوات **ہفتم** الطحاوی عن عبداللہ بن مقسم قال سمعت جابر بن عبداللہ ثم ذکر الحدیث مثل ذلک **ہشتم** الطحاوی بسندہ عن مخرمۃ بن بکیر عن ابیہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوٰۃ **نہم** الطحاوی بسندہ عن یزید بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید مثلہ **دہم** ان سعداً قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ رواہ محمد فی موطاہ۔ ورواہ عبدالرزاق الا انہ قال فی فیہ حجر **یازدہم** روی محمد عن ابن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت الذی یقرء خلف الامام فی فمہ حجر۔ ورواہ عبدالرزاق ایضاً

آپ بنظر انصاف فرمائیے کہ یہ جملہ آثار منع پر دلالت کرتی ہیں۔ یا کہ کفایت پر۔ کون دانشمند کہیگا کہ دال بر منع نہیں **قولہ** بلکہ کفایت نکلتی ہے۔ اور آپکا مدعی نہیں **اقول** اصلی مقصود ہمارا یعنے حنفیہ کرام کا یہ ہے کہ حظ المقتدی سماع اور انصات اور عدم القراءت ہے۔ سو یہ کفایت مذکورہ ان آثار سے مستفاد ہی۔ فکیف لا تکون الکفایۃ مطلوباً لنا ایضاً فافہم **قولہ** مطلق آثار کی حجیت حیز منع میں ہے **اقول** ہم کب کہتے ہیں۔ کہ عدم القراءۃ خلف الامام مطلق آثار سے ثابت ہے۔ بلکہ اوسکے منع کے اصلیہ دلائل تو احادیث مرفوعہ اور قرآن کریم ہے۔ آثار تو فقط معاضد اور مؤید ہیں۔ فلا ینفعہ ہذا

قال ابن عباس ومجاهد لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہ۔ **قولہ**
یہ حال آپ کے ان آثار کا ہے **اقول** ان آثار اور جو آثار کہ ایک ہی کتاب سے آپ نے
نقل کئے ہیں۔ اور بہت وضاحت سے سمہ کا حال مفصل لکھا گیا ہے۔ انصاف کی
نظر سے ملاحظہ فرمائیے **قولہ** یہ آثار جن سے آپ لوگ الی آخرہ قال مقابلہ کرو کون سی
آثار کو ترجیح ہے **اقول**۔ **میزان الاعتدال** انصاف کے ہاتھ میں ہیں۔
اور موازنہ فرمائیں۔ بعد ش کہیں۔ کہ اون آثار سے کونسا اثر مجروح نہیں۔ بالفرض
اگر کوئی اون میں سے من حیث السند مجروح نہیں۔ تو مقابلہ نصوص مرفوعہ سے خالی
نہو گا کہ کما حررنا فیما مر فلیطالعہا **قولہ** مفید مطلب آثار ثابت نہیں الی آخر
ما قال آثار متعارضہ حجت نہیں **اقول** ثبوت وعدم ثبوت کا حال بعد ملاحظہ
ان اوراق کے فرمائیے۔ اور آثار متعارضہ کا حجت نہونا اوسوقت ہے۔ جبکہ
مؤید بالنصوص مرفوعہ نہوں۔ وھھنا لیس کذلک بل الآثار مؤیدۃ بالنصوص
المرفوعۃ بل بالقرآن الکریم۔ فکیف لا تکون حجۃ دیکھو
کتب اصول **قولہ** اکثر آثار سے جنکو آپ لوگ بیان کرتے ہیں الی آخر ما قال
منع نکلتی ہی نہیں **اقول** بہت آثار منع پر دال ہیں۔ نظر شرط ہے۔ سنئے
اول من قرء خلف الامام فقد اخطاء الفطرۃ **دوم** ابن مسعودؓ نے اپنی اصحاب
کے ساتھ نماز پڑھی فسمع ناسا یقرأون خلفہ فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقہوا
اما ان لکم ان تعقلوا۔ اذا قرء القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کما امرکم اللہ
سیوم زید بن ثابت کا اثر جو بخاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے من قرء
خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ **چہارم** زید بن ثابت کا وہ اثر جو **مسلم** نے بیان
اپنی صحیح میں اور **نسائی** نے سجود القرآن میں بیان کیا ہے۔ سئل زید بن
ثابت عن القراءۃ خلف الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیء انتہی لرای

یہ پانچ آثار من قرء خلف الامام … (حاشیہ، ناخوانا)

جانتے ہیں۔ اور آیۃ پر بھی عمل بلا دغدغہ کر رہے ہیں۔ کہ وقت قراءت قرآن کریم کے سماع اور انصات ضروری جانتے ہیں **قال العینی فی شرح الھدایۃ** قلنا بوجوب قراءۃ الفاتحۃ وضم السورۃ حتی یاثم تارکھما اذا عمد ویلزمہ سجود السھو اذا سھے۔ والحاصل انا غن عملنا بالعدل بالقرآن والحدیث۔ واثبتنا فرضیۃ مطلق القراءۃ بالنص۔ ووجوبیۃ قراءۃ الفاتحۃ وضم السورۃ بالحدیث۔ وھذا ھو العدل فی باب اعمال الاخبار۔ ولیس من العدل ان یعمل باحدھما ویھمل الاخر انتھے۔ **قولہ** اور جو آثار آپ کے خلاف ہیں وہ تو خود صحیح ہیں **اقول** جو آثار ہمارے خلاف ہیں اور آپنے بیان فرمائے ہیں۔ اونکی صحت تو معلوم۔ بلکہ حالت ہر ایک کی ماقبل میں بیان ہیگئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اگر اسکا نام صحت ہے۔ تو پھر مجروح کہاں **قولہ** پیش کیجئے **اقول** آیۃ فاقرؤا ومانیسر من القرآن اور اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اور احادیث صحاح اور آثار واردہ فی القراءۃ کو۔ اپنا عروۃ الوثقے ٹہرا کر عمل کیا جاتا ہے **قولہ** آپکا عینی امام شافعی کی عدم اطلاع پر الی اخر ما قال کیوں دہوکہ دیتے ہو **اقول** ہائے اور عینی کی عبارت اسمقام میں یہ ہے وعلیہ اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم ای علی ترک القراءۃ خلف الامام۔ فان قلت کیف ینعقد الاجماع مع خلف البعض۔ قلت سماہ اجماعا باعتبار اتفاق الاکثر۔ فانہ یسمی اجماعا عندنا۔ او نقول اجماع ثبت بنقل الاحاد ولھذا لم یعد مخالفہ جاھلا۔ فلا یمنعہ نقل البعض خلافہ کنقل حدیث الاحاد لا یمنع نقل حدیث اخر معارض لہ انتھی عبارۃ العینی ملخصا مختصرا۔ اس عبارت پر صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ نقل متواتر کہاں جس سے اجماع ثابت ہی۔ اور امام شافعی کی عدم اطلاع پر دم بخود ہے۔ اور کہتا ہی

الکلام **قولہ** آثار صحابہ کرام الی آخرہ یا قال مرفوع حدیث سے فقیر ثابت کرچکا ہے **اقول** تسلیم کیا کہ آثار فقط حجت نہیں الا احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ مجموع کی حجیت میں کسکو کلام ہے وھھنا کذلک اور اوسی مقام میں راقم بھی عدم وجوب فاتحہ خلف الامام۔ احادیث مرفوعہ اور قرآن کریم سے ثابت کرچکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ **قولہ** آثار کفایت بلکہ منع قرارت خلف الامام۔ **اقول** منجملہ منع قرارت خلف الامام کے آثار سے من قرء خلف الامام فقد خطاء الفطرۃ اور من قرء خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ ہے۔ پھر آپ ان پر کہاں عمل کرتے ہیں۔ مجرد دعوی اور چیز ہے امر واقعی اور **قولہ** اور حدیث فصاعدًا سب پر عمل کیا اور کرتے ہیں **اقول** حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدًا رواہ البخاری فی الجزء اور حدیث ابی ہریرہ امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناد فی المدینۃ ان لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد رواہ البخاری معناہ۔ منجملہ احادیث اس باب کے ہیں۔ پھر آپ اسپر کیونکر عامل ہیں۔ کیا ان احادیث کا مدلول یہی ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑہنا ضروری ہے۔ اور سورہ کا پڑہنا ضروری نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ کہ بغیر فاتحہ اور مازاد کے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ احادیث فاتحہ مع مازاد کی فرضیت پر دال ہیں۔ پھر فاتحہ کا پڑہنا ضروری۔ اور سورۃ کا غیر ضروری جاننا۔ کیا عمل ان احادیث پر ہے۔ یا انکے معارض پر۔ **قولہ** دیکھو سب احکام الٰہیہ پر سر تسلیم جھکائے بیٹھے ہیں **اقول** ہاں صاحب دیکھا + کس نگوید کہ دوغ من ترشست + کیفیت عمل احکام کی معلوم ہوئی۔ البتہ حنفیہ کرام اگر ایسا کہیں تو بجا ہے۔ کہ آثار منع پر بھی عمل کرتے ہیں۔ کہ مقتدی کو قراۃ سے منع کرتے ہیں۔ اور حدیث فاتحہ پر بھی عامل ہیں۔ کہ سوای مقتدی کے قراۃ فاتحہ کو واجب

ضیاء الرحمن عن ابطال الطغیان

کیونکہ اجماع منقول بطریق الاحاد بھی حجت اور مفید وجوب عمل کا ہے صرح بہ
صاحب حصول المامول ایضاً۔ والاجماع المنقول بطریق الاحاد حجۃ وبہ
قال الماوردی وامام الحرمین والامدی۔ پھر عینی نے اگر یہاں اجماع احادی
مراد لیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ کیونکہ یہ قسم اجماع کا بھی اصولیوں کے نزدیک حجت اور واجب
العمل ہے۔ ہاں اگر عینی علیہ الرحمۃ اس قسم اجماع کا خود موجد ہوتا۔ تو البتہ اگر
شبہ کیا جاتا تو شاید بیجا نہ ہوتا واذلیس فلیس پس صاحب رسالہ کا یہ کہنا
کہ سبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہے۔ لا یخلو عن مسامحۃ
وجسارۃ کما لا یخفی۔ لان الاجماع المنقول باخبار الاحاد حجۃ یجب العمل بہ بلا ارتیاب
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے عدم اطلاع کی بابت ازیں بیشتر گذارش ہو چکا ہے۔
فلا نعیدہ **قولہ** جو اجماع اصول فقہ میں بعد از سنت حجت مانا گیا ہے۔ وہ
اجماع الکل ہے۔ اور جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں وہ حسب
بیان آپ کے جمہوری اجماع ہے اور وہ حجت نہیں **اقول**۔ اولاً۔ اجماع الکل
سے اگر اجماع الکل من حیث الکل بحیث لا یشذ فرد منہ مراد ہے۔ تو چاہیئے کہ اجماع صحابہ
کرام کا خلافت امام الاصدقین راس المتقین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالی عنہ پر حجت نہو لتخلف البعض عنہ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے روی
مسلم بسندہ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث طویل فابی
ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئا۔ فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک قال
فھجرتہ۔ فلم تکلمہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی بن ابی طالب رضی اللہ لیلاً لم یوذن
بھا ابابکر وصلی علیھا علی۔ وکان لعلی من الناس جھۃ حیاۃ فاطمۃ نفر۔ فلما
توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ۔ ولم یکن

خبر واحد سے ثابت ہے۔ سبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہے۔ خلاصی
دُرو "کتب اصول میں لکھا ہے۔ اجماع کی نقل کبھی بتواتر منقول ہوتی
ہے۔ اور وہ مفید قطعی ہے۔ اور کبھی بشہرت۔ اور اوسکا فایدہ بہی اس کے
قریب ہے۔ اور کبھی بطریق احاد کی منقول ہوتی ہے۔ اور وہ مفید ظن کے ہے۔
الا عمل اسکے ساتھ بہی واجب ہے۔ صاحب تلویح لکھتا ہے نقل الاجماع الینا
قد یکون بالتواتر فیفید القطع۔ وقد یکون بالشہرۃ فیقرب منہ وقد
یکون بخبر الواحد فیفید الظن۔ ویوجب العمل۔ لوجوب اتباع الظن
بالدلائل المذکورۃ انتہی۔ اور نور الانوار ومنار میں ہے۔ واذا انتقل
الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علی نقلہ کان کنقل الحدیث المتواتر
فیکون موجبا للعلم والعمل قطعا کاجماعہم علی کون القران کتاب
اللہ تعالی وفرضیۃ الصلوۃ وغیرہا۔ واذا انتقل الینا بالافراد۔ ای
بنقل الاحاد من دون وصول الی حد التواتر بان روی ثقۃ ان الصحابۃ اجمعوا
علی کذا۔ کان کنقل السنۃ بالاحاد۔ فانہ یوجب العمل دون العلم مثل
خبر الاحاد انتہی اور حصول المامول میں منقول ہے۔ الاجماع المنقول بطریق
الاحاد حجۃ۔ وبہ قال الماوردی وامام الحرمین والامدی انتہی اور صاحب
مسلم الثبوت۔ اور فواتح الرحموت فرماتے ہیں۔ الاجماع المنقول باخبار
الاحاد۔ یجب العمل بہ فی المختار۔ لنا اولا نقل الظنی احادا کالخبر الماول مثلا
موجب للعمل قطعا فالقطعی المنقول احادا۔ الذی ہو الاجماع۔ اولی بان
یوجب العمل۔ وہذا ظاہر جدا انتہی ملخصا نقول اصول سے ثابت اور مبرہن
ہوا کہ اجماع کی نقل تین طرح پر ہوتی ہے۔ کما مر تفصیلہ عینی فرماتے ہیں
کہ اگر اجماع اس مقام میں بطریق تواتر نہ بہی منقول ہو تو بہی کچھ ہرج نہیں کیونکہ

حصول المامول میں لکھا ہے۔ اذا خالف اهل الاجماع واحد من المجتهدين فقط فقد ذهب الجمهور الی انه لا یکون اجماعًا ولا حجة۔ قال الغزالی المذهب انه ینعقد مع مخالفة الاقل۔ وقیل حجة ولیس باجماع ورجحه ابن حاجب رح وقیل لا ینعقد مع مخالفة الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلاثة دون الاثنین انتهی۔ **الحاصل** اصول میں اجماع الکل حجت بلا اختلاف مانا گیا ہے۔ اور اجماع الکل مع ندرة المخالف بھی حجت ہے۔ الاعلی الاختلاف۔ اور اجماع الاکثر بھی حجت علی الاختلاف ہے۔ پس صاحب رسالہ کا یہ فرمانا کہ جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں۔ وہ جمہوری اجماع ہے۔ اور وہ اصول میں حجت نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں کما سمعت بما تلونا علیک۔ ومن ههنا قال العینی قلت سماه اجماعًا باعتبار اتفاق الاکثر فانه یسمی اجماعًا عندنا انتهی۔ ای یسمی اجماعًا عندنا ایضًا فافهم۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اصولیوں نے اجماع کی تعریف اتفاق المجتهدين من امة محمد صلی الله علیه وسلم بعد وفاته فی عصر من الاعصار علی امر من الامور کی ہے۔ اور اوس کا مقتضا اتفاق الکل من حیث الکل ہے کما هو مقتضی لام الاستغراق تو کہا جاویگا کہ یہ تعریف اجماع اتفاقی کی ہے۔ والقرنیة علیه اختلاف مذاهبهم فی ذلک کما مر من حصول المامول فلا ورود اور اگر کل من حیث الکل بحیثیت مذکورہ مراد نہیں ہے تو استدلال صاحب ہدایہ کا بجا و ٹھیک ہے **قوله** بہ تسلیم محال مانا کہ اجماع جمہوری حجت ہے الی ان قال العمل علی هذا الحدیث فی القراءة خلف الامام عند اکثر اهل العلم **اقول** اولاً عینی رح دربی ثبوت اکثریة فی عصر واحد یعنی عصر الصحابة رضی الله عنهم کا ہے اور ترمذی اور بخاری رح کی غرض ثبوت اکثریة فی زمان بعد زمان کے ہے۔ وبینهما بون بعید **اول** مثبت اجماع و اتکات

ولم یکن بایع تلک الا اشہر الحدیث جبکہ چھ مہینے تک حضرت علی رض کا تخلف عن البیعۃ ثابت ہی تو پھر اجماع الکل من حیث الکل کسطرح ہوا۔ اور نیز سعد بن عبادہ بدری نے تخلف عن البیعۃ کیا۔ لما روے البخارے فی حدیث طویل۔ فقال عمر رضی اللہ تعالی عنہ بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ عمر بیدہ فبایعہ۔ فبایعہ الناس۔ فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ۔ قال عمر قتلہ اللہ الحدیث۔ اور نیز توقف کیا حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور بہت بنی ہاشم نے۔ کما قالہ صاحب **دراسات اللبیب** والعہدۃ علیہ۔ حیث قال۔ وقد وافقہ فی توقف البیعۃ عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وسائر بنی ہاشم انتہی ص ۲۱۱۔ اور نیز حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ صاحب **مسلم الثبوت** لکھتا ہے صح خلافۃ ابو بکر رض مع خلاف امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ وسعد بن عبادہ وسلمان انتہی اور یہی حال خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم کا ہے لو سلم ان خلافۃ رضی اللہ ثبتت بالاجماع کیونکہ اس بیعت سے تخلف کیا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ نے قالہ فی المسلم۔ اور نیز تخلف کیا اسامہ بن زید اور ابو موسے اور ابو مسعود رضی اللہ عنہم نے کما رواہ البخاری فی کتاب ظہور الفتن اور نیز تخلف کیا حضرت ابو بکرہ رضی اللہ نے کما یلوح من البخارے فی الکتاب المذکور۔ وایضاً ذکرہ صاحب مسلم الثبوت پھر دیکھئے کہ باوصف تخلف اتنے لوگون کے اجماع الکل کہاں ہوا۔ ثانیا۔ مسلم الثبوت اور اوسکی شرح **فواتح الرحموت** میں لکھا ہے۔ اور یہ اصولے کتابیں ہیں واما الصحۃ ای صحۃ الخلافۃ فللاجماع علی کفایۃ بیعتہ بالاکثر وقد وجدت فانا لم یختلف یوم السقیفۃ الا رجال اقلون۔ ثم بایعوا بعد ذلک فافہم انتہی ثالثا۔ اہل اصول کے نزدیک دراصل یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے

معلوم ہوگیا۔ کہ کہاں تک سچ ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل غلط ہے **اقول** آثار مثبتہ
کا حال تو فیما سبق میں مفصلاً معلوم ہی ہوچکا ہے۔ اور در باب عدم قرات ان
حضرات کے بخاری علیہ الرحمۃ جزو القراۃ میں لکھتے ہیں۔ انما اجاز ادراک الرکوع
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراۃ خلف الامام۔ منہم
ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتہی **اور حافظ ابن حجر عسقلانی**۔ تخریج
احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ انما ثبت ذلک ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید
بن ثابت وابن مسعود۔ وجاء عن سعد وعمر وابن عباس وعلی انتہی۔ آپ آپ کو
کافی کا قول معلوم ہوا۔ کہ کیسا درست اور صحیح ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل ہی صحیح
اور درست ہے **تنبیہ** صاحب رسالہ کا اس غلطی کے نسبت فقط کافی کی
طرف کرنا۔ کافی نہیں۔ غلط ہے۔ بلکہ کافی کے ساتھ بخاری اور ابن حجرؒ کو
بھی ملا لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ نقل اس قول میں کافی تن تنہا نہیں۔ بلکہ بخاری
اور حافظ ابن حجرؒ بھی اوس کے ساتھ کے ہیں **قولہ** یہ آثار ثابت ہیں **اقول**
ان آثار کے ثبوت کی نسبت ما سبق میں گزارش ہوچکا ہے۔ فلا نعیدہ **قولہ** بہت
آثار کو جہر قرات کے منع پر حمل کرسکتے ہیں۔ اور وہ آثار جہر کے مانع ہیں نہ سر کے۔
اقول سلمنا ذلک۔ حسب تسلیم آپکے جبکہ بہت آثار جہر قراۃ کے مانع ہیں تو ممانعت
قرات جہریہ کی تو ان آثار سے ثابت ہوئی۔ اور باقی آثار دسواان بہت آثار قراۃ
سریہ کے ممانعت۔ یا سریہ اور جہریہ ہر دو کی ممانعت پر دال ہیں۔ پس انکی ہیئت مجموعی
ہر دو کی ممانعت حسب تسلیم آپکے ثابت ہوئی۔ فہو المطلوب اور پندرہویں **جواب**
کی ہر ایک شق کی بابت ما سبق میں جابجا گزارش ہوچکا ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔
اور امکان جمع میں بھی کلام گزارش ہوچکا ہے۔ **قولہ** کیونکہ جن جمہوری اجماع کو
کتب فقہ میں اجماع کیا ہے وہ حجت نہیں الی قولہ دوہ اجماع اکل ہے **اقول** تحقیقات

علی الخلاف کا ہے۔ اور دوم یہ اسکی بو بھی نہیں۔ پس اسکو جمہوری اجماع کہنا صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ اجماع اتفاق المجتہدین نے عصر واحد کو کہتے ہیں۔ نہ اتفاق فی الاعصار کو۔ والاصل فی الاصول **ثانیاً** مسئلہ قرارۃ فاتحہ خلف الامام کا چونکہ در اصل مختلف فیہ ہے۔ ترمذی اور بخاری نے اپنا ما ثبت بیان فرمایا۔ اور عینی اور صاحب ہدایہ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کیا۔ ولکل وجہۃ۔ اور قوی اور راجح جانب مذکورہ ادلہ (سوا اس دلیل کے) اور ما سیاتی سے ثابت اور مبرہن ہے **قولہ** تنبیہ۔ آپ لوگ عمل بالحدیث پر یہ اعتراض فرمایا کرتے ہیں۔ کہ احادیث میں بعض سے اطلاق کا ذکر ہے **اقول** اولاً۔ یہ کہنا کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق کو جہاں مقید کرنا تھا وہاں فقہا نے مقید کر دیا۔ اور کوئی ایسا مطلق نہیں جو کہ فقہا نے اوسکو مقید نہ کیا ہو۔ یہ ایسا حصر کلی کرنا۔ خلاف واب حنفیہ کرام کا ہے۔ کوئی محقق حنفی انشاء اللہ تعالی ایسے حصر کلی کا قائل نہیں صاحب رسالہ کو چاہیئے کہ اس حصر کے نقل کتب معتبرین حنفیہ سے پیش کریں۔ ورنہ ایسی دعوی کو فضول تصور فرمائیں **ثانیا** بعد الفرض والتسلیم۔ حسب مقولہ مولف رسالہ کے (فقہاء مقلدین خاص ایک امام اور اوسکے شاگردوں نے خوب مفصل بیان کر دیا۔ اور مطلق جہاں مقید کرنا تھا وہاں مقید کر دیا) لفظ فقہاء عام شامل واسطے مقلدین وغیرہ کی ہے۔ پس اس مطلق کو بھی فقہاء نے مقید کر دیا ہے پھر اس مطلق سے شبہ اور خلل مولف صاحب رسالہ کیونکر صحیح اور درست ہوا۔ او عفل عن قولہ المذکور عفلۃ لاسترۃ فی ذلک فافہم **قولہ** عمرؓ مرتضیؓ ابن مسعودؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ **اقول** جن آثار سے مولف رسالہ نے حضرات مذکورین رضی اللہ عنہم سے قرات ثابت فرمائی ہے۔ وہ آثار در حد ذات خود مجروح اور مخدوش ہیں کما مر قبل ذلک فی الآثار مفصلاً ومشروحاً پھر ثبوت ہی کہاں کر دیا۔ اگر کوئی اور فرضی دہنے ثبوت ہے تو وہ امر علیحدہ ہے **قولہ** اب انکو کافی ہوگا یہ قول منہم مرتضی والعبادلہ۔

فحسبه قراءة الامام۔ وکان عبد الله لا یقرأ خلف الامام **واخرج الامام**
محمد فی الموطا بسنده عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفته قراءة
الامام **واخرج مالک** فی الموطا عن نافع عن ابن عمر انه کان اذا
سئل هل یقرأ احد مع الامام قال اذا صلی احدکم مع الامام فحسبه قراءة الامام
وکان ابن عمر لا یقرء مع الامام **واخرج** عبد بن حمید وابن جریر وابن
ابی حاتم وابو الشیخ والبیہقی عن ابن مسعود انه صلی باصحابه فسمع ناسا یقرأون خلفه
فلما انصرف قال۔ اما ان لکم ان تفہموا اما ان لکم تعقلوا۔ واذا قرئ
القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ کما امرکم الله کذا ذکره السیوطی فی
الدر المنثور عند تفسیر قوله تعالٰی۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا **و**
اخرج علی ما ذکره السیوطی ایضا فی الدر المنثور۔ ابن ابی شیبه والطبرانی فی
الاوسط وابن مردویه والبیہقی فی کتاب القراءة عن ابی وائل عن ابن مسعود
انه قال فی القراءة خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان فی الصلوة شغلا
وسیکفیک ذلک الامام۔ **واخرج** علی ما ذکره ایضا ابن ابی شیبة عن
زید بن ثابت قال لا قراءة خلف الامام **واخرج** الترمذی بسنده عن ابی
نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرأ
فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام **قال** الترمذی هذا حدیث
حسن **و** اخرج مالک فی الموطا عن وهب بن کیسان عن جابر انه قال من صلی
رکعة لم یقرء فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام **واخرج** محمد فی موطاه
بسنده عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ انه قال من صلی خلف
الامام فان قراءة الامام له قراءة **وایضا** اخرج محمد بسند اخر عن جابر بن
عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث **واخرج** النسائی

ایضا عن ابن مسعود و زید بن ثابت

حاشیہ

مسئلہ اجماع اور اوس کے حجت ہونیکی قریب ہی گزر چکی ہے۔ بار بار ذکر ایکہی بات
کا موجب طوالت کلام ہے **قولہ** عینی کا فرمانا باعتبار الاکثر کل صحابہ کرام کے
لحاظ سے ہے۔ یا مختلفین فی مسئلہ فاتحہ الکتاب والقراءۃ کے اعتبار سے ہی **اقول**
چونکہ ایکجماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک قراءۃ فاتحہ خلف الامام مروی ہے۔
ولئن کان الروایۃ عنہم مختلفۃ فیہا۔ لھذا عینی علیہ الرحمۃ نے اوس جماعت صحابہ
کو کثرت واقعیہ نفس الامریہ جو کہ شق ثالث ہے لحاظ و اعتبار کر کے والاکثر فرمایا **اخرج**
الطحاوی بسندہ عن ابن مسعود قال انصت للقراءۃ فان فی الصلوۃ شغلا و
سیکفیک ذاک الامام۔ وبسند اخر ایضا نحوہ۔ وبسند اخر نحوہ۔ **واخرج**
ایضا عن ابن مسعود قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ نارا۔ وبسند
اخر ایضا نحوہ **واخرج ایضا** بسندہ عن زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ
لا یقرء خلف الامام فی شیء من الصلوات۔ وبسند اخر عن جابر مثل ذلک **و**
اخرج ایضا بسندہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا یقرأ
خلف الامام فی شیء من الصلوات وبسند اخر مثلہ **واخرج** مسلم فی باب السجود
التلاوۃ بسندہ عن عطاء بن یسار انہ سأل زیدا عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ
فی شیء **واخرج** الامام محمد فی الموطا بسندہ عن ابی وائل قال سئل
عبد اللہ مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ شغلا
سیکفیک ذاک الامام **واخرج ایضا** بسندہ عن علقمۃ بن قیس ان
ابن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجہر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولیین
ولا فی الاخریین۔ واذا صلی وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ
ولا یقرأ فی الاخریین شیئا **واخرج الطحاوی** بسندہ عن نافع ان عبد اللہ
بن عمر کان اذا سئل ہل یقرأ احد خلف الامام یقول اذا صلی احدکم خلف الامام

اثر ابن مسعود

اثر ابن عمر

عن داؤد بن قیس الفراء المدینی قال اخبرنی بعض ولد سعد ابن ابی وقاص ان
سعدًا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ ۔ ورواہ
عبد الرزاق فی مصنفہ الا انہ قال فی فیہ حجر ۔ وکذلک ابن ابی شیبۃ
ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ **قال** محمد فی مؤطاہ اخبرنا
داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی
فم الذی یقرء خلف الامام حجرا انتہی ۔ واخرجہ عبد الرزاق ایضًا ذکرہ
الزیلعی **واخرج الدارقطنی** فی سننہ بسندہ عن سھیل
ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ **واخرج ابوداؤد**
والنسائی وابن ماجۃ بسندھم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا
واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد **واخرج مسلم**
فی صحیحہ عن ابی موسی واذا قرء فانصتوا **وروی الطبرانی**
فی معجمہ الاوسط بسندہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ انتہی **و
اخرجہ** ابن عدی فی الکامل ایضًا ذکرہ الزیلعی **وقال العینی**
فی شرح البخاری روی عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنی موسی بن عقبۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعثمان کانوا ینھون عن
القراءۃ خلف الامام انتہی **واخرج ابن مردویہ** فی تفسیرہ بسندہ
عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال السروق احسبہ قال عبد اللہ بن مغفل قلت لہ اکل من سمع

بسندہ عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن ابی الدرداء سمعہ یقول سئل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوٰۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من
الانصار وجبت ھذہ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منہ فقال ما اری
الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم **قال** ابو عبد الرحمن النسائی ھذا عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطأ انما ھو قول ابی الدرداء **واخرج الطحاوی**
بسندہ عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء ان رجلا قال یا رسول اللہ افی الصلوٰۃ
قرآن قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت قال وقال ابو الدرداء اری
ان الامام اذا ام القوم فقد کفاھم **قال الطحاوی** فھذا ابو الدرداء قد
سمع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوٰۃ قرآن فقال رجل من الانصار وجبت
فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری ثم قال
ابو الدرداء من رایہ ما قال وکان ذلک عندہ علی من یصلی وحدہ لا علی الماموین
انتھی **واخرج الطحاوی** بسندہ عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی قال قال علی
رضی اللہ عنہ من قرء خلف الامام فلیس علی الفطرۃ **واخرج** علی ما ذکرہ السیوطی
فی الدر المنثور ابن ابی شیبۃ عن علی قال من قرء خلف الامام فقد اخطا **و
اخرج الدارقطنی** من طرق عن علی انہ قال من قرأ خلف الامام فقد اخطا
الفطرۃ وروی ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق ایضا ذکرہ الزیلعی **واخرج**
الدارقطنی بسندہ عن الحارث عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیک انتھی **واخرج**
الطحاوی بسندہ عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال
لا **واخرج** الدارقطنی بسندہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یکفیک قراءۃ الامام خافت او جھر انتھی **واخرج** محمد فی موطاہ

خلف الامام صحابہ رض سے نفس الآثار مروی ہوئے ہیں کلام نہیں (عبارات بالا
سے بہت اقوال آیندہ مؤلف رسالہ کے حل ہو گئے فتدبر۔ زیادہ تنقیح کی حاجت نہیں)
قولہ جواب پہلا۔ آپنے تخریج مواعید کا بیان نکیا۔ (**اقول**) وباللہ
التوفیق **اولاً** وعید عام اس سے ہے کہ ثبوت اوسکا آثار سے ہو۔ یا آیات قرآنے
یا مرفوعہ احادیث سے۔ تو اس مقام میں واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ۔ الآیۃ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ اور واذا قرء فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ ہم نے فرض کیا۔ جو آثار کہ مولف رسالہ نے بیان
کئے ہیں وہ قابل استدلال نہیں۔ ثبوت وعید کا اون سے پایہ ثبوت کو
نہیں پہونچتا۔ الا آیتہ قرآنے اور حدیث صحیح مرفوع جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اونکی
قوت اور صحت میں بھی کچھہ کلام ہے۔ پھر وعید کی نفی کیونکر ہو۔ **ثانیاً**
قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء **اخبرنا** محمد بن عجلان ان عمر
بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا انتہی اور رواۃ
اس اثر کے ثقہ ہیں۔ اما داؤد بن قیس فوثقہ الشافعی۔ واحمد۔ وابن معین۔
وابو زرعہ۔ وابو حاتم۔ والنسائی۔ والساجی۔ وابن المدینی۔ وغیرہم
وذکر عبارتہم صاحب التہذیب تہذیبہ۔ واما محمد بن عجلان فوثقہ
احمد وابن معین وابن عیینہ۔ وابو حاتم۔ وروی عباس عن ابن معین
قال ابن عجلان اوثق من محمد بن عمرو قالہ فی المیزان۔ وانقطاعہ
لا یضرنا لانہ من المؤیدات **ثالثاً** قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا
ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الیّ
من ان اقرأ خلف الامام انتہی۔ اور جملہ رواۃ اس اثر کے بھی ثقہ ہیں اما
بکیر بن عامر قال ابن سعد الحاکم ثقۃ۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات

جواب مؤلف کا تخریج مواعید کا بیان نکیا۔

القرآن وجب عليه الاستماع والانصات ـ قال انما نزلت هذه الآية و
اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءۃ خلف الامام ـ اذا قرء
الامام فاستمع له ـ وانصت انتھی ـ **زیلعی** ـ **واخرج** ابن ابی حاتم
وابو الشیخ وابن مردویه والبیہقی فی القراءۃ عن عبد اللہ بن مغفل رض
انه سئل اکل من سمع القرآن وجب علیه الاستماع والانصات قال انما
نزلت هذه الآیة واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءۃ خلف
الامام ـ اذا قرء الامام فاستمع وانصت انتھی ذکرہ الفاضل اللکنوی فی
الامام **واخرج الدارقطنی** بسندہ عن عمران بن حصین قال کان
النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی بالناس ورجل یقرء خلفه فلما فرغ قال من ذا
الذی یخالجنی سورۃ کذا فنهاهم عن القراءۃ خلف الامام انتھی **و**
روی الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن ابی قلابۃ عن انس قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرؤن والامام
یقرأ فسکتوا فسألهم ثلثاً فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا انتھی **الغرض**
ان مذکورین حضرات یعنی ـ ابن مسعود ـ زید بن ثابت ـ جابر بن عبد اللہ ـ عبد اللہ
بن عمر ـ ابی الدرداء ـ علی ابن ابی طالب ـ عبد اللہ بن عباس ـ سعد بن ابی
وقاص ـ عمر بن الخطاب ـ ابو ہریرہ ـ ابی موسی اشعری ـ ابی سعید
الخدری ـ ابو بکر الصدیق ـ عثمان ابن عفان ـ عبد اللہ بن مغفل ـ
عمران بن حصین ـ انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ترک قراءۃ
خلف الامام مروی ہے کما دلت الآثار المذکورۃ علیه ـ پس عینی علیه الرحمة
کا والاکثر کہنا بلحاظ اس جماعت صحابہ کے جو کہ کثرت نفس الامری ہے ـ صحیح ہوا ـ اگرچہ
اسناد بعض آثار میں محدثین کو کلام ہے ـ **غرض** راقم کی یہ ہے ـ کہ درباب ترک قراءۃ

قلعی اس رسالہ کی تحقیقات کے مطالعہ سے کہلجاتی ہے ۔ جمود ۔ اور تشائل

کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ واللہ یھدی لمن یشاء الی صراط

مستقیم **قولہ** پہلا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں فاتحہ

کے پڑہنے کی تاکید فرمائی ہی الی اخرما قال لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ

الکتاب آہ **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** یہہ عبارت بعینہا یا قریب بعینہا

کے مؤلف رسالہ نے صدر رسالہ میں بیان فرمائی ہیں ۔ اونکا جواب شافی

مفصلاً وہاں بخوبی دیا گیا ہے ۔ فلینظر الطالب ثمہ **ثانیاً** باری تعالے

جل وعلا نے استماع قران کریم کی سخت تاکید فرمائی ہے واذا قرئ القران

فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑہا جاوے تو تم سکو

سنو اور چپ ہو تاکہ تم لائق رحمت الٰہی کے ہو ۔ پہر یہہ ظاہر ہی کہ یہہ

حدیث ہمسنگ قران کریم کے نہیں ہوسکتی ۔ اگر آپ اس آیت شریفہ کی تفسیر

کرینگے تو ہم بہی اوس حدیث شریف میں تاویل کرینگے ۔ اور نیز یہ وہ دلیل

ہے ۔ کہ جسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بہی مان

گئی ہیں ۔ جو تمام جہاں میں ایجاب قراۃ فاتحہ علے المقتدی میں علم میں یہی

وجہ ہے کہ ایکصاحب تو تتبع سکتات الامام کی تکلیف دی رہی ہیں ۔ اور

ایکصاحب فاتحہ اور سورۃ کے درمیان سکتہ طویلہ نکالتے ہیں ۔ اگر مخالفت

آیتہ کا کہٹکا نہ تہا ۔ تو پہر ماخذ وجوب قراۃ فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی عام تہا

اس تجویز غیر مروی کیضرورت ہی کیا ہے ۔ **ثالثاً** دارقطنی ۔ بیہقی ۔ ابن

جریر ۔ عبد بن حمید ۔ ابن مردویہ ۔ سعید بن منصور ۔ ابن ابی حاتم ۔ ابو الشیخ ۔

ابن عساکر ۔ ابن ابی شیبہ ۔ وغیرہم نے فرمایا ہے نزلت ھذہ الایۃ فی قراۃ الصحابۃ

ورفع الاصوات بہا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بسطہ السیوطی

رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں فاتحہ کی پڑہنیکی تاکید فرماتے ۔

وقال ابن عدی لیس کثیر الروایۃ ۔ وروایتہ قلیلۃ ولم اجد لہ متنا منکرا
وھو ممن یکتب حدیثہ **کذا فی تہذیب التہذیب** واما ابراھیم النخعی
قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث وقال الشعبی ما ترک احدا اعلم منہ ۔
کذا فی تہذیب التہذیب وفی التہذیب فقیہ ثقۃ ۔ واما علقمہ بن قیس
وثقہ ابن معین ۔ وشعبہ وابن سیرین وغیرھم واثنوا علیہ خیرا ۔ وھو
من اجل اصحاب ابن مسعود ۔ کذا فی تہذیب التہذیب **الحاصل** قراءۃ
خلف الامام وعید سے خالی نہیں ۔ **قولہ** عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی اوپر گزرا ۔ کہ
اسکے خلاف ہے (**اقول**) وباللہ التوفیق اوسکا جواب بھی اوپر گزرا ہے ۔ کہ
اس روایت مین کی سند میں جواب تیمی ہی اوسکی ضعف کا حال میزان الاعتدال
سی پہلے بیان ہو چکا ہے فلا نعیدہ فلا ینہض حجۃ **قولہ** لیس من کلام
اھل العلم آہ (**اقول**) وباللہ التوفیق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اسکی
جواب میں لکھا ہے وھذہ عبارتہ وفیہ انہ لا باس بامثال [illegible] الکلام للتھدید
والتشدید ۔ والتعذیب بعذاب اللہ ممنوع لا التھدید بہ انتہی ما فی التعلیق
قولہ اگر ترجیح عدم قرأت فاتحہ کا موجب بھی آثار ہیں اور کچھ نہیں ۔ بلکہ اس
کی ترجیح کی وجوہ تو آیہ قرآنی اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار ہیں جو اوپر گزارش ہو چکے
ہیں ۔ ہیں ۔ ان آثار وعیدیہ پر مدار ثبوت اس مسئلہ کا نہیں ۔ اور نہ کسی حنفی نے
یہ بات لکھی ہے ۔ کہ مدار اس مسئلہ کا اور اسکا موجب ترجیح فقط یہی آثار ہیں ۔ یہہ بی تک
بات ہی **قولہ** الا جہاں تقلید شخصی کی جمود نے تحقیق سے دور پہنیک دیا ہو آہ
(**اقول**) وباللہ التوفیق یہ گفتگو خلاف تہذیب ہے ۔ ہر چند ایسی بے تہذیبی سی قلم
رکتا ہے الا باتباع مولف رسالہ کے کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا ہے ۔ بد نہ بولے زیر گردوں
گر کوئی میری سنے ۔ ہی یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے ۔ انکی تحقیقات کی

[illegible]

اکیلا ہی نماز پڑھ رہا تھا۔ کما ھو مدلول حدیث احمد وغیرہ۔ جاء رجل و رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریباً منہ الحدیث پھر مقتدی پر
وجوب فاتحہ کا جو متنازعہ فیہ ہی اسحدیث کے کونسے کلمہ کا مدلول ہے۔ اور اور احادیث کا ذکر آپ نہ
فرماویں کہ انکا جواب ما سبق میں گذر چکا ہی اور عبادہ کی حدیث کا بھی گذر چکا ہے فلا نعیدہ **قولہ**
بالتخصیص سنتہ فاتحۃ الکتاب خلف الامام پڑھنے کی منع پر کوئی حدیث صحیح صحیح مرفوع نہیں
اقول وباللہ التوفیق **اولاً** حدیث شریف کی تجسس اور تلاش کی کیا
ضرورت ہے۔ قران کریم ہی کفایت کرتا ہے۔ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا لعلکم ترحمون خود اسی مرض کا علاج ہے۔ جبکہ ہر ایک سامع
کیلئے سننے اور چپ رہنیکا حکم ہے۔ تو مقتدی بھی اوسی میں داخل ہے **ثانیاً**
کوئی حدیث صحیح متفق علیہ مرفوع ایسے نہیں جس سے مقتدی کے لئے خصوصاً امر
وجوب قرارت بطور نص نکلتا ہو **قولہ** اور حدیث مثبت فاتحہ تبصریح بخاری
متواتر ہے۔ **اقول** وباللہ التوفیق اسکا جواب جہاں ما سبق میں مؤلف رسالہ
نے نقلاً عن البخاری فرمایا ہے تواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث
بوضاحت ہو چکا ہے۔ ایک بات کا ذکر بار بار مثمر دیا بی نہیں **قولہ** اگرچہ
واحد ہی ہاں لیں تو خبر واحد قطعی اور باعث یقین بھی ہوتی ہے تذکرہ راشدہ
میں **مولوی عبد الحی صاحب** نے لکھا ہے آہ **اقول** وباللہ التوفیق
تذکرہ راشدیہ کے صفحہ ۱۰۱ میں مولوی عبد الحی صاحب نے بعض کتب کی عبارات
نقل کی ہیں۔ از انجملہ **شرح مختصر عضدی** کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے
اختلف فی خبر الواحد العدل بل یفید العلم اولا والمختار انہ یفید العلم بانضمام
القرائن انتھی آور اسی قبیل سے اور بھی دو تین کتاب کی عبارت منقول ہے۔ اور
شرح الشرح نخبہ میں لکھا ہے اختلف فی خبر الواحد العدل یفید العلم الیقینی

بالتخصیص سنتہ فاتحہ کی خلف الامام پڑھنے کی منع پر کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع نہیں ہے

الدر المنثور ۔ نقله الفاضل اللکھنوی ۔ فدلت هذه الآیة علی فرضیة استماع القرآن والانصات المقتدی له اگر اس سے ہی تنزل کریں تو ثبوت وجوب تو کہیں نہیں گیا ۔ پھر اس تقدیر پر اگر کوئی عالم فساد یا کراہتہ نماز مقتدی درصورت قرأة الفاتحة خلف الامام سے کہدیوے تو کیونکر ملام ہی لانه عمل بالظاهر الآیة مع انه یعاضده نزولها فی الصلٰوة کما مر آنفا من الدر المنثور ۔ والحدیث عنده ماؤل کما اوله جابر رض پس جب کہ اوسکے نزدیک مقتدائی کذای تارک فرض یا واجب نماز کا ہے ۔ تو پھر فساد یا کراہتہ کہنے سے کون مانع ہے لان الفساد هو خروج العبادة بسبب فوت بعض الفرائض من الشرائط والارکان ۔ وبما یفوت الوصف فیه مع بقاء الاصل سے مکروہ ہوگا ۔ **قوله** اور کیا اسناد اسحدیث کا صحیح ہے اہ **اقول** وبالله التوفیق **اولا** ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اسحدیث کی صحت میں ہم کو کیا ۔ بلکہ کسی محدث کو کلام نہیں ۔ الا کلام اسمیں ہے کہ یہ حدیث شریف قرآن کا معارضہ نہیں کرسکتی ۔ لہذا اول ہی کما اوله جابر الصحابی ۔ **ثانیا** دارقطنی نے کہا ہی کہ اسنادا یہ حدیث صحیح ہی ۔ یہہ نہیں کہا کہ معنی بھی غیر ماؤل ہے واین هذا من ذاک **قوله** اعرابی مسئی فی الصلوة کیحدیث میں ۔ امام احمد ۔ ابوداؤد ۔ ابن حبان میں ہے ثم اقرء بام القرآن **اقول** وبالله التوفیق **اولا** ابوداؤد کے صفحہ ۱۲۶ میں ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ ۔ اور تخریج زیلعی ہدایہ کے صفحہ ۱۹۲ اور نصب الرایہ صفحہ ۶۷ میں مسند احمد سے ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت ہی ۔ **مؤلف رسالہ** نے اخیر جملہ ہر دو حدیث کا ذکر نہیں فرمایا سو گزارش ہے کہ اس روایتہ میں تو حکم فاتحہ مع شئے زاید کا ہے ۔ پھر فاتحہ فقط کی خصوصیت اس روایتہ سے کیونکر ثابت ہوئی **ثانیا** اعرابی مسئی فی الصلٰوة ۔ تو

جواب قوله ۔ حدیث صحیح ۔ از امام احمد ۔ ابن حبان

یہ کہیں کہ مؤلف رسالہ اور خداوند کریم میں اختلاف ہوا تو شاید بیجا نہو۔ کیونکہ
ہمنے جب کہ اسحدیث میں یا اسباب کی احادیث اور قرآن کریم پر تطبیق دیکر عمل کیا
ہے رگو وہ تطبیق مولف رسالہ کی رائے کے مطابق نہو) پھر باوصف ایسی عمدہ
عمل کے مخالف رسول ص کے ہوئی۔ تو اسی طرح مؤلف رسالہ نے بہی آیۃ قرآنی
پر بالتاویل عمل کیا ہے اگر ایسا ہی عمل مخالفت ہی تو مؤلف رسالہ ہی آپنے
آپکو مخالف خدا سمجہیں۔ اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ **قولہ** راقم اور کل اہلحدیث
رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کہتے ہیں **اقول** وباللہ التوفیق ے کس
نگوید کہ دوغ من ترشست + کل فرق مدعی اسلام۔ شیعہ۔ خارجی۔ معتزلہ۔
جہمیۃ۔ وغیرہم کب کہتے ہیں۔ کہ ہم رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
نہیں مانتے اور نہیں کہتے۔ آلا راستی پیروہی فرقہ ہے۔ جسکی لئے رسولخدا ص
نے فرمایا۔ ما انا علیہ واصحابی ہاں البتہ اگر مؤلف رسالہ اسطرح فرماتے۔ کہ راقم اور
کل اہلحدیث کیا کل اہلسنت وجماعت رسولخدا کی بات کہتے ہیں۔ تو فی الجملہ راستی
کا خیال کیا جاتا **قولہ** افسوس ہے ہماری تو حنفی بہے اس مسئلہ میں اھ **اقول**
وباللہ التوفیق۔ اس تقدیم میں علما کا اختلاف ہی۔ ابویوسف اور امام احمد نے
فی روایۃ تقدیم اقرء کی فرماتے ہیں لحدیث ابی مسعود الانصاری یؤم القوم
اقرءھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمہم بالسنۃ الحدیث
اخرجہ الجماعۃ الا البخاری اور امام شافعی اور مالک اور امام ابوحنیفہ ورمحمد
اور امام احمد نے روایۃ تقدیم اعلم بالسنۃ فرماتے ہیں لحدیث مروا ابابکر فلیصل
بالناس اخرجہ البخاری ومسلم وغیرہما۔ وکان ثمہ من ہو اقرء منہ
لا اعلم **دلیل الاول** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأکم ابی **ودلیل الثانی**
قول ابی سعید کان ابوبکر اعلمنا۔ وہذا اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما انا علیہ واصحابی

اولاً فقال قوم یحصل العلم به مطلقاً سواء انضم الیه قرینة اولا۔ ثم اختلفوا فقال احمد وداؤد ظاهری یحصل العلم به بلا قرینة ویطرد ای کلما حصل خبر الواحد حصل العلم۔ وقال قوم لا یطرد ای قد یحصل العلم به بلا قرینة وقد لا یحصل **والمختار** انه یفید العلم بانضمام القرائن وقال الاکثر لا یحصل به العلم الیقینی مطلقاً سواء کان مع القرائن اولا بل یحصل به الظن انتهی۔ یہہ حال اس مسئلہ کا بین العلماء ہے۔ اور جس جہالت کو مؤلف رسالہ مان رہے ہیں۔ اوسکا حال بھی معلوم ہوا۔ **اب گزارش ہے**۔ کہ اول خبر واحد کا قطعی اور باعث یقین ہونا معلوم۔ اگر ہم تنزلاً اوسکو بھی تسلیم کریں۔ تو غایت الامر یہہ ثابت ہوا۔ کہ اسحدیث کا ثبوت قطعی ہے۔ اور نیز باعث یقین ہے۔ سو اسبات کا کب ہمنے انکار کیا ہے۔ بلکہ پہلے ہی ہم لکھہ چکے ہیں کہ یہہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب نہایت صحیح ہے۔ الا کلام اسمیں ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ بلکہ باول کما اولہ جابر رضی اللہ ہے۔ ورنہ معارض کتاب کریم کی ہوگی فتدبر۔ **قولہ** جب فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ثابت ہوا دیکھو جواب اول **اقول** وباللہ التوفیق کہاں ثابت ہوا دیکھو جواب اول کا جواب **قولہ** پس اس مسئلہ میں آپکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف ہوا۔ **اقول** وباللہ التوفیق حنفیہ کرام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی بو بھی نہیں الا بزعم مولف رسالہ کے۔ بلکہ حنفیہ رضوان اللہ علیہم نے تو حدیث لا صلوة۔ اور قراءة الامام له قراءة اور وغیرہ وغیرہ احادیث اور احادیث آثار صحابہ اور قرآن کریم واذا قرئ القرآن فاستمعوا له اور فاقرؤا ما تیسر من القرآن جو کہ اس مسئلہ میں وارد ہیں سب پر عمل کیا ہے

ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + ہاں البتہ اسمقام میں

اس مسئلہ میں آپکے اور رسول خدا صلعم کے درمیان اختلاف ہوا۔

النار وهو حديث صحيح رواه ابوداؤد والنسائی وغيرهما من اهل السنن
باسانيدهم الصحيحة كما قال النووی لے آور اكل لحوم الجزور (یعنے اونٹ کا گوشت)
آپکے نزدیک ناقض وضوء ہے۔ پس اسکا خلاف حق سبحانہ وتعالی کا خلاف ہے۔
اور اوسکے نظائر بہت ہیں ع یکحرف بسست گر شعور ست + فما هو جوابکم
فهو جوابنا **قوله** اکثر صحابہ کرام جیسی ترمذی نے بیان کیا ہے **اقول**)
اولاً۔ اسکا جواب ماقبل میں گزر چکا ہے فلا نعیدہ **ثانیاً** الوضوء مما مست
النار کی باب میں نووی شافعی لکھتا ہے ذهب جماهير العلماء من السلف و
الخلف الى انه لا ينقض الوضوء باكل ما مسته النار۔ ممن ذهب اليه
ابو بكر الصديق رضي الله عنه وعمر بن الخطاب رضي الله عنه وعثمان
بن عفان رضي الله عنه وعلي بن ابي طالب كرم الله وجهه وعبد الله بن مسعود
وابو الدرداء وابن عباس وعبد الله بن عمر وانس بن مالك وجابر بن سمرة
وزيد بن ثابت وابو موسى وابو هريرة وابي بن كعب وابو طلحة و
عامر بن ربيعه وابو امامه وعائشه رضي الله عنهم وهؤلاء كلهم
صحابة ۔ وذهب اليه جماهير التابعين وهو مذهب مالك وابي حنيفة
والشافعي واحمد واسحاق بن راهويه ويحيى بن يحيى وابو ثور وابي خيثمه
رحمهم الله حضرت سلامت یہ صحابہ اور تابعین رح ایک طرف ہیں۔ اور آپ کا
قول ایکطرف پس انکے مقابلہ آپکا قول اگر خنگی نہو تو .... ہوگا **قوله** اور ایکطرف
ابو حنیفہ رح جیسا تابعی اگر مان لیں آه **اقول**) حضرت یہہ تو محض ہی غلط ہے
ذرا البخاری رح کا جزو القراءة ہی دیکھا ہوتا۔ کہ خود بخاری علیه الرحمة
اوسکے صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں انما اجاز ادراك الركوع من
اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم الذين لم يروا القراءة خلف الامام منهم

علیہ وسلم فیکون المعوّل علیہ - کذا حققہ صاحب الفتح الشیخ ابن الہمام رحمہ اللہ

وعلی ذلک مشی البخاری الامام - حیث بوب علیہ بابا فی صحیحہ واتی بحدیث

عائشۃ رضی اللہ عنہا - **باب اہل العلم والفضل احقّ بالامامۃ** مروا ابابکر فلیصل بالناس اور امام قسطلانی لکھتا ہے -

فان ابابکر افضل الصحابۃ واعلمہم وافقہہم کما یدل علیہ مراجعتہ

الشارع - بانہ ہو الذی یصلی - والاصح ان الافقہ اولی بالامامۃ

من الاقرأ والاورع - **الحاصل** یہ مسئلہ علماء میں مختلف فیہا ہے - بلکہ

حنفیہ اور امام شافعیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کی دلیل قوی ہے - اور

حدیث اول متناول ہے لتحصیل التطبیق - **افسوس ہے** کہ صاحب رسالہ

نے اس افسوس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شریک نہیں فرمایا - تاکہ امام

بخاری کا مذہب بھی معلوم ہوتا **قول** - تیسرا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت حضرت حقسبحانہ وتعالی کی اطاعت ہے قال اللہ تعالی اھ **اقول**

وباللہ التوفیق **اولا** اس سے کون انکار کرتا ہے لاینکرہ الا المرتاب اسی مقام

سے ہے کہ جسنے حدیث واذا قرئ (ای الامام) فانصتوا اخرجہ مسلم وغیرہ اور

قراءۃ الامام لہ قراءۃ کما رواہ جابر مرفوعا پر عمل کیا اوس نے حقسبحانہ وتعالی

کی فرمودہ پر عمل کیا **ایت** ابتک نہونی مغز سخن سے آگاہ + لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ثانیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مس ذکر کی بابت ہو مضغۃ او بضعۃ

منہ فرمایا - اخرجہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجہ - من

حدیث طلق بن علی اور آپ صاحبان کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے - پس اسکا

خلاف حقسبحانہ وتعالی کا خلاف ہے - اور ترک الوضوء بمامستہ النار میں حضرت جابر

فرماتے ہیں کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء بمامستہ

لایخفی ان الاحتیاط فی عدم القراءۃ خلف الامام۔ لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین۔ ولیس اقواهما القراءۃ بل المنع انتهی بحذف البعض یہ عبارت فتح القدیر کی مؤلف رسالہ اور مولوی عبدالحی صاحب ہردو صاحبان پر حجت ہے۔ اور امام محمد کے اقوال مصرحہ صریحًا اس بیان کے خلاف ہیں۔ اگرچہ مولویصاحب موصوف نے اشارہ بھی اسی طرف فرمایا ہے وهو وانکار ضعیف روایته۔ **ثانیًا**۔ مؤلف رسالہ نے مولوی عبدالحی صاحب کا انصاف حدیث من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ۔ مین ملاحظہ نفرمایا۔ اور داد انصاف ندی۔ باری کیوں دیکھتے کہ اونکے مدعی مفروض کی خلاف تہا۔ حیث قال بعد نقل طرق هذا الحدیث هذا خلاصة الکلام فی طرق هذا الحدیث وتلخیصته ان بعض طرقه صحیحة او حسنة لیس فیه شئ یوجب القدح عند التحقیق وبعضها صحیحة مرسلة وان لم تصح مسندة۔ والمراسیل مقبولة۔ وبعضها ضعیفة ینجبر ضعفها بضم بعضها الی بعض۔ وبه ظهر ان قول الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی ان طرقه کلها معلولة۔ لیس علی ماینبغی وکذا قول البخاری فی رسالة القراءة خلف الامام انه حدیث لم یثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله وانقطاعه۔ اما ارساله فرواه عبدالله بن شداد عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ واما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم ولا یدری اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا انتهی لا یخلو عن خدشات واضحة انتهی **قوله** قائلین بکراہت اور قائلین باستحسان کو آپس میں متعارض سمجھکر ساقط کردینگے۔ **(اقول)** یہاں تعارض ہی کہاں ہے تاکہ ساقط کردینے کی نوبت حاصل ہو۔ کیونکہ تعارض کہتے ہیں تقابل الحجتین علی السواء لا مزیة

ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر انتہی۔ اور حجر عسقلانی نے بہی ایسا ہی
لکھا ہے کما مرّ فیما سبق پہر فرمائیے کہ اسطرف ایک ابوحنیفہ ہیں
یا کہ انکے ساتھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے بھی ہیں۔ باآنکہ امام صاحب رح کے قول
کیموافق نص قرآنی ہی موجود ہے۔ پہر کون مرجّح ہوا۔ واضح رہے۔
کہ یہ کلام عدم جواز قرأت خلف الامام مین ہے۔ اور امام صاحب کا تابعی ہونا
واقعی ہے۔ فرضی کی کچھ حاجت نہیں کما مرّ فی صدر الرسالۃ **قولہ**
خود علماء حنفیہ استحسان قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں **اقول**
اولاً علماء حنفیہ کا قائل باستحسان ہونا اور نہونا فتح القدیر کی عبارت
سے واضح ہے اور وہ یہ ہے قولہ علی سبیل الاحتیاط فیما روی عن محمّد
یقتضی ہذہ العبارۃ انہا لیست ظاہر الروایۃ عنہ کما قال فی الزکوۃ
خلافاً لابی یوسف فیما روی عنہ فی دین الزکوۃ۔ وہو الذی یظہر
من قولہ فی الذخیرۃ و بعض مشائخنا ذکر وان قول محمّد رح ولا یکرہ
وعلی قولہما یکرہ ثم قال فی الفصل الرابع الاصح انہ یکرہ والحق ان
قول محمّد رحمہ اللہ کقولہما فان عبارتہ فی کتبہ مصرحۃ بالتجافی
عن خلافہ فانہ فی کتاب الآثار فی باب القراءۃ خلف الامام بعد ما
اسند الی علقمۃ بن قیس انہ ما قرأ قط فیما یجہر فیہ ولا فیما لا یجہر فیہ
قال و بہ ناخذ لانرے القراءۃ خلف الامام فی شیء من الصلوۃ یجہر
فیہ او لا یجہر ثم استمر فی اسناد آثار اخر ثم قال محمد لا ینبغی ان
یقرء خلف الامام فی شیء من الصلوۃ **وفی مؤطاہ** بعد ان روی
فی منع القرأۃ فی الصلوۃ ما روی قال محمّد لا قراءۃ خلف الامام فیما جہر
ولا فیما لم یجہر و بذلک جاءت عامۃ الاخبار وہو قول ابی حنیفۃ ثم

سے دو امر ثابت ہوئے **اوّل** یہ کہ اضطراب مصطلح اوسوقت ہوتا ہے۔ جب کے ہر دو روایت مساویۃ الاقدام ہوں۔ ایکدوسری پر راجح لوجوہ ترجیح نہو **دوسرا** یہ کہ حدیث مضطرب ضعیف ہے۔ پس اب بابت امراوّل کی گزارش ہے۔ جبکہ ماسبق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روایت عدم القراۃ راجح اور اولے من حیث الدلیل ہے۔ اور مرجوح فی حکم العدم ہوتی ہے۔ کما مر فکیف الاضطراب۔ لان الاضطراب شرطہ المساواۃ ولا یترجح احدھما علی الاٰخر وھھنا لیس کذلک فلا اضطراب اور بابت امر دوم یعنی حدیث **قلتین** مضطرب نہیں۔ مگر حنفیہ نے خواہ مخواہ اوسکو مضطرب کہا۔ **غرض** ہے شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب **امام** میں۔ اور طحاوی نے **معانی الآثار** میں۔ اور زیلعی نے **تخریج احادیث** ہدایہ میں۔ اور علامہ ابن الھمام نے **فتح القدیر** میں۔ اس حدیث کے اضطراب کو نہایت بسط کے ساتھہ بیان کیا ہے۔ یہ اوراق پوری پوری ذکر کے متحمل نہیں الا تاہم مختصر اگذارش ہے۔ **حدیث قلتین** کو بخاری اور مسلم رح نے بیان نہیں فرمایا۔ لوجہ کان عندھما۔ اور ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے سو اس حدیث میں دو طرح کا اضطراب ہے۔ لفظاً۔ اور معنیً۔ اضطراب لفظی تو اسلئے کہ بعض طرق میں اذا کان الماء اربعین قلۃ اور بعض میں اذا کان الماء قلتین اور بعض میں اذا کان الماء قلتین فما فوق ذلک اور بعض میں اذا کان الماء قلتین فصاعداً اور بعض میں اذا کان الماء اربعین غرباً اور بعض میں اربعین دلوًا اور بعض میں قلتین او ثلثا وارد ہے۔ اور **اضطراب معنی** اسلئے کہ قلہ کے معنے لغت میں مشک کے ہیں اور مٹکے کے۔ اور چوٹی پہاڑکی۔ اور جھنڈ بلند کی قال الزیلعی فے تخریج احادیث الھدایہ فیہ من الاضطراب لفظاً و

لاحدهما علی الآخر لا فی الذات ولا فی صفة۔ فی حکم متضادین کو کما هو المسطور فی کتب الاصول۔ اور محل تنازع فیہ میں عدم قراءة راجح اور اقوی دلیلاً ہے۔ **فی الفتح** لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین ولیس اقواهما القراءة بل المنع انتهی اور نیز استحسان کی روایت سخت مرجوح۔ امام محمد کے اقوال مصرحہ کے خلاف ہے کما مر انفا من الفتح۔ والمرجوح کالعدم کما سبق فیما سبق من المسلم وشرحہ **قولہ** رفع یدین میں جا بسو خبر اور اثر کا ذکر کیا گیا ہے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالے رفع یدین کے مسئلہ میں گزارش ہوگا **قولہ** جواب حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں اور حنفیہ نے قلتین کی حدیث صحیح کو صرف مضطرب سمجھکر باوجودیکہ اوس میں اضطراب نہ تھا چھوڑ دیا۔ تو حنفیہ کو اپنے علماء کا اضطراب اس مسئلہ میں دیکھکر اونکے اقوال مضطربہ چھوڑ دینے تھے **اقول**) اس جواب میں صاحب رسالہ نے حنفیہ کرام کی نسبت دو امر ارشاد فرمائے ہیں۔ **اول** یہ کہ اقوال حنفیہ کے اس مسئلہ میں مضطرب ہیں۔ **دوم** یہ کہ حنفیہ نے کہ باوصف آنکہ حدیث قلتین فی الواقع مضطرب نہ تھی۔ مضطرب جانکر چھوڑ دیا۔ سو ان ہر دو امر کا جواب بعد تعریف مضطرب کے گزارش ہوتا ہے **تعریف مضطرب**۔

فی النخبة وشرحہ وان کانت المخالفة بابدال الراوی ولا مرجح لاحدی الروایتین علی الاخر فهذا هو المضطرب انتهی بتغییر یسیر **وفی منهج الوصول** اضطراب آنست کہ راوی خلاف غیر خود کردہ باشد۔ بابدال براوی دیگر۔ و مرجح یکے از دو روایت بر دیگر موجود نباشد۔ و این راوی اصطلاح محدثین مضطرب نامند۔ و اضطراب موجب ضعف حدیث باشد۔ بنا بر عدم ضبط روایت کہ در صحت و حسن شرط ست انتهی۔ عبارت نخبہ او منهج الوصول

اور عنایت دلی کا ثمرہ ہے۔ جو حنفیہؒ کے نسبت فرمایا گیا۔ سچ ہے۔ گل است سعدی
و در چشم دشمنان خارست + راستی کا پائے بند ہونا عمدہ چیز ہے۔ ؎ راستی موجب
رضای خدا است + کدورت تعصب سے دلکو پاک اور صاف کرنا ضروریات دین
سے ہے۔ ؎ بوئے راستے دل را ہدایت کن کہ میباشد + عصائے آبنوسے
بہ نیل سرمہ اعمے را + **قولہ** قران اور احادیث ثابتہ میں کوئی تعارض اور
تخالف نہیں آہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ **اولا**۔ اگر اس کلام سے مؤلف رسالہ
کے یہ غرض ہے کہ قرآن اور احادیث میں بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بھی
تعارض اور تخالف نہیں۔ فھذا الکلام مردود علی صاحبہ لان فی الکتاب
الکریم آیات تعارض بعضہا بعضاً فی الظاہر وقد الف فی ذلک قطرب
کتاباً بسیطاً ذکرہ السیوطی فی الاتقان وفی الاحادیث ایضاً کذلک کیف
لا وان علماء اصول الفقہ والحدیث قد بوبوا فی مصنفاتہم لدفع ہذا
التعارض باباً وبحثوا فیہ بحثاً طویلاً شکر اللہ سعیہم فی المسلم وشرحہ
فصل فصل فی التعارض وھو تدافع الحجتین وفی المنار وشرحہ
وقد یقع التعارض بین الحجج فیما بیننا لجہلنا بالناسخ والمنسوخ وفی حصول
المامول البحث الخامس فی تعارض الافعال وفی التوضیح باب المعارضۃ
والترجیح وفی اتقان السیوطی النوع الثامن والاربعون فی مشکلہ وموہم
الاختلاف والتناقض **ثانیاً** خود مؤلف رسالہ بھی جواب ہذا میں درپئے تطبیق
ہیں۔ اگر تعارض اور تخالف نہ تھا تو پھر یہاں تطبیق کس چیز کی ہو رہی ہے۔
اور اگر یہ غرض ہے کہ اگرچہ بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بینہما تعارض
ہوتا ہے۔ الا امعان نظر اور تطبیق دینے سے وہ مرتفع ہو جاتا ہے۔ تو اس
دردسری کا کیا فایدہ ہے۔ اسکی تو ہم بھی قائل ہیں کہ تعارض اور تخالف فی الحقیقت

معنیً اما اضطرابه فی اللفظ فمن جهة الاسناد والمتن۔ ثم سرد الکلام
لبیانهما۔ ثم قال واما الاضطراب فی معناه فلانه کذا وکذا۔ اور محدثین
اور فقہاء نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے فتح القدیر میں ہے وممن
ضعفه الحافظ ابن عبد البر والقاضی اسماعیل بن اسحاق وابو بکر
العربی المالکیون انتهی یعنی یہ مذکورین فضلا جو مالکی المذہب ہیں۔ انہوں نے
بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور بدائع میں ہے۔ عن ابن المدینی لا
یثبت حدیث قلتین یعنے ابن مدینی نے کہا کہ حدیث قلتین ثابت نہیں۔
اور سفر السعادت میں ہے باب۔ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا
قال جماعة لم یصح فیه حدیث وجماعة قائلون بصحته۔ وقد اوردہ
اکابر اهل الحدیث فی مصنفاتهم۔ اور زیلعی نے کہا ہے حدیث القلتین
ضعیف ضعفه جماعة المحدثین حتی قال البیهقی من الشافعیة انه غیر
قوی۔ وترکه الغزالی والرویانی مع شدة اتباعهم للشافعی رحمه الله
لضعفه انتهی یعنے حدیث قلتین کی ضعیف ہے۔ ضعیف کہا اسکو ایک جماعت
نے محدثین سے یہانتک کہ کہا بیہقی شافعی نے کہ وہ قوی نہیں۔ اور ترک کیا
اسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع انکی واسطے امام شافعی رح کے
واسطے ضعف اس حدیث کے۔ اور تمہید میں ہے ما ذهب الیه الشافعی
من حدیث قلتین مذهب ضعیف یہ مختصر حال تحقیقات حنفیہ کا اس حدیث میں
ہے۔ جسپر صاحب رسالہ کہتے ہیں۔ کہ حنفیہ نے باوصف صحیح ہونے اس حدیث
کی مضطرب جانکر چھوڑ دیا۔ خیر۔ حنفیہ تو درکنار۔ مالکیہ شافعیہ نے بھی
اس حدیث کو ضعیف کہا۔ اور اپنے امام کی مقبول حدیث کو چھوڑ دیا۔ پھر حنفیہ نے
کیا برا کیا۔ اور بیجا۔ کہ درپے تحقیقات اس حدیث کے ہوئے۔ الّا یہہ کہ کسی توجہ

الا امام له قراءة سے جائز و درست ہوئی۔ کیونکہ عام مخصوص البعض ظنّی ہوتا ہے۔
پس اسوقت یہ حدیث شریف مخصص ہونے کے قابل ہوئی۔ اور عام دوسرا اپنے
عموم پر قطعی ہے اوسکی تخصیص خبر واحد سے جو کہ ظنی ہو جائز نہیں۔ لعدم المساواة
بینہما۔ ومن لم یمیّز بین العامین فقد وقع فیما وقع وقال ما قال صاحب
رسالہ نے جبکہ ہر دو عام میں خلط ملط کر دیا۔ تو ایسا فرمایا۔ اور ابن الہمام کو بھی
اپنے ساتھ ملایا۔ حالانکہ ابن الھمام کی کلام سے یہ بات مفہوم نہیں ہوتی۔ اور
اسبات کو صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اور وہاں جواب بھی دیا گیا ہے
قوله اور عام مخصوص کی تخصیص بالاتفاق ممنوع نہیں۔ پس لا صلوۃ
کی متواتر حدیث سے تخصیص کیوں ممنوع ہوگی۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں
عام مخصوص ہی کہاں ہے۔ جسکی تخصیص جائز ہو۔ بلکہ یہہ عام اپنے عموم پر
باقی ہے۔ کما مر قبل ذلک۔ اور حدیث لا صلوۃ کی متواتر ہونیکا حال بھی
ماقبل میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہٗ **قوله** اور آپکے یہاں اس لئے کہ مخصوص
ہی بحکم مر **اقول** وباللہ التوفیق۔ ما مر میں اسکا جواب بھی ہو چکا ہے فلا نکررہ۔
قوله اور احادیث میں اس لئے تعارض نہیں۔ کہ اعرابی کی حدیث میں فاتحہ
کا صریح حکم موجود ہے دیکھو ابن حبان اور مسند امام احمد **اقول**
وباللہ التوفیق اولاً۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں تو ثم اقرأ ما تیسر
معک من القرآن ہے وارد ہی۔ کیا یہاں صحیحین کو چھوڑ دیا گیا۔ اور اس محل میں
صحیحین کی فوقیت اور مزیت باقی کتب احادیث پر ضعیف ہو گئی ہے۔ ثانیاً
اگر اُسی روایت مسند احمد پر ہی عمل منظور ہے تو اوسمیں ثم اقرأ بام القرآن۔ ثم
اقرأ بما شئت بھی ہے۔ پھر چاہیئے کہ فاتحہ مع سورت ہر دو فرض ہوں۔ نہ فاتحہ
تنہا فکیف التطبیق **قوله** پس ہم بھی کہتے ہیں ان لزوم الفاتحۃ کان ظاہرا

بین الآیات والاحادیث نہیں۔ فی المسلم وشرحه لایکون التعارض فی الحجج الشرعیة فی نفس الامر والا لزم التعارض قطعا۔ **وفی نور الانوار** والا فلا تعارض فی نفس الامر لان احدهما یکون منسوخا والاخر ناسخا۔ وکیف یقع التعارض فی کلامه تعالی لان ذلک من امارات العجز۔ تعالی الله عن ذلک علوا کبیرا انتهی۔ اور اسی ظاہر تعارض اور تناقض کے لئے رفع کے لئے جو اس مسئلہ فاتحۃ الکتاب میں۔ آیات اور احادیث میں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ علماء امصار و دیار نے کوششیں بلیغہ فرمائیں۔ جیسی راقم نے جابجا بیان کیا ہے فانظر فیما مر **قوله** آیۃ فاقرؤا ما تیسر میں۔ ما۔ کا کلمہ ضرور عام مخصوص البعض ہے۔ ابن الھمام **حاشیہ ہدایہ** میں لکھتے ہیں۔ ولنا قوله علیه الکلام من کان له امام فقراءة الامام له قراءة فاذا صح وجب ان یخص عموم الایة والحدیث علی طریقة الخصم مطلقا فیخرج المقتدی وعلی طریقتنا ایضا لانها عام خص عنه البعض وهو المدرک اجماعا فی تخصیصها انتهی **اقول** وبالله التوفیق اولا۔ مؤلف رسالہ نے دعوی یہ کیا ہے۔ کہ کلمہ ما کا جو آیۃ ما تیسر میں ہے عام مخصوص البعض ہے۔ اور شاہد اثبات مدعی کا عبارت ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کی سو مذکورہ عبارت میں اس بات کا کہیں نام ونشان بھی نہیں کہ کلمہ ما کا عام مخصوص البعض ہے۔ البتہ ابن الہمام یہ کہتے ہیں کہ آیت مخصوص البعض ہے اجماعا بیننا وبین الشافعی ہے سو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ ما کا ضرور عام مخصوص البعض ہے کما قاله المولف ثانیا۔ یہ آیہ شریفہ مشتمل بر دو تعمیم ہے تعمیم اول فاقرؤا کی جسکا مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض ہے اور تعمیم دوم ما تیسر کی اور اوسکا مدلول یہ ہے کہ قرآن کریم سے کسی سورت خاص (مثلا فاتحہ) کا پڑھنا فرض نہیں۔ ابن الہمام کی یہ غرض ہے کہ جبکہ تخصیص عام اول کی اجماعا بیننا وبین الشافعی ہو چکا ہے۔ لہذا اب تخصیص اس آیت سے حدیث قراءۃ

ایضا فاقرؤا ما تیسر میں ما عام مخصوص البعض نہیں بلکہ فاقرؤا عام مخصوص البعض ہے

بحوالہ فاقرؤا

اقتدا کی ہے۔ سواس حمل کے لئے حالت صلوٰۃ شیئہ اعرابی مسی فی الصلوٰۃ (یعنی
منفرداً نماز پڑھنا) کے۔ جیسا کہ مدلول صریح حدیث کا ہے۔ جاء رجل و رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریباً منہ الحدیث قرینہ واضحہ
غیر خافیہ ہے۔ اور سوی الفاتحہ پر فرمایئے کہ کونسا قرینہ صریحہ ہے۔ علاوہ
براں اس روایت صحیحین میں فاتحہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پھر سوی الفاتحہ
کہاں سے آگیا۔ اور روایت احمد وغیرہ میں جو تصریح فاتحہ کی ہے اون میں
وسورۃ معہا بھی ہے۔ فالمامور بہ امران۔ پس ابن ہمام اور مؤلف رسالہ کے
حمل میں یوں بعید ہے۔ فاین ہذا من ذاک فافہم وانصف اور قراءۃ الامام
اور اذا قرأ فانصتوا کا حمل بھی سوی الفاتحہ پر حمل غیر صریح ہے۔ لانہ یاباہ عموم
النص وہو واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ **قولہ** یادرہے ابن
ہمام نے ان حدیثوں کی نسبت کہا ہے الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی
علی شرط مسلم حالانکہ بخاری اور مسلم نے اپنی شروط کی کہیں تصریح نہیں کی۔
اقول وباللہ التوفیق) یہ قول۔ (یعنی علی شرط الشیخین او علی شرط احدہما)
صرف ابن ہمام کا ہی نہیں۔ بلکہ اکثر محدثین بھی ایسا لکھتے ہیں۔ علامہ
ابن حجر نخبہ۔ اور اوسکی شرح میں لکھتے ہیں۔ ومن ثم قدم صحیح البخاری
علی غیرہ من الکتب المصنفۃ فی الحدیث ثم صحیح مسلم لمشارکتہ للبخاری
ثم قدم فی الارجحیۃ من حیث الاصحیۃ۔ ثم ما وافقہ شرطہما لان المراد بہ
رواتہما مع باقی شروط الصحیح ورواتہما۔ فان کان الخبر علی شرطہما
معاً کان دون ما اخرجہ مسلم او مثلہ۔ وان کان علی شرط احدہما فیقدم
شرط البخاری وحدہ علی شرط مسلم وحدہ تبعاً لاصل کل منہما انتہی بحذف
البعض اور سید شریف علی جرجانی اصول حدیث کے رسالہ میں لکھتے ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق) ابن الہمام کی تاویل نص قرآنی فاقرؤا ماتیسر من
القرآن کے معارض نہیں۔ لانہ فی صدد ثبوت الوجوب وذلک ظاهر
جدًا۔ اور مؤلف رسالہ کی تاویل یعارض النص المذکور لانہ فی صدد
ثبوت الفرضیۃ فافترقا فافهم وانصف۔ فکیف التطبیق **قولہ**
والمقصود ماتیسر بعدها الظهور لزومها **اقول** وباللہ التوفیق اولًا
ابن ہمام کی عبارت میں لزوم بمعنی وجوب مصطلحہ حنفیہ ہے۔ وهو بین لا
سترة فیہ اور مولف رسالہ کی عبارت میں لزوم بمعنی فرض ہے۔ فمعارضۃ
الایۃ المذکورۃ قائمۃ علی تاویل المؤلف لاعلی تاویل ابن ہمام فکیف
التطبیق ثانیًا اعرابی مسئ فی الصلوۃ کی حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں
ہے۔ تاکہ ماتیسر محمول برمازاد علی الفاتحہ ہو۔ **قولہ** اور حدیث قراءۃ الامام
اور اذا قرء فانصتوا دونو اوّل توشاذ ہیں۔ انکا شذوذ ابن ہمام نے مانا ہے
گوشاذ مقبول کہا ہے **اقول** وباللہ التوفیق) تنزلًا قبول کیا شاذ مقبول ہیز
تو پھر خلل ہی کیا ہوا۔ شاذ مقبول تو اصطلاح محدثین میں اسے کو کہتے ہیں۔ کہ
راوی ثقہ راوی اوثق کے مخالف زیادۃً یا نقصانًا فی المتن او فی السند روایت
کرے۔ اور زیادۃ ثقہ کی مقبول بلاریب ہے۔ کما مر فی الفوائد **قولہ** اور وجوہ
مرقومۃ الصدر کے سوا حسب قول ابن ہمام حیث قال ویحمل ثم اقرأ ماتیسر معک
علی غیر حالۃ الاقتداء جمعًا بین الادلۃ ہم کہتے ہیں ماتیسر معک اور لہ
قراءۃ اور اذا قرء فانصتوا کل فی سوی الفاتحۃ جمعًا بین الادلۃ
اقول وباللہ التوفیق) تفصیل اس مقام کی یہ ہے۔ کہ ابن ہمام نے حاشیہ ہدایہ
میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی مسئ فی الصلوۃ کو کئی بعد
تعلیم اور امور کے ثم اقرء ماتیسر معک من القرآن۔ فرمانا محمول بر غیر حالت

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانی دارد **قولہ** مولویصاحب مخاطب نصیحین کی عظمت کے قائل نہیں **اقول** وباللہ التوفیق) معاذ اللہ ہل ہذا الا بہتان عظیم۔ او ظن فاسد و وہم کاسد یکذبہ ما مدحنا ہما رحمہما اللہ فیما سلفنا فی رسالتنا ہذہ فی مواضع عدیدۃ۔ ومقامات شتی فلینظر الناظر فیہا لیظہر لہ کذبہ البحت او ظنہ الفاتر او وہمہ الکاسد۔ دعوئی بے دلیل قبول خود نہیں۔ **قولہ** اور منازعہ اور مخاطبہ آہ **اقول** وباللہ التوفیق) ان سب کے جواب ماسبق میں مفصل مذکور ہو چکے ہیں۔ بار بار ایک ہی بات کا ذکر کرنا خالی از بے لطفی نہیں۔ اور نیز طوالت کا خوف بھی قلم کو روکتا ہے۔ **قولہ** حسب تحقیق سابق آہ **اقول** وباللہ التوفیق) وہ تحقیق تو کالعدم بلکہ کالعھن المنفوش ہو گئی۔ اوسکا تو ذکر ہی نہ کیجئے۔ اور قیاس یہاں بمقابلہ نص کے نہیں تاکہ غیر مقبول ہو۔ بلکہ متفرع از نصوص ہے پھر کیوں مقبول نہو **قولہ** مدرک فی الرکوع آہ **اقول** وباللہ التوفیق) انشاء اللہ تعالی اس مسئلہ کو اسکے محل میں جہاں مؤلف نے بالاصالت بیان فرمایا ہے گزارش کرونگا **قولہ** کیونکہ قراءۃ فاتحہ میں رکعت کے فوت ہونیکا ڈر ہے بخلاف تکبیر اور قیام کے **اقول** وباللہ التوفیق) اولاً اگر امام نے رکوع طویل کیا تو اسمیں فوت رکعت کا کہاں ڈر ہے۔ پھر چاہئے کہ ایسی حالت میں مدرک فی الرکوع کی رکعت محسوب نہو۔ والامر لیس کذلک۔ ثانیاً غایت ما یلزم منہ یہی ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ ذیک قبیل نہیں ولو سلمنا ذلک تاہم اصل مقصود مفقود نہیں۔ یعنی مقصود مسائل کا یہہ تہا کہ مدرک فی الرکوع کذائی کی رکعت محسوب ہوتی ہے اگر فاتحہ فرض ہوتی تو ایسی ضرورت میں ساقط نہوتی۔ اور نیز رکعت بھی محسوب نہوتی سو اوسکا عدم محسوب ہونا اس جواب سے بھی ثابت نہیں ہوا **قولہ** بعض فرض

واعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیہ ۔ ثم ما انفرد بہ البخاری ۔ ثم ما انفرد بہ مسلم

ثم ما کان علی شرطہما وان لم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم انتہی

اور مسنجح الوصول میں ہے ۔ وبالجملہ صحیح بخاری باین وجوہ مقدم بر ہمہ کتب ست وبعدہ صحیح مسلم است ۔ وبعدہ مقدم آنست کہ موافق شرط این ہردو باشد انتہی مختصرا ۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم لکھتے ہیں وقد استدرک الحاکم علیہما احادیث ھی علی شرطہما ولم یذکراھا انتہی ۔ ثم سرد الکلام فیہ ۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ دوسری مقام نخبہ کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ اما رجحانہ رای البخاری من حیث الاتصال فلاشتراطہ ان یکون الراوی قد ثبت لہ لقاء من روی عنہ ولو مرۃ واکتفی مسلم بمطلق المعاصرۃ انتہی ۔ انکے ما ورا اور محدثین اور محققین کے کلام میں یہ عبارت موجود ہے تو پھر ابن ہمام رحمہ اللہ علیہ پر کیا اعتراض واضح ہے کہ بخاری اور مسلم رحمہما نے اپنے شروط مقررہ کہیں تحریر نہیں فرمائیں ۔ قال النووی لیس لھما شرط فی کتابیہما ولا فی غیرھما انتہی ۔ الا فضلاء محدثین باحثین نے تتبع ما فیہا کا فرمایا ۔ اور استنباط شروط کا کیا ۔ لہذا حسب قرارداد فضلا محدثین کے یہہ کہا جاتا ہے ۔ کہ بخاری رح کی یہ شرط ہے اور مسلم رح کی یہ شرط کما مر من النخبۃ وغیرہ ۔ پس علامہ ابن ہمام بہی اپنی کتاب میں اسی قرارداد فضلا محدثین پر لکھتا ہے ۔ ھذا علی شرط الشیخین ۔ وھذا علی شرط احدھما ۔ فلا اعتراض علیہ اور مؤلف رسالہ بفضلہ تعالی قرارداد فضلاء محدثین سے بھی جو نکر دست بردار ہیں ۔ موافقہ اپنی بات کہہ دیتے ہیں ۔ مردود ھذا یہہ تقسیم مراتب حدیث کی کہ نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے ۔ یہہ فضلا محدثین نے کی ہے ۔ یا کسی دھورام پرمینو الی نے ۔ پھر اوسی تقسیم کے لحاظ سے علامہ ابن الہمام نے کہا تو کیا برا کیا

لکھنوی لکھتے ہیں قوله یکره الخ وذلك لاختلاله بالاستماع المامور به حتی نهی عن الامر بالمعروف فی الخطبة کما اخرجه الشیخان وغیرهم اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب فقد لغوت انتهی اور ترجمہ شرح وقایہ میں جسکو مولوی **سیح الزمان** صاحب نے کیا ہی لکھا ہے۔ "جب امام جمعہ کے دن خطبہ کیواسطے اوٹھے۔ نفل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا۔ اور سجدہ تلاوت کا کرنا مکروہ ہے۔ انتهی عبارته۔ اس باب میں روایت کراہت کی ہی وخلافها خلاف الاصح **قوله** پھر کیا حرج ہے کوئی حرجہ شرعی ثابت کردیجئے **اقول** الحرج الشرعی ثابت ههنا لان الشارع حجر المقتدی عن ولایة القراءة حیث جعل قراءة الامام قراءة له فلو قرأ یلزم ابطال الحجر الشرعی ولانه یلزم اجتماع القرأتین حقیقة وحکماً ولا نظیر له فی الشرع والقول بانه نظیره اجتماع الصلوتین فی وقت واحد فی رجل دخل المسجد لانتظار الصلوة وصلی ما بدا له من النوافل فانه قد ورد فی الاخبار ان المنتظر للصلوة فی حکم المصلی ما دام هو منتظر۔ فیکون الانتظار له صلوة حکمیة ومع ذلك لا یمنع من اداء الصلوة فی تلك الحالة بل یستحسن له کما قاله الفاضل اللکهنوی یستنکره الطبع السلیم لان حالة انتظار الصلوة غیر حالة اداء الصلوة فکیف یجتمعان۔ بخلاف المقتدی فان قراءة الامام قراءة حکمیة له۔ فلو قرأ بنفسه۔ ایضاً یلزم اجتماع القرأتین حقیقة وحکماً فی حالة واحدة وهو محجور شرعا فافترقا۔ **قوله** جواب مقتدی بدون منازعة آه **اقول** اس جواب کو پہلی ہی صاحب رسالہ لکھہ چکے ہیں۔ اور وہاں جواب بھی دیگیا ہے **قوله** امام صاحب کا مناظرہ مجھی یاد پڑتا ہے۔ کہ دلیل محکم میں یہہ مناظرہ لکھا ہی۔ الا افسوس

ضرورت کی وقت ساقط ہوجاتے ہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ اولاً انکا سقوط الی الخلف ہی اور قراءت کا حال ایسا نہیں۔ یعنی جب قیام عند العجز ساقط ہوا تو قعود ونحوہ اسکا خلف ہی اور رکوع اور سجود جب ساقط ہوا تو ایما اسکا خلف ہی۔ ولیس فرض یسقط عند العجز بلا خلف والقرأۃ تسقط عن مدرک الرکوع بلا خلف فافترقا۔ فدل ذلک علی انہا لیست بمفروضۃ علی المقتدی راسًا والا لما سقطت کلیۃً ثانیًا سائل کا کلام ایک خاص ضرورت میں ہی۔ نہ ضرورت مطلقہ عامہ میں۔ یدل علیہ قولہ اگر قرارت بھی فرض ہوتی تو وہ بھی بضرورت خوف ادراک فوت نہوتی۔ پس سقوط بعض الفرض عند العجز اوسکو مضر نہیں۔ لان الرکنین والقیام لا یسقطان عند خوف فوات الادراک کما یسقط الفاتحۃ فیہ **قولہ** سقوط عند الضرورت مستلزم عدم فرضیت نہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق عدم استلزام ضرورت مطلقہ عامہ میں تو مسلم ہی۔ الا ضرورت مفروضہ خاص سائل میں غیر مسلم ہی لان القیام لا یسقط عند خوف فوات الادراک فہذا لا یضرہ **قولہ** اہل حدیث کے نزدیک خطبہ کی حالت میں رکعتیں خفیفیں آہ **اقول** وباللہ التوفیق اسکا جواب ماسبق میں مفصلاً مذکور ہوچکا ہے فلا نکررہ **قولہ** جس شخص کی فجر کی نماز قضا ہوجاوے اوسکو حنفیہ ادا صلوۃ عند الخطبہ حنفی جائز کہتے ہیں **اقول** وباللہ التوفیق شرح وقایہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی کے ص ۱۶۲ میں لکھا ہی

وکرہ التنفل اذا خرج الامام لخطبۃ الجمعۃ وبعد الصبح لا سنۃ وبعد اداء العصر الی اداء المغرب وصح الفوائت وصلوۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ فی ہذین ای بعد الصبح وبعد اداء العصر الی اداء المغرب لکنہا ای الفوائت یکرہ فی الاول وہو ما اذا خرج الی الخطبۃ۔ انتہی۔ اور اسکی حاشیہ میں مولوی عبد الحی صاحب

ضرورت کی وقت ساقط ہوجاتے ہیں یعنی بعض فرض عند الضرورت ساقط ہو جاتے ہیں

امام صاحب کا ذکا اور ذہانت اور مسائل کا تمثیلی طور پر فرمانا +

وان ناظرته ولزمته الحجة فقد لزمتكم ۔ قالوا نعم ۔ قالوا وكيف
قالوا لانا رضينا به اماما فكان قوله قولا لنا ۔ قال ابو حنيفة فنحن
لما نختار الامام في الصلوة كانت قرائته قراءة لنا وهو ينوب عنا فاقروا
له بالالزام انتهى ۔ هكذا انتهى امش مسند خوارزمی امام اعظم رحمۃ اللہ
کیواسطے باری تعالے نے فہم وذکا قدرتی اور فراست وذہانت فطرتی ایسی عنایت
فرمائی تہی ۔ کہ اکثر مضامین آیات واحدیث کے تمثیل کے طور پر واسطے تعلیم
وتفہیم سائلوں کے بیان فرماتے ۔ پہر کسیکو مجال چون وچرا کی باقی نرہتے ۔
ایسی وفور عقل وذکا اور دانشمندی امام صاحب کی تعریف امام مالک رح
فرماتے ہیں ۔ جیساکہ صاحب میزان الشعرانی نے میزان کبریٰ کے
صفحہ ٦٧ میں ذکر کیا ہے لما سئل (ای المالک) عن ابی حنیفة (یقول) ما تقولون
فی رجل لو ناظرتہ ان نصف ہذہ الاسطوانۃ حجر ونصفہا فضۃ لقام
بحجۃ انتہی ۔ اور یہہ تمثیلی فہمایش کئی مقاموں مین رسولخدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے بہی ثابت ہے روی البخاری بسندہ عن ابن عباس
ان امراۃ من جہینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی
نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت افاحج عنہا قال حجی عنہا ۔ ارأیت
لو کان علی امک دین اکنت قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء
ص ٢٥٠ یعنے جہینہ کی ایکعورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا ۔ کہ
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں نے نذر مانی تہی ۔ کہ میں حج کرونگی ۔
پہر وہ حج کرنے نہ پای تہی کہ مرگئی ۔ کیا میں اوسکیطرفسے حج کروں ۔ آپنے
فرمایا کیوں نہیں حج کر ۔ اگر تیری ماں پر لوگونکا کچہہ دین ہوتا ۔ تو تو اوسکو
ادا نہ کرتی ۔ اللہ کا دین احق بالادا ہے) یہاں حضرت صاحب نے اوسعورت کے

رسالہ اسوقت موجود نہیں۔ اور جب دیکھا تھا اوسوقت راقم نہایت صغیر سن تھا۔ حافظہ میں جسقدر ہے اوسے لکھتا ہوں **پانچسو عالم** امام صاحب کیخدمت میں ترک فاتحہ کے مخالف جمع ہوئے الخ **اقول** اس مناظرہ کی حکایت **دلیل قوی** میں جوکہ مؤلفہ فخر المحدثین مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم کا ہے اسطرح لکھی ہے۔ کہ ایک گروہ اہل علم کا واسطے مناظرہ مسئلہ قرادۃ خلف امام کی امام اعظم رحمۃ اللہ کے پاس آیا۔ اور کہا امام صاحب کو کہ منع قرادۃ خلف امام کی کیا دلیل ہے۔ چونکہ امام المسلمین پیشوائے سالار اہل الیقین نہایت درجہ کے ذہین اور فہیم تھے ایسے طور سے جواب دیا۔ کہ وہ خواہ مخواہ تسلیم کریں۔ اور کسی کو مجال گفتگو کی نہ تھی یعنی **امام صاحب** نے فرمایا۔ چونکہ ایک شخص کو جماعت کثیرہ سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پس لائق ہے تم کو کہ مختار کردا اپنے میں سی ایک کو پھر اونہوں نے مختار بنا کر ایک عالم کو پیش کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ جیت ہار اسکی کو تم اپنی جیت ہار سمجھوگے۔ کہاسب نے کہ ہان۔ فرمایا امام صاحب نے جب مناظرہ ایک شخص کا کفایت کرتا ہے۔ جماعت کیطرف سے پس قرات امام کی کیوں نہیں کفایت کرتی واسطے مقتدیوں کے۔ پھر کسی کو جواب نہ آیا مغلوب ہوکر چلے گئے۔ انتہی۔ اور اس حکایت کو امام **فخر الدین رازی** نے تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے حیث قال۔ ان جماعۃ من اھل المدینۃ۔ جاؤا الی ابی حنیفۃ لیناظروہ فی القراۃ خلف الامام وسکتوہ وتشنعوہ۔ فقال لھم لا یمکن مناظرۃ الجمیع۔ ففوضوا امر المنازعۃ الی اعلمکم لاناظرہ۔ فاشاروا الی واحد۔ فقال اعلمکم قالوا نعم۔ قال والمناظرۃ معہ کالمناظرۃ معکم قالوا نعم۔ قال والالزام علیہ کالالزام علیکم قالوا نعم قال وان

سوچ سمجھ کر جواب دینا

رکوع وسجود وغیرہ میں غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ سابق میں
بیان ہوچکا ہے۔ کہ یہ صرف قیاسی بات نہیں۔ بلکہ معنے حدیث قراۃ الامام
الحدیث کی ہیں۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا اور ایتمام کی۔
اور اذا قرء فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا۔ واذا سجد فاسجدوا۔ الحدیث میں مفصل
بیان فرمائی۔ وہاں چپ کرنیکا حکم فرمایا۔ اور رکوع سجود میں رکوع سجود کا ارشاد
کیا۔ پھر انکو اوسپر قیاس کرنا تبدیل حکم الشارع کا ہے۔ پس قیاس قرات کا رکوع
وسجود پر محض غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ **قولہ** اچھے علما تو اس مسئلہ میں
حیران ہیں اھ **اقول** عدم جواز۔ کراہت اور حرمت اور منع اور نفی کو شامل ہے
رہا احتیاط اور استحسان سو اسکی ابن ہمام نے تردید کردی ہے۔ کہ امام محمد کیطرف
اسکی نسبت کرنی جیساکہ صاحب ہدایہ۔ اور ذخیرہ نے کی ہے درست نہیں
امام محمد رح کی تصریح اسکے مخالف ہے۔ دیکھو کتاب آثار۔ اور مؤطا امام محمد رح کا۔
کہ خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اوس میں تصریح کرتے ہیں۔ پھر حضرت نا انصافی کہنا
خود نا انصافی ہے۔ **قولہ** اگر ہدایہ میں یہ لکھا ہے۔ لایقرء الموتم الی آخرہ
اقول یہ جملہ امور صاحب رسالہ پہلے بیان کرچکا ہے۔ حسب عادت مکرر لایا ہے
اور وہاں جواب ان امور کے مفصل دئیے گئے ہیں۔ فلا نکررہ خوفا للتطویل
قولہ فیقرء اترک ذینک الشیخین اھ **اقول** واہ حضرت یہہ جوش
یہہ خروش۔ آن ہر دو حضرات کی شیخینیت تو بحصول درجہ تلقی الامامت بالقبول
کی مقبول ہے۔ آپکے اخلاق عام اور تہذیب لا کلام کی خلاف ہے۔ البتہ اگر شیعان
پاک ایسا گبھرا اور جوش خروش کرتے تو مضایقہ نہ تھا۔ ماشاء اللہ اہل سنت تو
منجملہ صحابہ کرام کے حضرت خلیفہ اول۔ اور ثانی رضی اللہ عنہما کو بھی شیخین
کہتے ہیں۔ اور گروہ مجتہدین میں سے امام الائمہ سراج الامۃ **ابوحنیفہ**

کو تمثیلی طور پر فہمایش فرماتی- کیونکہ یہہ اوقع فی الذہن ہے - بلکہ تمثیلی
فہمائش قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی
سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت الآیۃ وَ مثلہم کمثل الذی استوقد
نارًا الآیۃ وغیر ذلک یہ تمثیلی فہمائش کمال ذکا اور وفور متانت پر
دال ہے- عند العقلاء کچھ عیب کی بات نہیں- اور کوئی دانشمند اسکو
ناپسند نہیں کرتا- اور مذکورہ حکایت صرف عقلی و قیاسی بات نہیں جیسا
کہ مؤلف رسالہ سمجھے ہیں- بلکہ وہ ترجمہ حدیث من کان لہ امام فان قراءۃ
الامام لہ قراءۃ- کا ہے کما لا یخفی- فلا یرد ما اوردہ مؤلف الرسالۃ
بعید ذلک بقولہ جواب اول الخ **قولہ** جواب اول نقل صحیح اور ایسی قیاس
مع الفارق کا معارضہ کیا- **اقول**) صحت نقل کے لئے امام رازی کی
نقل ہی مکتفی ہے اور یہہ قیاس نہایت صحیح ترجمہ حدیث شریف مذکور کا ہے
مع الفارق کہنا محض مع الفارق اور جرح غیر مبین ہے- **قولہ** دوم معلوم ہوا
اوسوقت کی ہی پانچسو عالم اس مسئلہ میں امام صاحب کی مخالف ہے **اقول**
تخصیص پانسو کی کہیں ہی ثابت نہیں **تفسیر کبیر** میں- ان جماعۃ الخ
ہے- الا چونکہ مفہوم مشترک ہر دو کا قریب قریب یعنی کثرت ہی محل اخذ نہیں- سو
کئی مقاموں میں قلت حاکم بر کثرت ہوتی قال عز من قائل- کم من فئۃ قلیلۃ
غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ الایۃ- وَ الفرقۃ الناجیۃ واحدۃ اقل
من ثلثین وسبعین- والمومنون اقل من الکفرۃ- وفی علم الاسناد
القلۃ تقضی علی الکثرۃ وغیر ذلک مقام ہذا میں ہی قلت حاکم بر کثرت
ہی لان الحق یعلو ولا یعلی **قولہ** سوم یہ ظریفانہ دلیل اگر صحیح ہے تو رکوع و سجود
وغیرہ میں جاری ہوسکتی ہے- اسکا ہی انکار کر دو الخ **اقول** اسکا جریان

وروی النسائی ایضًا عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان

اذا اراد السجدۃ بعد الرکعۃ یقول اللھم ربنا لک الحمد الحدیث ص ۱۷۵ -
ان روایات مذکورہ میں اطلاق رکعت کا رکوع پر صراحۃً پایا جاتا ہے اور اوسکی
سوا اور احادیث اور آثار بہت ہیں - جنمیں یہہ اطلاق بلاریب پایا جاتا ہے
کما لایخفی - الاخوف طوالت روکتا ہے - پس یہہ امر ثابت ہوا - کہ اطلاق رکعت
کا رکوع پر صحیح اور درست ہے و لا نعنی بھذا المسلک الا ھذا **المسلک**
الثانی اس مسلک میں بیان کرنا اون روایات اور اقوال کا مطلوب ہے جن سے
یہہ ثابت ہو کہ مدرک فی الرکوع تارک قراءۃ کی رکعت محسوب ہے - تو اس باب میں
بہت احادیث صریحہ یا کالصریحہ ثابت ہیں **حدیث اول** روی النسائی
بسندہ عن زیاد الاعلم قال حدثنا الحسن ان ابابکرۃ حدثہ انہ دخل المسجد
والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصف فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۴۶ **وفی روایۃ** ابی داؤد ان ابابکرۃ
جاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصف ثم مشی الی الصف
فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوتہ قال ایکم الذی رکع دون الصف
ثم مشی الی الصف فقال ابو بکرۃ انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ
حرصًا ولا تعد **وفی روایۃ** لہ - ان ابابکرۃ حدث انہ دخل المسجد
ونبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع قال فرکعت دون الصف فقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۰۰ **وفی روایۃ** الطحاوی عن
الحسن عن ابی بکرۃ قال جئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع وقد حفزنی
النفس فرکعت دون الصف ثم مشیت الی الصف فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الصلوۃ قال ایکم الذی رکع دون الصف قال ابو بکرۃ انا قال زادک اللہ

اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو ہی شیخین کہتے ہیں۔ اور یہہ قرارداد امر
اصطلاحی ہے ولا مباحثۃ فیہ۔ پہر ایسی جوش خروش کیوجہ سوا تعصب کے اور
کوئی خیر نہیں۔ واللہ یعصمنا **قولہ** مسئلہ مدرک فی الرکوع کی بحث **اقول**
مستعینا باللہ۔ ونجعل فی ہذہ المسئلۃ ثلثۃ مسالک **المسلک الاول**
اسمیں اثبات اس امر کا مطلوب ہی۔ کہ اطلاق رکعت کا رکوع پر کلام شارع
میں پایا جاتا ہے یا نہ۔ تو کلام شارع میں یہہ اطلاق بلاریب موجود ہی **روی**
البخاری بسندہ عن ابی ہریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا قام الی الصلوۃ یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع ثم
یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ الحدیث ص ۱۰۹
اس حدیث میں رکعت بمعنی رکوع بلاریب ہے۔ **وعن** رفاعۃ بن رافع
قال کنا نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع راسہ من الرکعۃ
قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری مشکوۃ ص ۷۴ اس حدیث میں بھی رکعت
بمعنی رکوع بلاشبہ ہی۔ **وعن** نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا
فاتتک الرکعۃ فقد فاتتک السجدۃ رواہ مالک۔ مصفی ص ۱۳۸ **وروی**
مالک ایضا ان عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ
فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک ان ابا ہریرۃ کان
یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی**
مالک عن ابن شہاب انہ کان یقول اذا ادرک الرجل رکعۃ فکبر تکبیرۃ
واحدۃ اجزءت عنہ تلک التکبیرۃ ایضا **وروی** النسائی فی حدیث طویل
عن ابی سلمۃ ان ابا ہریرۃ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ثم یکبر
حین یرکع فاذا رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ الحدیث ص ۱۶۸۔

مسئلہ مدرک الرکوع

الی الصلوۃ سعیاً بحیث یضیق علیك النفس لحدیث الطبرانی - انہ دخل
المسجد وقد اقیمت الصلوۃ فانطلق یسعی - وللطحاوی وقد حضر النفس
او المراد لا تعد تمشی وانت راکع الی الصف لروایۃ حماد عند الطبرانی فلما
انصرف علیہ الصلوۃ والسلام قال ایکم دخل الصف وھو راکع و
لابی داؤد ایکم الذی رکع دون الصف ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرۃ
أنا - وھذا وان لم یفسد الصلوۃ لکونہ خطوۃ او خطوتین لکنہ مثل
بنفیہ فی مشیہ راکعاً لانہا کمشیۃ البہائم انتہی ص ۸۵ جلد دوم
مذکورہ روایات سے یہہ امر ثابت ہوا - کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابی بکرہ کو بعد حصول علم یا فعل کے لا تعد یعنے آیندہ ایسا مت کر فرمایا - اعادہ
نماز کے لئے نہیں فرمایا - بلکہ سکوت فرمائی - والسکوت فی محل الضرورۃ -
بیان حدیث دوم روی ابوداؤد بسندہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا
شیئاً - ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ ص ۱۳۰ یعنی ابوہریرہ نے
کہا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ جب تم لوگ نماز کے لئے اور ہم سجدہ
میں ہوں - تو تم بھی سجدہ کرو - اور اس سجدہ کو گنتی میں نہ لاؤ - اور جس شخص نے
رکوع کو پایا - بیشک اوس نے رکعت کو پایا - حدیث سیوم مالک انہ
بلغہ ان عبداللہ عمر و زید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد
ادرک السجدۃ مصفی ص ۱۳۹ ترجمہ - جس شخص نے رکوع پایا - بیشک اوس
نے سجدہ کو پایا - یعنی رکوع پانے سے رکعت پوری پائی - حدیث چہارم
مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ
ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر مصفی ص ۱۳۹ حدیث پنجم

حرصًا ولا تعد ص ۲۳ **وفی روایۃ** البخاری عن ابی بکرۃ انہ انتہی الی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۰۸ **حاصل ترجمہ**

اس حدیث کا یہہ ہے۔ ابی بکرہ (جو فضلاے صحابہ میں سے ہے) کہتے ہیں کہ

میں جلد جلد نماز کے لئے آیا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اوسوقت

رکوع میں تھے۔ میننے صف سے ورے ہی رکوع کیا۔ پھر حالت رکوع ہی

چلکر صف میں ملگیا۔ حضرت صاحب نے ان معنی پر مطلع ہوکر فرمایا۔ کہ اللہ

تیری حرص زیادہ کرے پھر ایسا نکر۔ **عینی شارح بخاری** لکھتا ہے **قولہ ولا**

تعد ای الی ان ترکع دون الصف وقیل لا تعد ان تسعی الی الصلوۃ سعیًا

یحضر لک فی النفس وقیل لا تعد الی الابطاء انتہی اور قسطلانی شافعی

لکھتے ہیں ولا تعد الی الرکوع دون الصف منفردًا فانہ مکروہ لحدیث

ابی ہریرۃ مرفوعًا اذا اتی احدکم الصلوۃ فلا یرکع دون الصف حتی

یاخذ مکانہ من الصف۔ والنہی محمول علی التنزیہ ولو کان للتحریم

لامر ابا بکرۃ بالاعادۃ وانما نہاہ عن العود ارشادًا الی الافضل۔ وذھب

الی التحریم احمد واسحاق. وابن خزیمۃ من الشافعیۃ لحدیث وابصۃ

عند اصحاب السنن وصححہ احمد وابن خزیمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم رای رجلا یصلی خلف الصف وحدہ فامرہ ان یعید الصلوۃ

زاد ابن خزیمۃ فی روایۃ لہ لا صلوۃ لمنفرد خلف الصف۔ واجاب

الجمہور بان المراد لا صلوۃ کاملۃ لان من سنۃ الصلوۃ مع الامام اتصالا

الصفوف وسد الفرج۔ **وقد** روی البیہقی من طریق مغیرۃ عن ابراہیم

فیمن صلی خلف الصف وحدہ فقال صلوتہ تامۃ اوالمراد لا تعد الی ان تسعی

سيرد هم - اخرجه ابن عبد البر عن علي وابن مسعود وزيد بن ثابت
وابن عمر باسانيده اليهم في التمهيد شرح الموطا **وقال** في شرحه
الاستذكار قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام راكعا فكبر وركع وامكن
يديه من ركبتيه قبل ان يرفع الامام راسه فقد ادرك الركعة ومن لم
يدرك ذلك فاتته الركعة ومن فاتته الركعة فقد فاتته السجدة -
اي لا يعتد بها هذا مذهب مالك والشافعي وابي حنيفة واصحابهم
والثوري والاوزاعي وابي ثور واحمد واسحاق **وروي**
ذلك عن علي وابن مسعود وزيد وابن عمر وقد ذكرنا الاسانيد عنهم
في التمهيد انتهى - ان مذكورہ احادیث اور آثار سے جو کہ صریح یا کالصریح ہیں
اور عبارت ابن عبد البر سے ظاہر ہے - کہ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مدرک
فی الرکوع کی رکعت محسوب ہوتی ہے - اور یہی مذہب امام شافعی - اور مالک اور
ابو حنیفہ واصحابھم - ثوری - اوزاعی - ابی ثور - احمد - اور اسحاق کا ہے - اور
یہی مروی ہے حضرت علی - ابن مسعود - زید - اور ابن عمر سے قال البیہقی وفي
ذلك دليل على ادراك الركعة ولولا ذلك لما تكلفوا - انتهى - **المسلك**
الثالث في الاجوبة یعنے یہہ مسلک صاحب رسالہ کی استدلال کے
جواب میں ہے **قولہ** پہلی دلیل بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں مسئے
فے الصلوٰۃ کا اصلی قصہ آچکا ہے اھ **اقول** صاحب رسالہ نے حدیث مسئے
فے الصلوٰۃ سے استدلال پکڑا ہے - کہ مدرک فی الرکوع کے بغیر فاتحہ کے رکعت محسوب
نہیں ہوتے سو یہہ حدیث بچند وجوہ اثبات مدعی صاحب رسالہ پر حجت نہیں
اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہا کے کافی دلیل نہیں - ا **ولا** صحیحین کے
روایت میں تو بفضلہ تعالی فاتحۃ الکتاب کا کچھ ذکر ہی نہیں - فضلا عن ان یکون

مالک و محمد عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا فاتتک الرکعۃ فقد
فاتتک السجدۃ **مصفّٰی** ص ۱۳۸ **حدیث ششم** اخرج الطحاوی فی
شرح الآثار بسندہ عن زید بن وھب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود
فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما
قضی الامام الصلوۃ قمت لاقضی فقال عبد اللہ قد ادرکت الصلوۃ ص ۲۳۱
حدیث ہفتم الطحاوی ایضاً بسندہ عن طارق قال کنا مع ابن مسعود
جلوساً فجاء آذنہ فقال قد قامت الصلوۃ فقام و قمنا فدخل المسجد فرای
الناس رکوعاً فی مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل ص ۲۳۲
حدیث ہشتم الطحاوی ایضاً۔ بسندہ عن ابی امامۃ بن سھل قال رأیت
زید بن ثابت دخل المسجد والناس رکوع فمشی حتی اذا امکنہ ان یصل الی
الصف وھو راکع کبر فرکع ثم دب وھو راکع حتی دخل الصف ص ایضاً **حدیث
نہم** الطحاوی ایضاً **حدثنا** یونس قال حدثنا ابن وھب قال حدثنی
مالک وابن ابی ذئب عن ابن شہاب فذکر باسنادہ مثلہ ص ایضاً **حدیث
دہم** الطحاوی ایضاً۔ عن خارجۃ بن زید بن ثابت ان زید بن ثابت کان
یرکع علی عتبۃ المسجد ووجھہ الی القبلۃ ثم یمشی معترضاً علی شقہ الایمن
ثم یعتد بہا ان وصل الی الصف اولم یصل ص ایضاً **حدیث یازدہم**
اخرجہ ابن خزیمہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من ادرک الرکعۃ من الصلوۃ
فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبہ **حدیث دوازدہم** عن
عمر رض انہ قال اذا ادرکت الامام راکعاً فرکعت قبل ان یرفع راسہ
فقد ادرکت الرکعۃ وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک تلک الرکعۃ
ذکرہ الحلبی فی شرح المنیہ ص ۳۵۰ وقال ھذا نص فی المسئلۃ **حدیث**

فضلاً عن ان تکون للمدرک حجة **خامسًا** الامر قد یکون نصًا فی
الرکنیة۔ وقد یکون المامور به واجبًا او مندوبًا وهو غیر مخفی و
الاصل فی الاصول۔ فلیکن امر الفاتحة للماموم من الثانی لا الاول۔ فلا
یکون حدیث المسیٔ فی الصلوة حجة۔ لرکنیة الفاتحة حتی تکون رکنًا
للمدرک فی الرکوع **سادسًا** اسحدیث مسیٔ فی الصلوة کے اخیر میں وارد ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا۔ واذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک
وان انتقصت منه شیئًا فقد انتقصت من صلوتک۔ یعنی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نقصان بعض سے نقصان نماز کا فرمایا۔ نہ بطلان نماز کا۔ وفقدان الرکن
یستلزم فقدان الشیٔ وبطلانه۔ لا نقصانه۔ کترک الرکوع او السجود و
غیرهما من ارکان الصلوة وهو غیر خافیة۔ فجاز ان یکون ترک الفاتحة
موجبًا نقصان الصلوة لا لبطلانها۔ فلم یکن هذا الحدیث حجة لاثبات الرکنیة
الفاتحة راسًا فکیف یکون حجة للمدرک فی الرکوع **سابعًا** تعلیم حضرت
کی واسطے مسیٔ فی الصلوة کے بیان حالت اختیاریہ کا ہے۔ نہ اضطراریہ کا۔ وہو
ظاہر لا ستترة فیه۔ واحکام الاولی تخالف الثانیة۔ ولا خفاء فی ذلک ایضًا
لان القیام والرکوع والسجود مع کونها ارکانا للصلوة یسقط عن المصلی
عند الاضطرار۔ لا عند الاختیار۔ وسقوط الفاتحة ههنا عن الاضطرار۔
فلا یتناوله حدیث المسیٔ فی الصلوة۔ فهذا الحدیث لا ینهض حجة للمدرک فی
الرکوع۔ پس ان وجوہات مذکورۃ الصدر سے ظاہر ہے۔ کہ یہہ حدیث مدعی مؤلف رسالہ
کے لئے حجت نہیں۔ اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہاء کے کافی دلیل نہیں **قوله**
پس ثابت ہوا کہ قراءت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے **اقول** ثبوتها فی حینما
السقوط۔ کیونکہ اسکا ثبوت اوس ضروری ہونا۔ اوس وقت تہا جبکہ یہہ امر ثابت ہوتا کہ

یمکنا لا نرشا للمدرک فی الرکوع - بلکہ اون میں ارشاد ثم اقرء ما تیسر معک
من القرآن کا ہے - ما تیسر فاتحہ کا بخصوصہا کو نہیں کہتی - بلکہ عام ہے اس سے
کہ فاتحہ ہو یا سوار فاتحہ کے - تدل علیه کلمة ما العامة - وما قیل ان ما تیسر
هو الفاتحة فهو دعوی بلا دلیل - یبطله ظاهر الحدیث بل القرآن ایضاً
لان کلمة ما عامة شاملة لجمیع ما تیسر لا للفاتحة خاصة - ومر فیما مر تفصیلاً
اور ابن حبان وغیرہ کی روایت میں ثم اقرء بام القرآن ثم اقرء بما شئت کرلئے
حکم فرمایا - تو حسب تمسیل اس روایت کی مامور بہ فاتحہ مع شئے زائد کی ہے - نہ
صرف فاتحہ - پس مدرک فی الرکوع جبتک ہر دو نہ پڑہے اوسکی رکعت معتدبہا
نہ ہونی چاہیئے - ولم یقل بہ احد - کیونکہ جمہور فقہا کے نزدیک تو فاتحة الکتاب
بہی ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہو جاتی ہے - اور جو بعض کہ اونکے مخالف ہیں وہ
بہی سورہ کی رکنیت کے قائل نہیں - صرف فاتحہ کی قائل ہیں فهذا الحدیث لم
یکن حجة لما ادعاہ - **ثانیاً** اسحدیث مسئ فی الصلوة میں بعض اوامر ایسے
ہیں کہ اونکا مدلول رکنیت بالاجماع نہیں کالثناء والتسمیع وتکبیرات الانتقال
وغیرہ وغیرہ - فلتکن الفاتحة من هذا القبیل - فهذا الحدیث لا ینهض
حجة علی ما ادعاہ **ثالثاً** یہ حدیث چونکہ من قبیل اخبار احاد کی ہے - مثبت
رکنیت فاتحہ کے نہیں - تاکہ مدرک فی الرکوع کے لئے ضرورت فاتحة الکتاب کی ہو -
رابعاً وہ اعرابی مسئ فی الصلوة تو اکیلا ہی نماز پڑہ رہا تہا - کما لا یخفی - پہر اسکو
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈانٹا - اور فرمایا ثم اقرء بام القرآن - ثم اقرء بما شئت
الحدیث - فلم لا یجوز ان تکون هذا الحکم للمنفرد - اور مقتدی محکوم واذا
قرئ القرآن فاستمعوا له الآیة - واذا قرء فانصتوا وقراءة الامام له قراءة -
کا ہو - پس یہ حدیث مقتدی کی لئی واسطے رکنیت فاتحة الکتاب کے حجت نہوئی - +

یہہ نتیجہ اونسے بھی نکلسکتا ہے الاتعداد ادلہ کی نہین بڑہتی - اور مقصود از بحث یہی تو ہے خیر - یہہ قیل وقال نازیبا اور غیر موضوع ہے - اسلئیکہ ہر ایک مؤلف اثبات مدعا کے لیے کثرت ادلہ کا طالب ہوتا ہے - شائد ہماری اس کتاب میں بھی ایسی بات کہین نہ کہیں موجود ہو - پھر ہم اور صاحب رسالہ اسی اخذ میں ماخوذ ہوں - پس اصل مقصود کو بیاں کرنا چاہیئے - فنقول - **ثانیًا** چونکہ یہہ حدیث وہی حدیث مسئ فی الصلوٰۃ کی ہے - وہی جملہ وجوہات جو ماقبل میں بیان ہوچکی ہیں - اسکا جواب بہی سمجہنا چاہیئے - ولاکن تر ہا خوفًا للاطناب - وتقرب العہد **ثالثًا** یہہ حدیث بخاری علیہ الرحمۃ کی **جزو القراءۃ** کے صـ۲۵ میں ہے اور اوسکی اخیر میں ہے - کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو فرمایا فما انتقصت من ھذا فقد نقصت من صلوتہ تک اور اس جملہ حدیث کو صاحب رسالہ نے بیان نہیں فرمایا - الغرض عندہ - پس وجہ سادس من الوجوہ المذکورۃ اس حدیث پر علاوہ روایت صحیحین کے وارد ہوگی - کہ صحیحین کی روایت میں یہ جملہ حدیث کا نہیں ہے - **قولہ** ان احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو قرارت کے بعد کرو **اقول** یہہ حکم بیان حالت اختیاریہ کا ہے - وللاضطرار احکام یضاد کالاختیار کما مرقبل ذٰلک **قولہ** دلیل تیسری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طرق سے ابو قتادہ اور انس اور ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کیا - اذا اقیم الصلوٰۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا - اسحدیث کے لحاظ سے جس شخص سے قرارت یا قیام فوت ہوگیا ہو - تو حسب الحکم شارع علیہ السلام کے اوسکو پورا کرنا ضرور ہوا - اس کے شواہد آہ **اقول** - اما فاتکم میں کلمہ ما کا عام اپنی اصل وضع پر شامل لجمیع ما فی الصلوٰۃ کے ہے - یا مخصوص البعض - اگر عام ہو تو چاہیے کہ جو شخص مدرک الارکان مع الفاتحہ - اور فائیت

جملہ و امر اسحدیث شریف کی از قبیل ضروریات اور فرایض اور ارکان ہی کی ہیں ج

والی ذلک۔ فاین المثبوت۔ وتفصیلہ مرفیما مر **قولہ** پندرہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے آہ **اقول** حضرت اگر برا نہ مانیئے تو یہہ فتوی آپکا قطع نظر اوسکے خلاف جمہور فقہای خصوصًا ائمہ اربعہ یعنی۔ امام ابوحنیفہ۔ اور امام شافعی۔ اور امام مالک۔ اور امام احمد حنبل۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود۔ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ہے۔ اور اصل بے دلیل اور بلا برہان ہی کیونکہ مدار اس فتوی کا ادلہ ہیں۔ اور جو ادلہ کہ آپنے بیان فرمائے ہیں اوہن عن بیت العنکبوت ہین۔ **تردید مذہب جمہور** اور نیا مذہب پیدا کرنے کے لیئے کافی دلیل اور وافی برہان قائم کرنا ضرور ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی اور دلیل جو موجب اطمینان اور تسلی بخش واسطے تردید مذہب جمہور فقہا کے پیدا ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔ کہ آپ اس فتوی سے رجوع نفرمائیں۔ اور اپنی فہم کو عروۃ الوثقی تصور فرمائیں۔ اللھم ارنا الحق حقًا۔ والباطل باطلًا **قولہ** دوسری دلیل آہ

ما قال عن ابی السائب رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رجل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ۔ الحدیث **اقول** اولًا۔ اس حدیث شریف کو دوسری دلیل قرار دینا۔ بجز تعداد ادلہ بڑہانیکے اور کوئی فایدہ معتد بہا نظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہہ حدیث وہی مسئی فی الصلوۃ کی ہی۔ جسکو صاحب رسالہ نے پہلی دلیل قرار دیا ہے۔ البتہ یہ فرق تو ضرور ہے کہ وہ حدیث صحیحین وغیرہما میں ہے۔ اور یہہ جزو القراۃ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں۔ ورنہ ثم ارکع ثم اسجد تو صحیحین وغیرہ کی روایت میں جسکو صاحب رسالہ نے پہلے دلیل قرار دیا ہے موجود ہی۔ کیا یہہ نتیجہ ران احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو بعد قراءت کے کرو اون روا تیونکا مدلول نہیں ہے۔ یا ان سے یہہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔ درست ہے۔

جواب نصاب دوسری دلیل کا + جواب فتوی کا اصلاحات +

ثم فی البغیۃ حدیث اوّل میں گزارش ہے اوّلاً کان یقرء میں فرضیت کس کلمہ کا مدلول و مقتضا ہے اگر کان یفعلہ کذا کا مدلول فرضیت ہے۔ تو ان مفصلہ ذیل احادیث میں بھی کان یفعل کذا موجود ہے۔ پس بمقتضاے اس دلیل کے یہ جملہ امور فرض ہونی چاہیئے۔ واذ لیس فلیس تفصیل

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ یرفع یدایہ الحدیث ترمذی

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم اعوذ بک الحدیث ترمذی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک ترمذی

کان اذا توضا خلل اصابعہ ولحیتہ۔ سعید کان اذا جاءہ امر یسرہ خرساجداً۔ شکراً للہ ابی داؤد وابن ماجہ کان اذا ختم یقرأ

من اول القرآن خمس آیات حکیم ترمذی فی النوادر کان اذا خرج یوم العید من طریق رجع من غیرہ ترمذی حاکم کان اذا توضا مسح وجہہ بطرف ثوبہ

ترمذی کان اذا دخل بیتہ بدأ بالسواک مسلم کان اذا رای المطر قال اللھم صیباً نافعاً بخاری علیٰ ھذا القیاس کئی سو حدیث ہے جن میں اسی قبیل کے عبارت یعنی کان یفعلہ کذا کان یفعلہ کذا۔ پائی جاتی ہے حال آنکہ یہ امور اجماعاً فرض نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کان یقرء کا مقتضی فرضیت نہیں ثانیاً کلمہ کان کا استمرار و مواظبت اور تعدد و تکرار پر عقلاً اور نقلاً دال نہیں عقلاً تو اس لیے کہ کان کا ماخذ اور مشتق منہ کون ہے۔ اور وہ مرادف ثبوت کا ہے تو اسکا مفاد ثبوت مطلق ہے نہ دوام و استغراق۔ اس لیئے کہ مبدا و ماخذ افعالو نکا جنس مطلق ہوتی ہے۔ اوسکی تحقق کیلئے کسی حصہ اور فرد کا کافی ہے کما ھو مبرھن فی موضعہ۔ اگر عمر و بکر وغیرہ نے مثلاً زید کو کسی وقت قائم دیکھکر کہا کان زید قائماً

کماہ

ادعیہ ماثورہ نحو الثناء والتوجیہ وغیرہما۔ اور فاتحہ السورۃ ہو۔ اوسکو قضا مافات
کی ضرورت ہو۔ وہو باطل۔ اور اگر مخصوص البعض ہے۔ تو جسطرح آپ اس عام کی تخصیص
بالارکان والشرائط اور ادلہ ولائل سے کرتے ہیں۔ لنا ان نخص بما سوی الفاتحہ
بلا دلائل اخر **قولہ** چوتھی دلیل الی ان قال عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک من الصلوۃ رکعۃ فقد ادرک الا ان یقضی
ما فاتہ **اقول** اولاً اسکا جواب بھی وہی جواب ہے جو کہ تیسری دلیل میں
گزرا ہے لان کلمۃ ما فی قولہ ان یقضی ما فاتہ ان کانت عامۃ علی اصل
وضعہا فکذا۔ وان کانت مخصوصۃ فکذا۔ فہذا الحدیث ایضاً لا ینہض
حجۃ علی ما ادعاہ **ثانیاً** یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی معارض ہے
اوسکی جسکو ابن خزیمہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ وھذا لفظہ
من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبہ انتہی
اور نیز معارض ہے اوس روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جسکو امام مالک ؒ
نے بلاغاً روایت کیا ہے۔ ولفظ ھذا۔ ان ابا ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول من
ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ الحدیث **ثالثاً** جملہ الا ان یقضی
ما فاتہ۔ کا اس حدیث میں غریب ہے لا یتابع علیہا۔ اتی بہا ایوب بن بلال قال
ابو الفتح ازدی یحدث باحادیث لا یتابع علیہا۔ **ذکرہ فی میزان
الاعتدال**۔ **قولہ** پانچویں دلیل ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنے کی
فرضیت پر بخاری کی روایت میں قتادہ کی حدیث میں آیا ہے ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کان یقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب الی ان قال بخاریؒ کی
روایت میں ثابت ہوا صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ ان دونو حدیثوں کے ملانے سے معلوم
ہوا کہ ہر رکعت میں قراءۃ فاتحہ فرض ہے **اقول** نقول اولاً فی جری الدلیل

+ جواب دلیل چہارم

+ جواب دلیل پنجم

والمضمضة - والاستنشاق - والترتيب فيه - والاعتكاف - والجماعة - و
الاذان - والاقامة وغيرذلك مما ثبت فيه لمواظبته من غير ترك ليست بفرائض
وهو ظاهر - پس ثابت ہوا کہ مواظبت بلا ترک احیانا بھی مثبت رکنیت اور فرضیت
نہیں - وہذا الوجہ قریب من الاول رابعاً قد تقرر فی مقرہ ان فعلہ صلی اللہ
علیہ وسلم لایکون موجبا علی الامة عند الحنفية والحنابلة لمنعه صلی الله علیه
وسلم اصحابه عن الوصال وخلع النعال - وهذه المسئلة مبرهنة فی الاصول بالدلائل
کثیرة والتحقیق انیق - فثبت انه صلی الله علیه وسلم کان یقرء - لایکون مثبتاً
للرکنیة - فلم یثبت من هذا الحدیث رکنیة الفاتحة فی کل رکعة - حتی
تکون رکنا للمدرک فی الرکوع - اور **حدیث دوم** یعنی - صلوا کما
رأیتمونی اصلی میں عرض ہے - هذا الحدیث لایخلو من ان یکون عاما
شاملا لجمیع ما فی الصلوة من الفرائض والواجبات والسنن والمندوبات
او یکون مخصوص البعض فالاول لایفید وهو ظاهر لانه یستلزم ان تکون
جمیع ما فی الصلوة رکنا وهو باطل - والثانی ایضا لایضر فانه کما
یخصص العام بالارکان والشرائط بدلائل اخرے - فلیخصص الفاتحة ایضا
بدلائل اخرے - قال القاری فی المرقاة **شرح المشکوة** اما
حدیث البخاری (صلوا کما رأیتمونی اصلی) فمخصوص البعض اجماعا - لان
بعض اعماله سنن بلا اختلاف - وقال ابن الهمام فی التحریر والامر فی هذا الحدیث
لیس للوجوب فان صلوته صلی الله علیه وسلم کانت تشتملت علی السنن و
المندوبات ولایجب جمیعها انتهی - پس ظاہر ہے کہ یہ حدیث بھی مثبت رکنیت
فاتحہ کے نہیں - حتی تکون رکنا للمدرک فی الرکوع تمام
دلیل پنجم کی ہر دو جزو کا ہے - پس بمقتضائے اوس قاعدہ کے جسکو مؤلف رسالہ

تو تعدد حکایت کنند کان کا تعدد محکی عنہ پر ہرگز دال نہیں والسر فی ذلک ان
الحکایۃ تابعۃ للمحکی عنہ ولا عکس۔ ومن ههنا قالوا ان حکایۃ الفعل
لا تعم۔ ولا اصل فی الاصول۔ اور نقلاً اسلئے کہ نووی شرح صحیح مسلم میں
حضرت عائشہ صدیقہ کے قول کان یصلی رکعتین وھو جالس کی شرح لکھتا ہے
وہذہ عبارتہ۔ قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما صلی اللہ علیہ وسلم
بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا
ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ۔ ولا تغتر
بقولھا کان یصلی فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من
الاصولیین ان لفظہ کان لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار وانما ھی فعل
ماض یدل علی وقوعہ مرۃ۔ فان دل دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا
تقتضیہ بوضعھا وقد قالت عائشۃ رضی اللہ عنہ کنت اطیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لحلہ قبل ان یطوف۔ ومعلوم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم
یحج بعد ان صحبتہ عائشۃ الا حجۃ واحدۃ وھی حجۃ الوداع۔ فاستعملت
کان فی مرۃ واحدۃ۔ ولا یقال لعلھا طیبتہ فی احرامہ بعمرۃ لان المعتمر
لا یحل لہ الطیب قبل الطواف بالاجماع فثبت انھا استعملت کان فی مرۃ واحدۃ
کما قالہ الاصولیون انتھی۔ اور شیخ ابو الطاہر نے مجمع البحار میں بھی ایسا
ہی لکھا ہے حیث قال فیہ دلیل لاکثر المحققین علی ان کان لا یدل علی التکرار
والدوام اذ لم یحج بعد صحبۃ عائشۃ الا حجۃ الوداع پس ماذکر سے معلوم ہوا۔ کہ
مدلول کان نہ دوام و استمرار ہے اور نہ رکنیت و فرضیت ثالثاً فرضاً تسلیم کیا کہ کان
کا مدلول مواظبت ہی ہے پھر یہ مواظبت مع الترک احیاناً ہے۔ یا بلا ترک۔ اول تو مفید
مخاصم نہیں کما لا یخفی۔ دوم بھی مثبت مدعا اسکے نہیں۔ لان الموالاۃ فی الوضوء

کہ کیدانی علیہ الرحمۃ کی کلام کو۔ اس دلیل سے کچھ بھی ربط و تعلق نہیں۔ ظاہرا حسب مقولہ مؤلف کے صرف خیال ہی ہے۔ سو یہ خیال پیدا ہو گیا) فرمانا اس موقع پر بہت ہی زیبا اور مناسب ہے۔ ثانیاً یہ فرمانا کہ کیدانی نے مواظبت رسول خداؐ کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ اگر اوسکا یہ کہنا ناگوار و بیجا ہے۔ تو آپ ہی اس مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو فرض نہیں تو جب ہی کہدیوینگے

قولہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہی

اقول اولاً عینی علیہ الرحمۃ نے اپنی ہی کتاب میں مواظبت کو بہت جگہہ سنیت کا مستلزم قرار دیا ہے۔ بلکہ بعد قیل و قال کے لکھتا ہے۔ کہ السنۃ ما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المواظبۃ۔ احسن التعریفات۔ اور موافق اقوال علماء کے بھی ہے۔ کہ مواظبت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مثبت سنیت ہی جیسا کہ موالات۔ مضمضہ۔ ترتیب فی الوضوء۔ اعتکاف۔ وغیر ذالک۔ مما ثبت فیہ المواظبۃ۔ پھر یہاں باب النوافل میں مواظبت کو مثبت فرضیت بیان کرنا کسی وجہ سے خالی نہیں۔ لیحصل التطبیق بین الکلامین اور وہ یہہ ہی کہ مواظبت کی استعمال کتب فقہ میں کئی طرح پر آتی ہے۔ (۱) مواظبت مع عدم الترک احیاناً فی الہدایہ۔ تجب صلوۃ العید علی کل من تجب علیہ الجمعۃ۔ و وجہہ مواظبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا۔ قال فی الفتح۔ ای من غیر ترک و اما مطلق المواظبۃ فلا یفید الوجوب انتہی باختصار **وایضاً** فی الہدایۃ فی سنن الطہارۃ المضمضۃ والاستنشاق۔ لان النبی علیہ السلام فعلہما علی المواظبۃ انتہی۔ ای بلا ترک کما یلوح من الفتح۔ وصرح بہ فی الفوائح حیث قال۔ وکذا المضمضۃ والاستنشاق وغیر ذلک مما ثبت فیہ المواظبۃ من غیر ترک انتہی ص۲۶۷ (۲) مواظبت بلا ترک احیاناً مع عدم الانکار علی

سالرائد والعیون ... رونقہا منہا

پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ مرکب بانتفاء اجزا یا بانتفاء ایک جزو کی منتفی ہو جاتا ہے پھر مرکب یعنے دلیل پنجم۔ بھی بانتفاء ہر دو جزو کی منتفی ہوگا فقد سکتہ کہ

قولہ ہر دو حدیثوں کے ملانیسے معلوم ہوا۔ کہ ہر رکعت میں قرات فاتحہ فرض ہے

اقول بفضلہ تعالے ان ہر دو حدیثوں سے تو فرضیت فاتحہ کی ایکرکعت میں بھی ثابت نہیں ہوتے فضلاً لمن تکون فی کل رکعۃ۔ جیساکہ حال ہر دو حدیثونکا مفصلاً معلوم ہو چکا ہے۔ فلینصف **قولہ** اس دلیل کے تمام ہوتے ہی مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ بعضے ناظر اس دلیل پر جوش کرینگے۔ کیونکہ **کیدانی** نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو سنیت کا مستلزم بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ **اقول** اولاً۔ لفظ خیال یاد رہی) ناظریں اس دلیل کیا دیوانے ہوئے ہیں۔ یا انکا سر کھجلاتا ہے۔ کہ ایسی خیالی باتوں پر بے وجہ اور بیہودہ شر کریں۔ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو۔ اس دلیل سے نسبت ہی کیا ہے۔ کیونکہ اس دلیل میں اول تو مواظبت کا صریحاً کچھ ذکر ہی نہیں۔ اگر تسلیم کریں۔ کہ فحوائے کلام اور اسکا سیاق دال بر مواظبت ہے۔ تو پھر بھی مواظبت مع عدم الترک بلکہ مع الانکار علے الترک ہونی چاہیئے۔ لیتم التقریب + اور کیدانی علیہ الرحمۃ نے مواظبت مع الترک احیاناً کو مستلزم سنیت فرمایا ہے نہ مع عدم الترک کو۔

حیث قال السنۃ ما واظب النبی علیہ السلام مع الترک مرۃ او مرتین۔ فاین هذا من ذاک **ہاں** البتہ کیدانی نے رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو اس دلیل پنجم سے اسوقت نسبت ہوتی ہے جبکہ اس دلیل میں مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو مثبت فرض قرار دیا جاتا۔ پھر ناظرین جوش کرتے کہ کیدانی علیہ الرحمۃ نے مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو مستلزم سنیت بیان کیا ہے۔ اور دلیل ہذا میں ایسی مواظبت کو مستلزم فرضیت۔ تو بفضلہ تعالے یہاں اسکا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس معلوم ہوا

+ فرضیت کیدانی اجزاء مواظبت بدون ترک ...

بھی کیسی کہ ادنے تامل سے مردود و مطروح ہوں۔ بمقابلہ ایسے بڑے جم غفیر کے کہ اعلے درجہ کے مجتہد ہیں۔ کوئی واثق دلیل اور برہان قطعی کہ مجول ہو۔ آپ پیش کریں۔ وانی ذلک۔ الحاصل الزامی دلیل بھی مثبت مدعا مؤلف رسالہ کے نہیں۔ **قولہ** ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب پڑہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے۔ **اقول** خالی نہیں کہ اس مواظبت سے مراد۔ یا مواظبت مع الترک احیانًا ہے۔ یا بلا ترک۔ یا بلا ترک مع الانکار علی الترک۔ فالاول لا یفید۔ لانہ لا تثبت بھا الرکنیۃ۔ والثانی ایضًا کذلک۔ لکون الاعتکاف مسنونًا۔ مع عدم ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ حتی توفاہ اللہ تعالی ودخل فی جوار رحمتہ۔ لحدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا فی الصحیحین وغیرھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ تعالی۔ والثالث مطالب بالدلیل القوی۔ پس اس بیان سے بھی اثبات رکنیت فاتحۃ الکتاب کا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا **قولہ** اور صحیحین کے مقابلہ آہ **اقول** مستعینًا بحبل اللہ المتین قبل از جواب مقام ہذا میں۔ دو امر تنقیح طلب ہیں (۱) امر من حیث الصیغہ لغۃً دال بر تکرار ہے یا نہیں۔ سو اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ الا مذہب منصور یہی ہے۔ کہ امر من حیث الصیغہ دال بر تکرار نہیں۔ وعلیہ اجماع اھل العربیۃ اور لغت اور شرع بھی اسیکے مقتضی ہیں۔ اور جہاں کہیں تکرار پایا گیا ہے وہ بالقرائن ہے من حیث الصیغہ نہیں فی حصول المامول والحاصل انہ لا دلالۃ للصیغۃ علی التکرار۔ ولا لقرینۃ تفید ذلک۔ وتدل علیہ۔ فان حصلت حصلت التکرار والا۔ فلا یتم استدلال المستدلین علی التکرار بعموم خاصۃ اقتضی الشرع او اللغۃ۔ ان الامر فیہا یفید التکرار لان ذلک

حواشی: مراد العبث میں فاتحہ پر رسول اللہ کے مواظبت کا جواب + صحیحین کے مقابلہ کا جواب + تقیید جو اول +

الترك - في الهداية - في الاعتكاف - والصحيح انه (اعتكاف) سنة
مؤكدة لان النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان
والمواظبة دليل السنة - وفي الفتح فهذه المواظبة مقرونة بعدم الترك
مرة - لما اقترنت بعدم الانكار على من لم يفعله من الصحابة كانت دليل
السنة والا كانت دليل الوجوب (۳) مواظبت بلا الترك احيانا مع
الانكار على الترك - في الفتح والمواظبة المقرونة بالانكار على الترك
دليل الوجوب انتهى بحاصله في الاعتكاف - وفي قمر الاقمار في بحث
الامر المواظبة مع الانكار على الترك موجب للامة - انتهى عبارته (۴) مواظبت
مع الترك احيانا كما مر من الكيداني - مواظبت حکمیہ - مواظبت تشریعیہ

پس مرقومہ عبارات سے ظاہر ہے - کہ استعمال مواظبت کی عبارات فقہا میں کئی طرح
پر آتی ہے - ہم کہتے ہیں - کہ عینی علیہ الرحمۃ کی مراد اس مواظبت سے جو کہ باب النوافل
میں ہے - مواظبت مقرونہ مع الانکار علی الترک ہے - لیحصل التطبیق - اور ایسی مواظبت
مثبت وجوب علی الامۃ بلا ارتیاب ہے - فلا خیر فیہ - پس عینی علیہ الرحمۃ کا بیان
صاحب رسالہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں - ثانیًا بفرض محال اگر عینی علیہ الرحمۃ
کسی مسئلہ میں جمہور فقہاء کے ماہرین واتقین کے خلاف اپنی رائے ظاہر کریں - تو کیا
یہی ضرور ہے کہ وہی قابل عمل ہو - نہ جمہور فقہا علیہ الرحمۃ کا فرمانا - وہ عصمت کی
مدعی تھوڑے ہی ہیں - یہ خواص انبیاء سے ہے - ثالثًا ایسی ایسی الزامی دلائل سے
اثبات سنیت کا کرنا تحقیقات سے بعید ہے - دعوی تو ایسی بڑی وہوم دہام سے مقابلہ
جمہور فقہا کے کرنا - کہ اگرچہ جمہور فقہاء امام ابوحنیفہ - شافعی - مالک - احمد حنبل -
وغیرہم - رحمۃ اللہ علیہم جیسے - مسئلہ مدرک فی الرکوع میں - قائل باعتداد رکعت میں
الا ہمارے رای اونکے برخلاف ہے اور قوی) اور دلائل الزامی پیش کرنے - الزامی

ذلک فلان نشرع فی الجواب **فقوله** صحیحین کے مقابل کی کتاب اصح الکتب ہدایہ شریف میں **اقول** یہ فقرہ بھی کمال تہذیب اخلاق۔ اور عنایت دلی جو کہ مؤلف رسالہ کو صاحب ہدایہ کی نسبت ہے۔ مبنی ہے) وانہ کان (ای علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی صاحب الہدایۃ المتوفی ۵۹۳ھ) اماما فقیہا حافظا محدثا مفسرا جامعا للعلوم ضابطا للفنون متقنا محققا نظارا مدققا زاہدا ورعا بارعا فاضلا ماہرا اصولیا ادیبا شاعرا۔ لم تر العیون مثلہ فی العلم والادب۔ ولہ الید الباسطۃ فی الخلاف۔ والباع الممتد فی المذہب۔ ولہ تصانیف کثیرۃ شہیرۃ غیر خافیۃ علی الماہرین رحمۃ اللہ علیہ **قولہ** رکعت ثانیہ میں قرات کی فرضیت پر ایک عجیب قیاس سے کام لیا ہے **اقول** نہیں بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا ہے۔ حیث قال الامر لا یقتضی التکرار وانما اوجبنا فی الثانیۃ استدلالا بالاولی۔ لانہما متشاکلان من کل وجہ۔ قال العینی قولہ انما اوجبنا فی الثانیۃ بدلالۃ النص۔ وہو معنی قولہ استدلالا بالاولی ش یعنی بالرکعۃ الاولی۔ وبین ذلک بقولہ م لانہما متشاکلان من کل وجہ **وفی فتح القدیر** ولنا قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من القرآن وہو لا یقتضی التکرار۔ فکان مؤداہ افتراضہا فی رکعۃ۔ الا ان الثانیۃ اعتبرت شرعا کالاولی۔ فایجاب القراءۃ فیہا ایجاب فیہا انتہی۔ وحاصل الاستدلال بہذہ الآیۃ۔ ان اقرؤا امر ومقتضاہ الافتراض۔ ولم یفرض خارج الصلوۃ۔ فوجب ان یراد بہ الافتراض الواقع فی الصلوۃ اعمالا فی حقیقۃ حیث امکن۔ فصار المعنی اذا قمتم الی الصلوۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن فی الصلوۃ۔ والامر لا یقتضی التکرار فکان مؤداہ

خارج عن محل النزاع۔ ولیس محل النزاع الا فی مجرد دلالۃ الصیغۃ مع عدم

القرینۃ انتہی۔ **وفی المسلم وشرحہ** لبحر العلوم۔ لنا۔ اولاً اجماع

اہل العربیۃ علی ان ہیئۃ الامر لا تدل علی الطلب فی الاستقبال من المامور

بہ انتہی۔ وقال ابو اسحاق علیہ اکثر الشافعیۃ۔ وہو مقتضی کلام

الشافعی رحمہ اللہ وانہ الصحیح الاشبہ بمذہب العلماء۔ ھذا ایضاً فی

حصول المامول۔ والیہ یشیر کلام القسطلانی۔ حیث قال فی ذیل

حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ وحدیث الباب لا دلالۃ

فیہ علی وجوبہا فی کل رکعۃ۔ بل مفہومہ الدلالۃ علی الصحۃ بقرأتہا

فی رکعۃ واحدۃ منہا۔ لان فعلہا فی رکعۃ واحدۃ یقتضی حصول اسم

قرأتہا فی تلک الصلوۃ۔ والاصل عدم وجوب الزیادۃ علی المرۃ الواحدۃ

انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امر من حیث الصیغہ دال بر تکرار نہیں۔

وحصول التکرار بالقرائن امر آخر لا کلام فیہ (۲) دلالۃ النص کس کو کہتے ہیں

قال الاصولیون۔ الدال بدلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق

للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغۃً لا اجتہاداً۔ وھذہ الدلالۃ

دلالۃ النص ویسمی فحوی الخطاب ولحن القول ومفہوم الموافقۃ۔ وھذا

المعنی یعبر عنہ بالمناط للحکم اس تعریف سے ظاہر ہے۔ کہ ثبوت حکم منطوق

کا واسطے مسکوت کے التزاماً ہوتا ہے۔ مطابقۃً اور تضمناً نہیں ہوتا۔ اور معنی معبر

عنہ بالمناط مدلول معنی لغوی کا ہے۔ شرعی اور عقلی نہیں۔ وقالوا فی مثالہ

لا تقل لہما اف۔ فان اللفظ لتحریم التافیف عبارۃ۔ ویفہم منہ تحریم

الضرب لاجل ان مناط المنع عنہ ہو الایذاء۔ وھذا مفہوم لغۃً۔ فکان

ھذا منہیاً عنہ۔ ومن جزئیاتہ الضرب فیکون منہیاً عنہ ایضاً۔ فاذا مہدنا

تو یہ ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتباع اور انقیاد احادیث اور آثار صحابہ پر ایسے کمال درجہ پر تہا۔ کہ جبتک حدیث خواہ کسی درجہ کی ہو ملتی۔ تو قیاس واجتہاد نفرماتے۔ اور جب کسی واقعہ میں حدیث او رآثار نہ ملتے تو ضرورۃً قیاس مؤثر جو کہ عمدہ تریں اقسام قیاس سے ہے۔ فرماتے۔ ثانیاً۔ قیاس ایسی گری ہوی اور بودی چیز ہے۔ کہ جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاے اور متکلمین۔ کلہم نے از تہ دل قبول کیا۔ اور اصل من اصول الدین ٹہرایا ہاں البتہ بعض معتزلہ اور داؤد ظاہری نے اسکا انکار کیا۔ تہذا اونکے اقوال اہلسنت وجماعت کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مطرود و مردود ہیں۔ اور اونکو کوی قبول نہیں کرتا۔ گو کہ اونکے تابعین اور مقلدین کیواسطے سند وحجت ہوں حصول المامول میں لکھا ہے ذهب الجمهور من الصحابة والتابعين والفقهاء والمتكلمين۔ الى انه اصل من اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التي يرد بها السمع انتهى۔ وفى موضع اخر منها اول من باح بانكار القياس والنظام وتابعه قوم من المعتزلة وتابعهم على نفيه فى الاحكام داؤد الظاهرى۔ قال ابن ابن عبد البر فى كتاب جامع العلم۔ لاخلاف بين فقهاء الامصار وسائر اهل السنة فى نفى القياس فى التوحيد واثباته فى الاحكام۔ الا داؤد فانه نفاه جميعا انتهى۔ اور دراسات اللبیب میں ظاہریہ کی بابت لکھا ہے انهم لا يقولون بالاستنباط رأسا۔ وهم لا يعبأ بهم ائمة الحديث والفقه حتى قال السيوطى وغيره ان الاجماع لا يخرق بخلافهم۔ ومذهبهم مردود بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر فى كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم

افتراضها فی رکعۃ واحدۃ عبارۃً۔ ویفہم منہا الوجوب فی الثانیۃ

بدلالۃ النص۔ لانہا کالاولی من کل وجہ **قال** الحلبی لاشک ان

من فہم اللغۃ ثم علم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولی و الثانیۃ من کل

وجہ۔ ثم سمعہ یقول اقرأ فی الصلوٰۃ تبادر الیہ طلب القرادۃ فی کلا

الرکعتین لملاحظۃ تلک المقدمۃ المقررۃ فی نفسہ۔ پس ماذکر سے

ثابت ہے کہ وجوب قرأت دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے ہے۔ قیاس

سے نہیں۔ کیونکہ قیاس مساوات المسکوت للمنصوص فی علۃ الحکم غیر مفہومۃ لغۃً

کو کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں حکم مسکوت کا لغۃً مفہوم ہے۔ قیاس اور

اجتہاد سے نہیں **قولہ**۔ اول۔ جب امر تکرار کا مقتضی نہیں۔ تو ایزاد و تکرار

نسخ ہوگا آہ **اقول** ایزاد تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تاکہ مستلزم نسخ ہو۔ بلکہ یہ

ایزاد مفہوماً استدلالاً بالنص ہے۔ فلا یکون نسخاً لان النسخ رفع وابطال۔

وھھنا اثبات حکم المنطوق للمسکوت کما مر فلا نسخ ولا قیاس **قولہ**

حنفیہ کے اصول میں لکھا ہے۔ کہ امام کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس

سے مقدم ہے۔ **اقول** اولاً۔ پھر کیا ہوا۔ ما نحن فیہ میں تو اسکا کچھ ذکر ہی

نہیں۔ ثانیاً یہ تقدیم فقط حنفیہ کا ہی حصہ نہیں۔ بلکہ امام احمد حنبل اور امام

شافعی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ثابت ہے وسیجیٔ تحقیقہ عنقریب

فانتظرہ مفتشا **قولہ** حنفیہ کا عمل درآمد امام صاحب کی اس چال پر کیوں

نہیں **اقول** کیوں نہیں۔ اسی چال پر ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جب موجود ہوں تو قیاس سے نہیں کرتے ضرورۃً قیاس سے

کام لیتے ہیں۔ دیکھو کتاب فقہ و اصول **قولہ** اول قیاس نہایت ہی گری ہوئی چیز ہے آہ **اقول**

اول شیخ صاحب کی عبارت کا یہ مدلول ہی کہاں ہے۔ یہ تراش و خراش ذہن رسا اور جودت طبع کا نتیجہ جنکو سوال اللہ

ضمیمۂ ۱: [illegible]

[illegible]

عن ابی حنیفة ایضاً وان الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ ۔ وکذا
اذا تقبلت الامة الضعیف بالقبول یحمل علی الصحیح حتی انه ینزل منزلة
المتواتر فی انه ینسخ المقطوع به انتہی اور فتح القدیر کے باب الجنائز
میں لکھا ہے ولاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع له انتھی ۔ اور
امام نووی کے اذکار کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے قال العلماء من المحدثین والفقہاء
وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث
الضعیف مالم یکن موضوعاً واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع و
النکاح ۔ والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح او
الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شئ من ذلک کما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراھة بعض البیوع او الانکحة فان المستحب ان یتنزہ عنه لکن
لا یجب انتھی ۔ اور سید عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ کے
۲ میں لکھتے ہیں ۔ وقد اطال الامام ابو جعفر الشیزامانی الکلام
فی تبرئة الامام ابو حنیفة من القیاس بغیر ضرورة ۔ ورد علی من نسب الامام
الی تقدیم القیاس علی النص قال انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث
ثم الاثار ثم یقیس بعد ذلک ۔ فلا یقیس الا بعد ان لم یجد ذلک الحکم فی
الکتاب والسنة واقضیة الصحابة ۔ الی ان قال لا خصوصیة للامام
ابی حنیفة بو فی القیاس بشرط المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق
الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلة نصاً من کتاب ولا سنة ولا اجماع ولا اقضیة
الصحابة وکذلک لم یزل مقلدوھم یقیسون الی وقتنا ھذا فی کل مسئلة لا
یجدون فیھا نصاً من غیر نکیر فیما بینھم ۔ بل جعلوا القیاس احد الادلة
الاربعة فقالوا الکتاب والسنة والاجماع والقیاس ۔ وقد کان

وقدمہ قامہ فی اول الکتاب اور نووی شافعی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابتدا کتاب میں نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت ثبت ہی **قولہ** تقیید واتباع باحادیث وآثار کمال کا موجب ہے **اقول** اتباع و انقیاد باحادیث وآثار فی الواقع موجب کمال ہے۔ کون صاحب کمال اس کمال کا نافی اور مانع ہے۔ بوقت ضرورت رجوع بقیاس واجتہاد بھی۔ اتباع قرآن واحادیث وآثار ہے۔ آدمی کے اتباع میں ہی۔ اتباع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لا نہ مستنبط من الکتاب والسنۃ **قولہ** ابن حزم حافظ اور امام ہیں **اقول** درست ہے وہ اپنی گروہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ نہ اہلسنت وجماعت کے امام ہیں۔ اور ابن حزم کا بدین تعظیم وتکریم شیخ صاحب کا ذکر کرنا موجب کمال تہذیب اور حسن اخلاق کا ہے۔ اصحاب کمال ایسا ہی کرتے ہیں۔ برائی سے نام لینا ٹٹ پونجیوں کا کام ہے **قولہ** حنفیوں نے اون پر بہت طعن کیے ہیں **اقول** نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہی اول کتاب میں دو تین کتاب کی عبارت جس سی حال ظاہریہ کا عموماً۔ اور ابن حزم کا خصوصاً معلوم ہوتا ہے مرقوم ہی فلینظر ثمہ **قولہ** امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کرلیتے تھے۔ اور اوسی قیاس پر مقدم کرتے تھے **اقول** یہ مسلک فقط امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نہیں۔ کہ بروقت نملنی حدیث صحیح یا حسن کے بضرورۃ سے حدیث ضعیف پر عمل کرلینا۔ اور مقدم بر قیاس ٹھہرانا۔ بلکہ امام شافعی۔ اور امام احمد حنبل وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مسلک ہی **فی شرح الالفیۃ** للسخاوی۔ احتج احمد بالضعیف حیث لم یکن فی الباب غیرہ وتبعہ ابوداود۔ وقدماہ علی الرأی والقیاس ویقال[عــہ]

ابن حزم حافظ ہی۔ کا جواب +

امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کرلینی کا۔ جواب +

عــہ یقال بصیغہ تمریض بیان کرنا اسی روایت کو ضعف پر دال ہے کما ہو الظاہر ۱۲ منہ عفی عنہ

اوس حدیث کی تصحیح ہے بالکل صحیح نہیں **اقول** کیوں نہیں - بلکہ بالکل
صحیح ہے - اسلئے کہ اوس قائل کی مراد یہ ہے کہ حدیث ضعیف کثیر الطرق
صحت احتجاج میں ملحق بالحسن یا بالصحیح ہے - نہ یہ کہ وہ ماہیتہً صحیح ہوتی
ہے - کما مر من المیزان الکبرےٰ **قولہ** یا یہ کہا ہے کہ امام کے استدلال
کی حدیثیں اگر آج ضعیف ہیں تو امام کیوقت وہ ضرور قوی تہیں - بالکل صحیح
نہیں **اقول** صحیح ہے **میزان کبرے** میں لکہا ہے ان جمیع ما
استدل بہ لمذہبہ اخذہ عن خیار التابعین العدول الثقات الذین ہم
من خیر القرون بشہادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود - و
علقمہ - وعطاء - وعکرمۃ - ومجاہد - ومکحول - والحسن البصری
وامثالہم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین - فکل الرواۃ الذین بینہ وبین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیہم
کذاب ولا متہم بکذب - وان قیل بضعف شئ من ادلۃ مذہبہ
فذلک الضعیف انما ہو بالنظر الی الرواۃ النازلین عن سندہ بعد موتہ
اذا رووا ذلک الحدیث من طریق غیر طریق الامام - وذلک لا یقدح فیما
اخذ بہ الامام عند کل من استصحب النظر فی الرواۃ - وہو صاعد الی النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی ملتقطاً - اس نقل سے ظاہر ہے کہ مرویات
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قوی اور واثق ہیں - اور ضعف من بعدہ کا قادح
مرویات امام کے لئے نہیں **انتباہ** یہ جواب مذکور علی تقدیر التسلیم ہے
والا بنظر تحقیق وتدقیق **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ کا
نقلاً عن ابن حزم - یہ فرمانا - کہ وی رضی اللہ عنہ تا بحد ضرورت نرسد عمل بقیاس
نکند - وعمل بالحدیث باقسام از دست ندہد - تا قول باقسام لائقہ للاحتجاج

قولہ امام کے استدلال کی احادیث اگر آج ضعیف ہیں تو امام کیوقت صحیح تہیں - غلط ہے کا جواب +

الامام الشافعی رضی اللہ عنہ یقول اذا لم نجد فی المسئلۃ دلیلاً قسناھا
علی غیرھا انتھی۔ انتھی **فائدہ** ضعیف مذکور سے وہ ضعیف مراد ہے جسکے
طرق کثیرہ ہوں۔ نہ وہ جو ایک طریق واہی سے آئی ہو۔ لان ذلک الضعیف
ما احتج بہ احد من المجتھدین۔ **قال** السید عبد الوہاب الشعرانی
فی المیزان الکبرٰی۔ رأیت ادلۃ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وادلۃ اصحابہ
ما بین صحیح او حسن او ضعیف کثرت طرقہ حتی لحق بالحسن او الصحیح
فی صحۃ الاحتجاج بہ من ثلاثۃ طرق واکثر الی عشرۃ **وقد**
احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ
بالصحیح تارۃً وبالحسن اخرٰی۔ **وھذا** النوع من الضعیف یوجد
کثیراً فی کتاب السنن الکبرٰی للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج
لاقوال الائمۃ واقوال اصحابھم فانہ اذا لم یجد حدیثا صحیحا او حسنا
یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ یصیر یروی الحدیث
الضعیف من کذا کذا طریقاً و یکتفی بذلک **ویقول** ھذا
الطرق یقوی بعضھا بعضاً۔ فبتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلۃ اقوال
الامام ابی حنیفۃ واقوال اصحابہ۔ فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک بل الائمۃ
کلھم یشارکونہ فی ذلک ولا لوم الا علی من یستدل بحدیث واہٍ جاء من
طریق واحد۔ وھذا لا یکاد احد یجدہ فی ادلۃ احد من المجتھدین۔ فما
منہم احد استدل بضعیف الا بشرط مجیئہ من عدۃ طرق انتھی۔ فثبت
من ھذہ العبارۃ ان الضعیف الذی لہ طرق کثیرۃ ملحق بالصحیح او الحسن
فی الاحتجاج بہ۔ والذی لہ طریق واحد واہٍ لا یحتج بہ واحد من الائمۃ
الکرام **قولہ** جن لوگوں نے فرمایا ہے کہ مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر

(حاشیہ:) مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر اس کی صحت کی دلیل ہے۔ غلط ہے۔ +

کا مقولہ۔ اپنے عموم ظاہری پر نہیں ہے۔ ماول ہے لیحصل التطبیق فتدبر

قولہ مسی کی حدیث اور احادیث مثبتہ بعدیت قرات سے باینکہ وہ حدیثین بلامعارض ہیں آہ **اقول** جواب ان احادیث کا مع حدیث مسئ فی الصلوۃ کے جہاں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مذکور ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ۔ اور بلا معارض ہونا ان احادیث کا اگر بہ نسبت بعدیت کوع قرائت سی ہے۔ تو مسلم غیر مضر ہے۔ بل نقول بہ ایضًا۔ وان کانت حکمًا۔ اور اگر بہ نسبت قرات خلف الامام کے ہیں۔ تو غیر مسلم بل ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اونکے معارض چند در چند موجود ہیں کما اسلفنا فیما مر اٰنفًا۔ اور ضعاف خود ضعاف ہیں۔ معارضہ قرآن کریم اور صحیحہ احادیث کا نہیں کر سکتے علاوہ ان دونوں حدیثوں میں مقتدیکا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ اور نیز جب کہ خبر واحد صحیح ہمارے اصول پر مثبت رکنیۃ نہیں ہو سکتی۔ فکیف الضعیف **قولہ** قیاس سی استدلال کیا نہیں۔ بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا کما مر تحقیقہ **اقول قولہ** پھر قیاس بھی وہ جو متروک ہے آہ **اقول** یہ فقرات بجز خباب کی ضیافت طبع اور قلم فرسائی کے اور کوئی نتیجہ مثبت مدعا نہیں دیتے۔ کیونکہ جب فیما نحن فیہ میں قیاس ہی نہیں۔ تو پھر قیاس شبہ متروک ہو یا نہو۔ ہمیں کیا علاوہ براں جبکہ اکثر اور محققین حنفیہ کے نزدیک قیاس شبہ متروک و مطروح۔ تو پھر خواہ مخواہ صاحب ہدایہ کی کلام کو محمول بر خلاف مذہب محققین کرنا۔ سوا۔ الزام محض کے اور کیا ہے **قولہ** مکلف کو ختیار ہے کسی وقت پڑھ لے **اقول** فرضیت قرات قرآن خارج نماز کے شرعًا ثابت نہیں۔ کما مر۔ پس واجب ہوا کہ مراد اس آیت

سی افتراض واقع فی الصلوۃ ہو۔ اعمالًا للنص فی حقیقۃ حیث امکن ولا یکون حشوًا۔ فثبت ان مدلول الآیۃ۔ فاقرؤا ما تیسر فی الصلوۃ ہے۔ پس

بما عندہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔ ورنہ اگر مراد اقسام حدیث کے من حیث العموم ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حدیث موضوع۔ معلل بعلت قادح۔ اور ضعیف مروی بیک طریق واہی۔ منسوخ۔ مضطرب۔ اور متروک وغیر ذالک معمول بہ امام صاحب کے ہوں وھل ھذا الا سفسطۃ لانہ رحمۃ اللہ علیہ تضیق فی الروایۃ الی الغایۃ حتی انہ شرط التذکر لجواز الروایۃ بعد علمہ انہ خطہ۔ ولم یشترط الحفاظ ھذا۔ وخالفہ فی ذلک صاحباہ۔ ذکرہ ابن الہمام فی الفتح وقال ابن خلدون فی تاریخہ۔ والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی۔ وقلت من اجل ذلک روایتہ فقل حدیثہ۔ لا انہ ترک روایۃ الحدیث عمدًا۔ فحاشاہ من ذلک۔ ویدل علی انہ کبار المجتہدین فی الحدیث اعتمادًا مذھبہ فیما بینہم والتعویل علیہ۔ واعتبارہ ردًا وقبولًا۔ واما غیرہ من المحدثین وھم الجمہور فتوسعوا فی الشروط وکثر حدیثہم۔ والکل عن اجتہاد۔ وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط وکثرت روایتہم۔ **وروی الطحاوی** فاکثر واکتب مسندًا انتہی

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اوسی کتاب یعنی **شرح سفر السعادت** کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ علم بصحت وضعف احادیث در زمان متاخر زمان سابق چہ تواند کہ حدیثے در زمان ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت وقبول در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان وحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس ازان از جہت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعفی پیدا شد۔ پس از حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثے لازم نیاید ضعف وی در زمان امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واین نکتہ ظاہر ست انتہی۔ پس یہ عبادات صاف دال ہیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ

وھو کمال الدین بن ... الحنفی توفی سنہ ۸۶۱ ۱۲

عمل کیا گیا۔ اور حسب تعلیم شارع کے نماز ادا کی گئی۔ تو یہ پہلی رکعت ہوئی۔
اور مامور بہ ادا ہو گیا۔ لان الامر لا یقضی بالتکرار۔ اب دوسری رکعت
میں فرضیت قراءۃ کی دلالۃ النص سے ثابت ہوئی لانہما یتشاکلان من کل وجہ
قولہ اگر تشاکل موجب فرضیت ہی۔ تو نفس فرضیت میں سب رکعتیں متساوی
ہیں آہ **اقول** صاحب رسالہ نے لفظ۔ من کل وجہ۔ کیطرف ملاحظہ
نہیں فرمایا۔ بلکہ اوس سے تساہل کر کے شبہ کر دیا۔ لانہ رضی اللہ عنہ۔ قال
لانہما متشاکلان من کل وجہ یعنے نفس تشاکل موجب فرضیت نہیں۔ بلکہ
تشاکل و تشابہ من کل وجہ موجب فرضیت ہی۔ اور یہ تشاکل کل رکعات میں
نہیں پایا جاتا۔ رکعت اول و دوم باہم متشاکل منکل وجہ ہیں۔ اور سیوم و
چہارم اولیین کے ساتھ متشاکل من کل وجہ نہیں لانہما الخ۔ یہ اعتراض صاحب رسالہ
کا اسوقت وارد ہوتا۔ جب کہ تشاکل مطلق یا بی وجہ کاں مراد ہوتا۔ ولیس ھہنا
کذلک فلا ورد پس سب رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہونی چاہیئے **قولہ**
پس صفت قراءت اور قدر قراءت سی تشاکل ماننا صحیح نہو گا **اقول** اولا
جبکہ اس تحقیقات پر فرضیت قراءت کی دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے بنا بر
مشاکلت کے ثابت اور مبرہن ہو چکی۔ تو پھر صفت قراءۃ اور قدر قراءۃ میں تشاکل
ماننا صحیح ہوا۔ ثانیاً۔ فرضاً تسلیم کیا کہ فرضیت قراءۃ کی رکعت دوم میں دلالۃ
النص سے نہیں۔ بلکہ کسی اور دلیل سے ہے۔ تو کیا رکعت دوم۔ رکعت اول
کے ساتھ صفت قراءۃ میں اور قدر قراءۃ میں متشاکل نہیں۔ نہیں بلکہ ہے لانہ
یجھر فی الثانیۃ کما یجھر فی الاولی۔ یخافت فیہا کما یخافت فیہا
و تقرأ الفاتحۃ مع السورۃ فی الثانیۃ کما تقرأ فی الاولی و غیر ذلک من
الوجوہ المشاکلۃ پس نفی مشاکلت کی بینہما۔ صفت اور قدر قراءت میں۔ جو کہ

فی فرضیت میں سب رکعتیں متساوی ہیں۔ کا جواب

قول بالتخییر باطل ہوا **قولہ** فاقرؤا کے ساتھ فی الصلوۃ کی قید بھی آیۃ میں لگا دیں۔ تو پہلی رکعت کی تخصیص پر بھی نہیں نکلتی **اقول** کیوں نہیں نکلتی ہے **روی مسلم** بسندہ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت فرضت الصلوۃ رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوۃ السفر وزید فی صلوۃ الحضر وبسند اٰخر قالت فرض اللہ الصلوۃ حین فرضہا رکعتین ثم اتمہا فی الحضر۔ فاقرت صلوۃ السفر علی الفریضۃ الاولی **وبسند اٰخر** عن عائشۃ ان الصلوۃ اول ما فرضت رکعتین فاقرت صلوۃ السفر واتمت صلوۃ الحضر ص ۲۴۱ **وروی البخاری** بسندہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ قالت الصلوۃ ما فرضت رکعتان فاقرت صلوۃ السفر واتمت صلوۃ الحضر الحدیث ص ۱۴۸ **وفی روایۃ لہا** قالت فرضت صلوۃ الحضر والسفر رکعتین۔ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ واطمان۔ زید فی صلوۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلوۃ الفجر لطول القراءۃ فیہا۔ وصلوۃ المغرب لانہا وتر النہار۔ رواہ ابنا خزیمۃ وحبان وغیرہما۔ ذکرہ القسطلانی ص ۲۳۲ ج ۲ **وروی البخاری** بسندہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت فرضت الصلوۃ رکعتین ثم ہاجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ففرضت اربعًا وترکت صلوۃ السفر علی الاولی انتہی۔ فثبت من ذلک ان الصلوۃ کانت رکعتین رکعتین اولًا ثم زیدت فی الحضر فالرکعتان الاخریان کانہما زائدتان فلا یعتبر بہما۔ فوجب بالقراٰن فرضیۃ القراءۃ فی احد الرکعتین الاصلیین۔ عبارۃً۔ وفی الاخری بدلالۃ النص **الحاصل** مذکورسے ثابت ہوا کہ نماز کی اصلی رکعتیں دو ہی ہیں۔ تو حسب ارشاد شارع کے فاقرؤا ما تیسر من القراٰن فی الصلوۃ۔ پر جب عمل

بلحاظ وجوب وسقوط نرہا" غیر سدید کمالا یخفے **قولہ** فالتفرقۃ الے قولہ

لایضر **اقول** بل التفرقۃ بالوجوب والسقوط فی نفس الصلوٰۃ تکتفی

لعدم المشاکلۃ فالاتحاد فی بعض الارکان لایضر فافہم **قولہ** اور

ثلاثی نماز میں تو اتحاد فے السقوط والوجوب تیسری رکعت کو بھی حاصل ہے۔

پس حسب استدلال ثلاثی نماز کے تیسری رکعت میں قرارت فرض ہونی چاہئے

اقول لما کانت الثانیۃ متشاکلۃ بالاولی من کل وجہٍ کما فسرہ رحمہ

اللہ۔ وجبت القراءۃ فیہا ایضًا بالدلالۃ۔ والثالثۃ من الثلاثی لما لم

تشاکل بہا مشاکلۃ تامۃ۔ لم تجب فیہا القراءۃ۔ فالمشاکلۃ فے

عدم السقوط لایقدح۔ لانہا لیست مشاکلۃ تامۃ۔ والجزئیۃ لاتعتبر

فلا اشکال قد برّ **قولہ** یا بالعکس یوں کہے کہ پہلی رکعت میں تعوذ بھی

ثنا ہے۔ تکبیر تحریمہ ہے۔ قعدہ ہے۔ اور تشہد اسکے ساتھ نہیں۔ بخلاف دوسرے

رکعت کے الی ما قال قال القدوری رح **اقول** صاحب کفایہ ہدایہ کے حاشیہ میں

لکھتے ہیں المشابہۃ والمشاکلۃ فی الکمیۃ فیما یرجع الے نفس الصلوٰۃ

وارکانہا۔ فالتکبیر شرط وھو زائد۔ والتعوذ والثناء ایضًا زائدان

لیستا من ارکان الصلوٰۃ۔ فالافتراق فیہا لایقدح فی ثبوت المماثلۃ۔ انتھی

اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اذا کانت الصلوٰۃ من ذوات الاربع ففرض القراءۃ

فیہا فی الرکعتین الاولیین انتھی۔ وھذا ھو المذہب المحقق عندنا فلا

محذور۔ بما قیل کذا وکذا **قولہ** رکعتین کو مطلق رکھا ہے اولیین کے ساتھ

مقید نہیں کیا **اقول** اولیین کی قید کی یہاں تو حاجت ہی نہ تھی۔ کیونکہ

رکعتین سے رکعتین اصلیین مراد ہیں۔ نہ مطلق۔ کما مر ان الصلوٰۃ کانت

رکعتین اولاً۔ ثم زیدت الاخریان۔ فوجب بالقرآن فرضیۃ القراءۃ فی احدی

فی الواقع موجود ہے۔ بلا دلیل اور نفی واقع کے ہے فلا یُعتبر۔ **قولہ** تشاکل فی الوجوب والسقوط کا یہ حال ہے۔ کہ وتروں میں اگر کوئی ایک رکعت پر اکتفا کرے تو اوسپر دوسری رکعت کا پڑھنا واجب اور فرض نہیں **اقول** اوّلاً۔ پہلے ہی فرض اور واجب نہیں۔ تاکہ نوبت بدیگری رسد۔ ثانیاً۔ سقوط کے لفظ میں مساہلت ہے لان السقوط لا یکون الا من تمام قبلہ اور وتروں میں یہ بات نہیں۔ لان صلوٰۃ الوتر رکعۃ واحدۃ عند من یری ذلک فاین السقوط یا یوں کہیں۔ کہ صلوٰۃ الوتر میں منجانب شارع کے تخییر ثابت ہے فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل پس تخییر مقتضی سقوط نہیں لانہ اختلاف انواع۔ فاین السقوط ثالثاً۔ وتروں کی حالت سفر وحضر میں برابر اور متحد ہے۔ اور فرائض رباعیہ میں یہ بات نہیں فلا یُقاس الوتر علیہا۔ رابعاً۔ یہ جملہ مذکورہ جواب مبنی بر فرض وتسلیم ہیں۔ ورنہ ہمارے اصحاب حنفیہ کو یہ جواب مضر ہے کب ہے۔ کیونکہ وتر کی ایک رکعت کے جب قائل ہی نہیں۔ اور ایک رکعت کو وہ نماز ہی نہیں کہتے۔ تو ایسی بات غیر مسلم ہے۔ اونپر اعتراض کرنا۔ اونکو کب مضر ہے۔ اور مادہ شبہ کو کب رفع کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایک رکعت کے قائل ہوتے۔ تو البتہ اونپر اعتراض قائم ہوتا۔ واذ لیس فلیس **قولہ** دوسری رکعت عند اللہ ساقط ہوجاتی ہے **اقول** یہ کلام عجیب ہے (۱) دوسری رکعت تو اوسکی تھی ہی نہیں۔ کیا وتر دو رکعت ہی ہوتے ہیں۔ نہیں ہوتے۔ پھر اوسکا ساقط ہی کیا ہوا (۲) جبکہ وتروں کی نماز ایک رکعت ہے (عند القائل بہ) ہے اور اوس کے ادا سے نمازی نے فراغ ذمہ کا حاصل کیا کالمصلی الظہر او العصر اور دوسری کا اوس سے مطالبہ نہیں۔ پھر ساقط کیا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ مؤلف رسالہ کا یہ فرمانا "پس پہلے اور دوسری میں تشاکل

یہ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ دعا میں کچھ پڑہو۔ **اقول** مخاطب اقرؤ فی الصلوۃ کا عالم باللغۃ جب کہ یہ جانتا ہو۔ کہ رکعت اوّل اور دوم میں شارع نے تسویہ من کل الوجوہ قرار دیا ہے۔ تو بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے ضرور سمجھ لیگا۔ کہ مطالبہ قراءۃ کا رکعتین میں ہے۔ ہاں اگر تسویہ مذکورہ سے لاعلم اور جاہل ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ حالانکہ گفتگو اوّل میں ہے نہ دوم میں **قولہ** اگر ایسا متبادر ہوتا جیسا ابن الہمام نے کہا ہے الی آخر ما قال تو ائمہ مذاہب میں ایسا اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسئلہ کا اختلاف تو طرح کو نہ پہونچتا **اقول** اختلاف کا سبب یہ نہیں ہے۔ کہ رکعت ثانیہ بالاولے مشاکل من کل الوجوہ نہیں ہے۔ بلکہ منشاء اختلاف کا یہ ہے کہ آیا یہ مشاکلت تامہ رکعت ثانیہ میں موجب وجوب قراءۃ کا ہے۔ یا نہیں فمن قال بہ فقد اثبت ومن لا فلا یعنی عارف لغت کے لئے فہم مناط حکم کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ فہم حکم مسکوت عنہ کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ لانہ قد یقع الاختلاف فی فہم حکم المسکوت لخفاء تحقق المناط المفہوم فیہ لغۃ کما سمعت اختلاف الشافعی الامام مع ابی حنیفۃ القمقام فی وجوب الکفارۃ بالاکل فی نہار رمضان عمداً **قال** ابو حنیفۃ رحمہ اللہ بالوجوب ولم یری الشافعی ذلک۔ ومأخذ استدلالہما حدیث الاعرابی الذی رواہ الشیخان وغیرہ۔ اذ جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فقال ہلکت یا رسول اللہ وقعت علی امراتی وانا صائم الحدیث۔ فانہ یفہم کل من یعرف اللغۃ۔ ان مناط سوال الاعرابی وجوابہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو الجنایۃ الکاملۃ علی الصوم لا نفس القربۃ مع اہلہ فزعم الشافعی ان الجنایۃ الکاملۃ ہی الافطار بالوقاع فقط لا غیر وعند ابی حنیفۃ مطلق الافطار سواء کان بالجماع او بالاکل منشاء اختلاف کا عدم تبادر نہیں۔ بلکہ خفاء تحقق حکم مناط کا ہے وبینہما کما بینہما

الركعتين الاصليين عبارةً وفي الاخريين منهما بالدلالة ۔ فوجبت في
الركعتين الاصليين ۔ فلا ورود بعد التقييد **قوله** کوئی یہ جواب دے
کہ یہ استدلال بدلالۃ النص ہے نہ بقیاس شرعی **اقول** اسکے پہلے امر دوم کی
تحقیقات میں گزر چکا ہے ۔ کہ دلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق
للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغةً لا اجتہاداً ۔ یعنی ہیئت
مجموعی کلام سے حکم مسکوت کا التزاماً مفہوم ہوتا ہے ۔ سو اس تعریف سے ثابت ہے
کہ من فہم اللغۃ وعلم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولی والثانیۃ من کل وجہ
ثم یقال لہ اقرأ ما تیسر لک من القرآن فی الصلوۃ یتبادر الیہ القراءۃ فی کلا
الرکعتین ۔ بملاحظۃ تلک المقدمۃ المقررۃ فی نفسہ یعنے ہیئت مجموعی کلام
سے بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے وہ ضرور جان لیگا ۔ کہ مطالبہ قراءت کا
رکعتین میں ہے ۔ کیونکہ دلالۃ النص صفت کلام کی ہی ۔ نہ کلمہ کلمہ کی ۔ فتدبر
قوله نہ شارع نے دو رکعت میں تسویہ کا حکم دیا ہے ۔ نہ فی الواقع ہی **اقول**
آفتاب نصف النہار کا انکار ہے ۔ کیا شارع کا حکم نہیں ہے ۔ کہ سفر میں قصر کیا
جاوے ۔ اور دو ہی رکعت پڑہی جاویں ۔ یا کیا واقعہ کے خلاف ہی کہ ہر دو رکعت
سفر میں ساقط نہیں ہوتیں ۔ یا صلوۃ جہریہ میں ۔ جہر فی الرکعتین نہیں ۔ اور
سریہ میں عدم جہر ۔ یا ہر دو میں فاتحہ مع السورۃ نہیں پڑہی جاتی ۔ یہ تسویہ واقعہ
ہے ۔ یا غیر واقعی ۔ اور تعوذ ۔ ثنا ۔ وغیرہ کا اگر خیال ہو ۔ تو اسکا جواب معلوم ہی
ہو چکا ہے ۔ پہر نفی تسویہ کی جو فی الواقعہ کفنے واقعہ کی ہی ۔ کون تسلیم کرتا ہے ۔
قوله ارکان کے لحاظ سے اکثر رکنوں میں سب رکعتیں مساوی ہیں **اقول**
مساوات اور مشاکلت من کل الوجوہ لی گئی ہے ۔ نہ مساوات جزئیہ اور اکثریہ ۔ فہذہ
المساوات الجزئیۃ لا یقدح فی المقصود **قوله** اقرأ فی الصلوۃ کا مخاطب عالم باللغۃ

فی الاثنین وفی اخرھن۔ ھکذا ذکرہ الطحاوی فی شرح الآثار۔ اور نیز
اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ آلاحنفیہ کرام نے تین رکعات وتر بلا فصل
سلام کو مرجح پایا۔ اور عملدرآمد تین رکعت پڑھی فرمایا۔ لورود الاحادیث
الصحیحۃ الصریحۃ المحکمۃ فی التثلیث **روی النسائی** عن عائشۃ رضی
اللہ عنھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر **وروی ایضا**
عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح
اسم ربک الاعلی۔ وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یایھا الکافرون۔ وفی الثالثۃ
بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرھن الحدیث **وروی الحاکم**
فی المستدرک وقال انہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔ ولم یخرجاہ۔ و
لفظہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی
اخرھن انتھی۔ وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الرکعتین
الاولیین من الوتر انتھی۔ **ثم** اخرج عن جیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن
عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقہ منہ
فکان ینتھض فی الثانیۃ بالتکبیر انتھی۔ وسکت عنہ ذکرہ الزیلعی فی
تخریج احادیث الھدایۃ مع ایراد **وروی الطحاوی** من طریق
صحیح عن انس انہ صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن **وایضا**
الطحاوی من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس قال الوتر ثلث رکعات
وایضا الطحاوی من طریق المسور بن المخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ عنہ
لیلاً فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم
الا فی اخرھن ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایۃ ص۱۵۱ ویؤیدھا۔ ما رواہ
اصحاب السنن الاربعۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وقال

فافہم۔ اور اگر رکوع و سجود کا اختیار۔ اور الامر لا یقتضی التکرار کا جواب سبق
میں گزر چکا ہے **قولہ** اقول رویناً فی جزء القراءۃ ثنا محمود الی آخرہ
اقول اس حدیث کی سند میں سفیان بن حسین ابو محمد الواسطی ہے اور وہ
زہری سے روایت کرتا ہے سو میزان الاعتدال میں لکھا ہے یروی عن
الزہری مضطرب فیہ۔ قال احمد لیس بذاک فی الزہری۔ و روی یعقوب
بن شیبہ عن یحیی کان ثقۃ ولم یکن بالقوی۔ و روی ابو داؤد عن
یحیی لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری۔ و قال ابن معین لم یکن
بالقوی۔ و قال ابو حاتم صالح الحدیث یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔ و قال
س لیس بہ باس الا فی الزہری اس حدیث کا یہ حال مختصر ہے۔ تفصیل قیام میں
گزر چکا ہے۔ اسی پر صاحب رسالہ نازاں ہو کر فرماتے ہیں رویناً فی الجزء الخ اگر یہ
حدیث صحیح قابل الاحتجاج ہوتی۔ تو غالباً بخاری علیہ رحمۃ الباری اپنی جامع
میں درج فرماتے۔ **قولہ** و ثبت عنہما و ابن مسعود الخ **اقول** قدم جوابہا
فی الآثار۔ بل ذکرہما فی ہذا الفصل لیس سدیدا عند ارباب الاثر فکان
لان الکلام ہہنا لیس فی قراءۃ المتخلف الامام فحسن ایرادہما فی ہذا المقام
قولہ و من قال الخ **اقول** سلمنا المواظبۃ لکن این دلالۃ ہذہ المواظبۃ
علی الافتراض المبحوث ہہنا۔ بل غایتہا السنیۃ و نحن نقول بہا ایضا
و من ہہنا قال اصحابنا ترک القراءۃ فی الاخریین اساءۃ بل قال بعضہم
بالوجوب **قولہ** عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اقول**
اس مسئلہ میں اقوال علماء امت کے مختلف ہیں ذہب بعض الی ان الوتر رکعۃ واحدۃ
و ذہب قوم الی ان الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی آخرہن۔ و ذلک مذہب
اصحابنا الحنفیہ و مختارہم۔ و بعضہم ذہبوا الی ان الوتر ثلث رکعات یسلم

وابن عباس - وابی ایوب - وعبدالرحمن بن ابزی الی آخرہ **وماروی**
النسائی بسنده عن محمد بن علی عن ابیه عن جده عن النبی صلی الله علیه وسلم
انه قام فاستن (مسواک کیا) ثم صلی رکعتین ثم نام ثم قام فاستن ثم توضأ فصلی رکعتین
حتی صلی ستا ثم اوتر بثلث الحدیث **وماروی** الطحاوی عن ابی
الزناد عن ابیه عن الفقهاء السبعة سعید بن المسیب وعروة بن الزبیر والقاسم
بن محمد - وابی بکر بن عبدالرحمن - وخارجه بن زید - وعبیدالله بن
عبدالله - سلیمان بن یسار فی مشیخة سواهم اهل فقه وصلاح وفضل -
وربما اختلفوا فی شیء فاخذ بقول اکثرهم وافضلهم رایا. فکان
دعیت عنهم علی هذه الصفة ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی اخرهن انتهی
و ما اخرج محمد فی کتاب الآثار عن ابن مسعود انه قال ما اجزأت رکعة
قط - و اخرجه الطبرانی عن ابراهیم قال بلغ ابن مسعود ان سعدا
یوتر برکعة فقال ما اجزأت رکعة قط و ما اخرج الطحاوی بسنده
عن عقبة بن مسلم قال سألت عبدالله بن عمر عن الوتر فقال تعرف وتر
النهار فقلت نعم صلوة المغرب قال صدقت واحسنت انتهی و
ما اخرج بسنده عن ابی خالد سألت ابا العالیة عن الوتر - فقال علمنا
اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الوتر مثل صلوة المغرب هذا
وتر اللیل وهذا وتر النهار انتهی - اور ماذکر کے سوا اس باب میں آثار بہت ہیں مگر
طوالت اجازت نہیں دیتی ہے ورنہ آں مباش کہ مضمون نماندہ ست + صد
سال میتوان سخن زلف یار گفت + **شرح معانی آثار طحاوی** رحمۃ اللہ علیہ
قابل دیکھنے اور ملاحظہ کے ہے ۔ وہ بسط کلامی ہو تو ایسی ہو - اور سحر بیانی ہو تو
ایسی ہو - جسکی اوصاف اور مدائح سے زبان قلم بریدہ زبان - بریدہ زبان [illegible]

ف ما قال النووی فی شرح [illegible]

صحیح علی شرط الشیخین۔ ولم یخرجاہ۔ وقد رواہ الطحاوی فی شرح الآثار **عن عائشۃ** ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعۃ الاولی من الوتر بفاتحۃ الکتاب وسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یاایہا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ہو اللہ احد والمعوذتین۔ وما رواہ الطحاوی بسندہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الی اخرہ بنحو حدیث عائشۃ **وما رواہ** ایضًا بسندہ عن سعید بن عبد الرحمان بن ابزی عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوتر فقرأ فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الی اخرہ **و** اخرج عن علی وعمران بن حصین نحوہ۔ واخرج النسائی والترمذی وابن ماجہ قال النووی فی الخلاصۃ باسناد صحیح عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی۔ وقل یاایہا الکافرون۔ وقل ہو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ **ذکرہ الزیلعی**

و ما رواہ النسائی وبوب علیہ وقال باب کیف الوتر بثلث عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سال عائشۃ ام المؤمنین کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔ یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعًا فلا تسال عن حسنہن وطولہن۔ ثم یصلی ثلاثًا الحدیث **و** ما رواہ للترمذی ویوب علیہ وقال باب ما جاء فی الوتر بثلث بسندہ **عن** علی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فیہن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ بثلاث سور اخرہن قل ہو اللہ احد وفی الباب عن عمران بن حصین وعائشۃ

فاوترت بواحدة رواہ الجماعة منتقی ا **قول** وروی البخاری ایضاً بسندہ عن ابن عمر ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوة اللیل فقال صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلی الحدیث فعیه اولاً اس حدیث سے کہاں ثابت ہے ۔ اور یہ حدیث کب دال ہے ۔ کہ رکعت واحدہ بتحریمہ مستانفہ ہو ۔ بل یحتمل کلا ۔ یعنی یحتمل ان تکون بتحریمة مستانفة ۔ ویحتمل انه اذا خشی الصبح صلی واحدة متصلة بما قد صلی فکیف ینتهض حجة فی اثبات المرام ۔ لان الاحتمال یعقد الحجة عن الحجیة ۔ وکیف یقاوم الصرائح التی ذکرناها ۔ وثانیاً اگر مدلول لفظ حدیث کا ایسا ہی ہو جیسا صاحب رسالہ فرماتے ہیں ۔ تو بھی ایک رکعت ہونا وتر کا بضرورت خوف طلوع صبح کے ثابت ہوا نہ مطلقاً کما یدل علیه لفظ الحدیث فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة پس بوقت عدم ضرورت یعنی وسعت وقت کے ایک رکعت ہرگز نہ پڑھنی چاہیئے ۔ شافعیہ ومن توافقهم کے نزدیک تو اس لیئے کہ وہ مفہوم شرط کے قائل ہیں ۔ اور حنفیہ ومن معهم کے نزدیک یہی نہیں چاہیئے لان ما وراء الشرط مسکوت فیبقی علی الاصل وهو العدم **وقال** ابن الهمام فاذا ابیحت بشرط تبقی ما وراءه علی العدم لکنا لا نجیزها ایضاً ۔ لذلك عند خشیة الصبح لانه احد محتملیه المتساویین کما قلنا ۔ فلا یجوز الحمل علیه بعینه انتهی **الحاصل** یہ حدیث مثبت وحدة مطلقة نہیں ۔ بلکہ وحدة عند خشیة الصبح کے ہے ۔ ومع ذلک محتمل الوجهین ہے ۔ فلا یقوم به الحجة ۔ وثالثاً ایسی وحدة رکعت کی مرویات سنت فعلیہ علیہ السلام کے خلاف ہی کہ انہ لم یرو احد نصاً انه صلی اللہ علیہ وسلم صلی الوتر رکعة واحدة فقط ومن ادعی فعلیه البیان ۔ ودق حرط القتاد **قوله** حنفیہ نے اوتر بواحدة کا ترجمہ فرمایا ہی طاق کردی پہلی نماز

مطری قاصر اللسان ہے درشتہ ہے ز وصف ناتمام ما جمال یار مستغنی ست +
باب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبارا + یہ مختصر حال ماخذ حنفیہ کرام کا ہے
اور یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ + اور علی بن ابی طالبؓ + اور ابن مسعود۔ اور
ابی + اور انس بن مالکؓ اور ابن عباس + اور ابی امامہ + اور عمر بن عبد العزیز
اور حذیفہ۔ اور ابن المسیّب + اور عروہ بن زبیر + اور قاسم بن محمد۔ اور ابی بکر
بن عبد الرحمن + اور خارجہ بن زید + اور عبید اللہ بن عبد اللہ + اور سلیمان
بن یسار۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کا ہے ذکرہ فی النہایۃ وذکر الترمذی
قال سفیان والذی استحب ان یوتر بثلث رکعات وھو قول ابن المبارک
واھل الکوفۃ انتھی و قال الشمنی فی شرح النقایۃ مذھبنا اقوی من
حیث النظر لان الوتر۔ لا یخلو اما ان یکون فرضًا او سنۃً فان کان فرضًا
فالفرض لیس الا رکعتین او ثلاثا او اربعًا۔ وکلھم اجمعوا علی ان
الوتر لا یکون اثنین ولا اربعًا۔ فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا نجد لھا
سنۃ الا ولھا مثل فی الفرض۔ والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وھو
ثلاث انتھی **کذا فی التعلیق الممجد** قلت ذکرہ الطحاوی

حدیث صلوۃ اللیل مثنی مثنی کا جواب +

ابسط من ذلک من شاء فلینظرہ۔ قال الزیلعی ھذا الذی قالہ حسن جدا۔ وذکر
الحازمی فی کتابہ الناسخ والمنسوخ ان من جملۃ الترجیحات۔ ان یکون احد
الحدیثین موافقا للقیاس دون الاخر فیکون العدول عن الثانی الی الاول
متعینًا۔ انتھی بمضمونہ وقال بعض اصحابنا ان تعیین الوصل والاقتصار
علی ثلث حسن۔ لان الصحابۃ اجمعوا علی ان الوتر بثلث موصولۃ حسن جائز
واختلفوا فیما زاد او نقص فاخذنا بما اجمعوا علیہ وترکنا ما اختلفوا فیہ
واذا سمعت ما تلونا۔ فنقول **قولہ** صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خفت الصبح

تسلیم کے معنے ہیں السلام علیك ایها النبی کہنا آہ **اقول** صحیح مسلم کی عبارت
یہ ہے - عقبہ بن حریث کہتے ہیں - سمعت ابن عمر یحدث ان رسول اللہ ص
صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ اللیل مثنی مثنی - فاذا رایت ان الصبح یدرکك
فاوتر بواحدۃ - قیل لابن عمر ما مثنی مثنی قال ان تسلم فی کل رکعتین
انتہی ص۲۵۷ آفتاب نصف النہار سے روشن ہے - کہ یہ قول سرور انبیا صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہیں - بلکہ موقوف ابن عمر کا بیان ہے - تسلیم کیا کہ تفسیر راوی ثقہ معتبر
کی ہے - الا انکار احتمال - کہ محتمل دو معنوں کا نہیں ہے - انکار بداہتہ ہے - کیونکہ
اسکے معنی سلام بعد الرکعتین کے بھی ہو سکتے ہیں - اور السلام علیک ایہا النبی
کا بھی محتمل ہے - اب ہم **میزان الاعتدال** سے دیکھتے ہیں - کہ ان ہر دو
احتمال سے رجحان کسکو ہے - تو ہمنے دیکہا کہ خود ہی حضرت ابن عمر رض احد المحتملین کو
ترجیح فرما رہے ہیں - **روی مالك** فی مؤطاہ عن عبد اللہ بن دینار ان
عبد اللہ بن عمر کان یقول صلوۃ المغرب وتر صلوۃ النہار انتہی **ورواہ**
محمد ایضا فی مؤطاہ عن مالك بہذا السند **ورواہ** ابن ابی شیبۃ مرفوعا
من حدیث ابن عمر بلفظ صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا اللیل **قال**
العراقی مسند صحیح ذکرہ الزرقانی - ہکذا فی التعلیق الممجد واخرج الطحاوی
عن عقبۃ بن مسلم قال سالت عن ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النہار -
فقلت نعم - صلوۃ المغرب فقال صدقت و احسنت انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ
حضرت ابن عمر نے صلوۃ الوتر کو بصلوۃ المغرب تشبیہ دی - اور ظاہر ہے - کہ
صلوۃ المغرب تین رکعت بلا سلام ہے - تو وتر بھی ضرور ایسی ہی ہونے چاہیئے - تا
کہ تشبیہ تمام ہو - اور اسی تشبیہ تام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام الوقت پہلو درجہ کے
فصیح و بلیغ محاورات عرب سے بدرجہ اتم ماہر - جنکی فصاحت و بلاغت کی تعریف

کو ایکرکعت ملا کر **اقول** صرف حنفیہ ہی کا یہ ترجمہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر راوی
حدیث۔ بلکہ سید الانبیاء خاتم الرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت بیان
خود ترجمان اس ترجمہ کا ہے۔ **روی البخاری و مسلم** ان رجلاً سأل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل۔ فقال۔ صلوۃ اللیل مثنی مثنی
فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی یعنی ایک
آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا سوال کیا۔ پس حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم سی کسی کو
خوف طلوع صبح کا ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ یہ رکعت طاق کردے پہلی نماز کو۔
وروی مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رجلاً۔ نادی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد۔ فقال یا رسول اللہ کیف اوتر صلوۃ اللیل
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ اللیل فلیصل مثنی مثنی
فان احس ان یصبح۔ سجد سجدۃ۔ فاوترت لہ ما صلی یعنی کسی نے پوچھا
یا رسول اللہ میں وتر کی نماز کسطرح پڑھوں۔ آپنے فرمایا۔ دو دو۔ جب معلوم ہو
کہ صبح ہونیکو ہے۔ تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ پس یہ ایکرکعت پہلی کو طاق کردیگی
اور اسی (توتر لہ ما قد صلی) جملہ حدیث کو امام مالک۔ اور نسائی وغیرہ نے بھی۔
بیان کیا ہے۔ آپ فرمائیے۔ کہ یہ ترجمہ (طاق کردے ایکرکعت سی پہلے نماز کو) حنفیہ
کرام کا خانہ زاد۔ اور ایجاد ہے۔ یا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی کلام معجز نظام (توتر
لہ ما قد صلی) سی مستفاد ہے۔ وحدت رکعت کی۔ صلی رکعۃ واحدۃ سی ہی
مستفاد تھی۔ توتر لہ ما قد صلی کا۔ پھر فائدہ ہی کیا۔ **طرفہ تر یہ ہی**۔ کہ
اس جملہ والی حدیث کو صاحب رسالہ نے معرض استشہاد میں بیان نہیں فرمایا **قولہ**
پھر جب سنایا گیا زاد احمد تسلم فی کل رکعتین۔ وکذا مسلم من ابن عمر۔ تو کھدیا

کیوقت ایسا افعال کردنی وضروری ہی ساقط ور مبدل ہوجاتے ہیں۔ نظائر
اور تماثیل اسکے ازبس روشن اور ظاہر ہین۔ پس ایسا فعل دوام کی لئی عند
المعارضہ حجت متصور نہیں ہو سکتا۔ وھذا الجواب تسلیمی والزامی ثانیًا تسلیم بمقتضائے
کان یسلم کے کما قیل ہمنے تسلیم کیا کہ یہ فعل ابن عمر کا دائمی اور عادی تہا۔ یعنی
آپکی عادت مبارک اور شیمہ کریمہ ایسی ہی تہی۔ کہ وتر بدین طریق مذکور دوامًا پڑہتے
تو حاصل کلام یہ ٹھہرا کہ سرمایہ خیریت دارین کا اتباع معمولات صحابہ کرام کو۔ جو کہ
سالک مسالک سیرت احمدیہ علیہ التحیہ کے ہیں۔ مقرر کیا جاوے۔ تو پھر کیوں نہ فعل
ابن عمر سے۔ فعل حضرت عمر فاروق رض۔ اور علی بن ابیطالب رض۔ اور عبد اللہ
بن مسعود رض۔ اور عبد اللہ بن عباس رض۔ اور ابی بن کعب رض۔ اور انس بن مالک رض
وغیر ذلک۔ کو مرجح جانکر انکے شیمہ کریمہ اور معمولات کو مقتدا اور پیشوائے عمل قرار
دیا جاوے۔ ومن ھھنا قال الحسن اذا قیل له ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین
الاولیین من الوتر فقال کان عمر افقه منه فکان ینھض فی الثانیة با
لتکبیر ومن غیر ذلک قبل ذلک۔ وقال محمد فی موطاه بعد ذکر اثر
ابن عمر ھذا۔ لسنا ناخذ بھذا ولکنا ناخذ بقول عبد اللہ بن مسعود رض وابن
عباس رض ولا نری ان یسلم بینھما۔ وقال مالک بعد روایة ان سعد بن ابی
وقاص کان یوتر بعد العتمة بواحدة لیس علی ھذا العمل عندنا ولکن ادنی الوتر
ثلث انتھی۔ ثالثًا ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے عملدرآمد سے قطع نظر کرکے ہم
تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سیرت کریمہ اور فعل مبارک حضرت عمر کا ہی واجب الاتباع ہے۔
الا بمقابلہ سنت سنیہ نبویہ علی صاحبہا الصلوة والسلام کے۔ تو چراغ پیش آفتاب یا
بمنزلہ سراب ہے۔ روی النسائی عن عائشة انه صلی اللہ علیہ وسلم
لا یسلم فی رکعتی الوتر وروی ایضًا عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی

وما روی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذلک - فھو متأول۔ قال الطحاوی - فقد ثبت بھذہ الآثار التی رویناھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الوتر اکثر من رکعة - ولم یرد فی الرکعة شیء الا وتاویله یحتمل ما قد شرحنا وبیناہ فی موضع من ھذا الباب انتھی ایضًا ١٢م

امام شافعی جیسے امام الوقت افصح و ابلغ۔ فرماتے ہیں۔ ما رئیت احدًا افصح منہ
کان القرآن نزل بلغتہ۔ اور نیز امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اُستاذ ہیں۔ باب منعقد
کرکے اسی حدیث (صلوٰۃ المغرب وتر صلوٰۃ النہار) کو لاکر نتیجہ تحریر فرماتے
ہیں۔ قال محمد وبهذا ناخذ وينبغي لمن جعل المغرب وتر صلوة النهار كما
قال ابن عمر ان يكون وتر الليل مثلها لا يفصل بينهما بتسليم كما لا يفصل
في المغرب بتسليم وهو قول ابي حنيفة رحمة الله انتهى بلکہ یہہ روایت عبد اللہ
بن مسعودؓ سے بھی ثابت مروی **روی محمد** عن عبيدة قال قال عبد الله
بن مسعود الوتر ثلث كصلوة المغرب (انتہی ملخصاً) اور عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی
ہے **روی محمد** عن عطاء بن يسار قال ابن عباس الوتر كصلوة المغرب
انتهى فليحفظ ذلك (انتہی ملخصاً) لكن اس بیان و تقریر میں۔ الخدشہ باقی رہا وہ
یہہ ہے کہ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہی **روی**
البخاري عن ابن عمر انه كان يسلم بين الركعتين والركعة في الوتر آہ
تو اسکا جواب قول ذیل میں گزارش ہوتا ہے **قولہ** روی البخاری عن ابن عمر
انه كان يسلم بين الركعتين والركعة في الوتر حتى كان يامر ببعض حاجته
اقول لفظ كان حتی كان يامر میں سہو قلم ہے صحیح حتی یامر ہے) اولاً
ابی بکر قسطلانی نے **مواہب لدنیہ اور شرح بخاری** میں لکھتے ہیں وعبارتہ هذه
كان ابن عمر يسلم بين الركعة والركعتين في الوتر حتى يامر ببعض حاجته۔ ق
هذا ظاهره انه كان يصلي الوتر موصولاً۔ فان عرضت له حاجته۔ فصل
ثم بنى على ما مضى انتهى **قسطلانی علیہ الرحمۃ** کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ فعل دائمی
حضرت عمرؓ کا یہہ تہا۔ کہ وتر موصولاً پڑہتے۔ الا احیاناً بوقت عروض حاجت۔ و
ضرورت کے کبھی فصل کرتے۔ اور بخاری خود ثابت ہے کہ عروض حاجت اور ضرورت

رکعت فقط ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ ایک رکعت مع ما قبل کے ملکر یہ تمام ذکر ہو۔
چنانچہ تو ترک صلوٰتک اسی احتمال کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نیز وہ جملہ روایات
جو کہ در باب تثلیث وتر کے وارد ہوئی ہیں۔ انہیں معنونکے معاضد اور مؤید
ہیں۔ پس حدیث محتمل المعنیین کو اپنے اثبات مدعی کے لئے صریح قرار دینا
خیر خفا میں ہے۔ بلکہ یہ روایت اثبات مدعی میں پہلی روایت سے بھی کمتر
ہے۔ فکیف یکون صریحاً **قولہ** روی سعید بن منصور باسناد صحیح۔ صلی ابن عمر
رکعتین ثم قال یا غلام ارحل لنا ثم قام و اوتر رکعۃ **اقول**
قال الفاضل الکنوی فی التعلیق المجد۔ ناقلاً عن زرقانی اما روایۃ
سعید فمحتملہ انتھی پس یہ روایت بھی چونکہ مع الاحتمال ہے۔ صریح فی المقصود
نہیں ہے۔ **قولہ** اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یسلم بین کل رکعتین و یوتر
بواحدۃ **اقول** طحاوی رحمۃ اللہ نے شرح آثار میں لکھا ہے ولما قولھا
رای عائشۃ یسلم بین کل رکعتین۔ فان ذلک محتمل ان یکون کان
یسلم بین کل رکعتین فی الوتر وغیرہ۔ فثبت بذلک ما ذھب الیہ اھل
المدینۃ من التسلیم بین الشفع و الوتر۔ ویحتمل ان یکون کان یسلم بین
کل رکعتین من ذلک غیر الوتر۔ فیتفق ذلک و حدیث سعد بن ھشام
ولا یتضادان۔ مع انہ قد روی عن عروۃ فی ھذا۔ خلاف ما رواہ الزھری
عنہ انتھی۔ ثم سرد الاحادیث۔ طحاوی علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ یہ
روایت محتمل المعنیین ہے فلم تکن نصاً فی المقصود **قولہ** اور ظاہر ہے۔ کہ
گیارہ رکعتوں میں سلم کے معنے اوسط فی التشہد کے حنفیہ کے نزدیک ہی بن نہیں
سکتے **اقول** حنفیہ کرام نے یہ دعوی ہی کب کیا ہے۔ کہ گیارہ رکعت میں

انتظام ارض

اللہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی - وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایہا
الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرھن **وروے**
الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاہ
ولفظہ قالت یعنی عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا
یسلم الا فی اخرھن - وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم الا
فی اخرھن - وروی ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی
الحدیث **ھکذا فی الفتح** اور سوا اس کے اور احادیث بہت ہیں - جو کہ تثلیث الوتر
کے مؤید ہیں - اور اونکا ذکر سابق میں مؤیدات میں گزر چکا ہے **قولہ** اور اس
سے صریح عن ابن عمر وابن عباس انھما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر
رکعۃ من اخر اللیل رواہ احمد ومسلم **اقول** روی الطحاوی عن ابن عمر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر رکعۃ من اخر اللیل - ثم قال ذھب قوم الی
ھذا - وخالفھم فی ذلک اخرون فقال بعضھم الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخر
ھن - وقال بعضھم الوتر ثلث رکعات یسلم فی الاثنین وفی اخرھن **وکان**
قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعۃ من اخر اللیل - قد یحتمل عندنا ما
قال اھل مقالۃ الاولی ویحتمل ان یکون رکعۃ مع شفعۃ قد تقدمھا - وذلک
کلہ وتر فیکون تلک الرکعۃ توتر المتقدم لھا - وقد بین ذلک ما رواہ
بعضھم عن ابن عمر - ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل فقال
مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعۃ واحدۃ - توتر لک صلوتک انتھی مختصرا
ثم سرد لاثبات المدعی احادیث کثیرۃ - **حاصل کلام شیخ** یہی کہ - الوتر رکعۃ
من اخر اللیل محتمل دو معنو نکا ہے - احتمال ہے کہ اسکے معنے یہہ ہوں - کہ وتر ایک ہی

ابن حزم کے کذب صریح کا جواب

ابن حزم نے کہا ہے الی قولہ - وقال قد روینا من طریق عبد الرزاق عن ابن
عباس - الثلاث بتیرا - یعنی الوتر - فعاد البتیرا علی المحتج بالخبر الکاذب
اقول ہذا کذب بحت یکذبہ ما رواہ الحاکم فی المستدرک - وقال انہ صحیح
علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاہ - **عن عائشۃ** مرفوعاً کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرھن **وفی لفظ**
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر -
وما روی النسائی عن عائشۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی
الوتر - وما رواہ ایضاً عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی - الی ان قال - وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد
ولا یسلم الا فی اخرھن انتہی - ومر تمامہ فیما سبق **وما رواہ ابو داؤد**
وغیرہ مرفوعاً - ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث - وما رواہ الترمذی
عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فیہن الحدیث
قال وفی الباب عن عمران بن حصین - وعائشۃ - وابن عباس - وابی - وایوب
وعبد الرحمن بن ابزی انتہی - **وما روی البخاری** فی صحیحہ عن القاسم
رأینا اناسا منذ ادرکنا - یوترون بثلث الی اخرہ **وما روی الطحاوی**
عن انس انہ قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات - وما اخرج
الطحاوی عن ثابت صلی بی انس الوتر - وانا عن یمینہ - وام ولدہ خلفنا -
ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن وما اخرج عن المسور قال دفنا ابا بکر لیلا
فقال عمر انی لم اوتر - فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخر
ھن وما اخرج عن ابی الزناد عن الفقہاء السبعۃ - سعید بن المسیب الی اخرہ کما
مر فیما مر - وما ذکرنا من الاحادیث الوتریۃ فیما سبق - فہذہ الاحادیث

یسلم کے معنی اوسط تشہد کے ہیں۔ تاکہ اونپر یہ اعتراض وارد ہو۔ بلکہ حنفیہ کے
معنی اور توجیہ۔ طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر۔ **قولہ** راوی کی
تفسیر اور راوی کا قول اگر حنفی حجت جانتے ہیں **اقول** راویکا قول اور راوی
کی تفسیر علے الاطلاق حجت نہ ہونا حنفیہ کا مذہب نہیں کما مر فیما مر۔ مع انہ
محتمل الوجہین **قولہ** اگر عبارۃ النص کو ترجیح دیتے ہیں **اقول** عبارۃ
النص ہی کہاں۔ لیتنج کما مر فیما تلونا **قولہ** اگر انصاف کا
خون نہیں کرتے **اقول** انصاف کا خون تو حنفیہ نے کیا کرنا ہے۔ اور کیوں
کریں کہ درپئے تطبیق احادیث ہیں **ہاں** اگر ایسے منصف طاعن کا خون
کرنہیں دریغ نکریں تو بعید نہیں **قولہ** اگر اوسے فقیہ مانتے ہیں **اقول**
لاشک فی کونہ فقیہا۔ ولکن عمر۔ وابن مسعود۔ وابن عباس کانوا افقہ
منہ مع ان التطبیق بین قولہ وفعلہ لا یضر فی فقاہتہ **قولہ** اگر اوسی
عاشق اتباع سمجھتے ہیں **اقول** حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ ابن عباس
ابی۔ زید۔ انس۔ وغیر ذلک مما ثبت عنہم تثلیث الوتر رضوان اللہ علیہم
اجمعین بلکہ جملہ صحابہ کرام عاشقان اتباع اور جان نثار سنت نبویہ علیہ السلام
پر ہیں۔ کون اور کسکی طاقت ہے۔ کہ حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ اور ابن
عباس وغیرہم کو کہے کہ عاشقان اتباع نہیں۔ حالانکہ وتر تین رکعت ہی پڑھتے
تھے۔ کما ثبت فی محلہ **قولہ** وہ جو محمد بن قرظی سے نہی عن البتیرا کی حدیث
جو مروی ہے۔ الخ **اقول** بتیرا کے ثبوت اور عدم ثبوت پر مدار اثبات تثلیث
وتر کا نہیں۔ تاکہ اوس کے اثبات میں کوشش اور اشتغال کیا جاوے کما مر منا
فیما سبق لہذا ابن ہمام نے بعد ذکر حدیث صلوۃ اللیل مثنی مثنی۔ الحدیث
کے کہا ہے فتم المقصود غیر متوقف علی ثبوت النہی عن البتیرا انتہی **قولہ**

انتہی ذکرہ بیان صاحب تمہید یعنی ابن عبد البر اور تعلیق الممجد سے ظاہر ہی کہ نیل کے قول سے د اگر اوسکا ہو نیل مرام حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی جبکہ اوس کے قول کا قول معارض موجود ہے۔ تو پہر عند المعارضہ وہ حجت کیونکر ہو سکتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل طوالت طلب ہے۔ آلا مشت نمونہ از خروارے گزارش ہوتا ہی

اخرج الحاکم عن حبیب المعلم وسکت عنه قال قیل للحسن ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقه منه۔ فکان ینهض فی الثانیه بالتکبیر انتهی وذکر الطحاوی من طریق المسور بن المخرمة۔ قال دفنا ابا بکر لیلاً فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءه فصلی ثلث رکعات لم یسلم فی اخرهن انتہی ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایة۔ ان آثار سے فعل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تثلیث وتر ثابت ہوتا ہے۔ نہ وحدۃ وتر کی۔ پس قول صاحب سالہ کا کہ عمر ایک رکعۃ وتر پڑہتے تھے۔ مطالب بالدلیل ہے۔ وروی الطحاوی بسندہ عن ابن لهیعة عن عبد العزیز بن صالح عن ابی منصور۔ قال سالت عبد اللہ بن عباس عن الوتر فقال ثلث وایضاً عن ابن لهیعة بسند اخر کذلک وایضاً بسندہ عن ابی یحیی قال سمر المسور بن مخرمة وابن عباس الی ما قال۔ فقال لاصحابه اتروني ادرک اصلی ثلثا یرید الوتر الحدیث وقال محمد فی مؤطاہ وبقول ابن عباس ناخذ انتھی۔ ای فی تثلیث الوتر۔ یہ آثار صاف دال ہین۔ کہ ابن عباس بھی تین رکعت وتر پڑہتے تھے وروی الطحاوی بسندہ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کوتر النهار صلوة المغرب وایضاً بسند اخر مثله۔ وقال محمد فی مؤطاہ۔ و بقول ابن مسعود ناخذ ان آثار سے حال ابن مسعود کا ظاہر ہے۔ کہ وتر تین رکعت ہی

الصحیحۃ الصریحۃ فی تثلیث الوتر۔ والآثار المذکورۃ یکذب ابن حزم فی
دعواہ۔ لیت شعری کیف تفوہ بھذا الکلام۔ مع تجرّہ فی اخبار خیر الانام۔ و
توسّع نظرہ فی آثار الصحابۃ الکرام۔ ولولا مخافۃ طول المقال۔ لبسطنا
الکلام بسطاً فی الابطال۔ لعلہ لم تقرع سمعہ ھذہ الروایات المرویۃ عن
النقاد الثقات۔ ولم یصل بصرہ الی آثار الافراد والاثبات۔ واللہ یعصمنا عن
الآفات والبلیات **قولہ** ابن مسعودؓ کے اثر ما اجزأت رکعۃ قط الخ **اقول**
أخرج محمد فی کتاب الآثار۔ عن ابن مسعود انہ قال ما اجزأت رکعۃ قط و
اخرجہ فی موطاہ ایضاً **واخرج الطبرانی** عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعودؓ
ان سعداً یوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط **قولہ** فقد قیل انہ ذکر
رداً علی ابن عباسؓ الخ **اقول** اسکا ضعف قیل سے ہی خود ظاہر ہے۔ اور ما
اخرج الطبرانی سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مسعودؓ نے سعد کے ردّ میں یہ عبارت فرمائی
اور امام مالک علیہ الرحمۃ کو جب یہ اثر سعد بن ابی وقاص کا پہونچا۔ تو آپنے فرمایا
لیس علی ھذا العمل عندنا۔ ولکن ادنی الوتر ثلث انتہی یہ عبارت بنی نبائی موطا
امام مالک میں ثبت ہے۔ اور ابن عباس کا قول الصلوٰۃ فی حال الخوف رکعۃ
واحدۃ متاول ہے۔ دیکھو نووی کا باب الصلوٰۃ فی السفر **قولہ** وتر کی ایک
ایک رکعت کس کس صحابی کا مذہب ہے۔ خلفاء اربعہؓ ابن مسعودؓ۔ ابن عباسؓ
ابی بن کعبؓ الخ **اقول** فی التعلیق الممجد **قولہ** الوتر ثلث وھو قول عمرؓ و
علیؓ و ابن مسعودؓ۔ و ابیؓ۔ و انسؓ۔ و ابن عباسؓ۔ و ابی امامۃؓ۔ و عمر بن عبدالعزیز
و حذیفۃ۔ و الفقہاء السبعۃ۔ و ابن المسیب۔ و الواحد قول الشافعیؒ انتہی
و ذکر صاحب التمہید عن جماعۃ من الصحابۃ **روی** عنھم الوتر منھم بثلث۔ لا
یسلم الا فی آخرھن **منھم** عمرؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ و زیدؓ۔ و ابیؓ۔ و انسؓ

سے منکر کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کو اونکی اولویت میں اتفاق ہے۔ پس مذہب حنفیہ کرام رح درباب وتر بہت اوثق اور محتاط ہے۔ **قولہ** بلکہ ابوہریرہ رض نے مرفوعاً روایت کیا ہی لا توتروا بثلث۔ اوتروا بخمس او سبع۔ ولا تشبہوا بصلوٰۃ المغرب الی اٰخر اگر کسینے موقوف کہا ہی۔ تو موقوف آپکے یہاں حجت ہے

اقول اولاً اس روایت میں نفی تثلیث وتر کی ہی۔ اور اثبات پانچ۔ سات کا وحدۃ رکعت کے اثبات کا اسمیں کچھ ذکر ہی نہیں۔ تا کہ لا کما اس حدیث کا آپ کی لیے کچھ سود مند ہو۔ ثانیاً اس روایت کی معارض ہے۔ روایت ابوداؤد۔ نسائی وغیرہ کے جو مرفوعاً مروی ہے۔ ابی ایوب سے **قال قال** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق فمن شاء ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث اور نیز اسکے معارض ہی حدیث ابی بن کعب کی جسکو نسائی وغیرہ نے بیان کیا ہی۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم الی ان قال و فی الثالثۃ بقل ہو اللہ احد۔ ولا یسلم الا فی اٰخرہن اور نیز اسکے معارض ہے۔ حدیث عائشہ صدیقہ کی جسکو حاکم نے بیان کیا ہے **وقال** صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولم یخرجاہ۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اٰخرہن اور انکے سوا بہت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ جو کہ سابق میں گزر چکی ہیں۔ اس روایت کے معارض ہیں **راقم اوراق** کہتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روایت عائشہ صدیقہ رض کی روایت ابوہریرہ رض سے بوجوہات مرجح اور قوی ہی احدہا۔ ان روایۃ اکثر۔ بخلاف حدیث ابی ہریرۃ۔ ثانیہا۔ ہذہ روایۃ کثیر المخالطۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ۔ ثالثہا۔ ان راویۃ فقیہۃ بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ لانہ لم یقل بفقاہتہ بعض الاصولیین۔ رابعہا۔ ان روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا یوافق الحفاظ۔ بخلاف روایتہ رضی اللہ عنہم خامسہا۔ ان روایۃ عائشۃ رض علی شرط

ابوہریرہ کے اثر کا جواب +

وجوہ ترجیح حدیث عائشہ رض

پڑہتے تھے **قولہ** تابعین اور علما الی آخرہ **اقول** اگر واقعی ایسا ہی ہو۔ تو
صحابہ اور تابعین اور علماء جنکے نزدیک وتر تین رکعت ہیں بکثرت ہین
منہم عمر بن الخطاب۔ علی بن ابیطالب۔ ابن مسعود۔ ابی۔ انس بن مالک۔ ابن
عباس۔ ابی امامہ۔ عمر بن عبد العزیز۔ حذیفہ۔ ابن المسیب۔ عروۃ بن الزبیر
قاسم بن محمد۔ ابی بکر بن عبد الرحمان۔ خارجۃ بن زید۔ عبید اللہ بن عبد اللہ
سلیمان بن یسار۔ ذکرہ فی النہایۃ **اور حلبی** نے لکہا ہے واختارہ الثوری
وابن المبارک۔ وہو قول مالک فی کتاب القیام ذکرہ فی المعارضۃ
انتہی **اور طحاوی** نے لکہا ہے۔ کہ بہت مشائخ اور صالح لوگ جو لائق فتوے
اور معتمد علیہ ہیں۔ انسے بہی تین وتر ہی منقول ہیں **قولہ** امام مالک اور
امام شافعی۔ اوزاعی۔ احمد۔ اسحاق۔ ابو ثور۔ داؤد۔ ابن حزم۔ **اقول**
امام مالک تو اپنی موطا میں بعد ذکر روایت سعد کے فرماتے ہین قال مالک لیس
العمل علی ہذا عندنا ولکن ادنی الوتر ثلث اور صاحب **مسوی** لکھتے ہیں
افراد الرکعۃ مکروہ عند مالک انتہی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے دربابِ وتر روایت
مختلف ہے ثلث لا یفصل بینہن بتسلیم۔ وثلث بتسلیمتین۔ والقول انہ شاء
اوتر برکعۃ۔ وان شاء بتثلیث بتسلیمۃ واحدۃ۔ او بخمس۔ او بتسع۔ او
باحدی عشرۃ۔ کذا فی النہایہ۔ ذکرہ فی التعلیق الممجد **اور جامع ترمذی** میں ہے
والعمل علی ہذا عند بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین راوان یفصل
الرجل بین الرکعتین والثالثۃ۔ یوتر برکعۃ۔ وبہ یقول مالک والشافعی
واحمد۔ واسحاق انتہی اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ امام مالک شافعی۔ احمد۔ اسحاق
کا مذہب نہیں ہے۔ کہ وتر صرف ایک ہی رکعت ہی۔ بلکہ انکا مذہب یہ ہے۔ کہ وتر
تین رکعت ہیں۔ الا بتسلیمتین۔ باایں ہمہ کمال یہ ہے۔ کہ تین رکعت بیک سلام

تین رکعت وتر صحابہ اور تابعین اور علماء کے نزدیک بکثرت منقول ہیں +

اور فعال صحابہ اور سنت فعلیہ علیہ السلام کے نسبے ایسا فرمانا کب متصور تہا۔ ثانیاً۔ جس
طرز وطریق سے صاحب رسالہ بیان فرماتے ہیں۔ مخرج مجہول۔ اور سائل بھی نامعلوم
اثبات مُدعا کے لئے عند المعارضہ یہہ طریق کب قابل تسلیم ہے۔ طحاوی نے
اپنی سند مسلسل سے بیان فرمایا ہے۔ کہ قراء سبعہ ر اور سُلیمان بن یسار بھی ایک
اونمیں سے ہی) کا درباب وتر عمل تین رکعت پر ہی تہا۔ وتر قبل فراک **قولہ**
آپ لوگوں نے دیکہا کہ ایکرکعت کی نماز شرع میں کیسی ثابت ہی **اقول** اپنی
جسقدر بیان کیا ہے۔ اوسمیں سے کوئی حدیث مرفوع جس سے وحدت رکعۃ کا
ثبوت نصًّا ہو۔ بیان نہیں فرمائی۔ اگر کسی میں وحدت رکعۃ کا ذکر بھی ہی۔ تو
وہ متأول ہے۔ جیسے ماسبق میں گزارش ہوا ہے۔ پہر اس دعوی کو مجرد دعوی
ہی کہنا چاہیئے۔ **قولہ** بلکہ ابن عبّاس سے فرض کے ایکرکعت بہی ثابت ہی۔
اقول نووی نے کہا ہے وقول ابن عبّاس۔ و فی الخوف رکعۃ متاول۔ امام
شافعی اور مالک اور جمہور نے اسکی تاویل کی ہے علی ان المراد بہ رکعۃ مع الامام۔ و
رکعۃ اخری یاتی بہا منفرداً وھذا التاویل لا بد منہ للجمع بین الادلۃ انتہی
باختصار۔ پہر جب کہ متاول ہے۔ تو اس سے معارضہ کب قائم ہوسکتا ہے۔ فلا یفیدہ
ذکرہ **قولہ** عینی کا قول کہ ایکرکعت شرعی نماز نہیں ہرگز درست نہوا **اقول**
اتبک ایکرکعت شرعی نماز ہونا کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ عینی کا قول ثابت نہو **قولہ**
فائدہ۔ وتروں میں اصل ثابت یہی ہی۔ علے سبیل الاختلاف الانواع کئی طرح ثابت
ہیں۔ ایکرکعت جیسا گزرا **اقول** اوس گزری پر جو گزرا وہ ہی معلوم ہوا۔
وحدت کا ثبوت نصًّا کہیں ہی نہوا۔ **قولہ** تین رکعت اسمیں سبّح ا سم
ربک اور سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تخصیص ہے خلافاً للحنفیۃ **اقول**
اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے۔ کہ سوا ان سورتوں کے تین رکعت وتر جائز ہی نہیں ہوتے

الشیخین رواہ البخاری ومسلم۔ کما قال الحاکم فی المستدرک سادسہا۔ روایۃ عائشۃ موفوع بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ۔ فانہ قال بعضہم بالرفع وقال بعضہم بالوقف۔ سابعہا۔ روایۃ عائشۃ موافق للقیاس کما مر بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ ثامنہا۔ ان روایۃ عائشۃ یفسر بفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ تاسعہا۔ انہ لم یعمل بروایۃ احد من الائمۃ لان کلہم اجمعون یقولون بجواز تثلیث الوتر عاشرہا۔ روایۃ عائشۃ مخرج فی السنن بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیر ذلک من وجوہ الترجیح **قال** الفاضل اللکھنوی فی التعلیق الممجد۔ ومن المعلوم ان حدیث عائشۃ فی عدم السلام فی الرکعتین مرجح علی حدیث ابو ہریرۃ رضی اللہ بوجوہ لا یخفی علی ماہر الفن۔ مع ان حدیث ابی ہریرۃ نفسہ معارض بحدیث من احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ المخرج فی السنن وھو من اسباب الترجیح انتہی **قولہ** عراقی نے کہا۔ عائشہ سے صحیح ہوا۔ آہ **اقول** اولا۔ روایات مسبوقۃ الذکر عائشہ وغیرہ کی اس تصحیح کے معارض صریح ہیں۔ **علاوہ** اس کے اگر صاحب رسالہ اس روایت کو بسند مسلسل بیان فرماتے۔ تو البتہ ہم بھی دل کھول کر کلام کرتے۔ گول بات کا جواب گول دیا جاتا ہے۔ ثانیاً۔ **زرقانی** نے نقل کیا ہے۔ **روی** ابن ابی شیبۃ مرفوعا من حدیث ابن عمر بلفظ۔ صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا اللیل قال العراقی مسند صحیح انتہی۔ ذکرہ فی التعلیق یہ حدیث صریح مرفوع معارض اوس موقوف کے ہے۔ **قولہ** سلیمان بن یسار سے تین رکعت وتر کا مسئلہ پوچھا گیا آہ **اقول** اولا۔ سلیمان بن یسار کو سرے احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کرام بالتخصیص سنت فعلیہ مرویہ بروایات ثقات۔ اور اعمال صحابہ رضوان اللہ کی نہیں پہونچے۔ کہ ایسا فرمایا۔ ورنہ بعد وصول ان احادیث

عراقی کے قول کا جواب

سلیمان بن یسار مروی کا جواب

وغیرہما نے لکھا ہے ان ھذا وما ثبتنا کله کان قبل ان یستقر امر الوتر۔ انتھی

والعیان لابن الھمام۔ اور اسکی تفصیل فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور مرقاۃ

شرح مشکوۃ وغیرہ سے ملاحظہ کرنی چاہیئے **قولہ** اور یہہ اختلاف الانواع

ہے۔ **اقول**۔ اختلاف رفع یدین عند الرکوع وغیرہ۔ اور اختلاف وضع

الیدین علی الصدر۔ اور تحت السرۃ فی الصلوۃ۔ اور اختلاف التیمم ضربتان

او ضربۃ واحدۃ۔ اور اختلاف جلوس فی التشھد۔ اور وغیرہ وغیرہ اختلاف کو

اختلاف الانواع کہہ دیا۔ اور چھٹی ہوئی۔ یہہ امر تو آفتاب نصف النہار سے بھی روشن

ہی۔ کہ اختلاف الائمہ رضوان اللہ علیھم کا اسی لئے ہوا۔ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں

ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے قواعد مقررہ کے بموجب احدی الروایتین کو ترجیح دیکر اپنا

معمول قرار دیا۔ تشھد ابن مسعود کو امام علیہ الرحمۃ نے بوجوہات شتی جو کہ بمحل خود

مذکور ہیں۔ اور تشہدوں پر ترجیح دی۔ اور اوسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔

اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر ترجیع تھے۔ راجح سمجھکر اپنا قرار دادہ مقرر فرمایا

علی ہذا القیاس۔ اور حج میں مَن تَعَجَّلَ فِی یَومَینِ فَلَا اِثمَ عَلَیهِ وَمَن تَاَخَّرَ فَلَا

اِثمَ عَلَیهِ تو خود منجانب شارع کے تخییر مرحمت فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا

معنے ہیں۔ اور کسی سورہ کا نماز میں پڑہنا۔ تو بمقتضائے فاقرؤا ما تیسر من القرآن

کے قاری مخیر قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا صورت۔ اور دعا میں بعد تشہد

کے۔ ثم لیتخیر احدکم من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعو بہ وارد ہے۔ فکیف

اختلاف الانواع۔ اور وتروں میں اگر فمن احب ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی امر

مبحوث فیہ ہے۔ پھر اسکو اثبات اختلاف الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شائبہ مصادرہ

علی المطلوب سے خالی نہیں **قولہ** دوسرا اعتراض حنفیہ کا۔ شافعی۔ لا صلوۃ میں۔

ایک رکعت کو نماز کہنے پر تقریر اعتراض یہہ ہے۔ لا صلوۃ میں نماز کامل مراد ہے اور وہ

پنجم امر کا جواب

اختلاف الانواع کا جواب

دوسرے اعتراض حنفیہ شافعی کا جواب

یا ان میں اور سورتین مروی نہیں فذلک یردہ **ماروا ہ اصحاب السنن الاربعۃ** وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک انہ علیہ السلام کان یقرء فی الرکعۃ الاولی بفاتحۃ الکتاب۔ وسبح اسم ربک الاعلی۔ وفی الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون۔ وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین **ومارو ی الطحاوی** بسندہ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع سور من المفصل فی الرکعۃ الاولی۔ الھٰکم التکاثر وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ واذا زلزلت وفی الثانیۃ والعصر واذا جاء نصر اللہ وانا اعطیناک الکوثر۔ وفی الثالثۃ قل یا ایہا الکافرون وتبت یدا۔ وقل ھو اللہ احد انتہی۔ وذکر فی عمدۃ الرعایۃ۔ آخرجہ احمد وغیرہ۔ وقد بسط طرق ھذہ الاخبار الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تخریج احادیث الاذکار المسمی بنتائج الاذکار انتہی **وماقال الترمذی** فی جامعہ قال ابو عیسی **و** روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرا فی الوتر۔ فی الرکعۃ الثالثۃ بالمعوذتین۔ وقل ھو اللہ احد انتہی اور اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے کہ اولی اور مسنون یہی ہے کہ وتروں میں یہی تین سورتیں پڑھی جائیں۔ اتباعاً لفعلہ علیہ السلام فی اکثر الاوقات وغالبہا تو خلافاً للحنیفہ کہنا سراسر بے اعتبار وخلاف ہے فی عمدۃ الرعایۃ۔ ویقرأ فی کل رکعۃ منہ ای الوتر الفاتحۃ وسورۃ ای ای سورۃ شاء۔ والاولی الاتباع بما نقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقرء تارۃ فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الاعلی الحدیث **وقال** الحلبی المستحب ای فی الوتر قراۃ سبح اسم ربک فی الاولی۔ وقل یا ایہا الکافرون فی الثانیۃ۔ وقل ھو اللہ احد فی الثالثۃ انتھی۔ وھکذا فی الدر والبحر وغیرہا

قولہ اور پانچ آہ **اقول** پانچ۔ سات۔ نو۔ کے جواب میں۔ ابن الہمام اور طحاوی

میں جو صلوٰۃ کہ مفہوم ہوتی ہے۔ اسکا اطلاق رکعت واحدہ کاملہ پر نہیں ہوتا۔ نہیں ہوتا ہے۔ یقال صلی رکعۃ۔ بلکہ وہ نفی اس امر کی کرتا ہے۔ کہ جب صلوٰۃ بضمن فعل مذکور ہوا۔ اوس سے صلوٰۃ کاملہ عرفی مراد نہیں ہوتی۔ بخلاف اسکے صراحۃً مذکور ہو **قال صاحب الکفایۃ** فی حاشیۃ الھدایہ۔ و الصلوٰۃ متی ذکرت صریحًا ینصرف الی الرکعتین۔ وان لم تذکر صریحًا تنصرف الی الواحدۃ۔ والسر فی ذلک علی ما قال ابن الھمام فی الفتح۔ الثابت فی ضمن الفعل ضروری لا یظھر اثرہ فی غیر تحقیق الفعل بخلاف الصریح فانہ اختیاری یترتب علیہ حکم المطلق فیوجب الکمال انتہی پس صاحب رسالہ کا یہ اعتراض کہ حسب قرار آپکے ایک رکعت کا نماز ہونا ثابت ہوا۔ محض مسامحت اور تسابل ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ خود ثابت کر رہا ہے۔ کہ یصلی کے ضمن میں جو صلوٰۃ مفہوم ہوتی ہے۔ اوسکا اطلاق رکعت واحدہ پر ضرورتًا ہوتا ہے۔ لکن وہ صلوٰۃ کاملہ عرفی نہیں۔ اور مبحوث فیہ صلوٰۃ جو کہ حدیث شریف لاصلوٰۃ الا بقراءۃ میں وارد ہے۔ چونکہ وہ صراحتًا نہ بضمن فعل مذکور ہے۔ اس سے مراد صلوٰۃ کاملہ عرفی ہے۔ فلا یتم استدلال الشافعی بہ۔ پھر ایک رکعت کا صلوٰۃ کاملہ عرفی ہونا۔ کہاں سے ثابت ہوا تاکہ اعتراض وارد ہو **قولہ** دوم نکرہ نفی کے نیچے مفید عموم ہے **اقول** اوسی عموم کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ کوئی نماز بدون قراءت صحیح نہیں ہوتی **قولہ** اور تخصیص کمال بطور آپکے نسخ عموم ہے **اقول** (۱) تخصیص اور عموم میں بڑا فرق ہے کما مر فیما مر مرارًا۔ (۲) یہاں تخصیص ہی کہاں ہے۔ بلکہ لاصلوٰۃ کے مفہوم کا بیان ہے۔ یعنے جب لفظ صلوٰۃ صراحۃً مذکور ہو۔ اوس سے صلوٰۃ کاملہ عرفی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ پھر یہ تخصیص ہے۔ یا کہ مفہوم لفظ ہے **قولہ** تیسرا ایمان کا مدار آپکے یہاں عرف پر ہے۔ اور حنفیوں کی

دو رکعت سے کم ہوتی الخ۔ **اقول** ہدایہ کی عبارت مقام ہذا میں یہ ہے۔ والقراءۃ
فی الفرض واجبۃ فی الرکعتین۔ وقال الشافعی رحمہ اللہ فی الرکعات کلہا
لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ الا بقراءۃ۔ وکل رکعۃ صلوۃ۔ وقال مالک رحمہ اللہ
فی ثلث رکعات اقامۃ للاکثر مقام الکل تیسیرا۔ ولنا قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر
من القران۔ الخ اور شافعی رحمہ اللہ کے جواب میں **صاحب ہدایہ** لکھتے ہیں۔ و
الصلوۃ فیما روی مذکورۃ صریحا۔ فتصرف الی الکاملۃ۔ وہی الرکعتان عرفا کمن
حلف لا یصلی صلوۃ۔ بخلاف ما اذا حلف لا یصلی انتہی حاصل کلام صاحب ہدایہ کا
یہ ہی۔ کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو اوسوقت صلوۃ سے عرفا صلوۃ کاملہ مراد ہوتی
ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ جیسے کہ کوئی حلف میں کہے۔ لا یصلی
صلوۃً یعنے صلوۃ کا لفظ صراحۃً ذکر کرے۔ تو بدون دو رکعت پڑھنے کے حانث نہیں
ہوتا۔ بخلاف اسکے حالف کہے۔ لا یصلی یعنے صراحۃً لفظ صلوۃ کا ذکر نکرے۔ اگرچہ
ضمن فعل میں ضرورۃ مذکور ہو۔ تو ایکرکعت کاملہ پڑھنے سے حانث ہوتا ہے۔ آسے صاحب
رسالہ جواب وہ ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں **قولہ** اول۔ حسب اقرار آپکے ایک
رکعت کا نماز ہونا بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ لا یصلی کا مشتق منہ صلوۃ ہے۔ اگر لا یصلی کہنے والے
کی ایکرکعت پڑھنی نماز نہوتے وہ حانث نہوتا **اقول** اس اعتراض میں ہدایہ
کی عبارت سے تساہل ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو
اوسوقت صلوۃ سے صلوۃ کاملہ عرفا مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعۃ سے کم نہیں ہوتی۔ اور
اگر صراحتًا مذکور نہو یعنے ضمن فعل میں مذکور ہو۔ تو اوسوقت اوسکا اطلاق ایکرکعت پر ہوتا
ہے۔ مگر وہ صلوۃ کاملہ عرفا نہیں۔ جیساکہ مسئلہ حلف میں حلف لا یصلی یحنث
اذا صلی رکعۃ واحدۃ کاملۃ۔ **ومن** حلف لا یصلی صلوۃ یحنث اذا صلی رکعتین
کاملتین الحاصل **صاحب ہدایہ** اسی امر کی نفی نہیں کرتا۔ کہ لا یصلی کے ضمن

مسئلہ طمانینت در رکوع و سجود کا

بیان فرمائیے ۔ لینظر و یجاب ۔ **قولہ** دیکھو چار رکعت کی نماز بدون قراءۃ فاتحہ
یا بہ ترک فاتحہ اُخریین میں **اقول** اس مسئلہ کی گفتگو پہلے ہو چکی ہے ۔ یہ مقام
میں محتاج بجواب نہیں ۔ جواب سابق ہی مکتفی ہے ۔ **قولہ** طمانینت رکوع
و سجود **اقول** امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک طمانینت رکوع و سجود میں منجملہ
فرائض کے نہیں ۔ لان الرکوع ہو المطلوب بالنص جزءًا للصلوۃ وکذا السجود لقولہ تعالی
ارکعوا واسجدوا ۔ ولا اجمال فیہما لیفتقر الی البیان ۔ ومسمی ہما یتحقق بمجرد
الانحناء ووضع بعض الوجہ مما لا یعد سخریۃ مع الاستقبال ۔ والطمانینۃ
دوام الفعل لا نفسہ فہی غیر المطلوب بہ فوجب ان لا تتوقف الصحۃ علیہا بالخبر
الواحد ۔ والا لکان نسخًا لاطلاق القاطع بہ وہو ممنوع عندنا ۔ مع ان
الخبر یفید عدم توقف الصحۃ علیہ وہو قولہ علیہ السلام ۔ وما انتقصت من
ہذا شیئًا فقد انتقصت من صلوتک **وجہ** الاستدلال بہ انہ علیہ السلام
سماہا صلوۃ ۔ والباطلۃ لیست بصلوۃ ۔ ولانہ علیہ السلام وصفہا بالنقص
والباطلۃ انما توصف بالانعدام ۔ فعلم انہ علیہ السلام امرہ بالاعادۃ لیوقعہا
مع غیر کراہۃ ۔ لا للفساد ۔ ولو لم یکن ہذا لما ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم
بعد اول رکعۃ حتی اتم ۔ وتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم من الادلۃ الشرعیۃ ۔

تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب

ہذا ہو المستفاد من الفتح **الحاصل** قرآن کریم میں طمانینت کا تو کچھ ذکر ہی
نہیں ۔ اور نہ اوسکا ثبوت کسی آیت سے ہوتا ہے ۔ اور حدیث شریف میں جو ذکر
ہے اوسکا مدلول وجوب ہے یا سنت مؤکدہ ۔ تو اسی کے ہم قائل ہیں ۔ لہذا
امام صاحب اور امام محمد رح فرماتے ہیں ۔ کہ اوسکے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے
علی ما ہو المذکور فی الفتح ۔ پس صاحب رسالہ کا یہ اعتراض کہ حسب احادیث جائز
نہیں ۔ فائز نہیں ۔ **قولہ** بلکہ بدون لفظ اللہ اکبر **اقول** تخصیص اسے

عرف ایکرکعت کو کامل نماز کہنے کے خلاف ہے۔ پس اونکے نزدیک لایصلی صلوٰۃ میں حالف کا ایک رکعت کے پڑہنے سے حانث ہونا اس امر کا مستلزم نہیں۔ کہ فی الواقع بھی ایک رکعت کی نماز کامل نہیں ہوتی **اقول** حنفیونکی عرف خانہ زاد نہیں۔ بلکہ عرف شرعی بھی یہی ہے۔ کہ ایک رکعت کو صلوٰۃ کاملہ شرعا نہین کہتے کما مر۔ اور فی الواقع سے اگر فی الواقع حنفی مراد ہے۔ تو اونکے نزدیک فی الواقع ایکرکعت صلوٰۃ کاملہ نہیں۔ پھر وہ حالف صلوٰۃ غیر کاملہ سے حانث ہوگا۔ اور فی الواقع شرعی مراد ہے۔ توبھی ابتک ایکرکعت کا صلوٰۃ کاملہ ہونا واقع شرعی میں فی الواقع ثابت نہیں۔ توبھی وہ حالف حانث نہوا۔ اگر کوئی اور فی الواقع ہے تو اوسکا بیان ہونا چاہئے **قولہ** اس حالف کا حانث نہ ہونا ممنوع ہے **اقول** مطالب بالسند ہے **قولہ** ۵ لایصلی صلوٰۃ میں صلوٰۃ کا لفظ مکرر ہے۔ پس دو رکعت کا لایصلی صلوٰۃ مین مراد ہونا باعث تکرار لفظ کے ہے الخ **اقول** یہ اعتراض مبنی بر عدم ملاحظہ کتب حنفیہ کے ہے **فتح القدیر** وغیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے للہ علی صلوٰۃ۔ توبھی اوسپر دو رکعت لازم ہوتی ہیں۔ والحال ان اللفظ غیر مکرر۔ پس معلوم ہوا کہ مدار دو رکعت کا تکرار پر نہیں۔ بلکہ صراحت لفظ پر ہے۔ فرضاً اگر کوئی۔ لایصلی صلوٰۃ۔ صلوٰۃ کہے تو چاہیئے کہ تین رکعت پڑہنے سے حانث ہو۔ والحال انہ لیس کذلک **قولہ** صفت کمال کا ازدیاد اُنکی یہاں مشعر اس بات کا ہے۔ ایک رکعت بھی نماز ہوتی ہے دیکھو جو آپنے لفظ خداج میں تاویلیں کی ہیں **اقول** (۱) اسمقام میں ازدیاد صفت کمال کا ہی کہاں بلکہ بیان مفہوم لفظ کا ہے کما مر (۲) جبکہ ایکرکعت کی نماز کامل عرفی ہونفیسی صراحۃً نفی موجود ہے۔ پھر اوس اشعار کا وجود قائم ہونا چاہئے لینظر فیہ (۳) خداج میں کونسی ایسی تاویل ہے جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایکرکعت بھی نماز کامل دینے

الاخبار الاحاد ناسخاً لحکم الکتاب ولا مقیدة لا طلاق ما فی الباب انتہی بعینہ

پس ماذکر سے معلوم ہوا۔ کہ مقتضی آیتہ اور احادیث کا فرضیت تخصیص اسے لفظ کی نہیں۔ بلکہ غایت ما فی الباب احادیث سے وجوب یا سنیت اسی لفظ کی ثابت ہوتی ہی۔ واصحابنا یقولون بذلک پہر صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا کہ حسب احادیث صحیحہ جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ بلکہ صاحب رسالہ کا فرض منصبی یہہ تہا۔ کہ پہلے اس کی فرضیت قرآن یا احادیث سے ثابت کرتے۔ پہر حنفیہ پر اعتراض کرنے کے قابل ہوتے

قوله اور بدون سلام **اقول** صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز سے باہر آنا بدون سلام آپکے یہاں جائز ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ نماز بدون لفظ سلام کے جائز نہیں۔ یعنے خروج از نماز بلفظ سلام فرض ہے۔ الا صاحب رسالہ نے کوئی ایسی حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ سلام کہنا فرض ہی۔ تو کہ آپکا مستند معلوم ہوتا۔ ہماری اصحاب حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ بلفظ سلام نماز سے باہر آنا واجب ہے۔ اور عمداً تارک اوسکا مسی اور گنہگار ہے۔ اور لفظ سلام کہنا منجملہ فرائض کے نہیں۔ اور مستند ہمارا بہت احادیث ہیں **منها** ما اخرجه ابو داؤد بسندہ

عن القسم ابن مخیمرة قال اخذ علقمة بیدی فحدثنی ان عبد الله بن مسعود اخذ بیده۔ وان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ بید عبد الله نعلمه التشهد فی الصلوٰة وذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت هذا وقضیت هذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت تقعد فاقعد انتهی ص ۱۴۰ **قال** ابن الهمام قال النووی اتفق الحفاظ علی انها مدرجة والحوان غایة الادراج ههنا ان تصیر موقوفة والموقوف فی مثله له حکم الرفع انتهی **ومنها** ما اخرجه الطحاوی بسنده عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا رفع المصلی راسه من اخر صلوته وقضی تشهده ثم احدث فقد تمت صلوته فلا یعود

بدون سلام کے نماز سے باہر آنا جائز نہیں بلکہ واجب

لفظ کی مدلول قرآن کریم کا نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں وربک فکبر ارشاد ہوا ہے۔ فکان المطلوب بلفظ النص التعظیم وھو اعم من خصوص اللہ اکبر وغیرہ بل بای لسان کان بلکہ حدیث شریف میں بھی وتحریمہا التکبیر وارد ہوا ہے۔ ومعناہ التعظیم ایضاً ونظیرہ قولہ علیہ السلام امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فلو آمن احد بغیر العربیۃ او بغیر ھذا اللفظ جاز۔ اجماعاً بین العلماء الاسلامیۃ اسی لیئے اقوال علماء کے تکبیر تحریمہ میں مختلف ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ افتتاح صلوٰۃ کیوقت اللہ اکبر۔ یا۔ اللہ الاکبر کہنا ضرور ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر اور امام مالک کے نزدیک اللہ اکبر فقط۔ اور امام صاحب اور امام محمدرح فرماتے ہیں۔ کہ مدلول آیت اور حدیث کا تکبیر ہے۔ اور وہ عام ہے وتفصیلہ فی کتب الفقہ۔ الا ان الثابت بالخبر اللفظ المخصوص فیجب العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسنہ ترکہ وھو مقتضی المواظبۃ۔ ان لم تقترن بترک یہہ خلاصہ فتح القدیر کا ہے۔ اور مولوی عبد الحیٔ صاحب نے اپنے رسالہ اکام النفائس میں لکہا ہے وخلاصۃ المرام فی المقام انہ لم یقم دلیل قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر لیصح بہ التکبیر بل ظاہر الآیۃ والاحادیث مطلق لا یفید الا اشتراط الذکر المطلق والاحادیث الواردۃ فی ھذا الباب القولیۃ والفعلیۃ لا تدل علی اختصاص الذکر بالعربی بحیث لا یجزئ غیر العربی۔ بل غایۃ ما ثبت منہ ان النبی علیہ السلام اکتفی علیہ ورغب غیرہ الیہ۔ وھو انما یثبت الوجوب او السنیۃ لا انہ لا یجزئ التکبیر بالفارسیۃ۔ وان کانت الاحادیث دالۃ علی اختصاصہ بالعربی اختصاصاً بالغاً الی حد الاشتراط۔ فالآیۃ معراۃ عن ھذا الاشتراط ولا تصح

بلکہ کفایت مطلقہ پر دال ہے جسکے بعد کمال کیو سطے کچھ احتیاج باقی نہیں **قولہ** ایکھی ضرب سے تیمم کیا۔ **اقول** اخرج الحاکم فی المستدرک والدارقطنی من طریق عثمان بن محمد الانماطی **حدثنا** حرمی بن عمارة عن عروة بن ثابت عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین انتہی۔ **قال** الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه **و** قال الدارقطنی رجاله کلهم ثقات انتہی ذکره الزیلعی فی التخریج **و** اخرجه البیہقی وقال هذا اسناد صحیح۔ وقال الذهبی ایضاً اسناده صحیح۔ ذکره القسطلانی فی شرح البخاری **و** اخرج الحاکم فی المستدرک من طریق ابراهیم الحربی عن جابر فقال اصابتنی جنابة وانی تمعکت فی التراب فقال اضرب هکذا و ضرب بیدیه الارض فمسح وجهه ثم ضرب بیدیه فمسح بهما الی المرفقین انتہی وقال اسناده صحیح انتہی ذکره الزیلعی **و** قال محمد وبه ناخذ والتیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین۔ وهو قول ابی حنیفة انتہی وبه قال الثوری۔ واللیث بن سعد۔ والشافعی۔ وابن ابی سلمة۔ وغیرهم انه لا یجزیه الا ضربتان۔ ضربة للوجه۔ وضربة للیدین الی المرفقین۔ وبه قال مالک الا انه لا یری البلوغ الی المرفقین فرضاً۔ وممن روی عنه التیمم الی المرفقین۔ عبداللہ بن عمر۔ والشعبی۔ والحسن البصری۔ وسالم بن عبداللہ بن عمر **و** قال الاوزاعی ضربتان۔ ضربة للوجه۔ وضربة للیدین الی الکوعین۔ و به قال احمد واسحاق وابن راهویه وداؤد وطبرانی یہ خلاصہ نووی اور تعلیق الممجد کا ہے۔ **قال النووی** قوله صلی اللہ علیہ وسلم "انما یکفیک ان تقول هکذا۔ وضرب بیدیه الی الارض فنفض یدیه فمسح وجهه وکفیه" فیه دلالة لمذهب من یقول یکفی ضربة واحدة للوجه والکفین جمیعاً۔ وللآخرین

لما واخرجه ابوداؤد والترمذی۔ والدارقطنی۔ واسحاق قاله حافظ ابن حجر فی نصب الرایة **ومنها** ماروالا البیہقی عن عطاء قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قعد فی اخر صلوته قدر التشهد اقبل علی الناس بوجهه وذلك قبل ان ینزل التسلیم **ومنها** ماروی عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من التشهد اقبل علینا بوجهه۔ وقال من احدث حدثا بعد ما فرغ من التشهد فقد تمت صلوته۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة فی ترجمة عمرو بن ذر من طریق عن عطاء عنه۔ ورواه من وجه اخر عن عطاء مرسلا **ومنها** ماروالا ابن ابی شیبة من طریق الحارث عن علی اذا جلس الامام فی الرابعة ثم احدث فقد تمت صلوته فلیقم۔ ذکرها الحافظ ابن حجر **ان احادیث** سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نماز سے باہر آنا بلفظ سلام فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا۔ تو فقد تمت صلوته حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوصف ترک فرض کے کیسے فرماتے۔ **طحاوی** علیہ الرحمۃ نے سلام کے نہ فرض ہونیکے احادیث اور دلائل اسکے سوا اور بیان فرماتے ہیں۔ خوفا للاطناب ذکر نہیں کئے گئے۔ اگر صاحب رسالہ کو کلام فی الاسناد ان احادیث کی ہو۔ تو انشاء اللہ تعالی بعد مشاہدہ مستند اون کو کے جواب گذارش ہوگا۔ اور نیز بوجوہات ذیل لفظ سلام فرض نہیں (۱) جو احادیث کہ درباب سلام وارد ہیں اخبار احاد ہیں مثبت فرضیت نہیں ہوسکتیں (۲) اگر سلام فرض ہوتا تو ہاتھ ران پر رکھنے بھی فرض ہوتے لانه صلی الله علیه وسلم قال انما یکفی لاحدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من یمینه وشماله والتفریق تحکم واللازم باطل فالملزوم مثله (۳) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نکرنیوالے سلام کو جو اشارہ ہاتھ سے سلام کرتا تھا۔ اعادہ نماز کا حکم نفرمایا اگر فرض ہوتا تو ضرور اعادہ کا حکم فرماتے (۴) انما یکفی مفید فرضیت کا نہیں۔

وجوہات لفظ سلام فرض نہیں +

لائق بلکہ ضرور تھا کہ دو چار سو اخبار و آثار صحیحہ ذکر کرکے ایسا فرماتے۔ تاکہ مجرد دعوی غیر واقعی اس کلام کو نہ کہا جاتا۔ وانی ذلک۔ اس دعوی کے مجرد دعوی بلا دلیل ہونے۔ اور اس مبالغہ کو صرف مبالغہ شاعرانہ غیر واقعی ظاہر کرنے پر ہم کو خوف طوالت اجازت نہیں دیتا۔ اور طول مقال قلم کو روکتا ہے۔ ورنہ انشاء اللہ تعالی جی کھولکر بنیاد اس دعوی کو کماینبغی ظاہر کرتے۔ الآیار باقی صحبت باقی۔ فی الحال علامہ محمد ہاشم مدنی علیہ الرحمۃ کی کلام پر جو انہوں نے اپنی کتاب **کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین** میں لکھی ہے۔ اکتفا کیا جاتا ہے کہ ناظر اور منصف کے لئے بس اور کافی ہے حیث قال ھذا الکلام (ای صاحب السفر) مشتمل علی افراط عظیم واجزاء جسیم اذ لا یصح من الاحادیث الدالۃ علی اثبات الرفع اربعمائۃ ولا مایۃ واحدۃ ولا خمسون بل ولا عشرون بل ولا خمسۃ عشرۃ۔ نعم قد حقق الحافظ **الجلال الدین** السیوطی الذی ھو اعلم بالحدیث من الفیروزابادی حتی کان ملقبا بخاتمۃ المحدثین۔ ان رفع الیدین مروی عن ثلاثۃ وعشرین صحابیا انتھی۔ لکن لم یحکم بکون احادیثھم صحیحۃ بل الصحیح منھا یکون نحو الستۃ او السبعۃ او قریبا من ذلک۔ ومن ادعی الزیادۃ فعلیہ البیان بالبرھان اذ الدعوی بلا دلیل لا تسمع علی ان تلک الاحادیث الستۃ او السبعۃ ایضا لا یخلو عن مقال وکلام للمحدثین فی اسانیدھا ومایتعلق بھا کما لا یخفی علی المطلع علی فن الحدیث۔ ومما نقلہ الفیروزابادی من العشرۃ المبشرۃ فی دوام فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقت وفاتہ فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلا عن روایۃ العشرۃ لہ۔ نعم وقع ذلک فی روایۃ واحدۃ عن ابن عمر مذکورۃ فی سنن البیھقی۔ لکن سندہ غیر صحیح ومن ادعی صحتہ او صحۃ غیرہ فی ذلک فعلیہ البیان انتھی کلامہ اور **شیخ عبد الحق** علیہ الرحمۃ نے **شرح سفر السعادت** میں کہا ہے مصنف

ان يجيبوا عنه بان المراد بها صورة الضرب للتعليم - وليس المراد بيان جميع ما يحصل به التيمم - **وقد اوجب الله تعالى** غسل اليدين الى المرفقين فى الوضوء ثم قال تعالى فى التيمم فامسحوا بوجوهكم وايديكم والظاهر ان اليد المطلقة ههنا هى المقيدة فى الوضوء فى اول الآية فلا يترك هذا الظاهر الا بصريح انتهى - ان کے سوا اور بہت احادیث اور آثار - بلکہ دلائل ہیں جنسے تیمم کے لئے دو ضرب کا ہونا ضروری ثابت ہوتا ہے - الا بخوف طوالت کلام ترک کی گئیں - **زیلعی تخریج ہدایہ** - اور **طحاوی** طالب حق ملاحظہ کریں **انتباہ** ہم تسلیم کرتے ہیں - کہ بعض احادیث میں ایک ضرب کا ذکر بھی وارد ہے - الا اونکی تاویل کما اوله النووی ہوسکتی ہے - اور مرجح دو ضرب ہیں - بلکہ اوس سے بھی قطع نظر محتاط اور خروج عن الاختلاف مذہب حنفیہ - شافعیہ - مالکیہ - وغیرہ میں ہے - کیونکہ دو ضرب سے عدم جواز تیمم کا کوئی قائل نہیں - اور ایکضرب سے عدم جواز کا قائل ایک بڑا حصہ امت محمدیہ علیہ السلام کا ہے **مولوی عبدالحی صاحب** نے **تعلیق الممجد** میں لکھا ہے والذی یتحقق بعد غموض الفکر وخوض النظر ترجیح تعدد الضربة على توحدها انتهى **قولہ** رفع یدین کی وہ سنت بھی ادا کرلے جس کے حق میں صدہا اخبار اور آثار صحیحہ وارد ہو چکے ہیں - **اقول** مبالغہ ہو تو ایسا ہی ہو **صاحب سفرسعادۃ** کے مبالغہ پر ہی لوگ متعجب تھے - کہ اوس نے کہا ہے چہار صد خبر واثر دریں باب صحیح شدہ عشرہ مبشرہ روایت کردہ اند - کہ لاازان بنیموال بودہ تا از ینجہان رحلت کردہ وغیر ازیں ثابت نشدہ انتہی آلایہ اوس پر بھی - اُنہی تو چارسو پر ہی حصر کیا - اور صدہا کی کوئی حد ہی نہیں اور طرہ اُسپر صحیحہ کا بھی ساتھ ہی ہے صاحب رسالہ

جہر بسم اللہ میں ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی تھی۔ الا آخر کار نتیجہ وہی نکلا۔ جو نکلا۔
بہت حنفیوں نے درباب اثبات عدم رفع اور اثبات عدم وجوب قراءۃ فاتحہ خلف الامام
رسالہ علیحدہ علیحدہ لکھے ہیں۔ علیحدہ رسالہ لکھنا ہی حجت شرعیہ میں داخل ہے۔

قولہ جسکی معارض کوئی دلیل قوی اور برہان مسلم ہونا چاہیئے بھر طور کہ ہو ہو
نہیں۔ **اقول** اگر معارضۃ اقامۃ الدلیل علی خلاف ما اقام علیہ الخصم کو کہتے
ہیں۔ تو عبد اللہ بن مسعود کی حدیث الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ رواہ الترمذی۔ قال وفی الباب عن البراء بن
عازب۔ وحدیث ابن مسعود حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان واہل الکوفہ۔ موجود ہے

قولہ جسکی نسبت بخاری ذکر کیا ہے لم یثبت عند اہل العلم عن احد من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدیہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ کی عبارت
کا مضمون یہ ہے۔ کہ کسی اہل علم کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہوئی۔ کہ اصحابوں
میں سے کسی نے رفع یدین نہ کیا ہو۔ یعنی جملہ اصحاب رفع یدین کرتے تھے۔ عدم رفع کسی
ایک سے بھی ثابت نہیں **ترمذی** لکھتا ہے وبہ (ای بعدم الرفع) یقول غیر
واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔ یعنی رفع یدین نکرنا
بہت اصحاب اور تابعین کا قول ہے۔ اور مولوی **عبد الحی** صاحب تعلیق الممجد میں لکھتے
ہیں۔ والقدر المحقق فی ہذا الباب ہو ثبوت الرفع وترکہ کلاہما عن الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم **اور** دوسرے مقام میں اوسی کتاب کے ہے وہو (ای عدم الرفع) مروی
عن ابن مسعود واصحابہ رفع انتہی اور **شاہ ولی اللہ** محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں فعلہ (ای رفع الیدین) مرۃ وترکہ مرۃ
والکل سنۃ واخذ بکل واحد جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم۔ وہذا

فیہ ان عدم الفعل لیس بماخوذ فی مفہوم السنۃ ناظم

دریںجا سخن بمبالغہ دراز گرد و از حد در گذرانید انتہی **قولہ** جسکا کرنا تا آخر روز رحلت جناب رسالت مآب صلعم سے ثابت ہے **اقول** یہ صرف دعوی ہی ہے اس ثابت کا بار ثبوت بسند صحیح بذمہ صاحب رسالہ ہے۔ سوا بیہقی کے اور کسی نے اس دوام کو روایت نہیں کیا۔ اور وہ سند ضعیف کیا بلکہ اضعف ہے۔ سند بلاحظہ کر کے ثبوت دوام کا مدعی ہونا چاہیئے **راقم** نے اوس سند کو دیکھا ہے اور **میزان الاعتدال** سے میزان کیا ہے۔ بڑا بھاری ضعف نظر آیا۔ اور نیز عبداللہ بن مسعود کا

قول اور فصل الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وحسنہ

الترمذی اس دوام کا معارض ہے۔ **قولہ** جسکی راوی ستر ہ اور بیس نہیں بلکہ پچاس تک پھونچ چکے ہیں **اقول** خاتم المحدثین بحر العلوم **امام سیوطی** علیہ الرحمۃ کو باوصف تتبع تام اور احاطہ کثیرہ کے یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ رفعیدین کے راوی پچاس تک ثابت کرتے۔ الا آپ۔ مگر آپکو اب ضرور ہے۔ کہ پچاس صحابہ سے باسناد صحیحہ متصلہ رفعیدین ثابت کریں۔ پھر ہم بھی دیکھینگے کہ یہ جز و آپ کی دعوی کی سچی ہے۔ والا خیر۔ ہماری معاصرین بھائیوں کو تو پانچ۔ ثبات کی اسناد میں بھی کلام ہے۔ کہ بلا کلام شرائط منضبطہ مقبولہ محدثین اون میں موجود ہیں یا نہیں **قولہ** جسکی اثبات پر دراسات کے نہایت لطیف فقری راحت بخش ہیں **اقول** اگر فقط عبارت آرای اور موزونی فقرات ہی راحت بخش ہے۔ تو وہ انشا و نکشا اور فرحت بخش میں بعمدگی موجود ہیں۔ اور اگر اثبات مطلوب۔ مطلوب ہے۔ تو وہ بفضلہ تعالی آپ ہی بخوبی کر رہے ہیں۔ کیا رنگینی عبارت اور موزونی فقرات ہی سند صحیحہ اور ادلہ شرعیہ میں داخل ہے **قولہ** جسکے اثبات میں امیر المومنین امام بخاری نے ایک کتاب لکھی ہے **اقول** امیر المومنین خاتم المحدثین امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ضرور در باب اثبات رفعیدین دو جزو کا رسالہ لکھا ہے **دار قطنی** نے

سنن اربعہ اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء القراءۃ میں بیان فرمایا کہ
اور بعض نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ الا اسکی سند میں عبدالرحمن بن
ابی الزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی ابو محمد ہے۔ صاحب میزان الاعتدال لکھا ہے
والعہدۃ علیہ۔ عن ابن معین ضعیف۔ روی عباس عن یحیی لیس بشئ وقال
مرۃ لا یحتج بہ۔ وقال ابو حاتم وضعفہ النسائے وقال احمد مضطرب الحدیث
ووثقہ مالک وقال ابن عدی ھو ممن یکتب حدیثہ۔ وروی المیمونی عن
احمد بن حنبل ضعیف انتھی باختصار **قولہ** جسکے نہ کرنے پر ابن عمر حصاۃ مارتے
تھے۔ **اقول** ابن عمر اگر حصات مارتے تھے۔ عبداللہ بن عمار نے رفعیدین
کرنیکے جرم میں اپنے بھائی کو کوڑے مارے کما نقلہ البخاری فی الجزء اور ابراہیم
نخعی نے جب کہ اون کے پاس علقمہ بن وائل نے رفعیدین کا ذکر کیا فغضب ابراھیم
وقال ما قال۔ ذکرہ الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال مجاھد صلیت خلف ابن عمر
فلم یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوۃ۔ وحملہ علی السھو سھو۔ ثم ان
ثبت۔ انہ سھوا فعل ذلک۔ بل نقول فعلہ ابن عمر قبل ان تقوم عندہ حجۃ بنسخہ
ثم قامت عندہ الحجۃ بنسخہ فترکہ وفعل۔ ما ذکرہ المجاھد کما قالہ الطحاوی
ویؤیدہ ما رواہ محمد فی مؤطاہ بسندہ عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن
عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوۃ ولم یرفعھما فی ما
سوی ذلک انتھی اور حصین راوی کے سھو کا ثبوت بھی بالدلیل القوی
ہے۔ اور ابوبکر بن عیاش ثقہ عابد ذکرہ فی التھذیب فکیف یکون ھذا الحدیث
معلولا بہ **قولہ** جسکے باعث ابن الزبیر نے کنا ناادب علیہ وغض غلمان کھکر
عبداللہ بن عامر کو اپنے مکان پر آنیکی اجازت ندی **اقول** اوگا۔ بفضلہ تعالی سرے
سے یہ قصہ ہی ابن زبیر کی نسبت غلط ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی نسبت اگر

احد المواضع التی اختلف فیھا الفریقان اھل الکوفۃ واھل المدینۃ وبکل واحد اصل

اصیل انتھی ان عبارات اور امام بخاری کی عبارت کا ناظر منصف موازنہ کرلے قولہ

جسکی نسبت بخاری نے کہا ہے قال علی المدینی وکان اعلم اھل زمانہ رفع الیدین حق

علی المسلمین بما روی الزھری عن ابیہ اقول علی بن عبد اللہ نے تو یہ کہا

اور طحاوی شرح آثار میں لکھتا ہے ان ذلک (ای عدم الرفع) ھو الحق الذی لا ینبغی

لاحد خلافہ انتھی قولہ جسکی نسبت ابو حمید نے دس صحابیوں میں بیٹھ کر کہا

انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تفصیل کی۔ وقت رکوع

وغیرہ میں رفع یدین کو بیان کیا۔ اور کسی نے انکار نہ کیا اقول بلکہ اصل لفظ حدیث

کا یہ ہے فقالوا جمیعاً صدقت کما نقلہ البخاری فی الجزء اس حدیث پر طحاوی

نے ۳ اعتراض کئے ہیں (۱) عبد الحمید بن جعفر اس حدیث میں متکلم فیہ ہے (۲)

فان محمد بن عمرو بن عطا لم یسمع ذلک الحدیث من ابی حمید ولا ممن ذکر معہ

فی ذلک الحدیث۔ بینھما رجل مجھول۔ ثم اثبت ذلک (۳) لفظ فقالوا جمیعاً

صدقت کا سوا ابی عاصم کے اس حدیث میں اور کسی نے نقل نہیں کیا۔ بلکہ اوروں نے

سوا اس لفظ کے ذکر کیا ہے۔ ثم سرد لاثبات ذلک احادیث متعددۃ قولہ جسکی انکار میں

عاصم بن کلیب سے نفی کا اثر جناب امیر کی مرفوع اور مثبت حدیث کا مقابلہ نہیں

ہوسکتا اقول مقابلہ تو یکطرف بلکہ طحاوی نے کہا ہے وعبارتہ ھذا۔ فان علیاً

لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ۔ الا وقد ثبت عندہ

النسخ انتھی۔ وقال ویضعف ھذہ الروایۃ ایضاً انہ روی من وجہ آخر۔ ولیس

فیہ الرفع ثم اخرج عن عبد العزیز ابن ابی سلمۃ عن عبد اللہ بن الفضل عن الاعرج

بہ ولم یذکر فیہ الرفع انتھی انتباہ راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث جناب امیر المومنین

علی کرم اللہ وجہہ کی بھی طرف صاحب رسالہ اشارہ فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو صحابہ

بفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید ۔ علی انہ قد تابع وکیعاً علی ہذہ اللفظۃ
عبد اللہ بن المبارک کما رواہ النسائی اور یہ لفظ اوروں سی بہی منقول ہے **قولہ**
جسکی بارہ میں جابر بن سمرہ کی حدیث سے استدلال کرنیوالے کو لاحظ لہ من العلم کہا گیا ہے
اقول ادہر سے تو یہ کہا گیا ۔ اور دوسری طرف سی من حمل احدہما علی الآخر فقد
اتی باعظم الاشیاء واقبح انواع الجہالۃ بالسنۃ کہا گیا ۔ فہذا مساویلہ بل ازید
منہ **قولہ** سچ ہے اگر لات رفعوا ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس سے استدلال
صحیح تہا ۔ تو حنفی تکبیر اولے اور قنوت عیدین وغیرہ میں رفع یدین کرنا درست نہ کہتے
اقول حنفی ایسے بلید نہیں جو کلام مبارک افصح العرب والعجم کو نہ سمجہیں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکنوا فی الصلوٰۃ فرمایا ہے ۔ لام یقول آپکے عہد میں اصل کے
تو مشار الیہ اسکے وہی مواضع ہیں ۔ جنمیں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکہا کہ وہ
لوگ رفع یدین کرتے تہے ۔ اور وہ عند الرکوع والرفع عنہ وغیرہ تہے ۔ پہر عام
کی نفی کیوں سمجہیں ۔ اسکی جواب اور بہت ہیں طوالت اجازت نہیں دیتی **قولہ**
جسکے حقمیں ابن سیرین کہتا ہے ۔ انہ من تمام الصلوٰۃ **اقول** دوسری طرف میں
انہ من المفسدات للصلوٰۃ کما ہو المروے عن المکحول موجود ہے وکلاہما کما ترے
قولہ جسکے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں **اقول** تواتر تو ایکطرف مشہور
ہونا بہی ثابت نہیں ہوتا ۔ لان المشہور ما اشتہر فی زمان التابعین کما بین فی
الاصول اور تابعین اس مسئلہ میں از حد مختلف ہیں فکیف الشہرۃ اور عدم رفع مذہب
امام صاحب اور محمد اور ابو یوسف اور زفر اور کل اہل کوفہ کا ہے ۔ بلکہ صحابہ (؟) وبہ قال الثوری
والنخعی ۔ وابن ابی لیلی ۔ وعلقمہ بن قیس ۔ والاسود بن یزید ۔ وعامر الشعبی ۔ و
ابو اسحاق السبیعی ۔ وخیثمۃ ۔ والمغیرۃ ۔ ووکیع ۔ وعاصم بن کلیب وہو روایۃ
عن ابی القاسم عن مالک وہو المشہور من مذہبہ ۔ والمعمول عند اصحابہ و

کہتے تو مضائقہ نہ تھا امام المحدثین بخاری علیہ الرحمۃ کی جزء القراءۃ
میں یہ عبارت ہی حدثنا محمد بن یوسف ثنا عبد الاعلے بن مسہر ثنا عبداللہ
بن العلاء ابن زبیر ثنا عمر بن المهاجر قال کان عبد اللہ بن عامر سألنی ان استاذن
له علی عمر بن عبد العزیز فاستاذنت له علیہ فقال الذی جلدا خاہ فی ان رفع
یدیہ ان کنا لنؤدب علیہ ونحن غلمان فی المدینۃ فلم یاذن له انتہی آپ
فرمائیے کہ یہ قصہ ابن الزبیر کا ہے ۔ یا عمر بن عبد العزیز کا ۔ ثانیاً عمر بن عبد العزیز
علیہ الرحمۃ چونکہ حاکم وقت تھے ۔ اونکا اپنی بارگاہ میں ۔ عبد اللہ بن عامر کو بار
نہ دینا ۔ کوئی حجت شرعیہ نہیں ۔ کہ مثبت احکام قرار دیا جائے ۔ حکام اگرچہ کیسے
ہی ہوں اپنی طبیعت کے مختار و مجاز ہیں ۔ کیا خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا نے
امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ کو ادنے امر کیواسطہ جو تعلیم الاطفال تھا
سخت مطعون اور مشتبہ کر کے بخارا سے نہ نکالدیا ۔ اور نیز جب امام بخاری ؒ ایسی
حالت میں نیسا پور رہضت افزا ہوئے ۔ تو امیر نیسا پور سے بھی ایسی ہی حرکت
نا ملائم سرزد ہوئی ۔ چنانچہ بخاری ؒ نے نیسا پور سے بھی مفارقت اختیار فرمائی ۔ پھر
امراکے ایسے ایسے افعال و اعمال کیا حجۃ شرعیہ ہیں ۔ کہ اونکو بوقت مناظرہ ثبوت مدعا
میں پیش کئے جاویں **قولہ** میں کہتا ہوں اسیونکا بیج آج درخت ہوگیا ۔ والے
اسد المشتکی **اقول** میں کہتا ہوں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ واللہ ذو الفضل
العظیم ۔ واللہ المستعان علی ما تصفون **قولہ** جسکی نسبت عاصم کی روایت میں
اگرچہ ابن مسعود سے کبر فی الاولی ثم لم یعد مروی ہے الخ **اقول** گو کہ عبداللہ بن
ادریس کی کتاب میں ثم لم یعد ہوا یا نہ ہوا ۔ الا اس ثم لم یعد کی ایسی شہرت
ہوئی ۔ کہ اکناف عالم اور اطراف جہان میں اسکا بیج درخت تناور ہوگیا ۔ وہ بھی کیسا
کہ جسکا سایہ روم و شام و بلخ و بخارا ۔ خراسان ۔ ترکستان ۔ سندھ و ہند میں پہونچا ۔ +

راقم اوراق کہتا ہے قال الترمذی فی جامعہ ۔ وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع
من ابیہ وھو اکبر من عبد الجبار ابن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ
انتھی ص ۱۸۶ ج ۲ اور ترمذی نے لکھا ہے والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی
شمالہ فی الصلوۃ ۔ ورای بعضھم ان یضعہا فوق السرۃ ۔ ورای بعضھم تحت السرۃ
وکل ذلک واسع عندھم انتھی وضع علی الصدر کا ذکر ترمذی نے نہیں کیا ہے
اگر کسی کا مذہب ہو یا کسی کا عمل ہے ۔ **قولہ** جیسے پہلے تشہد میں مردوں وعورتوں
کو جلوس علی الیسری اور نصب الیمنی کا حکم ہے ۔ اور دوسرے میں تورک **اقول**
اخرج مسلم بسندہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح
الصلوۃ الی ان قالت وکان رسول اللہ یفترش رجلہ الیسری وینصب رجلہ
الیمنی الحدیث **وروی** النسائی بسندہ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ
قال من سنۃ الصلوۃ ان ینصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعہ القبلۃ والجلوس
علی الیسری **وروی** البخاری فی صحیحہ بلفظ ان سنۃ الصلوۃ ان تنصب
الیمنی وتثنی الیسری الحدیث **واخرج** الترمذی عن وائل بن حجر قال
قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس
یعنی للتشہد افترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری و
نصب رجلہ الیمنی **و** قال حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم
وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک واھل الکوفۃ انتھی **واخرج**
ابو داؤد واحمد فی حدیث المسیئ صلوتہ انہ قال لہ علیہ السلام فاذا جلست فاجلس
علی فخذک الیسری **وروی** مالک فی صفۃ الصلوۃ قال ابن عمر انما سنۃ الصلوۃ
ان تنصب رجلک الیمنی وتثنی رجلک الیسری الحدیث **وروی** مالک

قال الترمذی وبه یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم والتابعین

وهو قول سفیان واهل الکوفة انتهی ذکره العینی فی شرح البخاری **قوله**

جسکے معارضہ میں امام صاحب کا مناظرہ اور امام اوزاعی سے اجتک معلق ہے کوئی اوسے

مسند نہیں کرسکا **اقول** ہمارا بیان ان شاء اللہ تعالی اس دعوی کی گردن پر سیف قاطع

ہے کما مرّ فیما مرّ۔ فلینظر ثمة **قوله** جسکے معارضہ کی نسبت ابن جوزی نے لکھا

ہے ما ابلد من حاول معارضة حدیث الرفعات بما روی من الاحادیث فی عدمها

اقول دوسری طرف میں ما اجهل وابلد من ذکر السنة الثابتة عن النبی الامی

الکریم برواة ثقات واخذ انه الصحابة ومن دونهم رضوان اللہ علیهم

جوابدہ ابن جوزی کے ہے **قوله** قیام کیوقت سینہ پر ہاتھ باندہے جیسے **صحیح ابن**

خزیمہ میں ثابت ہوا ہے۔ اور اسکا مخالف اثر مسند احمد اور بیہقی اور ابوداود میں

بروایت اعرابی الی قوله قابل حجت نہین **اقول** اولاً اسحدیث امیر المؤمنین علی

کو اگرچہ معنی مرفوع ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اسکے مقابل میں ہے۔ بلکہ حدیث مرفوع

لفظاً ومعناً جس سے وضع الیدین تحت السرة کا ثبوت وافی اور کافی ہے موجود ہے

اخرج ابن شیبة عن وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت

السرة انتهی۔ وسنده جید۔ ورواته کلهم ثقات۔ فوکیع احد الاعلام۔ وموسی

وثقه ابوحاتم واخرج له النسائی۔ وعلقمة بن وائل بن حجر۔ اخرج له البخاری فی کتاب

رفع الیدین ومسلم والاربعة۔ ووثقه ابن حبان فهو شاهد لحدیث علی کذا فی تخریج

احادیث الاختیار شرح المختار لقاسم بن قطلوبغا۔ والقول بان علقمة لم یسمع عن

ابیه لانه ولد بعد وفات ابیه ضعیف۔ والصحیح ان المولود بعد ابیه اخوه عبد الجبار

واما علقمة فقد حدث عن ابیه وسمع منه کما لا یخفی **ذکره الفاضل اللکنوی**

لانیه **ورودے** عثمان بن سعید عن علی ضعیف **ورودے**
عباس عن یحیی لا یحتج به - وقال الساجی ہم وانکان من اہل الصدق - وروی
عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتہمہ لانہ کان یتناول من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم - وقال ابوداؤد ولا یحتج بعنلیبہ - وقال الدار قطنی مختلفون
فیه ولا باس به - انتہی باختصار اگرچہ بعض نے اسکی توثیق بھی کی ہے - الا ایسی
کلام کا یہ حال ہے **اور** طریق چہارم میں یونس بن بکیر ہے - وہ بھی متکلم فیہ ہے
صاحب **میزان الاعتدال** لکھتا ہے قال ابوداؤد ولیس بحجة عندی یاخذ
بکلام ابن اسحاق فیوصله بالحدیث **و** قال النسائی لیس بالقوی - وقال العجلی
کان یونس علی المظالم بجعفر بن ابی داؤد بن بک ضعیف الحدیث - وقال العجلی
ھو وابنه بکیر بعض الناس یضعفونهما - وقال ابن المدینی قد کتبت عنه
ولیس احدث عنه **و** قال محمد بن عثمان بن ابی شیبة - قال لی یحیی لا استحل
الروایة عنه انتہی باختصار اگرچہ اسکی توثیق بھی بہت نے کی ہے - اور اسحدیث ابوحمید
کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے - اوسکی سند میں بھی عبد الحمید بن جعفر ہے - اور
اسی حدیث ابوحمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمة نے اپنی صحیح میں دو جگہ بیان
فرمایا ہے - اول افتتاح الصلوة میں یہاں موصول نہیں - دوم سنة الجلوس میں
یہاں موصول ہے - اوسکی سند میں حدثنا خالد عن سعید ہے - اور یہ سعید ابن ہلال
اللیثی المدنی ہے نبه علیه القسطلانی فی شرح البخاری - قال ابن حزم الظاہری
ضعیف **و** حکی الساجی عن احمد انه اختلط ذکرہ فی التقریب **واضح ہے** کہ یہ
اسقدر گفتگو باتباع صاحب رسالہ کے لکھی گئی - کہ اونے بات پر حنفیہ پر کرام پر اعتراض
کردیتے ہیں - اور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی منکر ہے - اور فلاں راوی کا سماع ثابت نہیں
اور فلاں راوی مختلف فیہ ہے اور فلاں متکلم فیہ ہے - ورنہ ہم کہا اور ان لوگونکی شان

عن عبد اللہ بن دینار انہ سمع عبد اللہ بن عمر صلی الی جنبہ رجل فلما جلس الرجل
فی اربع تربع وتثنی رجلیہ فلما انصرف عبد اللہ عاب ذلک علیہ فقال الرجل
فانک تفعل ذلک فقال عبد اللہ بن عمر انی اشتکی یعنی میں بیمار ہوں راقم
اوراق کہتا ہے ہذا صریح فی عدم التورک فی الجلوس فی التشہد الاخیر و
اعترف بہ القسطلانی الشافعی فی شرح البخاری حیث قال نعم فی حدیث عبد اللہ
بن دینار المروی فی الموطأ التصریح بان جلوس ابن عمر المذکور کان فی
التشہد الاخیر انتہی **وروی** عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علم التشہد فکان اذا جلس فی وسط التشہد وفی اخرہا جلس
علی ورکہ الیسری لحدیث القاری فی شرح المسند للامام ابی حنیفہ رح
ص ۲۵ ہذا ایضاً صریح فی الباب یہ جملہ احادیث باطلاقہ اسپر دال ہیں کہ ہر دو جلوس
برابر ہیں۔ اور **حدیث** ابو حمید کی جسمیں جلسہ اول اور دوم میں تفریق ہے حملوا
اصحابنا علی العذر وعلی بیان الجواز **وضعفہ الطحاوی** با وجہ مذکورہ
فی معانی الآثار راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے
اپنے رسالہ رفعیدین میں چار طریق سے بیان فرمایا ہے۔ پہلے اور دوسری طریقمیں
عبد الحمید بن جعفر ہے اور وہ متکلم فیہ ہے **میزان الاعتدال** میں لکھا ہے
وقد تقم علیہ الثوری خروجہ مع محمد بن عبد اللہ۔ وقال ابو حاتم لا یحتج بہ۔ و
قیل کان یرمی بالقدر۔ قال علی المدینی کان یقول بالقدر وکان سفیان
یضعفہ انتہی۔ گو کہ بعض نے توثیق بھی کی ہے۔ الا اوسکی ضعف کے قائل بہت ہیں
اور طریق سوم میں فلیح بن سلیمان ہے۔ یہ بھی متکلم فیہ ہے **میزان الاعتدال**
میں لکھا ہے قد قال ابن معین وابو حاتم والنسائی لیس بالقوی۔ وقال ابو حاتم سمعت
معاویۃ بن صالح۔ سمعت یحیی بن معین یقول۔ فلیح بن سلیمان لیس بثقۃ۔ و

اور کھڑا ہو گیا۔ اور پانچویں رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کر لیا۔ **اقول** اس باب
میں کوئی حدیث نصًا بیان ہونی چاہئے۔ کہ قعدہ اخیرہ ہو لکر پانچویں رکعت بھی
پڑھ لے تو اوسکی نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔ **بخاری وغیرہ** کی یہہ حدیث
صلی خمسًا فقیل له الحدیث۔ لیس نصًا فی ذلک بلکہ محتمل وجہیں ہے۔ محتمل ہے کہ
قیام الی الخامسہ بلا قعدہ اخیرہ کے ہو۔ اور محتمل ہے کہ قیام الی الخامسہ بعد قعود
اخیر ہو۔ **قال** الشیخ عبد الحق دہلوی فی اللمعات شرح المشکوة۔ لفظ الحدیث
یصدق مع ترک القاعدة ومع فعلها والثانی ارجح واقرب لانه صلی الله علیه وسلم
لم یکن یترک القعدة الاخیرة لکونها رکنًا فجواز الصلوة علی تقدیر ترکہ بعید
فهذا الحدیث مخصوص بفعل القعدة الاخیرة انتهی۔ اس دعوی کے اثبات کیلئے
صاحب رسالہ مطالب بالدلیل ہیں پہلے کوئی حدیث صحیح جو نص فی الباب ہو تلاش
کریں۔ پھر اعتراض کریں **قوله** یا کسی نمازی نے صبح کی ایک رکعت جسمیں آمین بالجہر
کہی تھی **اقول** قال امیر حاج فی الحلیة السر هو السنة وبه قالت المالکیة **ف**
قال النووی قد ورد فی السنة ما یشهد لکل من المذهبین انتهی۔ وترجح مشائخنا
السر۔ وقال شیخنا ابن الهمام ولو کان الی شیء لوفقت بان روایة الخفض یراد
بها عدم القرع العنیف۔ وروایة الجهر بمعنی قولها فی زبر الصوت وذیلها انتهی
ذکرہ فی التعلیق **قوله** پھر سورج نکل آیا آہ **اقول** روی الجماعة الا البخاری
من حدیث موسی بن علی بن رباح عن ابیه عن عقبة بن عامر الجهنی قال ثلث
ساعات کان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانا ان نصلی فیهن حین تطلع
الشمس بازغة حتی ترتفع وحین تقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس وحین
تضیف الشمس للغروب حتی تغرب انتهی۔ بحذف البعض **وروی** مسلم
من حدیث ابی امامة عنه وفیه فقلت یا رسول الله اخبرنی عن الصلوة قال

بلیغ اور مراتب علیا کجا۔ الحاصل یہ حدیث ایسی صحیح نہیں۔ کہ کسی کو اسمیں کلام نہو۔ اور عند الاحتیاج پیش کرکے حنفیہ کو الزام ترک سنت ثابتہ کا لگایا جاوے۔ جیسے کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ اور احادیث مذکورہ پر اسکو ترجیح دی جاوے۔ مع ان ذلک معمول کثیر من اہل العلم لا الحنفیہ خاصۃ **وایضًا** یعارضہ حدیث ابن عمر المذکور فی الموطا۔ وحدیث ابن مسعود الذی رواہ احمد ومر کلاھما قبیل ذلک واللہ اعلم بالصواب۔ یہ بھی **تفریق** مردوں اور عورتوں کی سو اسکو **مولوی عبد الحی** صاحب نے سعایہ شرح وقایہ میں بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے **قولہ** ندیہ کہ ان لا الہ میں اوٹھائے اور الا اللہ میں کھڑے جیسے بدون دلیل بعض کرتے ہیں۔ **اقول** قال صاحب مواہب الرحمن فی متنہ۔ ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ واشار فی الصحیح۔ ثم المعتمد عندنا ان لا یعقد یمناہ الا عند الاشارۃ لا ختلاف الفاظ الحدیث واضافۃ العبا۔ وبما اخترنا یحصل الجمع بین الادلۃ۔ فان بعضھا یدل علی ان العقد اولی من وضع الید علی الفخذ۔ وبعضھا یشیر الی ان لا عقد اصلا مع الاتفاق علی تحقق الاشارۃ۔ واختار بعضھم انہ لا یعقد ویشیر وبعضھم انہ لا یعقد الا عند قصد الاشارۃ۔ ثم یرجع الی ما کان علیہ والصحیح المختار عند جمہور اصحابنا انہ یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعًا لھا عند النفی۔ واضعًا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند الاشارۃ بلا خلاف انتھی **نقلہ القاری فی تزیین الاشارۃ** راقم اوراق کہتا ہے نسائی عبد الرزاق وغیرہ کی روایت میں وارد ہے۔ وضع یدیہ علی فخذیہ ثم اشار باصبعہ ظاہر اقتضا ثم کا جو کہ مفید تراخی کا ہے۔ یہ ہے کہ عقد۔ اور اشارہ۔ بعد الوضع ہو۔ پس بے سند کہنا مدلل نہیں **قولہ** چوتھی رکعت میں قعدہ ہو گیا

[margin, handwritten:] [illegible]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے تعلیم اور تفہیم کے تھا کہ پہلی کو دوسری پر قدرے
کیا جاوے **قولہ** حنفیہ پر اتمام حجت کے لئے چند آثار اس مسئلہ کے باب میں پیش
کرتا ہوں الخ **اقول** حجت کا لفظ یاد رہے اور آثار کی حجۃ کا حال میں
گزارش کرتا ہوں۔ کہ حجت تمام ہی یا ناقص **قولہ** قال بسندہ عن عبد الرحمن
الاعرج عن ابی ہریرۃ قال اذا ادرکت القوم رکوعًا لم تعتد بتلک الرکعۃ
اقول بخاری علیہ الرحمہ نے اس جزء القراءت میں بیان فرمایا ہے **صاحب رسالہ**
نے پوری سند اس اثر کی بیان نہیں فرمائی۔ اور وہ یہ ہے **حدثنا محمود** قال حدثنا البخاری
قال حدثنا معقل بن مالک قال حدثنا ابو عوانہ عن محمد بن اسحاق عن
عبد الرحمن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال اذا ادرکت القوم رکوعًا الخ **اب**
گزارش ہے اولًا یہ حدیث مرفوع نہیں۔ ابوہریرہ کا اثر ہے۔ فلا حجۃ فیہ
اور وہ جو صاحب رسالہ نے فرمایا ہے کہ صحابی کا قول حنفیہ کے نزدیک حجت ہی علی
الاطلاق صحیح نہیں کما مر مرارًا ثانیًا معقل بن مالک جو اس سند میں ہی متکلم فیہ ہی
قال الازدی وغیرہ منکر الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ ذکرہ فی
میزان الاعتدال۔ ثالثًا محمد بن اسحاق بھی اسکی سند میں ہی۔ اوسکا حال ماسبق
میں گزارش ہو چکا ہے اور نیز **قسطلانی** علیہ الرحمہ نے **مواہب لدنیہ** کے ص ۱۲۶
میں لکھا ہے وقد تمسک بحدیث عبد اللہ بن ابی عامر ہذا من قال بوجوب السواک
علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن فی اسنادہ محمد بن اسحاق وقد رواہ بالعنعنہ
وھو مدلس۔ والخصائص لا یثبت الا بدلیل صحیح انتھی۔ رابعًا اس اسناد میں
عبد الرحمن الاعرج ہے وہ بھی متکلم فیہ ہے۔ قال ابن العدی لا یکاد یعرف ذکرہ
فی المیزان پس اب آپہی انصاف فرمائیں۔ کہ باوصف اتنے مقام کے حنفیہ پر اتمام حجت کا
ہوا۔ یا کہ حجت ناقص بلکہ انقص ہی ہی۔ اور نیز آپکی شان تحقیقات سے بعید ہے

صلِ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانها تطلع بین قرنی شیطان وحینئذٍ یسجد لها الکفار الحدیث **وروی البخاری** قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوٰۃ حتی ترتفع الحدیث **و** روی البخاری من حدیث ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادرک احدکم سجدۃ من صلوٰۃ العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم صلوٰتہ۔ واذا ادرک سجدۃ من صلوٰۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیتم صلوٰتہ انتھی حدیث **اول۔ دوم۔ اور سوم** کا مدلول یہ ہے۔ کہ عند الغروب والطلوع نماز ممنوع اور حرام ہے۔ اور حدیث چہارم کا مدلول جواز صلوٰۃ ہے فتعارضا۔ لہٰذا محتاج بتطبیق ہوئیں۔ ہماری نزدیک چونکہ عام وخاص ہر دو قطعی مساوی ہیں۔ پس ہمارے اصحاب نے رفع تعارض میں فرمایا۔ فقالوا انما وقع التعارض بین ھٰذا الحدیث (یعنی ابوہریرۃ) وبین التی وردت فی النھی فی الاوقات الثلثۃ۔ فرجعنا الی القیاس کما ھو حکم التعارض والقیاس رجح ھذا الحدیث فی صلوٰۃ العصر وحدیث النھی فی صلوٰۃ الفجر۔ واما سائر الصلوٰۃ فلا یجوز فی الاوقات الثلثۃ لحدیث النھی اذ لا تعارض لحدیث النھی فیھا۔ واول الشافعی رحمہ اللہ بوجہ لاح لہ وعنہ بغیرہ وللطحاوی فیہ مسلک اٰخر ذکرہ فی معانی الآثار فلینظر ثمہ **قولہ** ہر رکعت میں قراءۃ پڑھنے کے دلائل احادیث مرفوعہ سے تمام ہوئے **اقول** کلام وجوب میں تھی۔ کہ ہر رکعت میں فرض ہے یا نہیں۔ سو اوسکی فرضیت کا ثبوت جیسا ہوا سو ناظرین پر روشن ہے باقی خیر **قولہ** امام بخاری نے ابوسعید سے روایت کیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو لنبا کرتے تھے آہ **اقول** اولاً۔ پھر اس سے کہاں ثابت ہوا کہ مُدرِک فی الرکوع کی رکعت معدود نہیں ہوتی۔ ثانیاً۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غرض سے رکعت پہلی کو لنبا فرماتے تھے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل حضرت

مقصد۔۔۔ [illegible]

اقول اس حدیث کا ضُعف مُستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں بل الجمھور
دلائل اخر واضحة من ھذا فان لم یثبت ھذا فلا ضرر وقد مر فیما مر **قولہ**
دوسرا جواب ابوہریرہ کی یہ حدیث حقیقت میں یہ حدیث ہے اذا ادرک الی ان
قال اس روایت میں رکوع کی بدلی رکعت کا لفظ ہے **اقول** اس میں نہ بھی
اور احادیث صحیحہ میں رکوع کا لفظ موجود ہے کما مر فی اول ھذہ المسئلة فلا ضرر بہ
قولہ ۳ جواب جمعہ کی تقیید آپکے تقریب کو تام نہیں ہونے دیتی **اقول** جمعہ اور
باقی نمازوں میں اس باب میں فرق تحکم ہے فان الدلائل عامة شاملة لھا و
لغیرھا فاجراء ھذا الحکم المستفاد من الحدیث المذکورة فی الجمعة دون
غیرھا لا یخلو عن خدشة **قولہ** راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہے آہ
اقول اصول حنفیہ میں یہ ہے۔ کہ جب عمل راویکا بخلاف روا بعد الروایة
ہو تو وہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ اور اگر ایسا نہو تو وہ جرح فی الروایة نہیں
نور الانوار میں ہے وان عمل الراوی بخلاف روایتہ قبل الروایة او لم یعرف
تاریخہ لم یکن جرحا فی روایتہ انتھی بمضمونہ پس عمل راویکا بعد الروایت آپ
اول ثابت کریں۔ پھر حنفیہ یا اونکے اصول پر اعتراض کریں ودونہ خرط القتاد
قولہ فاتحہ کی ضرورت کیوں نہیں مانتے **اقول** لورود النصوص فی ذلک مرفوعا
وموقوفا کما سبق فیما سبق فافترقا **قولہ** (۱) جواب میں امام بخاری نے
اس سوال کا نہایت لطیف جواب دیا الی ان قال۔ قال الامام البخاری فلیس لاحد
ان یعود لما نھی النبی عنہ علیہ السلام **اقول**۔ اوّلا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابی بکرہ رض کو ایسی دوڑ کر بجماعت ملنے اور دون الصف رکوع کرکے بجماعت شامل
ہونیسی منع فرمایا۔ جیسی بخاری کی روایت میں ہے۔ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف الحدیث۔ وفی روایة الطحاوی وقد

راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہونیکا جواب۔

ابی بکرہ کی بحث +

کہ ایسی متکلم فیہ اثر کو بوقت معارضہ آپ پیش کریں۔ اور اوسکا تمام حجت کیا بلکہ تمام التحجہ کہیں ؟
قولہ قال قال ابو سعید الخ **اقول** اسکی اصل اسناد میں عوام بن حمزۃ المازنی
ہی اور وہ متکلم فیہ ہے روی عباس عن یحیی لیس حدیثہ بشئ و قال احمد لہ مناکیر
وقال ابن عدی ارجوانہ لاباس بہ انتھی ذکرہ فی المیزان اور بی بی عائشہ رضی اللہ
عنہا کا اثر بے سند ہی لوکان انظرنا فیہ **قولہ** پس عدم اعتداد رکعت کا جس میں کوئی
نمازی بدون قرارت امام سے رکوع میں ملا جمہور کا مذہب ہوگا **اقول** یہہ مذہب جمہور
کا صرف خیال اور وہم ہے۔ ابن عبد البر نے اپنے شرح استذکار میں لکہا ہے
قال جمہور الفقہاء من ادرک الامام راکعاً فکبر وامکن یدیہ من رکبتیہ قبل
ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک الرکعۃ ومن لم یدرک ذلک فقد فاتتہ الرکعۃ
ومن فاتتہ الرکعۃ فقد فاتتہ السجدۃ ای لا یعتد بہا۔ ھذا مذہب مالک والشافعی
وابیحنیفۃ واصحابھم والثوری والاوزاعی وابی ثور واحمد واسحاق وروی ذلک
عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنہم فی التمہید انتھی
جمہور کا مذہب یہہ ہی یا کہ جو آپنے خیال فرمایا **قولہ** اور بعض اہل ظاہر اور ابن خزیمہ
نے تو اس مسئلہ میں صاف فتوی دیا ہی الخ **اقول** بہت اقوال صحاب ظواہر
کی مخالف اہلسنت وجماعت کے ہیں وانہا صریحۃ البطلان۔ کما مرت الاشارۃ فی
ابتداء الکتاب فلیکن ھذا القول منہا فکیف الاستدلال بہ۔ والنسبۃ الی ابن
خزیمہ مطالبۃ بالدلیل وتصحیح النقل الصریح ولیس فی صحیحہ مایدل علیہ۔ کذا قالہ
الفاضل اللکنوی **قولہ** اور عبد الرحمن الاعرج کے مخالف۔ عبد الرحمن بن اسحاق کا اثر
ابوہریرہ سے اگر کوئی پیش کرنا چاہیے تو یہہ بھی سن رکہنا چاہیئے **اقول** یہہ ہی سن
رکہنا چاہیے کہ بہرحال عبد الرحمن الاعرج کے اثر سے قوی ہے۔ علاوہ براں اسکی مؤید
مذہب جمہور کا ہے پہر یہ راجح ہوا **قولہ** (۱) جواب اس حدیث میں بشر بن معاذ نے

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم رکعوا دون الصف ثم مشوا الی الصف
اعتدوا بتلک الرکعۃ التی رکعوہا دون الصف **منہا** ما روی الطحاوی عن
زید بن وہب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وہو راکع
فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوۃ قمت لاقضی
فقال عبد اللہ ادرکت الصلوۃ انتہی اور بہت اخبار شاہد اس مدعا کے اس مسئلہ کی
شروع میں گزارش ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اب ہمکو فاء تعقیبیہ وغیرہ کی کچھہ
ضرورت نہ رہی **قولہ** اگر فرکع کی فاء سے عدم قراۃ آپ لوگوں نے سمجھا ہے
اقول فا۔ فرکع سے ہمکو سمجھنی کی درصورت موجودگی شہود عدول چنداں ضرورۃ
نہیں **قولہ** نحو کی کتابوں میں فا کی بحث دیکھو **اقول** حسب الارشاد شرح
جامی جو کہ بالفعل موجود ہے دیکھے۔ تو اوسمیں یہہ عبارت لکھی ہے والفاء للترتیب
ای للجمع مع الترتیب بغیر مہلۃ انتہی راقم اوراق لکھتا ہے۔ عرب بولتی ہین
اذا کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔ اکل زید فشبع۔ ان دخلت الدار فانت
طالق۔ قام زید فہم۔ قال عز من قائل۔ فوکزہ موسی فقضی علیہ۔ ای مات
لاکلون من زقوم۔ فمالئون منہا البطون۔ ونادی نوح ربہ فقال ان ابنی من اہلی
ان جملہ امثلہ میں فا واسطے ترتیب بلا مہلت کے ہے۔ اور اون مثالوں کو جو صاحب رسالہ
نے بیان فرمایا ہے۔ اون میں بھی فا واسطے ترتیب بلا مہلۃ کے ہے۔ نہ واسطے مہلۃ
اور فاصلہ کے کما قال صاحب الرسالۃ۔ والسر فی ذلک کما نبہ علیہ فی المسلم وشرحہ
حیث قال۔ الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ وتراخ بعدہا فی العرف
مہلۃ وتراخیا۔ ولو کان الترتیب فی الذکر منہ وہو ای التعقیب فی کل شئ
بحسبہ کتزوج فولد لہ۔ فیصح اعتبار التعقیب وان کانت المدۃ بینہما قریبا من السنۃ
لانہ لا یمکن القرب فیہ عرفا من ہذا فلا یعد ہذا التراخی تراخیا عرفا انتہی اس

(حاشیہ:) ... کلام ... حواشی ... (۱۰)

حضرۃ النفس و قال القسطلانی والمراد لا تعد الی ان تسعی الی الصلوۃ سعیًا بحیث یضیق علیک النفس لحدیث الطبرانی انہ دخل المسجد وقد اقیمت الصلوۃ فانطلق یسعی۔ او المراد لا تعد تمشی وانت راکع الی الصف انتہی لکذا وکذا۔ دیکھو قسطلانی شرح صحیح بخاری اور یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اعتداد الرکعت سے فرمائی ثانیًا مولوی عبدالحی صاحب نے اس سوال کا جواب نہایت لطف بیان فرمایا۔ حیث قال وقولہ الاحتجاج بشئ قد نھی عنہ لا یصح غیر صحیح فان الاحتجاج بامر منھی عنہ من حیث انہ منھی لاثبات امر ینافیہ غیر صحیح لکنہ لیس بموجود ھھنا۔ واما الاحتجاج لنفس تقرر ذلک الشئ ونفاذہ وکفایتہ بعدم ما یدل علیہ فان ورود النھی عنہ صحیح کما بسط فی کتب الاصول۔ فان النھی عن شئ لا یستلزم عدم تقررہ اصلاً انتہی **قولہ (۲)** جواب کہاں لکھا ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدون القراۃ یا قبل القراۃ رکوع کیا تھا۔

اقول یہی حدیث باعلی ندا پکار رہی ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدوں قرائت اور قبل از قراءۃ رکوع کیا تھا **روی البخاری** عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع دون الصف الحدیث وفی روایۃ النسائی انہ دخل المسجد فرکع وفی روایۃ الطحاوی انہ قال جئت فرکعت دون الصف۔ وفی روایۃ ابی داؤد انہ جاء فرکع دون الصف اور اس مدعا کے اثبات کے لئے شہود عدول موجود ہیں فکیف الانکار والاعراض عنہ **روی** ابوہریرۃ مرفوعًا اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئًا ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ اخرجہ ابوداؤد۔ وقال عمر رضی اللہ اذا ادرکت الامام راکعًا فرکعت قبل ان یرفع رأسہ فقد ادرکت وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک الرکعۃ ذکرہ الحلبی فی غنیۃ المستملی۔ وقال ھذا نص فی المسألۃ **وقد** روی عن جماعۃ من

قولہ، جواب یہاں تقریر ہی نہیں۔ اس مقام میں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ
پر انکار فرمایا۔ پھر تقریر کہاں رہی **اقول** اصولیوں نے بیان کیا ہے صورت التقریر
ان یسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن انکار قول قیل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ
او سکت عن انکار فعل فعل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ۔ فان ذلک یدل علی
جوازہ انتہی اور اس مقام میں تقریر درباب اعتداد رکعت ثابت ہے۔ اور انکار درباب
سعی شدید اور دوڑ کر شامل ہونے اور رادون الصف رکوع کرکے شامل صف ہونے
کی نسبت وارد ہے۔ نہ بابت اعتداد رکعت کے **روی البخاری** فی الجزء
عن ابی بکرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوة الصبح فسمع نفسا شدیدا او بھرا
من خلفہ۔ فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوة قال لابی بکرة انت
صاحب ھذا النفس قال جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعة معک
فاسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصا ولا تعد صل
ما ادرکت واقض ما سبق **وفی** روایة الطبرانی فلما انصرف علیہ السلام قال
ایکم الذی دخل الصف وھو راکع۔ ولابی داود ایکم الذی رکع دون الصف
ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرة انا۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح
کی نماز میں کسی کا سانس شدید اور ہانپنا سنا۔ بعد فراغ کے نماز سے فرمایا۔ کہ کون ہے ایسا
ایسا شخص۔ ابوبکرہ نے عرض کی فداک نفسی میں ہوں یا رسول اللہ۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تیری حرص زیادہ کرے۔ پھر ایسا نکرنا۔ پڑھ لیا کرو جو تو پاوے
اور قضا کر لیا کر جو ہو چکی۔ یہ **الفاظ** حدیث شریف کے صاف دال ہیں۔ کہ انکار حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت سعی شدید اور دوڑ کر شامل جماعت ہونے اور رادون الصف
رکوع کرکے جماعت میں ملنے کی بابت ہے۔ اور درباب اعتداد رکعت سکوت ہے اوسی
کو اہل اصول تقریر کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ جو کچھ صاحب رسالہ فرماتے ہیں مقتضا الفاظ

مسئلہ کو ہم نے واسطے فائدہ ناظرین کے بیان کیا ہے۔ ورنہ ہمکو اسکی ضرورت نہیں کہ مُدعا اسکے مبرہن اور ثابت ہی۔ کما تلونا علیک **قولہ** ۳ جواب کہاں ثابت ہؤا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ یا قضا کا حکم نہیں **اقول** اولا کہاں ثابت ہوا ہی کہ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اعادہ او قضا کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ہی اس اعادہ اور قضا کی نقل قوی نہیں۔ تو ضعیف ہی سہی۔ دکھلا دیجئے۔ ثانیاً۔ حضرت صلعم کا ابوبکرہ کو ثم لا تعد فرماکر سکوت فرمانا یہہ ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اسکو ثبوت ضرورۃ کہتے ہیں **قولہ** ۴ جواب کہاں ثابت ہوا ہی۔ کہ ابوبکرہ نے قضا نہیں کی **اقول** اولا کہاں ثابت ہوا ہی کہ ابوبکرہ نے قضا کی تھی۔ اس قضا کا ثبوت آپکا فرض ہی۔ ثانیا۔ جبکہ یہہ ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اوسوقت اتنا ہی فرمایا لا تعد زادک اللہ حرصًا اور کچھہ نفرمایا۔ اور ابوبکرہ نے اوسوقت اور کچھہ نہ پڑہا۔ تو پہر اور کیا ثبوت ہونا چاہیئے **قولہ** کیا عدم النقل نقل العدم ہے ابن الہمام حنفی نے کہا ہے بالجملہ عدم النقل لا ینفی الوجود **اقول** یہاں عدم النقل نہیں۔ بلکہ نقل العدم ہے لان سکوت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد قولہ زادک اللہ حرصًا ثم لا تعد ثابت بلا مریۃ یعنی جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم لا تعد فرماکر سکوت فرمائی اور اعادہ کا حکم ارشاد نہ فرمایا۔ تو ابوبکرہ نے قضا کیوں کرنی تہی لانہم مامورون بالامر فثبت عن سکوتہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورۃ ان ابابکرۃ لم یقض شیئًا اور اگر عدم قضا کو آپ تسلیم نہیں کرتے تو قضا کا ثبوت آپکا فرض ہی کسی روایت صحیحہ نہیں تو ضعیفہ سے ہی ثابت کریں **قولہ** ۵ جواب لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور اور معلوم تہا الخ **اقول** وجوب فاتحہ کا مسئلہ بحالت اختیار اور انفراد معلوم و مشہور تہا۔ نہ بحالت شمول و اضطرار۔ پس ایسی حالت میں ضرور محتاج بیان تہا۔ سکوت عن وقت الحاجت بیان ہوا۔ پس قیاس بر قول ابن الہمام مع الفارق ہے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نماز پڑہی باوصف حصول علم اور گفتگو بسیار کے جو فیما بین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز کا حکم نہ دیا۔ اور سکوت فرمائی۔ یہ سکوت عن وقت الحاجۃ ہے یا الی وقت الحاجت ؎ بقول شخصے۔ بعد مردن سہراب نوشدارچہ کار۔ بوقت فساد و بطلان نماز ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمائی پہر اور وقت حاجت کا کونسا ہونا چاہیئے۔ مع انہ لم یثبت ذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ بعد ذلک ومن ادعا فعلیہ البیان ودونہ خرط القتاد دیکہو۔ کہ اعرابی مسئ فی الصلوات نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑہی۔ چونکہ وہ نماز اوسکی کامل طور پر جائز نہیں ہوئی تھی فی الفور سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اعادہ نماز کا حکم دیا۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی نماز اگر ایسی ہوتی تو باوصف سوال وجواب کے لاتعد فرمایا۔ اور اعادہ نماز کا حکم پہر آئندہ کے واسطے رکھ لیا۔ واللہ عقل کام نہیں کرتی سچ ہے مجادلہ اور مکابرہ کی حد نہیں **قولہ**

۱۰ جواب۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث طبرانی نے صل ما ادرکت واقض ما سبقک زیادہ کیا ہی۔ توشیح سیوطی من امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب اور زیادہ ثقہ بلکہ تفرد ثقہ بزیادہ مقبول ہے صرح بہ ابن الہمام پس یہاں بیان ہو گیا تاخیر نہی **اقول** اولا۔ زیادہ ثقہ کی کہاں سی ثابت ہوئی۔ کیا طبرانی کا بیان ہی زیادہ ثقہ ہے۔ کیا طبرانی نے التزام کیا ہوا ہے۔ کہ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ کے طرح سوا ثقات کے کسی سے روایت نہیں کرونگا۔ کیا آپنے طبرانی کی سند دیکھی ہے۔ کہ یہ روایت ثقہ کی ہی۔ کیا توشیح میں ہونا مستلزم اسکا ہی کہ یہہ روایت ثقہ کی ہی۔ سند دیکہو پہر کہو کہ زیادہ بلکہ تفرد ثقہ کا ہے۔ ثانیا۔ اسناد درجاتیکی حاجت ہی کیا تھی۔ توشیح سیوطی عن امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب بہت نزدیک

(حاشیہ:) ای لاعادۃ الصلوۃ ۱۲ منہ

حدیث کا نہیں۔ **قولہ** ۷۔ جواب ماناکہ سکوت تقریر ہی الا تقریر قول کا معارضہ
نہیں کرتی **اقول** اولاً۔ یہ مطالب بالدلیل والسند ہی۔ ثانیاً۔ ماناکہ تقریر قول کا
معارضہ نہیں کرتی اگر ہر دو در یک باب ہوں۔ اور اگر در ابواب مختلفہ ہوں تو معارضہ
ہی کہاں وھھنا کذلک کما ثبت قبل ذلک **قولہ** ۸ جواب جواز تاخیر بیان میں
اصولیوں کا اختلاف ہی سائل کا مطلق ممنوع کہنا صحیح نہیں **اقول** اصولیوں کا
اختلاف تاخیر بیان عن الورود الی وقت الحاجت میں ہی۔ نہ تاخیر بیان عن وقت
الحاجت میں **فی المسلم و شرحہ** مسئلۃ المختار جواز تاخیر تبلیغ الحکم المنزل
الی المکلف الی وقت الحاجۃ۔ وھو وقت تنجیز التکلیف سواء کان موسعًا او مضیقًا
وقال شرذمۃ قلیلۃ لا یجوز۔ واما التاخیر عن وقت الحاجۃ فلا یجوز اتفاقا
انتھی **وفی** حصول المامول ان تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ وذلک فی الواجبات
الفوریۃ لم یجز۔ ولھذا نقل الباقلانی اجماع ارباب الشرائع علی امتناعہ وتاخیرہ
عن وقت ورود الخطاب الی وقت الحاجۃ الی الفعل الی ان قال فان فی ذلک مذاھب
کذا وکذا۔ انتھی بمضمونہ۔ **وفی** نور الانوار تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ لا یصح
واما عن الخطاب فصحیح انتھی ھکذا فی التوضیح والتلویح **ان** عبارات سے صاف ظاہر
ہی کہ اصولیوں کا اختلاف تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں نہیں۔ پس سائل کا لا یجوز
تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ کہنا مطلقاً صحیح ہوا کیونکہ اس میں اصولی متفق الکلمہ
ہیں اور کلام سائل کی تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں ہے۔ نہ عن وقت الخطاب
میں فافہم **قولہ** ۹۔ جواب بعد فرض وتسلیم تاخیر عن وقت الحاجت ممنوع ہے
نہ الی وقت الحاجۃ اور یہاں ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ سکوت الی وقت الحاجت ہو۔ اور یہ
سکوت جمہور کی نزدیک جائز ہی **اقول** اولاً۔ اس محل میں سکوت الی وقت الحاجۃ
کہنا مطالب بالدلیل ہے۔ بلکہ ہم کہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ ثانیاً۔ ابوبکرہ کی جب

تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ بالاتفاق ناجائز ہے ۷

تاخیر بیان الی وقت الحاجۃ جائز ہے ۸

قتادۃ ان اباہ اخبرہ قال بینما نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع جلبۃ فقال ما شانکم قالوا استعجلنا الی الصلوۃ قال فلا تفعلوا۔ اذا اتیتم الصلوۃ فعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما سبقکم فاتموا انتہی ۔ وہ جو صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ بیاں ہوگیا تاخیر نہی۔ بیان اوسکی تعلیم اور تفہیم آئندہ کا ہوگیا۔ یا کہ عدم اعتداد رکعت کا۔ جو کہ مبحوث فیہا ہے) ہوگیا **الغرض** جسکا بیاں ہوگیا وہ صاحب رسالہ کو مفید نہیں۔ اور جو مبحوث ہی اوسکا بیان نہیں ہوا۔ پس قولہ بیان ہوگیا تاخیر نہی کا یفید فافہم۔ اللّٰہم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً **قولہ** تاخیر بیان پر الزام۔ افعال حج کے بیان میں۔ **حج نبوی کا قصہ دیکھ جاو۔** اور اوس میں جن لوگونے رمی اور ذبح اور حلق وغیرہ کی تقدیم و تاخیر ہوگئی۔ اونکی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوی افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج ہی ہو **اقول** قال صلی اللہ علیہ وسلم لا حرج ثم قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج و تعلموا لمناسککم فانہا من دینکم اس عبارت کو بھی ساتھ فتوے کے شامل کرو۔ تاکہ خیانت فی الفتوی والنقل متصور نہو **قولہ** پر اپنے وجوب دم کا حکم اسکے مقابلہ میں لاکر دیکھو۔ اور سوچو کہ تاخیر بیان یا عدم نقل حکم وجوب دم موجود ہے یا نہیں **اقول** تحقیقاً و تفصیلاً للمقام **افعال یوم النحر** کے چار ہیں۔ رمی جمار۔ ذبح۔ حلق الراس اور طواف الافاضہ ثم السعی ثم اختلفوا ان ہذا الترتیب سنۃ او واجب فذہب جماعۃ منہم ابو حنیفہ ومالک رحمہ اللہ الی الوجوب۔ والشافعی واحمد فی روایۃ ومن معہما الی انہ سنۃ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو اسی ترتیب سے کیا۔ حجۃ الوداع کے سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کے پاس ناقہ پر سوار ہوکر کھڑی تھی کما وقع فی روایۃ البخاری) کہ ایک شخص نے جسکا نام معلوم نہیں ہوا قال حافظ ابن حجر لم اقف علی اسمہ بعد البحث الشدید ولا علی اسم احد ممن سال فی ہذا

ہی تہا۔ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے جزو القراءت کے صفحہ ۲۳ میں۔ اس زیادۃ کو بیان کیا ہے کما مرّ آنفاً عنقریب اگرچہ اوس اسناد میں بھی عبد اللہ بن عیسی ابو خلف ہی فی التقریب عبد اللہ بن عیسی ابو خلف ضعیف۔ من السادسۃ انتہی و فی میزان الاعتدال قال ابو زرعہ منکر الحدیث۔ قال النسائی لیس بثقۃ انتہی باختصار الا یہہ زیادۃ اسمیں موجود ہے۔ ثالثاً۔ صل ما ادرکت واقض ما سبقک اس زیادۃ کے کیا یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو فرمایا۔ کہ اس نماز میں جو تو اب میری ساتھ پڑھ چکا ہے۔ اسمیں جو کچھہ قضا ہوا ہے اوسکو تو قضا کر لے یا آئندہ کے لئے آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ آیسا نہ کرا کر۔ بلکہ بسکون و وقار اگر نماز میں شامل ہوا کر۔ جو نماز میں سی تجکو ملے اسکو امام کے ساتہہ پڑہ لیا کر۔ آور جو رہ جاوے اوسکو قضا کر لیا کر۔ نہیں بلکہ یہہ مراد ہے یدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صل ما ادرکت اب ہم توشیح عن امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب کی عبارت بو بہو نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظر منصف دیکہی۔ کہ اوس عبارت سے کیا مطلب ہے۔ آور صاحب رسالہ کی کلام سی اوسکو کچھہ مس ہی ہے **والعبارۃ ھذہ** و فی الحواشی صحیح البخاری للسیوطی المسمی بالتوشیح۔ ولا تعد بفتح اوّلہ وضم العین آی الی ما صنعت من السعی الشدید الی الرکوع دون الصف۔ زاد الطبرانی صل ما ادرکت واقض ما سبقک وحکی بعضہم انہ روی بضم اوّلہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتہی اس عبارت کا مضمون یہ ہی۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو بعد مشاہدہ اوس کے حال کے فرمایا۔ کہ اللہ تیری حرص زیادہ کرے آئندہ ایسی سعی شدید جو کہ موجب ہانپنی اور سانس چڑہنے کا ہو اور رکوع ما دون الصف کرکے صف نماز میں شامل ہونا نہ کرا کر۔ بلکہ بسکون و وقار جماعت میں شامل ہوا کر۔ جو کہ امام کے ساتہہ ملے اوسکو پڑہ لیا کر۔ آور جو رہ جاوے اوسکو قضا کر لیا کر۔

وشاھدہ ما روی مسلم بسندہ عن یحیی بن ابی کثیر قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی

فمن فعله فعلیه دم انتہی ۔ ہذا خلاصۃ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری **ف**
یؤیدہ ما روی عن ابن عباس بسند لا مطعن فیہ کما رواہ الطحاوی ۔ وقال وھو احد
ممن روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما سئل یومئذ عن شئ من تقدیم
وتاخیر فی افعال الحج ۔ الا ۔ قال لا حرج ۔ وقال ابن عباس من قدم شیئا من
نسکہ او اخرہ فلیھرق لذلک انتہی ۔ یہہ خلاصہ تقریر افعال یوم النحر ۔ تقدیم اور
وتاخیر میں اختلاف علماء کا ہے ۔ اسپر صاحب رسالہ فرماتے ہیں کہ تقدیم وتاخیر کے بابت
لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ۔ تو آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جواباً فرمایا ۔ افعل ولا حرج ۔ اور حنفیہ مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں ۔ کہ تقدیم تاخیر میں دم لازم
آتا ہے ۔ والحال انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یامرھم بالدم پس تاخیر بیان عن وقت
الحاجت لازم آئی ۔ سو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں ۔ کہ صاحب رسالہ نے مختصر روایت دیکھکر
اعتراض حنفیہ مالکیہ وغیرہ پر جمایا ۔ اور روایت مفصل کا خیال نفرمایا ۔ کہ رسول صلی
اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں کو کہ اعراب اور نادان افعال حج تھے ۔ وضع تضییق
فی الدین ۔ اور ۔ نفی ۔ حرج ۔ فرماکر حکم نافذ فرمایا ۔ کہ دوا نا ۔ اور عمداً ۔ ایسا نکرنا کہ یہہ ۔
خلاف میری طریق ۔ مسلوک ومسنون کا ہے ۔ بل تعلموا المناسک کما لم فانھا من دینکم
کما مر من روایۃ ابی سعید عند الطحاوی مفصلاً ۔ پس تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ
نہی ۔ بلکہ بیان وقت حاجت پر ہوا ۔ کیونکہ بل تعلموا ۔ اہ کا جملہ جملہ مناسک حج پر
مبنی اور مشتمل ہے ۔ واحکام الدماء ایضاً منہا ۔ پس صاحب رسالہ کا الزام حنفیہ
مالکیہ وغیرہ پر نہ ہوا ۔ بلکہ تفصیلے روایت نہ دیکھنی اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا
فتوی ناقص وناتمام بیان کرنیکا الزام صاحب رسالہ پر قائم ہوا **قولہ** اور جس شخص نے
صحابہ میں سے اپنی بی بی کے ساتھہ جماع کرلیا ۔ اور ثمرات عطیہ نبویہ بھی اپنی گھر والونکو
ہی کھلادی ۔ اسکی حقمیں آپکا فتوی ہی کہ کفارہ اور قضا اوس کے ذمہ تہا ۔ حالانکہ

القصة لانهم کانوا جماعة من الاعراب کما وقع فی روایة الطحاوی وغیرہ) پوچھا

کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب نادانی اور جہل افعال حج کے (کما وقع فی روایۃ

البخاری وغیرہ) لم اشعر میں نحر قبل از رمی کی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ارم ولا حرج پھر ایک اور نے عرض کی یارسول اللہ میں نے بھی بسبب عدم وقوف

اور نادانی کے حلق قبل از ذبح کیا ہے۔ کما وقع فی روایۃ البخاری لم اشعر فحلقت

قبل ان اذبح) خلاصہ کائنات مفخر موجودات نے فرمایا اذبح ولا حرج علی ہذا القیاس بہت

لوگ جو کہ ناواقف از افعال حج تھے۔ اس تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کرتے رہے

آپ مقصود دارین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج فقال

الشافعی ومن معہ فی ذالک۔ انہ لو اخل فی شئ من ذلک لا یلزمہ دم استدلالا

بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حرج **وقال جماعة** ومنہم ابو حنیفۃ ومالک قولہ

صلی اللہ علیہ وسلم لا حرج ای لا اثم علیکم فیما فعلتموہ من ہذا لانکم فعلتموہ

مع الجہل منکم لا علی القصد منکم خلاف السنۃ۔ وکانت السنۃ خلاف ہذا

فالنبی علیہ السلام اسقط عنہم الحرج واعذرہم لاجل النسیان وعدم العلم۔ لا انہ

اباح لہم ذلک حتی ان لہم ان یفعلوا ذلک فی العمد۔ والدلیل علی ذلک ما رواہ

ابو سعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو بین الجمرتین عن

رجل حلق قبل ان یرمی قال لا حرج۔ وعن رجل ذبح قبل ان یرمی قال لا حرج ثم

قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج۔ وتعلموا مناسککم فانہا من دینکم

فدل ذلک علی ان الحرج الذی رفعہ اللہ عنہم انما کان لجہلہم بامر المناسک

لا لغیر ذلک۔ وذلک لان السائلین کانوا اناسا اعرابا لا علم لہم بالمناسک فاجابہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لا حرج یعنی فیما فعلتم بالجہل لا انہ اباح لہم ذلک

فیما بعد۔ ونفی الحرج لا یستلزم نفی وجوب القضاء او الفدیۃ فاذا کان کذلک

ما فی الفتح بمضمونہ۔ رہا امر بالادار الکفارہ سو وہ بھی اسی حدیث سے اقتضاءً ثابت ہے۔
اسلئے کہ جب استقرار کفارہ بذمہ اش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت فرمایا تو ضرور
فراغ ذمہ کا متی تمکن علیہ لازم ہوا۔ علی سبیل التنزل فرضاً اور تسلیماً اگر ہم اس ثبوت
اقتضاء کو نہ تسلیم کریں تو غایتہ ما فی الباب۔ تاخیر بیان الی وقت الحاجت لازم
آئی۔ وہو جائز عند جماہیر الاُصولیین کما صرح بہ النووی وغیرہ۔ نہ تاخیر بیان
عن وقت الحاجت۔ وکلامنا فیہ۔ لا الاول۔ الحاصل صاحب رسالہ نے مختصر روایت
حدیث کی ملاحظہ فرماکر حکم جمایا کہ کسی حدیث میں حکم بالاقتضا ثابت نہیں ہوا۔
حالانکہ اسی حدیث کی مفصل روایت میں ثابت تہا۔ واللہ اعلم بالصواب **قولہ**
پس یا تو تاخیر بیان مانا۔ یا عدم نقل کو نقل عدم لکھا۔ یا یہہ کھوگے۔ ان لزومہا
کان ظاہراً او ان وجوبہا کان مشہوراً وغیرہ جو عذر یہاں تراشو وہی ابوبکرہ
کے قصہ میں قرات فاتحہ کیواسطے سمجھ لو **اقول** اولاً۔ سرمایہ تراش وخراش کا
آپکے خزانہ عامرہ کی ودیعت اور بضاعت ہی ہم اوس سے ہرگز دست آلود نہیں
ہوتے۔ اور جرم خیانت فی الامانت سے سخت خائف ہیں۔ علاوہ بریں ہر دو امر
متدعویہ آپکے بلادست بردی اوس بضاعت کے منقوص ومنقوص میں ثانیاً
اگر یہاں تاخیر بیان ہی ہم لکھدیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہہ تاخیر بیان
الی وقت الحاجت ہے۔ نہ تاخیر عن وقت الحاجت۔ وقد ثبت فی محلہ ان الکفارۃ
علی التراخی۔ وتاخیر البیان الی وقت الحاجۃ جائز عند جماہیر الاصولیین اور
ابوبکرہ کی نماز میں سکوت تاخیر عن وقت الحاجت ہے وذلک ممنوع بالاتفاق۔
فافترقا۔ **قولہ** جواب لاتعد لفتح تا۔ اور ہم بھی عود سے صحیح روایت میں نہی
اگر آپ لوگوں نے عدو یا اعادہ سے مشتق مانا۔ تو لاتعد متحمل ہوا۔ واذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال **اقول** اولاً۔ وہ حضرت تو شیخ سے جو عن امام الکلام للمولوی سے

کسی حدیث میں ثابت نہیں ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی کفارہ اور قضا کا حکم دیا **اقول** اس محل میں صاحب رسالہ نے ۲ امر ارشاد فرمائے ہیں **سلہ** یہہ کہ آپکا یعنی حنفیہ کا فتوی ہے۔ سو یہہ تحکم صریح ہی۔ کیونکہ یہ فتوی صرف حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ کافۂ علماء امصار و دیار کا یہی فتوی ہے۔ **نووی شافعی شارح صحیح مسلم** شرح مسلم میں لکھتا ہے **فی المجامع** امرأته فی نهار رمضان۔ مذهبنا ومذهب علماء کافة وجوب الکفارة علیه اذا جامع عمدًا الخ انتهی **سلہ** استقرار کفارہ اور قضا کا۔ سو استقرار کفارہ کا اوسکے ذمہ اسی حدیث بخاری اور مسلم سے ثابت ہے **نووی شرح مسلم** میں لکھتا ہے اما الحدیث فلیس فیه نفی استقرار الکفارة بل فیه دلیل لاستقرارها لانه اخبر النبی صلی الله علیه وسلم بانه عاجز عن الخصال الثلث ثم اتی النبی صلی الله علیه وسلم بعرق التمر فامره باخراجه فی الکفارة فلو کانت تسقط بالعجز لم یکن علیه شئ۔ ولم یامره باخراجه فدل علی ثبوتها بذمته وانما اذن له فی اطعام عیاله لانه کان محتاجًا ومضطرًا الی الانفاق علی عیاله فی الحال والکفارة علی التراخی۔ فاذن له فی اکله واطعام عیاله وبقیت الکفارة فی ذمته انتهی اور استقرار قضا اور امر بالقضا، وہ بھی اسی حدیث کی روایت سے جو کہ متصل سے ثابت ہے۔ **قسطلانی شافعی شارح صحیح بخاری** میں لکھتا ہے **وقد** ورد الامر بالقضاء فی روایة ابی اویس وعبد الجبار۔ وهشام بن سعد کلهم عن الزهری۔ واخرجه البیهقی من طریق ابراهیم بن سعد عن اللیث عن الزهری ووقعت الزیادة ایضًا فی مرسل سعید بن المسیب ونافع بن جبیر۔ والحسن و محمد بن کعب۔ وبمجموع هذه الطرق یعرف ان لهذه الزیادة اصلًا۔ ویؤخذ من قوله صلی الله علیه وسلم صم یومًا عدم اشتراط الفوریة للتنکیر فی قوله یومًا انتهی ومرسل سعید بن المسیب مقبول عند من لم یقبل المرسل وعندنا مقبول مطلقًا انتهی

میں لکھا ہے یحیی بن ابی سلیمان المدنی۔ قال البخاری منکر الحدیث۔ وذکرہ
ابن حبان فی الثقات انتہی فقط بخاری علیہ الرحمۃ نے اوسکو منکر الحدیث فرمایا۔ اور
صاحب تقریب لین الحدیث لکھتا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور
ابوداؤد نے اسحدیث کو ذکر کرکے سکوت فرمائی۔ وقال ابوداؤد فی رسالته الی
اهل مكة حين سألوه عن الاحاديث التي في كتاب السنن وهي اصح ما عرفت في
الباب۔ فاعلموا انه ليس في كتاب السنن الذي صنفته عن رجل متروك الحديث
شيء۔ واذا كان فيه حديث منكر بينته انه منكر۔ وليس على نحوه في الباب
غيره۔ وما كان في كتابي من حديث فيه وهن شديد فقد بينته۔ ومنه ما لا
يصح سنده۔ وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض انتهى و
(ای یحیی بن ابی سلیمان)
خرج حديثه ابوداود والنسائي والترمذي والبخاري في الادب المفرد وشير
اليه صاحب التقريب۔ پس ناظر منصف اس بیان سے اسحدیث کا حال دریافت کرلے

قوله (۲) جواب رکعت کے شرعی اور عرفی معنی چھوڑنے الی قوله اور شرعی رکعت
میں قیام قرات رکوع سجود سب کچھ ہی **اقول** بچند وجوہ یہاں رکعت سے مراد رکعت
تامہ نہیں **وجہ اول** اگر من ادرک الرکعۃ۔ تمام رکعت پر محمول ہو۔ تو سجدہ اور رکوع
میں جو مقابلہ کیا ہے۔ اسکی مناسب نہیں کیونکہ تیسرا واسطہ یہاں باقی رہا۔ اور وہ
ادراک رکوع ہے۔ اوسکا حکم بیان کرنا باقی رہ گیا۔ بلکہ مناسب تقابل ادراک السجود
ادراک الرکوع ہے **وجہ دوم** اگر رکعت یہاں بمعنی رکوع نہ ہو۔ تو مناسب تھا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح فرماتے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن فی الرکوع فارکعوا
ولا تعدوه شيئا اور اس سے عدم محسوبیۃ سجدہ کی بھی بطریق اولی مستفاد تھی کیونکہ
جب باوجود ادراک رکوع کے رکعت محسوب نہوتی۔ تو بادراک سجدہ کے کسطرح محسوب
ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ رکعت سے رکعت تامہ مراد نہیں۔ بلکہ رکوع ہے کما وقع عند مسلم

عبدالحی صاحب بہت جلد ہی ہو لے۔ وہاں یہہ ہی لکھا ہوا ہے ف
حکی بعضہم انہ روی بضم اولہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتہی جب کہ یہہ
روایت غیر معروف ہی۔ پہر اس سے تمسک ہی کیا۔ اور اسکا خیال ہی کون کرے
اور ہم نے کب کہا ہی کہ عدو یا اعادہ سے مشتق ہی۔ بلکہ ہم نے عود سے ہی لیا ہوا ہے ل
ثانیاً) جبکہ خود آپ ہی فرماتے ہیں کہ صحیح روایت لاتعد من العود ہے۔ تو صحیح کے
مقابلہ میں غیر صحیح ہوا۔ پہر وہ کب قابل لحاظ ہے۔ اور اوسکو کون اخذ کرے فقط
اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ثالثاً۔ علی سبیل التنزل تسلیماً ہم قبول کرتے
ہیں کہ مشتق از عدو ہے تو معنی یہہ ہوئے لاتسرع المشی الی الصلوۃ واصبر حتی تصل
الی الصف ثم اشرع فی الصلوۃ اور اگر مشتق از اعادہ ہو۔ تو معنی یہ ہوئے لاتعد صلوۃ
التی صلیتہا پس یہ جملہ روایات ہمکو مفید ہیں۔ اور مثبت مدعی ہماری کے ہیں فثبت
الاستدلال من کل اور احتمال منافی مدعا سے استدلال باطل ہونا چاہیے نہ مثبت
مدعا سے لان کلہا لاثبات المدعا بمنزلۃ شیٔ واحد **قولہ** (۱) جواب یہہ حدیث
منکر ہے اسکا راوی یحیی بن سلیمان المدنی ہے اور وہ منکر الحدیث ہی
قالہ البخاری الخ **اقول** اس حدیث کی تخریج ابو داؤد نے کی ہی۔ اور اوس میں
حدثنی یحیی بن ابی سلیمان ہے یحیی بن سلیمان نہیں یحیی بن سلیمان شاید سہو
قلم ہے۔ صحیح یحیی بن ابی سلیمان ہے۔ **جزو القراءۃ بخاری** میں ہی یحیی
بن سلیمان ہی لکہا ہوا ہی۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ نے وہاں سے نقل
کیا ہے الا وہاں بھی سہو قلم ہے۔ کیونکہ اصل روایت میں یحیی بن ابی سلیمان
ہی **تقریب** میں لکہا ہی یحیی بن ابی سلیمان المدنی ابو صالح لین الحدیث من
السادسۃ انتہی اور صاحب **تقریب** لکہتا ہی۔ المراد بلین الحدیث من لیس لہ
من الحدیث الا القلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ انتہی اور **میزان الاعتدال**

ہو صحیث منکر ۱۰۱ حاشیہ

مؤید ہمارے مطلوب کے ہے۔ کیونکہ اگر یہاں رکعت سے مراد رکعت تامہ ہی تو یہہ معنی ہوئے

من ادرک الرکعۃ التامۃ (ای القیام والرکوع والسجدۃ والقرأۃ) فقد ادرک

السجدۃ۔ ولا یخفی بطلانہ پس ازیں وجوہات ظاہر ہوا۔ کہ رکعۃ سے مراد ہر دو حدیث

ابو ہریرہ میں رکوع ہی۔ نہ رکعت تامہ واللہ اعلم بالصواب **قولہ** یہاں فرضیت فاتحہ کی

اولہ رکعت کی معنی رکوع لینے کے خلاف ہیں الخ **اقول** (اولا) وذلک لا یفید

مالم یبین الدلیل القوی المتفق۔ وما ذکر فیما سبق من الادلۃ فھو غیر تامۃ

کما سبق فیما سبق۔ وایضاً لا یقوم بھا الحجۃ عندنا لانا لا نسلم انھا حجۃ لاثبات

وجوب الفاتحۃ (ثانیا) وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ اول مسئلۃ

مبحوثۃ فالاستدلال بھا لا یخلو عن المصادرۃ **قولہ** یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ

نہیں بلکہ جملہ بمقابلہ جملہ ہے پس مقابلہ کا قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ ہوا **اقول** اولاً

ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ رکعت بمقابلہ سجدہ ہے۔ کما ہو الظاہر۔ علاوہ بریں مقابلہ

جملہ بجملہ ہی ہے رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں مطالب بالدلیل المنصوص ہی۔ کہ موجب

اطمینان ہو۔ (ثانیاً) فرضاً ہمنے تسلیم کیا کہ جملہ بمقابلہ جملہ ہی ہے۔ الا کیا یہ تقابل

مستلزم اور مانع اس امر کا ہی کہ یہاں رکعت سے مراد رکوع نہو۔ اس استلزام کی دلیل

بیان ہونی چاہئے۔ بخاری کی روایت میں جو کہ بطریق ابو ہریرہ کے مرفوعاً مروی

ہی یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ۔ ثم یکبر حین یسجد۔ بقول

آپکے ہم کہتے ہیں کہ یہاں تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور صاف ظاہر ہی۔ کہ یہاں مراد

رکعت سے رکوع ہی ہی۔ رکعت نہیں فکیف الاستلزام اور نسائی کی روایت میں

جو کہ بطریق ابو ہریرہ موقوفاً مروی ہے۔ فاذا رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن

حمدہ۔ ثم یکبر حین یہوی ساجداً۔ الحدیث بطریق مذکور (ابو ہریرہ) تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور

رکعت سے مراد بلا ریب رکوع ہی۔ فکیف الامتناع۔ (ثالثا) تقابل جملہ بجملہ مانع تقابل الاحاد بالاحاد

[illegible]

من حديث البراء بلفظ فوجدت قيامه فركعته فاعتداله فسجدته سوائً انتهى

وكما وقع عند البخاري من حديث رفاعة ابن نافع - قال كنا نصلي وراء النبي صلى

الله عليه وسلم فلما رفع راسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده الحديث **وجه**

سوم مراد صلوة سے اس قول میں من ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة ركعت ہے

یا تمام صلوة - یا ثواب جماعت - بر تقدیر اول مراد رکعت سے رکوع ہی - یا رکعت تامہ

پہلی شق پر ہمارا مدعا ثابت ہے - دوسری شق پر یہہ معنی ہوئے من ادرك الركعة

التامة فقد ادرك الركعة - ولا يخفى سخافته کیونکہ مفید معنی کے نہیں **بر تقدیر**

ثانی یہہ معنی ہوئے من ادرك الركعة الواحدة فقد ادرك تمام الصلوة تو چاہیئے

کہ مسبوق بعد فراغت امام کے نماز سے مافات عن الصلوة کا اعادہ نہ کرے وبطلان هذا

التقدير مما لا يخفى **بر تقدیر ثالث** اس قول کے معنی یہہ ہوئے من ادرك الركعة

التامة فقد ادرك ثواب الجماعة پس اس تخصیص کا کچھہ فائدہ نہیں - کیونکہ ادراک

ثواب جماعت ادراک سجود اور تشہد اور قومہ اور جلسہ سے بھی حاصل ہی - کیونکہ اگر سجود

و تشہد وغیرہ کے ادراک سے ثواب تب نہ ہو تو پھر شمول کا کیا فائدہ ہوا - وكانت

الطاعة للامور يابى عن ذلك علاوہ براں یہہ معنی مستلزم حذف کثیر اور ارتکاب مجاز

کثیر کے ہونگے لان المعنى حينئذ فقد ادرك ثواب صلوة الجماعة وهو خلاف الاصل

وجه چهارم اطلاق رکعت کا رکوع پر حقیقةً اور تمام رکعت پر مجازاً من باب اطلاق

الجزء على الكل سے ہے كما فى قوله تعالى واركعوا مع الراكعين اما ابداء احتمال اشتراک شرعی

پس قول بلا دلیل ہے اور مجرد اطلاق ثبوت کلی کا فی نہیں مع ان الاشتراك خلاف

الاصل - فالحمل على الحقيقة خير من حمله على المجاز بلا قرينة صارفة عنها **وجه**

پنجم وہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جسکو امام مالک نے روایت کیا ہی ولفظه

هذا **عن** ابى هريرة انه كان يقول من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة الحديث

اوس شخص پر لازم اور وارد ہوتا ہے۔ جو قائل اس امر کا ہو کہ رکعت کا اطلاق ہر گز رکعت
تامہ پر نہیں ہوتا۔ الا جو شخص قائل اطلاق عام کا ہے اوسپر یہ اعتراض کیونکر قائم ہوتا
ہے ونحن من الثانی لا الاول (ثانیاً) اگر کسی شخص نے اول رکعت سی سر اوٹھا
لیا ہنوز سجدہ نہیں کیا تہا۔ کہ سورج نکل آیا۔ یا غروب ہوا۔ تو کیا اوسکی نماز آپکی
نزدیک حسب اسحدیث کے ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ حدیث نص فی الاستدلال
نہی۔ اور اگر نہ ہوگی تو مطالب بالدلیل ہے۔ اور ہماری نزدیک یہان رکعت کا
لفظ عام از رکعت تامہ اور رکوع سے ہے۔ کیونکہ ہم قائل ہیں کہ اگر رکعت تامہ اور رکوع
تو یکطرف اگر قبل از غروب آفتاب اسکا تحریمہ ہی ثابت صحیح ہوا۔ تو یہہ نماز اوسکی ادا ہوگی
گو کہ ناقص ہی ہو۔ الا واجب سی ذمہ اوس قاری کا خلاص ہوا۔ ولا نعنی بالاداء الا
ہذا پس لفظ رکعت کا جو کہ اسحدیث میں ہی۔ ہماری نزدیک نص فی المقصود نہیں
قولہ ساتوان اخرج الحلبی الخ **اقول** ایک اور عمدہ اثر جو کہ وہ بہی قابل بیان
تہا رہ گیا۔ اوسکا بہی اضافہ کرنا ضرور تہا۔ اور وہ یہ ہی۔ **اخرج** ابن عبد البر
عن علی و ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر باسانیدہ الیہم فی التمہید شرح
الموطا انتہی **قولہ** پہلے اثر کی نسبت امام بخاری نے کہا ہی الخ **اقول** ضعف
اسحدیث کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں۔ لان للجمہور دلائل اخر واضحۃ من
ہذا۔ فان لم یثبت ہذا فلا ضرر۔ وقد بسط الکلام علی ہذا الحدیث الحافظ
ابن حجر العسقلانی فی تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر خوفاً
للاطناب عبارت اوسکی نقل نہیں کیگئی من شاء فلینظرہا **قولہ** اگر زیادتے
مات ہی لیوین تو کہتی ہیں قبل ان یتیم لا امام صلبہ۔ ایسا ہے جیسا الحج عرفۃ الخ
اقول اولاً تحقیقاً للمقام حج کے رکن متفق علیہ تین ہیں۔ احرام۔
وقوف بعرفہ۔ طواف الزیارۃ۔ فی الوقایہ و شرحہ۔ و فرضہ (ای الحج) الاحرام۔

گا نہیں۔ واملتها غیر خافیۃ ومزادعی فعلیہ البیان **قولہ** ۵؎ جواب اگر یہاں رکعت کی معنی رکوع ہیں۔ تو حسب حدیث قیام بقدر طمانیت اور سجود اور تکبیر بھی فرض ہی۔ یا نہیں۔ اگر ہیں تو گزارش کہ حدیث میں مذکور نہیں **اقول** تکبیر اور قیام کذائی بوقت ایسی ضرورت کے بابے ساقط نہیں ہوتے۔ بخلاف قراۃ کے

کہ وہ ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہو جاتے ہے کما ہو نص علیہ الجمہور فافترقا

قولہ ۲؎ جواب۔ اگر رکعت سی مراد رکوع ہی۔ تو صلوۃ سے خواہ مخواہ آپکو رکعت تمام لینا پڑا۔ کیونکہ بقول آپکے ترجمہ یہہ ہو گا۔ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوۃ پائی **اقول** نہیں۔ بلکہ برین تقدیر ترجمہ یہہ ہوا۔ کہ جس نے رکوع پایا اوس نے رکعت تامہ پائی۔ اور یہ ترجمہ کہ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوۃ پائی۔ مقتضی اس امر کا ہے کہ مسبوق بعد فراغ امام کے مافات عن الصلوۃ کا اتمام نہ کرے وھو کما تری ضعیف۔ **و** **ایضاً** ہو خلاف ما قالہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ واقض ما فاتک **قولہ** تو آپکو یاد دلا دینگے۔ کہ صحیح حدیث میں آیا ہی لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی کوئی پوری رکعت نہیں اوسکی جسنی فاتحہ نہ پڑہی۔ پس ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہو گی **اقول** اولاً ہم کب کہتے ہیں کہ اطلاق صلوۃ کا رکعت تامہ پر نہیں ہوتا۔ بلکہ بمقتضائی ادلہ اور قرائن کے کبھی ایسا اور کبھی ویسا بھی ہوتا ہے۔ اس محل میں صلوۃ سی مراد حسب دلائل اور قرائن کے رکعت تامہ مراد ہی۔ اور مسئلہ فاتحہ میں ایسا

نہیں کما مر فیما سبق۔ ثانیاً یجوز ان یکون علی ھذا التقریب المراد من الصلوۃ

ثواب الصلوۃ پس قول صاحب رسالہ کا کہ اگر رکعت سی مراد رکوع ہو تو صلوۃ سی مراد خواہ مخواہ آپکو رکعت تامہ لینا پڑا۔ کب درست ہوا۔ اور لابد اور ضرورت رکعۃ تامہ کی نہی فکیف الالزام بہ **قولہ** ۲؎ جواب احادیث ذیل میں دیکھو من ادرک

رکعۃ من صلوۃ الغداۃ قبل ان تطلع الشمس الخ **اقول** اولاً یہ اعتراض

[illegible]

قیام کو ساتھہ رکوع لغوی اور شرعی کے کسیطرحکا تعلق نہیں - اور نہ یہ اوسکی ماہیتہ لغویہ اور شرعیہ میں داخل ہیں - پہر ان سے اوسکا کمال کیونکر متصور ہو - پس صاحب

رسالہ کا یہہ فرمانا - اور کہدیں من ادرک الرکعۃ (ای الرکوع) آہ لیس علی ماینبغی فافہم وانصف (ثانیاً) ان اشیای مذکورہ کو کمال نماز کا کہنا تو اسلئے ہے - کہ یہ اشیاء نماز شرعی کی ماہیتہ میں داخل ہیں - اور ظاہر ہے کہ رکوع میں یہہ بات نہیں کما مر فافترقا - فقیاس احدہما علی الاخر غیر سدید **قولہ** محمد اور طحاوی اور حلبی ملزم الصحت نہیں - انکی سندین بیان کرو - اور کسی تصحیح کے امام کی تصحیح دکھلاؤ - **اقول** (اولا) کیا ترمذی - اور نسائی - اور احمد ملتزم الصحتہ ہیں - **منہج الوصول** میں لکھا ہے - حاکم ابو عبداللہ وخطیب بغدادی کتاب ترمذی را جامع صحیح مے نامیدند - وایں تساہل ست - زیراکہ احادیث منکرہ دران بسیار ست - وقول حافظ ابن سکن - وخطیب بغدادی دربارہ کتاب سنن نسائی کہ انہ صحیح وان لہ شرط فی الرجال اشد من شرط مسلم منظور فیہ وغیر مسلم ست - زیراکہ دران رجال مجہولین اند - عینا - یا - حالاً - ورجال مجروحین واحادیث ضعیفہ ومعللہ ومنکرہ ست کما بینا علیہ فی کتاب الاحکام الکبیر واما قول حافظ ابو موسی محمد بن ابی بکر مدینی درحق مسند امام احمد - آنہ صحیح - پس قول ضعیف ست - چہ دران احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ ست مثل احادیث فضائل مرو - وعسقلان - وتربت احمر نزد حمص وغیر ذالک چنانچہ طائفۂ از حفاظ بران تنبیہ کردہ اند انتہی (ثانیاً) کیا بخاری علیہ الرحمۃ نے **جزء القراءۃ** میں التزام صحت کا کیا ہوا ہے - اور وہ اس رسالہ میں ملتزم الصحت ہیں - حالانکہ آپنے اپنی رسالہ میں جابجا اوسی رسالہ سے استدلال پکڑا ہے (ثالثاً) جو آثار کہ آپنے اپنی رسالہ کے صہ ۲۶ - ۴۷ میں بیان فرمائے ہیں - اون میں کسی امام تصحیح کی - تصحیح نقل کی ہے - یا کہ کسی کی تصحیح اونپر ہوئی ہے - یا کہ ناقل

ممدوح اور طحاوی ملتزم الصحت نہیں ہیں انکا

والوقوف بعرفة - وطواف الزیارة انتہی ظاہر ہو - کہ جبتک ارکان حج کے تمام ہما ادا
نہ کیے جاویں - تو حج ادا نہیں ہوگا - کان فوات رکن الشئ یستلزم فوات الشئ - ولا
سترة فی ذلک اور الحج عرفة اپنے مدلول میں صریح غیر محتمل للغیر ہے - بخلاف حدیث
ابوہریرہ کے من ادرک رکعة من الصلوٰة فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبه
اخرجه ابن خزیمه مرفوعا عن ابی هریرة کیونکہ اسمیں احتمال ہے کہ رکعت سے مراد
رکعت تامہ ہو کما ہو قولکم - وان کان ضعیفا مرجوحا اور محتمل ہے کہ رکعت سے مراد رکوع
ہو وذلک راجح وقوی **لوجهین** احدهما - ان انضمام لفظ قبل ان یقیم الامام
صلبه - قرینة واضحة علی ذلک لاخفاء فیه (والثانی) قد حمله علی هذا ابن خزیمه
نفسه حیث ترجم الباب بذکر الوقت الذی یکون فیه المامون مدرکا للرکعة
اذا رکع امامه **وروی** فیه هذا الحدیث - فقیاسه علی ذلک غیر سدید کما
لایخفی - والقول بان مسمی الرکعة جمیع اذکارها وارکانها حقیقة شرعیة
وعرفیه وهما متقدمان علی اللغویة - مدفوع - فان ذلک مالم ینظم به صارف
وقد وجد ههنا کما مر انفا (ثانیا) قد ثبت فی محله ان اطلاق الجزء علی الکل
اذا کان الجزء اعظم الاجزاء شائع ومن ههنا قیل الحج عرفة - والرکوع لیس کذلک
فافترقا **قوله** علاوہ بریں - من ادرک الرکعة میں حسب فرمان حنفیہ رکوع مراد لینا -
الاحنفیہ سے عرض ہے کہ آپ لاصلوٰة وغیرہ میں صلوٰة کاملہ مراد لیا کرتے ہو - یہاں
بھی ادراک کامل لیجیئے آہ **اقول** (اولا) کمال نماز کا یہی ہے - کہ نماز کو برعایت فرائض
وسنن وواجبات - وآداب کے ادا کیا جاوے - اور منہیات ومحرمات سے بچایا جاوے
اور رکوع کا کمال یہی ہے کہ رکوع کو حسب الامر شارع کے بعمدگی بجالایا جاوے - اور منہیات
سے اجتناب کیا جاوے - الا قراءة فاتحہ اور قیام کو کمال رکوع میں کیا مداخلت ہے -
لان الرکوع لغة الانحناء مطلقا - وشرعا الانحناء العرفی الخاص - قراءة فاتحہ اور

کے لئے کیا یہ ضروریات سے ہے۔ کہ وہ ملتزم الصحت ہی ہو۔ تو اوسکی کلام مقبول اور منظور ہونی چاہیئے۔ ورنہ اوسکا کلام پایۂ اعتبار و اعتماد سے ساقط اور نامعتبر ہوگا۔ اگر اس التزام کا۔ التزام ضرور سمجھا جاوے تو صدہا مؤلفین اور جامعین کی کلام پر اعتبار و اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیئے وهل هذا الا وهن (رسابعًا) ترمذی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے جمیع ما فی هذا الکتاب من الحدیث هو معمول به و به اخذ بعض اهل العلم ما خلا حدیثین (هذا و ان کان منظورا فیه عند بعض الاعلام) حدیث ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم جمع بین الظهر والعصر الحدیث **وحدیث** النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اذا شرب الخمر فاجلدوه الحدیث حالانکہ ترمذی میں احادیث صحیحہ حسنہ ضعیفہ غریبہ منکرہ معللہ موجود ہیں۔ باایں ہمہ پھر معمول بہا ہیں **قولہ** اور امام مالکؒ کے بلاغات کا حال سنئے۔ سیوطی نے تدریب میں کہا ہے ومن بلاغاته احادیث لا تعرف کما ذکره ابن عبد البر **اقول** اولاً امام مالک رحمہ کی موطا اور بلاغات کا حال بہت لوگوں نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک کا نقل موجب طوالت کلام ہے۔ لہذا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم کی کلام پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ طالب حق کے لئے کافی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں فالطبقة الاولی منحصرة بالاستقراء فی ثلثة کتب۔ الموطا۔ وصحیح البخاری۔ وصحیح مسلم انتہی اور مصفی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ اما التزام پس شافعی گفتہ ما علی ظهر الارض کتاب بعد کتاب الله اصح من کتاب مالک نیست بر روی زمین کتابے بعد کتاب اللہ صحیح تر از کتاب مالک و در روایتے ما وضع علی الارض کتاب هو اقرب الی القرآن من کتاب مالک و در روایتے دیگر ما فی الارض بعد کتاب الله اکثر ثوابا من موطا مالک گفت حافظ مغلطائی اول من صنف الصحیح مالک اول کسیکہ تصنیف کرد صحیح را مالک است۔ گفت حافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عنده وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج

امام مالکؒ کے بلاغات کا حال مفصل بحوالہ جات

اونکا ملتزم الصحت ہی۔ اگر ہے تو پیش کیجیے۔ ورنہ اپنی تصویر آئینہ الزام مین ملاحظہ فرمائیے

رابعًا روایت ابو ہریرہ کی ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیہا بالقراءۃ فقال ھل قرا معی احد منکم انفا الحدیث رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی فقال ھذا حدیث حسن اور ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہی اور ابو حاتم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مقبول ہے۔ اور صاحب رسالہ نے اسحدیث کو اپنی رسالہ کے صفحہ ۳۹ و ۴۰ میں لکھا ہی۔ باوصف صحیح اور حسن اور مقبول ہونیکی صاحب رسالہ اسکے ضعف کے قائل ہیں۔ پہر مقام ہذا میں طالب تصیح ہونا لیس لہ فائدۃ معتدۃ بہا رخامسًا اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حدیث مستقیم الاسناد سے بلا دغدغہ استدلال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ فلان راوی اوسکا قوی ہی۔ اور فلاں ثقہ۔ اور فلان لا مطعن فیہ ہے۔ اگر رواۃ کا ثقہ ہونا مکتفی نہوتا۔ تو استدلال اونکی منظور فیہ اور مخدوش ہوتے والحال انہ لیس کذلک **اخرج الحاکم** عن حبیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقہ منہ۔ فکان ینہض فی الثانیۃ بالتکبیر انتہی وسکت عنہ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایہ **وروی الطحاوی** من طریق صحیح عن انس رضی اللہ عنہ انہ صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن **وروی** الطحاوی ایضًا من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس رضی اللہ قال الوتر ثلث رکعات ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایہ **واخرج** ابن ابی شیبۃ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ۔ قال القاسم بن قطلوبغا سندہ جید و رواتہ کلھم ثقات۔ اما فلان فکذا واما فلان فکذا وقد مر۔ ونظائرھا کثیرۃ کما لا یخفی علی من یتداول کتب ھذا الفن رسادسًا ہر مؤلف اور جامع

درجائی خود ندگور گردد انشاء اللہ تعالیٰ انتہی۔ اس عبارت سے ثابت ہی کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ موطا امام مالک میں بلغہ وعن الثقہ اور اوسکی مانند۔ در کل ہمگی اکسٹھ [?] حدیثیں ہیں۔ اور وہ تمامہا مسند بطریق غیر مالک کے ہیں۔ الا چار حدیثیں فلان فلان۔ ان بلاغات کی نسبت جنکا ذکر فیما نحن فیہ میں ہے۔ لا تعرف نہیں فرمایا۔ بلکہ ابن عبد البر نے اون چار احادیث کا حصر کرکے بیان کیا۔ کہ وہ چار حدیثیں ہیں۔ پس صاحب رسالہ کا ومن بلاغاتہ لا تعرف۔ شاہد واسطے ان بلاغات کی جنکے درپے بیان ہیں لانا کمال دانشمندی سے ہے۔ ثانیاً۔ ومن بلاغاتہ لا تعرف میں ظاہر ہی۔ کہ من تبعیضیہ ہی جسکا مدلول یہہ ہے کہ بعض بلاغات امام مالک کی ایسی ہیں۔ کہ اونکا مسند ہونا معلوم نہیں ہوا۔ پہر کہا اس سے یہہ معلوم ہوا ہے کہ وہ حصہ انہیں بلاغات میں منحصر ہی۔ کیا عدم العلم۔ علم بالعدم ہی۔ بفرض وتسلیم۔ اگر وہ بعض غیر معین وغیر مقرر بہی مانا جاوی۔ تو پہر اس عبارت کو شاہد واسطے ان بلاغات کی لانا تو دال بر تعیین و تقرر یقینی کے ہی۔ پہر تعیین و تقرر یقینی کہاں سی حاصل ہوا۔ شاید الہامی ثابت ہو۔ مع ان کلام ابن عبد البر کذیبہ کما مر من المصنف فافہم وانصف۔ ثالثاً۔ کلام شاہ صاحب مرحوم کا دال ہے کہ اگرچہ یہ چار حدیثیں بایں الفاظ وبایں ہیئتہ ثابت نہیں۔ الا انکی معانی صحیح ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بلاغات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہمگی درست وصحیح ہیں۔ کسی میں بھی کلام نہیں۔ پس ومن بلاغاتہ لا تعرف عند التفحص بجا و ٹہیک نہیں **قولہ** طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے تا اعتداد رکعت کا **اقول** طارق رض کا اثر صرف شرکت کا مظہر نہیں۔ بلکہ شرکت کا مظہر اور اعتداد رکعت کا مشعر ہی۔ اسلئے کہ طارق کہتا ہی۔ کہ ہم ابن مسعود کی ساتہہ بیٹھے ہوئے تھی۔ کہ ندا قد قامت الصلوۃ کے آئے۔ پہر ہم کہڑے ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود مسجد میں داخل ہوئی۔ اونہوں نے لوگوں کو رکوع میں دیکھا۔ پس تکبیر کہکر۔ رکوع کیا۔ پھر بحالت رکوع کی ہی چلکر شامل الصف ہوئی۔ اور ہمنی بھی ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کیا۔ اور

طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے۔ [illegible]

بالمرسل والمنقطع وغیرها کتاب مالک صحیحست نزد مالک ونزد کسی که تقلید مالک کرده
است بر مذهبی که اقتضا کرده است او را نظر امام مالک۔ وآن مذهب استدلال بمرسل و
منقطع وغیر آن۔ یعنی علما مختلف اند در عمل بمرسل ومنقطع۔ پس امام مالک وابو حنیفه و
اکثر علما تبع تابعین بصحت عمل بآن رفته اند۔ ونزدیک ایشان قول حضرت عمر
ومانند آن دلیل میتواند شد۔ واتفاق جمعی از تابعین مدینه دلیل میتواند شد۔ پس
امام مالک بر حسب مقتضای اصل خود رفته واین علل قادح در صحت حدیث نزدیک او
نیستند۔ پس مؤطا همه آن برای مالک وابو حنیفه وسائر تابعین صحیح باشد وسیوطی
زیاده کرده است بر حافظ ابن حجر وگفته است که مرسل ومنقطع حجت است نزدیک مالک وسائر
آنانکه موافق او شده در مسئله وهمچنین حجت شد نزد مالک وقتیکه معتضد باشد بروایت مرفوعه
یا موقوفه صحابی و در مؤطا هیچ مرسل نیست مگر که معتضد است بروایات مرفوعه بهمان لفظ
یا معنی آن۔ پس صواب آنست که گفته شود که مؤطا صحیح است نزدیک جمیع۔ فقیر گوید
اهل کتب ستة وحاکم در مستدرک سعی ها کرده اند در وصل مرسل مالک ورفع موقوف وی گویا
اینهمه شرط مؤطا اند ومتممات آن۔ وهیچ موقوف واثر تابعی نیست۔ مگر آنرا ماخذی
است از کتاب وسنت۔ چنانچه درین شرح خواهی دید۔ وابن عبد البر کتابی تصنیف
کرده است در وصل ما فی المؤطا من المرسل گفت آنچه در جمیع مؤطاست از بلغه وعن
الثقة عنده ومانند آن شصت ویکست وهمه آن مسند است از غیر طریق مالک الا چهار حدیث
که نمی شناسیم ماخذ آن والله اعلم بالصواب یکی انی لا انسی ولکن انسی دوم
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اری اعمار الناس الحدیث سوم قول معاذ آخر ما اوصانی
رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد وضعت رجلی فی الغرز ان قال حسن خلقك للناس
چهارم اذا انشأت بحریة ثم تشاءمت فتلك عین غديقة فقیر گوید واین احادیث
اگر باین الفاظ واین سیاق ثابت نشده۔ پس معنای آن صحیحست۔ واین مبحث اگر خدا خواسته

قوله موهوم والفاظهم یقینیة - والیقین لا یرفعه الوهم - مع ان الظاهر الاطلاع فقیر صغیری اور مالابد منہ آہ **اقول** جبکہ ادلہ اسکی مجمل خود مصرح اور مبین ہیں - تو صغیری اور مالابد منہ میں ادلہ کا مذکور نہونا - کیا مستلزم اس امر کا ہی کہ یہ مسئلہ در اصل ہی بے دلیل ہے - یا عدم ذکر ادلہ کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا ہی - یا کہ ہر مؤلف مختصر نویس کو لئی ضروریات سی ہی کہ وہ ہر مسئلہ میں دلیل بھی ضرور تحریر کری - اکثر متون فقہ ہر مذہب کے ایسے چال و داب پر ہیں - ہاں البتہ اصل مسئلہ کا قوی ہونا ضروریات سی ہی سو بفضلہ تعالی اصل مسئلہ کے قوت کا حال مبرہن اور ظاہر ہو چکا ہے - اور نیز جمہور کا مذہب بھی دریافت ہوا کہ یہی ہی جو کچھ کہ صغیری اور مالابد منہ میں ہی - اور ٹھیک مسئلہ کو جسکی ثبوت کی ادلہ موجود ہوں - بمارا ک اللہ کی خلاف کہنا - ذہن رسا کی خوبی ہے - ورنہ آپکے بہت بھائی بندو ننے متون فقہ کے لکھی ہیں - حالانکہ اونکے ادلہ وہاں ذکر نہیں کیے - پھر کیا وہ بمارا ک اللہ کی خلاف ہیں واللہ یعصمنا عن ہذا **قوله** ابو ہریرہ کا اثر موقوف ہی اور وہ حجت مسلمہ نہیں - **اقول** یہ اثر اور باقی آثار اور مرفوعہ احادیث ملکر بہت بڑی حجت مسلمہ ہی اور وہ بھی کیسی کہ - امام مالک - اور امام شافعی - اور امام ابو حنیفہ - و اصحابہم - اور ثوری - اور اوزاعی اور ابی ثور - اور احمد - اور اسحاق - رحمۃ اللہ علیہم - اور حضرت علی اور ابن مسعود - اور زید بن ثابت - اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم - جیسی حضرات مان گئی - اور اپنے عمل کا عروۃ الوثقی ٹھہرایا - وقد مر تحقیقه فیما مر **قوله** بدون قرینہ لینے کے شرع میں کوئی نظیر نہیں **اقول** درست ہی - الا یہاں تو قرینہ موجود ہے - اور وہ فقد ادرک السجدۃ ہی وقد سبق تحقیقه فیما سبق **قوله** اگر یہ الفاظ مان لیں جو اپنی لکھے ہیں **اقول** اس فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے مشکوۃ شریف کی صفحہ ۹۰ میں بھی الفاظ رفاعہ کی حدیث موجود ہی - آپ ملاحظہ فرمائیں **قوله** مولویصاحب سچ ہی آہ **اقول** مولوی صاحب جیو سچ اور درست تو یہ ہی کہ علم فقہ متفرعہ اور نتیجہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ہے -

زید بن وہب کے اثر سے صاف ثابت ہے۔ کہ ابن وہب کو عبد اللہ بن مسعودؓ نے اعتداد رکعت کا ایسی حالت میں حکم اور فتوی دیا۔ اور ابن وہب کو روکا۔ اور فرمایا قد ادرکت الصلوٰۃ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ تو اعتداد رکعت کے قائل ہیں۔ اور طارق کہتا ہے وفعلنا مثل ما فعل یعنی ابن مسعودؓ پھر طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے۔ یا کہ شرکت مع الاعتداد کا مشعر ہے۔ ہٹ دھرمی اور شئی ہے، اور احقاق حق اور۔ **اب** ہم ہر دو روایتوں کو نقل کرتے ہیں تاکہ ناظر منصف ملاحظہ کریں **روی الطحاوی** فی شرح معانی الآثار بسندہ عن زید بن وہب قال دخلت المسجد انا وابن مسعودؓ فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوٰۃ قمت لاقضی فقال عبد اللہ قد ادرکت الصلوٰۃ **وروی الطحاوی** ایضاً بسندہ عن طارق قال کنا مع ابن مسعودؓ جلوساً فجاء الندآء قد قامت الصلوٰۃ فقام وقمنا فدخل المسجد فرای الناس رکوعاً فی مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل انتھی **قولہ** سوم ابو ہریرہ کے اثر میں رکعۃ سے رکوع مراد لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ شرعی رکعت نہیں **اقول** سلمنا ذالک الاحیکہ قرینہ صارفہ موجود ہو تو ممنوع نہیں۔ اور اس مقام میں قرینہ صارفہ صحیحہ موجود ہے۔ اور وہ قبل ان یقیم الامام صلبہ ہے۔ کما مر۔ بلکہ ایسی حالت میں رکعۃ تامہ مراد لینا ممنوع ہے لان القرینۃ الصحیحۃ تابی عنہ۔ کما فی قولہ فلما رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری وم تمامہ **قولہ** چہارم بعض ان آثار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے وہی کام کیا جو ابوبکرہ نے کیا۔ **اقول** ابوبکرہ کو لئی بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کہی لا تعد فرمایا۔ عدم اعتداد رکعت کے لئے حکم نبوی اب تک ثابت نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو آپ ہی بیان فرمائیں۔ بل ثبت انہ لم یامرہ بالاعادۃ فثبت انہ اعتد بھا لان السکوت فی معرض الضرورۃ بیان۔ وقد مر الکلام فیہ لا ستقصاء **قولہ** پس انکے افعال باوجود امکان اختفاء الحکم عنھم کیونکر حجت ہونگے **اقول** الاختفاء

کما قال البخاری فی جزء القرأۃ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منھم ابن مسعود وزید بن ثابت ... انتہی
[illegible]

نماز جنازہ میں پڑھنا فاتحہ کا ضروری نہیں کا جواب

محمد وآله واصحابه اجمعین **فایده** صاحب رساله نے چونکہ بیان فرمایا ہی کہ نماز جنازہ میں
بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے - لہذا راقم اوراق بھی اتباعاً اسکے مختصر حال اس مسئلہ کا
گزارش کرتا ہی - **قوله** نماز جنازہ میں تکبیر اولی کے بعد فاتحہ پڑھنا سنت صحیحہ سے ثابت ہی الی
آخر ما قال فلا ینافی وجوب الفاتحة - حدیث ابن عباس اخرج الترمذی وقال حسن صحیح **اقول**
مستعیناً بالله ابن ماجه نے باب ما جاء فی القراءة على الجنازة کا منعقد کرکے دو حدیثیں
مرفوع بیان فرمائی ہیں سه حدثنا احمد بن منیع ثنا زید بن الحباب ثنا ابراهیم بن عثمان
عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قرأ على الجنازة
بفاتحة الکتاب سه حدثنا عمرو بن ابی عاصم النبیل وابراهیم بن المستمر قالا حدثنا ابو عاصم
حدثنا حماد بن جعفر العبدی حدثنی شهر بن حوشب حدثتنی ام شریک الانصاریة - قالت امرنا
رسول الله ان نقرأ على الجنازة بفاتحة الکتاب انتهی سو یہ ہر دو حدیثیں قابل احتجاج اور مثبت فرضیت
نہیں ہوسکتیں - اسلئے کہ پہلی حدیث کی سند میں ابراهیم بن عثمان ابوشیبة الواسطی ہی میزان
الاعتدال میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہی کذبه شعبة - وروی عثمان الدارمی عن ابن معین
لیس بثقة - وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا عنه وقال متروك الحدیث انتهی
ملتقطاً - قلت وقال الترمذی منکر الحدیث اور دوسری حدیث کی سند میں ابو عاصم ہی اور ابو عاصم
العبادانی ہی میزان میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہی یقال اسمه عبد الله بن عبید الله وقیل اسمه عبید الله
بن عبد الله - لیس بحجة یاتی بعجائب - قال العقیلی منکر الحدیث انتهی اور نیز اسکی سند میں حماد
بن جعفر العبدی البصری ہی اور وہ مختلف فیہ ہی میزان میں لکھا ہی وثقه ابن معین وابن حبان
وقال ابن عدی منکر الحدیث لم اجد له غیر حدیثین انتهی مختصراً اور نیز ترمذی نے بھی باب
ما جاء فی القراءة على الجنازة بفاتحة الکتاب کا منعقد کرکے فرمایا - اور حدیث ابن عباس
کو بیان کیا وقال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان النبی صلعم قرأ
على الجنازة بفاتحة الکتاب وفی الباب عن ام شریک - قال ابو عیسی حدیث ابن عباس حدیث

اور ماخوذ مشکوٰۃ نبوت اور سیرت احمدیہ سے ہے۔ اور علم دینی میں کوئی علم۔ علم فقہ سے زیادہ نہیں۔ اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا۔ اور علم حدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اوس سے ماخوذ ہے۔ اور اوسکا محصّل اور نتیجہ ہے۔ اور علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم "جسکے ساتھ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالے بہتری کا۔ تو اللہ اوسکو فقیہ کر دیتا ہے دین میں" روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ اور جامع ترمذی میں وارد ہے۔ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فقیہٌ واحدٌ اشدّ علی الشیطان من الف عابدٍ" یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔ اور فرمایا کہ دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا دین میں" روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دین کا ایک ستون ہے۔ اور ستون اس دین کا فقہ ہے ولنعم ماقیل اذا ما اعتز ذو علم بعلم + فعلم الفقه اولی باعتزازٍ + فکم طیب یفوح ولا کمسکٍ + وکم طیر یطیر ولا کبازٍ + وقد مدحه الله بتسمیته خیرًا بقوله ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًا و قد فسّر الحکمة زمرة ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی هو علم الفقه۔ ومن ههنا قیل شعر وخیر علوم علم فقهٍ لانه + یکون الی کل العالی توسلا + فان فقیهًا واحدا متورعًا + علی الف ذی زهد تفضل واعتلی + وهما ماخوذان بما قیل للامام محمد شعر تفقه فان الفقه افضل قائد + الی البر والتقوی واعدل قاصد + وکن مستفیدًا کل یوم زیادةً + من الفقه واسبح فی بحور الفوائد + فان فقیهًا واحدا متورعًا + اشد علی الشیطان من الف عابد + هذه خلاصة ما ذکره صاحب الدر المختار جبکہ علم فقہ کا ایسا اعلیٰ درجہ کا علم علم دین سے ہے تو صاحب رسالہ کا ان ہر دو بیت کا ذکر کرنا اس محل میں غیر محل اور نا موضوع ہے مقتضی تہذیب و اخلاق کا نہیں هذا اٰخر ما اوردناه من جواب الجواب فی اعتداد الرکعة للمدرک وعدم وجوب فاتحة الکتاب واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین + والصلوٰة علی رسوله

بآنکہ چیزی کہ دران با صلوۃ مطلقہ موافق ست بطریق فرضیت بود۔ بدلیل حمل وی بر صلوۃ
مطلقہ در شروط۔ پس ہمچنیں محمول باشد در ارکانی کہ دران موافق افتادہ بخلاف مثل رکوع
وسجود کہ عدم مشروعیۃ آں بتواتر معلوم شدہ بندہ ضعیف گوید فیہ نظر۔ زیراکہ لفظ
حدیث در قراءۃ فاتحہ من السنۃ ست وعمل ابن عمر ترک آنست وجمع میتواں کرد بہ مستحب بودن
آں۔ وایں دلیل بر عدم فرضیت میتواند شد انتہی۔ اور **فتح القدیر** میں ہی لا یقرأ
الا بنیۃ الثناء ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القراءۃ انتہی **اور شیخ دہلوی**
لمعات میں لکھتے ہیں قال علماؤنا لا یقرأ الفاتحۃ الا انہ یقرأ بنیۃ الثناء۔ ولم یثبت
القراءۃ عن رسول اللہ صلعم انتہی۔ ویظہر من کلام فتح الباری۔ ان مرادہم مشروعیۃ القراءۃ
لا وجوبہا **و** قال الکرمانی والمراد بالسنۃ التی وقع فی کلام ابن عباس فی الترمذی الطریقۃ
المسلوکۃ فی الدین۔ وبہ قال الطیبی **اور عینی شرح بخاری** میں لکھا ہی قد اختلف فیہ
فنقل عن ابن المنذر عن ابن مسعود والحسن بن علی وابن الزبیر والمسور بن مخرمۃ مشروعیتہا
وبہ قال الشافعی واحمد واسحاق۔ ونقل عن ابی ہریرۃ وابن عمر لیس فیہا قراءۃ وہو
قول مالک والکوفیین **و** قال ابن بطال ممن کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ عمر وعلی
وابن عمر۔ وابو ہریرۃ۔ ومن التابعین عطاء۔ وطاؤس۔ وسعید بن المسیب۔ وابن
سیرین۔ وسعید بن جبیر والشعبی وقال ابن المنذر ومجاہد وحماد۔ وبہ قال الثوری
وقال مالک قراءۃ الفاتحۃ لیست معمولا بہا فی بلادنا فی صلوۃ الجنازۃ انتہی **اور موطا**
امام مالک میں ہی مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ مالک
عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل ابا ہریرۃ کیف تصلی علی الجنازۃ۔ فقال
ابو ہریرۃ انا لعمر اللہ اخبرک اتبعہا من اہلہا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ وصلیت
علی نبیہ ثم اقول اللہم عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان محمدا
عبدک ورسولک وانت اعلم بہ۔ اللہم ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا فتجاوز عنہ

لیس اسنادہ بذالک القوی - ابراہیم بن عثمان ہو ابو شیبۃ الواسطی منکر الحدیث والصحیح
عن ابن عباس قولہ من السنۃ القراءۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب انتہی **ثم** اخرج بسندہ
عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف ان ابن عباس صلی علی جنازۃ فقرء بفاتحۃ الکتاب - فقلت لہ
فقال انہ من السنۃ او من تمام السنۃ - قال ابو عیسی ہذا حدیث حسن صحیح والعمل علی
ہذا عند بعض اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم یختارون ان یقرأ بفاتحۃ
الکتاب بعد التکبیرۃ الاولی وہو قول الشافعی واحمد واسحاق **و** قال بعض اہل العلم
لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ - انما ہو الثناء علی اللہ والصلوۃ علی نبیہ صلعم والدعاء علی المیت
و ہو قول الثوری وغیرہ من اہل الکوفۃ انتہی - بعینہ - اور زاد المعاد میں ہی فاذا
اخذ فی الصلوۃ علیہ کبر وحمد اللہ واثنی علیہ - وصلی ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بعد
التکبیرۃ الاولی بفاتحۃ الکتاب جہرا وقال لتعلموا انہا سنۃ - وکذلک قال ابو امامۃ
بن سہل ان قراءۃ الفاتحۃ فی الاولی سنۃ **و** یذکر عن النبی صلعم انہ امر ان تقرأ علی الجنازۃ
بفاتحۃ الکتاب ولا یصح اسنادہ - **قال** شیخنا لا یجب قراءۃ الفاتحۃ فی صلوۃ الجنازۃ
بل ہی سنۃ **و** ذکر ابو امامۃ بن سہل عن جماعۃ من الصحابۃ الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی الصلوۃ علی الجنازۃ **و** روی یحیی بن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ انہ سال عبادۃ بن الصامت
عن الصلوۃ علی الجنازۃ فقال انا واللہ اخبرک تبدأ فتکبر ثم تصلی علی النبی صلعم وتقول اللہم
ان عبدک فلان کان لا یشرک بک وانت اعلم بہ ان کان محسنا فزد فی احسانہ - وان کان
مسیئا فتجاوز عنہ اللہم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ ومقصودنا ان الصلوۃ علی الجنازۃ
ہو الدعاء للمیت - وکذلک حفظ عن النبی صلعم - ونقل عنہ ما لم یعفل من قراءۃ الفاتحۃ انتہی -

اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں **مسئلہ** صفت
صلوۃ جنازہ موافقست با صفت صلوۃ مطلقہ در نیت وقیام وقرات وصلوۃ بر آں حضرت صلعم
وسلام وبغیر ارکان صلوۃ تکبیرست ودعا برای میت نیز منقولست - پس شافعی میل کردہ است

تاویل الکلام مفتوح ہی۔ اور جو کلام کہ باالتاویل صحیح اور درست ہوسکتی ہے۔ اوسکو خواہ مخواہ محمل
غیر حسن او و غیر شرع پر حمل کرنا کچھ ضروریات دین سی نہیں۔ اسی جگہ سی ہی۔ جبکہ دو حدیثوں
یا آیتوں میں تطبیق بوجہ من وجوہ التطبیق ممکن ہو۔ تو مصیر الی نسخ احدہما۔ اور اہمال احدہما
خارج از مقتضا قواعد اصول ہی۔ کما بین فی موضعہ۔ اور کیدانی کا کلام ماول ہی کما اولہ
بعض الشراح لہ ولا شانۃ کاھل الحدیث کی معنے کاہل المحدوث کی ہیں۔ کیونکہ فعیل بمعنے
مفعول فی کثیر من المواضع مستعمل ہے۔ جیسے قتیل بمعنے مقتول ونظائرہ۔ اور اشارہ کاہل
المحدوث وہ اشارہ ممنوعہ ہے جسکو روایت کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان رجلا کان
یدعو باصبعیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احد رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی
فی الدعوات الکبیر مشکوۃ ص قال القاری احد احد بکسر الحاء المشددۃ امر من التاکید
ای اشر باصبع واحدۃ لان الذی تدعوہ واحد۔ واصلہ واحد قلبت الواو ہمزۃ انتہی ور کلام علی
القاری علیہ الرحمۃ کی بھی مشیر الی التاویل ہے حیث قال لولا حسن الظن بہ وتاویل کلامہ بسببہ یعنی
اگر کیدانی کی کلام کی تاویل نہوسکتی تو ایسا ہوتا۔ پس یہ کلام ظاہر یا منزلہ ظاہر کی ہی۔ کہ یہ کلام اوسکا ماول
ہی کیونکہ حسن ظن بالمومنین مقتضائی تاویل ہی۔ پھر خواہ مخواہ اوسکی کلام کو خلاف سنتہ او رخلاف
شرع پر حمل کرنا حسن ظن کا مقتضی نہیں۔ بلکہ اسارت اور سوء ظنی ہی فتعین حملہ علیہ آخر لجا
لکلام عالم عما یشتبہ فیما یمکن من المحامل کما قالہ صاحب الدراسات یعنی ضرور ہوا۔ کہ یہ بات
قرار دین۔ تو کہ عالم کا کلام حتی الامکان اسارت سی نکل جاوے جسمیں عالم کی برائی نکلے۔ اور ثبوت
مسئلہ اشارہ کا بدیہی ہی محتاج بہ بیان نہیں۔ جیسی کہ سنن اربعہ۔ اور صحیح مسلم۔ اور سنن بیہقی
اور مسند احمد۔ اور موطا امام مالک۔ اور موطا محمد۔ اور شرح معانی الآثار۔ اور معاجم طبرانی۔ اور سنن
سعید بن منصور اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہی کما بسطہ علی القاری
فی رسالۃ تزیین العبارۃ اور نوازل فقیہ ابو اللیث اور ذخیرہ اور غنیہ اور حلیہ اور فتح القدیر۔ اور
بحر الرائق اور نہر الفائق اور خانیہ اور مجتبی شرح المختصر القدوری۔ اور در المختار۔ اور اسکی حواشی

عنہ سیاٰتہ - اللهم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ انتہی اور معراج الدرایہ میں لکھا ہی کہ لا یقرء الفاتحۃ
وبہ قال مالک وھی واجبۃ عند الشافعی وبہ قال احمد - ولنا قول ابن مسعود لم یوقت رسول اللہ صلعم لنا
فی الصلوۃ علی الجنازۃ دعاء ولا قراءۃ کبر ما کبر الامام واختر من الدعاء اطیبہ وھکذا
روی عن عبد الرحمان بن عوف وابن عمر فانھما قالا لیس فیہا قراءۃ وتاویل حدیث جابر انہا
تقرء علی سبیل الثناء ولا علی وجہ القراءۃ - ولان ھذہ لیست بصلوۃ حقیقۃ وانما ھی دعاء
واستغفار للمیت - ولھذا لیس فیہ ارکان الصلوۃ انتہی ان عبارات اور احادیث مذکورہ سے چند
فائدہ حاصل ہوئی ١ جنازہ میں قراءۃ فاتحہ حضرت صلعم سے بطرق صحیحہ نصاً ثابت نہیں ٢ حضرت
جابر رض کا انہ من السنۃ فرمانا مثبت فرضیت فاتحہ کا نہیں کما من الکرمانی فافہم ٣ عمل بعض صحابہ
اور تابعین کا بھی مقتضی فرضیت کا نہیں ٤ ابو ہریرہ رض جو کہ وجوب قراءۃ فاتحہ فی الصلوۃ میں علم
ہیں صلوۃ جنازہ میں اوسکے وجوب کے قائل نہیں ہیں ٥ محققین احناف قراءۃ فاتحہ کی لا علی سبیل القراءۃ
بل علی وجہ الثناء قائل ہیں - الغرض صاحب رسالہ کا مدعی یعنی فرضیت فاتحہ کی جنازہ کی نماز
میں اسقدر بیان سے جو کہ صاحب رسالہ نے بیان فرمایا ہے ثابت نہیں ہوتا - ہاں البتہ اگر اور کوئی
دلیل کافی مثبت مدعی بیان فرمائینگے تو ہم انشاء اللہ تعالی توجہ تامہ سے اوسکیطرف کان اور دہان
لگائینگے **علاوہ** بر اں نسائی کی روایت میں ہی صلیت خلف ابن عباس فی الجنازۃ
فقرء بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وجہر حتی اسمعنا الحدیث یہ روایت دال اسپر ہی کہ فاتحہ اور سورہ
جہراً جنازہ میں پڑہی جاویں وھذا لو کان ثابتاً دالاً - واللہ اعلم بالصواب **اللھم** ارنا الحق حقاً
والباطل باطلاً وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصل علی حبیبک وخیر خلقک محمد نبینا
الکریم والہ وصحبہ اجمعین **قولہ** فقہ کے ابتدائی متنوں میں کیدانی ہی جو کہ ہندو پنجاب
میں مروج ہی اسپر ملا علی قاری نے فرمایا ہے الی اخر ما قال ولولا حسن الظن بہ وتاویل کلامہ بسببہ
لکان کفرہ صریحاً وارتدادہ صحیحاً الخ **اقول** صاحب رسالہ عیب جینی اور خطا بینی کی سخت
مشتاق اور بڑے مشتاق ہیں - اور معیوب ہونا اس امر کا محتاج بیان نہیں - حالانکہ باب

تقریظ رسالۂ الانیقۃ المسماۃ بنور الملقب بکشف النقاب فی رد فصل الخطاب چکیدۂ قلم مولوی غلام غوث صاحب عفا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا نحمدک علی ما علمتنا من علم الکتاب + کما نحمدک علی ما اسبغت لنا اتباع الرسول المستطاب
ونصلی علی نبیک نبی الرحمۃ صاحب الامر والاحتساب + وعلی حبیبک شفیع الامۃ فی یوم
الحساب سلام علیہ وعلی الہ وعترتہ والاصحاب وعلی الائمۃ المجتہدین الذین لہم
عند اللہ لحسن ماب اما بعد فیقول العبد المنہمک فی الماثم والارتکاب المسکین
المستغفر من اللہ العزیز الوہاب الفقیر غلام غوث بن مولینا المولوی محمد عالم
صدر نبلاء الفنجاب تجاوز اللہ عن سیئاتہما ربنا رب الارباب فقد القی الی الکتاب
وما ادریک ما الکتاب شعر

کتاب کریم سمو الخطاب خطاب ہدی فنعم الجواب المسمی بنور الملقب بکشف النقاب فی رد
فصل الخطاب ولعمری ذلک الکتاب مبارک ولیتذکر واولوا الالباب ولیت شعری انہ
ہدی وبشری لاولی الالباب والحق انہ صحیفۃ شریفۃ موشحۃ بایات الکتاب ورسالۃ
مینکرۃ مرصعۃ باثار الباب والذی نفسی بیدہ ہو خال من الارطاب وایم اللہ ہو
ازکی واطہر واطیاب فالی الانشد فی تاریخ تالیفہ بیتین تذکرۃ للاحباب فی
حساب الجمل تنشیطا للطلاب وہا ہذان کتاب بارع نور علی نورہ
کمصباح الدجی کشف النقاب فقلت مورخا لما اضانا + وفی نور علی فصل الخطاب
کیف لا ہو من تصنیفات انیل الکتاب + مولینا المولوی فضل الدین الذی
فی جیلہ عقاب العلامۃ الفہامۃ الذی الیہ خضعت الرقاب والامام الہمام الذی الیہ

اور مواہب الرحمن۔ اور اوسکی شرح برہان وغیر ذالک میں ہی۔ امام محمد اپنی مؤطا میں بعد ذکر
اشارہ کی فرماتے ہیں قال محمد وبصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ
اللہ علیہ۔ انتھی **انتباہ** بہت بڑے بڑے حفاظ محدثین اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم سے سہو قلم ظہور
میں آنا مقتضائے بشریت ہی۔ عصمت خواص انبیاء علیہم السلام سے ہی۔ الا چشم پوشی اور
صواب کو دیکھنا ہی داب صالحین سے ہی۔ **نظیراً** گزارش ہوتا ہے۔ نواب صدیق الحسن خان
صاحب بلوغ السؤل من اقضیۃ الرسول کے ص ۲۴۵ میں قصہ سنگسار ماعز بن مالک میں لکھتے
ہیں **و** فی بعضها انه امر بحفرت له حفیرۃ ذکرها مسلم وھی غلط من روایۃ بشیر بن المهاجر
وان کان مسلم روی له فی الصحیح۔ فالثقۃ قد یغلط انتھی یعنی بعض طرق حدیث مین
وارد ہی کہ حضرت صلعم نے امر فرمایا کہ واسطے ماعز کے گہڑا کہود اجادی اور یہہ غلط ہی۔ روایت
بشیر بن مہاجر سے۔ اگرچہ اسکو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہی۔ کیونکہ غلطی کبہی ثقہ
سے بھی ہو جاتی ہی انتھی۔ اور اسی روایت کو بیہقی نے بھی بیان فرمایا۔ الا بیہقی نے سکوت
کیا اس روایت اور روایت عدم حفرہ مین کچھہ تطبیق نہیں دی ذکرہ الحافظ الزیلعی فی
تخریج احادیث الهدایۃ **واضح ہو** کہ صاحب رسالہ نے دربارہ ناسخ ومنسوخ عجیب گفتگو اور اپنی
رائے اظہار فرمائی ہی۔ راقم الاوراق کا بھی منشا تہا کہ اس باب میں کلام محققین اور مفسرین
اور محدثین کی نقل کرتا اور اون کی اقوال معرض بیان میں لاتا۔ الا از انجا کہ حجم ان اوراق
کا از بس زیادہ ہو گیا ہی خوفاً للاطناب اس بحث کو علیحدہ رسالہ مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا
انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی طبع کے بعد اوسکی طبع کا ارادہ کرونگا اگر قضا نے مہلت دی وما
توفیقی الا باللہ۔ ولیکن ھذا آخر ما اردناہ ونسال اللہ التوفیق الرفیق فی جمیع امور الدنیا
والآخرۃ اللھم صل علی حبیبک الرسول الامی وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ وتب علینا
انک انت الغفور الرحیم۔ وکان ذلک فی سلخ الصفر من شھور السنۃ الواحدۃ عشر من الهجرۃ النبویۃ علی صاحبها الصلوۃ والتحیۃ

تمت

فہرست مطالب کشف النقاب عن مسئلۃ فاتحۃ الکتاب المسمیٰ بانوار النعمانیہ

مضامین	نمبر صفحہ
فرقہ ظاہریہ کا حال	۱
اہل حدیث کی تعریف	۴
مدعیان عمل بالحدیث کا بیان	۵
امام اعظم رح کی مناقب اور حمیدہ اوصاف اور تابعی ہونا	۶
شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کا مناقب امام اعظم رح کا بیان کرنا۔	۹
امام اعظم رح کا حضرت امام جعفر صادق رض کی حجری مین پرورش ہونا۔ اور اوسکا بیان۔	۱۰
امام صاحب کے مناقب احادیث صحیحہ سے ثابت ہونیکا بیان	〃
امام شافعی وغیرہ نے امام صاحب علیہ الرحمۃ کے تعریف کی ہے۔	۱۲
مؤلف رسالہ کی آیۃ ما آتیکم الرسول وغیرہ سے فرضیت فاتحہ کی استدلال کا جواب اول۔	۱۴
جواب دوم	〃
جواب سوم	۱۶
جواب چہارم	〃
آیۃ ما آتیکم الرسول کے معنے	۱۹
مؤلف کا قول ہمارے اور تمہارے درمیان مشاجرہ واقع ہوا ہے کا۔ جواب	۲۰
مؤلف کی قول کہ تخصیص عند الحنفیہ نسخ ہے کا۔ جواب	۲۱
مؤلف کے قول۔ کہ حنفیہ اپنی خیالی باتون سے تخصیص قرآن کرین۔ کا جواب	۲۴
تخصیص کے اقسام کا بیان۔	۲۵
میرا استدلال آیات سے بعینہ عبد اللہ بن مسعود کی استدلال کی طرح ہے کا جواب۔	۲۶
بین الاستدلالین مغائرت بوجوہ ہونیکا بیان۔ [illegible]	〃
فوائد عشرہ اولی صحیح حدیث کی تعریف مین	۲۸
دوسرا حدیث مرسل کے بیان مین۔	〃
تیسرا رفع کلمے کے بیان مین۔	۲۹
چوتہا۔ مدلس کی حدیث کے حکم مین۔	۳۰
پانچوان۔ زیادہ ثقہ مین۔	〃
چہٹا جبکہ روایت بعض ثقات سے متصل اور بعض سے مرسل یا موقوف یا بعض کے مرفوع اور بعض سے موقوف تو اوسکا حکم	〃

الیہ سبقہ الطلاب هو یعسوب فی مطارحات المناظرة والخطاب ولیث فی مطارحات

المحاضرة والجواب **شعر** می کل رای رای ما اجاب علی کل بحث علی مزاراب کیف

ما قلمہ تمر علی القرطاس من السحاب وتنساب لسانه فی الحباب کالحباب الفه بعد ما التمسوا

منه سلالة من الحجاب وقالوا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب قد افدوا الی دیننا ابتعه

عبد الوهاب فسعوا فی الارض بالبغی والطغیان والانصات وما هم الا خداع الامة

وخلاب ربنا مسنا الشیطن بنصب وعذاب وهل اتک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب اذ

دخلوا علی الدین قوم من غیر الابواب ان کل الا منکری الائمة فحق عقاب هذا وان

للطاغین لشر ماب + فجزاهم ضرب الرقاب + او ضربا مبرحا من سوط العذاب + فاخذ

فی ردهم بعد ما دعا ربنا انت الوهاب فانصرنا واحفظنا من شرا و لئک الاحزاب فقیل له

اتینک الفضل وفصل الخطاب هذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب فانسخ نسخة نا

لاسفار الکذاب واطنب علیهم من قریحته جلباب فلله در بهذا الانتصاب علی ذلک

الامر المصاب اجزاه الله جنات من نخیل واعناب ثم جنات عدن مفتحة له الابواب بفاکهة

کثیرة وشراب کما وردان للمتقین لحسن ماب + ثم لا انس ما فصل الخطاب کتاب مستحدثة

فی الباب حری بالکتاب عند اولی الالباب ولو صکا عن فاضل اریب ملجا الشیخ والشاب

وحکیم حاذق فی الاخذ والاکتساب بادیا فی قراءة فاتحة الکتاب جازما علی المقتدین

بالایجاب فاوحد فیه لتارکیه العقاب وانذر قوما من اراب وما هو الا لشئ عجاب فاما

انی فلا استحیی من الحق ولو عزنی فی الخطاب + وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء والارتکاب

اقول عوض علی کتابی التحریرین بالانتیاب لارسم علی ای منهما نقطة الانتخاب فبان لی الترجیح

بکشف النقاب علی رشاقة فصل الخطاب + علی ما مشی علیه النبی والاصحاب وعلی اسلوب ما

روی فیه جمهور المذاهب المستطاب فاق ضیائه علی سنائه حتی توارت بالحجاب کما تتواری انارة

النجوم اذا الشمس اطنبت الطناب او کما تختفی عند الالتهاب برقة الشهاب فان لم ینجح منجی الذباب لتبکیته تبکیت الغراب

نمبر صفحہ	مضامین	مضامین	نمبر صفحہ
۵۸	جواب قول مؤلف کا کہ یہاں نفی ذات ممکن ہے۔ جواب ۱ جواب ۲	جواب مؤلف کا کہ فقاہت راوی کا شرط ہونا امام کا مذہب نہیں +	۷۳
۵۹	جواب قول مؤلف کا کہ مرکب جیسے کل اجزاء آ بوجوہ وجہ ۱ ۲ ۳ +	انتباہ مشتمل بر فوائد ۱ ۲ ۳ ۴	۷۴
۶۱	جواب قول مؤلف کا کہ جیسی ترک رکوع سے نماز نہیں ہوتی ویسا ہی ترک فاتحہ سے نماز نہیں ہوتے۔	راوی فقیہ اولے و برتر ہے غیر فقیہ سے +	۷۵
״	مؤلف کے قول کہ اقرب مجازین صفت صحت ہوگی کا جواب	علو اسناد کا بیان +	۷۶
۶۲	حدیث خداج کا جواب بوجوہ ۱ ۲ ۳	جواب قول مؤلف کا کہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا مناظرہ بے اصل بات ہے +	۷۷
۶۴ ۶۵	وجہ ۲ ۳ +	جواب مؤلف کا کہ قراءت سے تدبر مراد لینا صحیح نہیں اور نفس اور قراءت کے معنے +	۸۱
۶۵	رائے صحابی کے حجت ہونیکا بیان +	اقرأ فی نفسک کے معنے +	״
۶۶	استفسار از مؤلف دربارہ حدیث خداج +	منع ہونے قراءت کا جنبی کے لئے +	۸۲
۶۷	جواب قول مؤلف کا کہ حدیث کا راوی خود مفسر ہے اس جواب میں دو مقام ہیں۔ مقام ۱	جواب انس اور عبادہ کا بوجوہ وجہ ۱	۸۳
״	مقام اول میں تین امر ہیں ۱ ۲ ۳ اور تفسیر اور تاویل کی تعریف +	وجہ دوم	۸۴
۶۸	مقام دوم اس میں پانچ قسم بیان کے مذکور ہیں	دارقطنی کی تردید اور ابن ملقن کا جواب	۸۵
۷۰	استدلال عجیب مؤلف صاحب کا +	وجہ سیوم	۸۶
״	اصلیت استدلال مذکور کی +	احتجاج بحسن بغیرہ مختلف فیہ ہے +	״
۷۱ ۷۲	جواب مؤلف کا کہ راوی کا مطلق قول حجت ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعریف +	استدلال مؤلف کا عبارت و حدی کے ساتھ اور اوسکا جواب +	۸۷
۷۲	مسئلہ مصراۃ کا جواب +	امر مقتضی تکرار کا نہیں۔ اور سبب تکرار عبادات کا	۸۹

نمبر صفحہ	مضامین	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱	ساتوان سبب اختلاف اہل حدیث کا صحت حدیث میں		
۳۲	آٹھوان جرح اور تعدیل کے بیان میں	جملہ شقوق کے عدم جواز کا بیان -	۴۴
״	نوان حدیث مسند کے مقبول و نامقبول کے بیان میں	استدلال آیتہ و اذا قری القرآن الآیۃ سے	״
۳۳	[illegible] چند احادیث کے حکم اور فرض و واجب کے تعریف میں	منفرد اور امام کے لیے مطلق قراءت فرض ہونے کی دلیل -	۴۵
״	جواب الجواب مؤلف کا -		
۳۴	قراءت مقتدی میں ستہ شقوق ہیں - اور ہر ایک کا جواب +	مؤلف کی احادیث کا جواب حدیث اول	۴۶
		عبادہ کی حدیث کا جواب بوجہ نمبر۱ نمبر۲ نمبر۳ نمبر۴ نمبر۵	۴۷
۳۵	بطلان شقین اولین کا -	نمبر۶ نمبر۷ نمبر۸ نمبر۹	״ ۴۸
״	شق چہارم کا بطلان -	نمبر۱۰ نمبر۱۱	۴۹ ۵۰
״	شق نمبر۱ نمبر۲ نمبر۳ نمبر۴ نمبر۵ کا عدم جواز -	نتیجہ وجوہات کا -	۵۲
۳۶	نووی کے قول فانتھے الناس میں کلام الزہری کا جواب بوجوہ - وجہ اول -	لا تجزی صلوۃ الحدیث کا جواب حدیث دوم -	״
۳۷	وجہ دوم - و - سوم -	تیسری حدیث لا تقبل صلوۃ الحدیث کا جواب بوجوہ - نمبر۱ نمبر۲ فائدہ نمبر۳	
״	وجہ چہارم -	ام القرآن عوض کا جواب -	۵۶
		ام القرآن عوض کے معنون میں مؤلف کا وہم	״
۳۸	شقوق ستہ کا عدم جواز -	لا تجزیٔ کا جواب	۵۷
۳۹	ابوداؤد کے قول کا جواب اول	جواب قول مؤلف کا کہ ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے	״
۳۹	جواب دوم -	جواب قول مؤلف کا کہ آپ سمجھیں - یا نہ سمجھیں -	۵۸
۴۰	ایضاً جواب ابوداؤد کا رحمۃ اللہ علیہ	جواب قول مؤلف کا کہ اصل نفی میں نفی ذات ہے	״

نمبر صفحہ	مضامین
۱۱۶	امام احمد حنبلؒ کے انکار کا جواب +
۱۱۷	ذکر اون لوگونکا جنکے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنے اور نفقہ ضروری ہے +
"	ذکر اسامی طاعنین حدیث فاطمہ بنت قیس کا
۱۱۸	عبارت فتح القدیر کی جس سے ثبوت سکنی اور نفقہ کا قرآن کریم سے ہوتا ہے +
"	ذکر اختلاف فقہا کا درباب وجوب سکنے اور نفقہ مطلقہ ثلاثہ اور اضطراب روایت احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا +
۱۲۰	جواب قول مؤلف کا کہ اس قصہ کی روایت منقطع ہی اور بیان اتصال کا +
۱۲۱	جواب قول مؤلف کا کہ صحابی جبکہ صحابی کے خلاف ہو تو اونکا قول حجت نہین تہا بوجوہ اور عدم اصلیت اس قاعدہ کی
"	وجہ دوم
۱۲۲	وجہ سیوم
۱۲۳	جواب طعن مؤلف کا کہ احناف کے اصولی محققونکا یہ حال ہے
۱۲۵	جواب قول مؤلف کا۔ کہ محصول مین لکھا ہی یجوز تخصیص الکتاب بخبر الواحد عندنا +
۱۲۶	جواب قول مؤلف کا کہ ابن حاجب نے لکھا ہے
"	جواب قول مؤلف کا کہ ارشاد میں لکھا ہے
۱۲۸	جواب قول مؤلف کا کہ وہ اجماع کہان ہوا ہے +
"	جواب قول مؤلف کا کہ آیۃ مخصوص البعض ہو گی
۱۲۹	تردید قول مؤلف کی کہ عام اکثر علماء کے نزدیک ظنی ہے +

نمبر صفحہ	مضامین
۱۳۱	تردید قول مؤلف کے کہ ان احادیث کو مشہور کہکر عموم قرآنی کا تخصیص مان لیا +
"	جواب قول مؤلف کا۔ کہ حدیث لا صلوۃ کو مشہور مان لینے مین کون مانع ہے +
۱۳۲	جواب قول مؤلف کا کہ بلحاظ اس شرط کے حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ مشہور نہون +
"	تردید مؤلف کے قول کی۔ کہ حدیث لا یجزی مین ایکا احتمال کہان ہے +
۱۳۳	نفی میں نفی ذات اصل ہے۔ کا جواب +
"	حدیث لا صلوۃ کو بخاری کی متواتر کہنے کا جواب بوجوہ وجہ اول۔
۱۳۴	وجہ دوم
۱۳۵	وجہ سیوم
"	وجہ چہارم
"	وجہ پنجم
"	وجہ ششم
۱۳۶	زیادۃ الثقۃ مقبول کا۔ جواب بوجوہ وجہ اول۔
۱۳۷	وجہ دوم - + - وجہ سیوم -
۱۳۸	جواب قول مؤلف کا کہ ظنی سے ظنی کی تخصیص ممنوع نہین
"	جواب مؤلف کا کہ اس حدیث مین ما تیسر سے وہ قرآن مراد ہی جو کہ فاتحہ کے سوا ہے، بدو وجہ۔ وجہ اول
۱۳۹	وجہ دوم

نمبر صفحہ	مضامین
۹۰	تخصیص عام نسخ ہی - کا جواب +
۹۱	آیتہ فاقرؤا - قیام اللیل میں ہے، کا جواب +
۹۲	قرأت کے دو قسم حقیقی ہیں +
"	قرأت حکمی قرأت مجازی نہیں +
۹۳	سلیک غطفانی کی دو رکعت کا جواب اور اوس مین شاہ اسحٰق کی تنقیح مطلب ہین +
۹۶	جواب اول
"	جواب دوم
۹۷	کبھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ قطع فرماتے اور پہر شروع کرتے
"	جواب سیوم +
۹۹	بیان حال متقدمین عند الخطبہ +
۱۰۲	محرم اگر مرجاوے تو اوسکے سر کو ڈھانپنا +
۱۰۴	اذا ثبت لواحد فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبت لغیرہ - کا جواب +
۱۰۶	عام قرآنی کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہین +
"	جواب قول مؤلف کا کہ اخبار احاد پر صحابہ کرام کا معمول تہا عمل کرتے +
[illegible]	[illegible]

نمبر صفحہ	مضامین
۱۱۰	لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء کے تحقیق اور جواب +
"	جواب قول مؤلف کا کہ عموم قرآنی کو چہوڑ کر خبر واحد پر عمل کرنا
"	جواب قول مؤلف کا کہ کسی آپ جیسے سنے آہ کا
۱۱۱	جواب قول مؤلف کا کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کو اخبار احاد سے مانا ہے مسلم الثبوت مین +
"	تطبیق قول صاحب مسلم الثبوت کی
۱۱۲	جواب قول مؤلف کا کہ ایک ہمارے ہی مہربان آہ
"	بیان حدیث فاطمہ بنت قیس کا +
۱۱۳	بیان حدیث عمر رض لاندع کتاب ربنا الحدیث کا +
۱۱۴	ذکر اون لوگونکا جنہوں نے حدیث فاطمہ پر طعن کیا ہے +
۱۱۵	جواب قول مؤلف کا کہ دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ جملہ ثقات نے ذکر نہین کیا - بوجوہ
۱۱۶	وجہ اول +
"	وجہ دوم +
"	وجہ سیوم +
"	وجہ چہارم +
"	وجہ پنجم +

نمبر صفحہ	مضامین
۱۶۴	جواب مؤلف کا عام خاص کا راوی عبادہ ہے
″	مؤلف کے قول کہ حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ مرسل و منقطع ہے قالہ البخاری ہے +
۱۶۶	جواب مؤلف کا کہ امام کی قراءۃ تمام قرأت فاتحہ کے سوا مسلم ہے +
۱۶۷	قوت شک کی دعوا کا جواب
۱۶۹	ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ
″	جواب مؤلف کا کہ یہی حدیث کہ مشہور ہا ہے +
۱۷۰	جواب مؤلف کا کہ انتہی الناس من کلام الزہری ہے بوجوہ وجہ اول
۱۷۱	وجہ دوم - وجہ سیوم
″	جواب مؤلف کا کہ مدار اس حدیث کا ابن اکیمہ لیثی پر ہے +
۱۷۳	جواب قول مؤلف کا کہ ضعف اس حدیث پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے +
″	جواب مؤلف کا - بلکہ یہ حدیث حجت ہی نہیں +
″	جواب مؤلف کا کہ جہر مقتدی میں منازعت ہے +
۱۷۴	انکاری استفہام کا بیان اور اسکا جواب
۱۷۶	منی کجبہ اور مخالطہ کی حدیث کا جواب
″	مسئلہ مس ذکر کا
۱۷۸	مسئلہ جہر بسم اللہ کا
۱۸۱	جواب مؤلف کا کہ محل نزاع کا فاتحہ پڑھنا ہی نہ سنو کا بدو وجہ - وجہ ۱ وجہ ۲
۱۸۲	حال حجاج بن ارطاۃ کا -
۱۸۳	جواب مؤلف کا کہ یہ ایک خاص واقعہ کا بیان ہے اوسکو عموم نہیں ہوتا +
۱۸۴	جواب یقولون یجہرون کا ۱ ۲ ۳ ۴
۱۸۵	جواب علاوہ ہیں کا ۱ ۲ ۳ ۴
۱۸۶	جواب قول مؤلف کا کہ امام مالک اور ترمذی نے موقوف روایت کیا ہے +
۱۸۷	یحییٰ بن سلام کا حال +
″	مسئلہ استثنا کی تحقیق +
۱۸۸	جواب قول مؤلف کا کہ اس استثنا موقوف کا مدلول اشارہ ہے +
۱۸۹	مانعین اعتراض کا جواب +
۱۹۰	ابن سید الناس رحمہ اللہ کا جواب +
″	جعفر بن میمون کا حال +
۱۹۱	فصاعدا کی حدیث کا جواب +
″	صحابی کے قول حجت ہونے کا بیان +

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۹	جواب مؤلف کا۔ کہ یہ حدیث محتمل الوجوہ ہو گئے بدو وجہ۔ وجہ ۱ وجہ ۲	۱۵۵	جواب مؤلف کا کہ آیۃ کی شان نزول مین اختلافات ہے پس حجت ہوگی +
〃	جواب مؤلف کا کہ حدیث مین قومہ طمانیتہ کا ذکر بھی ہے اسی فرض کیون نہین کہتے بدو وجہ۔ وجہ ۱ وجہ ۲	۱۵۷	استماع اور انصات آہستہ قرارت کا مانع نہین ہے کا جواب بوجوہ۔ وجہ اوّل
۱۴۱	جواب مؤلف کا کہ عینی نے نودی پر تین اعتراض جمائی ہین۔ اعتراض اول۔ اول کا جواب الجواب +	۱۵۸	وجہ دوم ۲
۱۴۲	اعتراض دوم کا جواب الجواب +	〃	وجہ سیوم ۳
۱۴۴	اعتراض سوم کا جواب الجواب +	〃	وجہ چہارم ۴
۱۴۵	فائدہ لطیفہ	〃	وجہ پنجم ۵
〃	جعفر بن میمون کے ضعف کا جواب اوّل	〃	وجہ ششم ۶
۱۴۶	جواب دوم ۲	۱۵۹	وجہ ہفتم ۷ - وجہ ہشتم ۸ - وجہ نہم ۹
〃	جواب سیوم ۳	۱۶۰	قولہ یہ حدیث سلیمان [illegible] ہے۔ کا بیان اور تحقیقات اس [illegible] کی +
〃	جواب مؤلف کا کہ جب راوی کا فتوی خلاف روایت ہو تو اوسکا قول حجت نہین ہے +	〃	جواب مؤلف کا کہ عینی نے کہا ہے +
۱۴۷	الفاظ عہد میں اصل ہے کا جواب اور تحقیق اس مسئلہ کی +	〃	مؤلف کا محرفانہ بیان +
۱۴۹	تردید قول مؤلف کی کہ امر باشی اوسکی ضد کی نہیں کا مستلزم نہیں اور یہ قول بے اصل ہے +	〃	جواب مؤلف کا کہ اس زیادتی مین ابو خالد کا کوئی تابع نہین +
۱۵۰	جواب قول مؤلف کا کہ استماع کی تخصیص جہری نمازون کے ساتھ ہے +	۱۶۲	جواب مؤلف کا کہ مسلم نے کہا ہے یہ حدیث مجمع علیہ نہین
۱۵۱	جواب قول مؤلف کا کہ یہ آیۃ اپنی عموم پر بالکل نہین اور تخصیص مصطلح کی تعریف اور تحقیق آیا اسمین نین مسائل ہین +	۱۶۳	وجوہ ترجیح تعدد سلیمان ۱ ۲ ۳ ۴ ۵
۱۵۳	جواب مؤلف کا کہ آیۃ عام کی تخصیص سنت ثابتہ سے جائز ہے +	〃	جواب مؤلف کا کہ نماص مقارن کے ساتھ تخصیص کرنا نسخ نہین +

صفحہ	مضامین	مضامین	صفحہ
۲۴۲	تطبیق کا جواب +	رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز مین تاکید فاتحہ کی فرمائی ہے۔ کا جواب ا ، ۲ ، ۳ +	۲۲۷
۲۴۳	شاذ مقبول کا بیان اور جواب۔	قولہ اور اسناد اس حدیث کا صحیح ہے۔ کا جواب	۲۲۸
〃	ایضاً تطبیق کا جواب۔	ثم آقرأ بام القرآن۔ کا جواب +	〃
〃	علی شرط الشیخین کہنا درست نہین ہے۔ کا جواب	آہستہ فاتحہ خلف الامام کی منع پر کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع نہین ہے۔ کا۔ جواب +	۲۲۹
۲۴۵	قرأت فاتحہ مین رکعت کے فوت ہونیکا ڈر ہے الخ۔ کا جواب ۱ ، ۲	تواتر کہنے بخاری رحمہ اللہ کا جواب	〃
۲۴۶	بعض فرض ضرورت کیوقت ساقط ہو جاتے ہین کا۔ جواب ۱ ، ۲	خبر واحد باعث یقین کے ہوتی ہے۔ کا جواب	〃
۲۴۷	قولہ پھر کیا جرح ہے۔ کا جواب	اس مسئلہ مین حنفیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مین اختلاف ہوا۔ کا جواب	۲۳۰
۲۴۸	امام صاحب کے مناظرہ کا بیان اور جواب	قولہ راقم اور کل اہلحدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بات مانتے ہین۔ کا۔ جواب	۲۳۱
۲۴۹	امام صاحب کے ذکا اور فطانت اور تمثیل طور پر مسائل بیان کرنیکا۔ بیان۔	تقدیم اقوال۔ کا جواب	۲۳۲
۲۵۱	قولہ ترک فی نبل الشیخین کا جواب	قولہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حق سبحانہ تعالی کی اطاعت ہے۔ کا۔ جواب +	〃
۲۵۲	مسئلہ مدرک الرکوع کا بیان اسمین ۳ مسالک ہین مسلک اوّل	آنحضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے تابعی اگر مان لین کا جواب	۲۳۳
۲۵۳	مسلک دوم	جواب ۲	۲۳۵
۲۵۷	مسلک سیوم	حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ مین مضطرب ہین کا۔ جواب +	۲۳۴
۲۵۸	مدرک فی الرکوع کی رکعت بغیر فاتحہ نہ محسوب ہونے کا جواب	حدیث قلتین مضطرب ہونے کا بیان	〃
〃	جواب دوم	قرآن اور احادیث ثابتہ مین تعارض نہین ہے کا جواب ۲	۲۳۱
〃	جواب ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷	فاقرؤا ما تیسر مین کلمہ ما۔ کا عام ہے۔ کا جواب	۲۴۱
۲۵۹	پس ثابت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت مین فرض ہے۔ کا۔ جواب	اعرابی کی حدیث مین فاتحہ کا صریح حکم موجود ہے۔ کا۔ جواب ۱ ، ۲	۲۴۱

نمبر صفحہ	مضامین
۱۶۲	جواب قول مؤلف کا کہ کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا بوجوہ
؍؍	ناز ادکا پڑھنا بالکل منع نہیں کا جواب ابطال شقوق اربعہ
۱۹۳	شافعی کے عدم اطلاع اجماع کا جواب
۱۹۴	باحسن وجوہ ثابت ہے کا جواب
؍؍	عوام بن حمزۃ المازنی کا حال
۱۹۵	عبداللہ بن بکیر کا حال
؍؍	عبداللہ بن صالح کا حال
؍؍	عبدالرزاق بن ہمام کا حال
۱۹۶ ۱۹۷	زیادۃ البکائی۔ اور عبداللہ بن موسی اور سفیان بن حسین اور اسمعیل بن ابان کا حال
۱۹۷	محمد بن یوسف فاریابی کا حال
۱۹۸	اذا انسی فاتحۃ الکتاب فلا تعد تلک رکعۃ کا جواب
؍؍	عمیر بن ابی سحیم النہزی کا حال
۱۹۹	عبداللہ بن عثمان کا حال
؍؍	جواب بن عبداللہ التیمی کا حال
؍؍	پیارے قول کا جواب
۲۰۱	قولہ۔ وقال القاسم بن محمد کان رجال آہ کا جواب
؍؍	کافی کا قول کذب ہے کا۔ جواب
۲۰۱	اثر عمر فاروق رض کا جواب

نمبر صفحہ	مضامین
۲۰۱	اجماع المسلمین علی خلافہ۔ کا جواب
۲۰۲	قولہ۔ پھر بخاری نے کہا ہے۔ کا جواب
؍؍	جابر رض کا فعل مخالف ہے کا جواب
۲۰۳	بخاری کی روایت کا بیان اور جواب
۲۰۴	ابن مسعود سے قرأت ثابت ہے۔ کا جواب
۲۰۵	قولہ۔ ان یحیی سأل ابن عمر عن القراءۃ کا جواب اور یحیی کا حال
؍؍	جواب
۲۰۶	فوائد عبارت کے
؍؍	زید بن ثابت کا بیان۔ اور مؤلف کے حیلہ کا رد ہے
۲۰۷	ابو الدرداء کے اثر کا بیان اور جواب الجواب
؍؍	تقابل کا جواب
۲۰۸	عبداللہ بن عباس کے اثر کا جواب اور مؤلف کے عجیب
۲۱۰	آثار سے منع نہ نکلنے کا۔ جواب
۲۱۲	حدیث قضاء عمداً وغیرہ پر عمل کا جواب
؍؍	حنفیہ کرام کا تطبیق دیکر عمل کرنیکا۔ جواب
۲۱۳	عینی کے الزام۔ کا جواب
۲۲۵	قولہ۔ تخریج مواعید نکیا۔ کا جواب
۲۲۶	قولہ۔ لیس من اھل العلم۔ کا جواب

نمبر صفحہ	مضامین
۲۸۶	تحقیق مسئلہ وتر۔
۲۹۰	صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ آہ کا بیان۔ اور جواب نمبر ۱ و ۲ و ۳
۲۹۱	حنفیہ نے اوتر بواحدۃ۔ کا جواب
۲۹۴	ان ابن عمر کان یسلم بین الرکعتین والرکعۃ فی الوتر۔ کا جواب نمبر ۱ و ۲ و ۳
۲۹۶	اور سے صریح الی آخرہ۔ کا جواب
۲۹۷	یا غلام ارحل لنا۔ آہ۔ کا جواب
۲۹۸	اگر وے عاشق اتباع جانتے ہیں آ کا جواب
۲۹۹	ابن حزم نے کہا ہے الثلث بتیراء آہ کا جواب
۳۰۰	ابن مسعود رض کے اثر [illegible] ایک رکعت فقط۔ کا بیان
//	الصلوٰۃ فی حال الخوف رکعۃ [illegible]۔ کا جواب
//	ایک رکعت وتر کا کس کس کا مذہب ہے آہ کا جواب
۳۰۲	تابعین اور علماء کے مذہب کا جواب
۳۰۳	بلکہ ابو ہریرہ نے موقوفاً بیان کیا ہو تو ترجیح [illegible] کا جواب
//	دوسرا جواب اور وجوہ ترجیحات حدیث عائشہ کے جو ۱۰ ہیں
۳۰۴	عراقی نے کہا ہے عائشہ سے سہو ہوا۔ کا جواب
//	سلیمان بن یسار مروی کا جواب
۳۰۵	تخصیص سورہ سے الوتر کا جواب

نمبر صفحہ	مضامین
۳۰۷	پانچ سات وتر کا جواب
//	اختلاف الانواع۔ کا جواب
//	دوسری اعتراض حنفیہ کا شافعی پر آہ کا جواب الجواب
۳۱۱	طمانیت فی الرکوع والسجود کا جواب
//	تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب
۳۱۳	بدون سلام کے نماز جائز نہیں ہے۔ کا جواب
۳۱۴	ذکر وجوہات کہ لفظ سلام فرض نہیں وجہ اول نمبر ۲ و ۳ و ۴
۳۱۵	ایک ہی ضرب سے تیمم۔ کا۔ جواب
۳۱۶	مسئلہ رفع یدین کا بیان۔ اور جواب
۳۲۴	مسئلہ وضع الیدین تحت السرۃ کا ثبوت
۳۲۵	مسئلہ جلوس فی التشہد
۳۲۸	مسئلہ اشارہ بالسبابہ کا جواب
//	تشہد اخیر بھول کر کھڑا ہونا۔ ذکر اور جواب
۳۲۹	مسئلہ آمین بالسر کا بیان
//	مسئلہ عدم نماز بوقت طلوع آفتاب
۳۳۰	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی رکعت کو لمبا کرنا کا جواب نمبر ۱ و ۲
۳۳۱	ترک رفع فی الرکوع کی [illegible] اعتداد رکعت کا جواب نمبر ۱ و ۲ و ۳

صفحہ	مضامین
٢٦٠	مؤلف کے فتوی کا جواب
″	دوسری دلیل کا جواب ۱ ۲
٢٦١	جواب دوم
″	جواب سیوم
″	تیسری دلیل کا جواب -
٢٦٢	چوتھی دلیل کا جواب - اول
″	جواب دوم
″	جواب سیوم
″	پانچوین دلیل کا جواب ۱ ۲
٢٦٣	جواب ۳ ۴
٢٦٦	کہ حنفیہ نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے - کا جواب
٢٦٩	مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہے - کا جواب ۱ ۲ مواظبت کے اقسام ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ آپ کی پہلی دلیل
″	دوسری دلیل -
″	تیسری دلیل -
″	ہر رکعت مین فاتحہ پڑھنے پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی - کا جواب
″	قولہ صحیحین کے مقابل کا جواب

صفحہ	مضامین
٢٦٩	تنقیح امر اول - تنقیح امر دوم
٢٧٣	آثار مرویات ضعیفہ حدیث قیاس سے مقدم ہیں - کا جواب ۱ ۲
″	حنفیہ مسائل پر کیون نہین کرتے کا جواب
″	کیا ثابت کری ہی یعنی چیز کا جواب ۱ ۲
٢٧٤	ابن حجر حافظ اور امام ہی - کا جواب
″	امام ابو حنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کر لیتے کا جواب
٢٧٦	حنفیہ کا استدلال کسی حدیث پر اوسکی تصحیح ہے بالکل غلط ہے - کا جواب -
٢٧٧	امام کے استدلال کی احادیث اگرچہ ضعیف ہین تو امام کے وقت وہ صحیح نہین غلط ہے - کا جواب
٢٧٩	مکلف کو اختیار ہے - کا جواب
٢٨١	نفس فرضیت مین سب رکعتیں مساوی ہین کا جواب +
٢٨٢	وتروں مین اگر کوئی ایک رکعت پر اکتفا کرے تو دوسرے رکعت کا پڑھنا واجب اور فرض نہین کا جواب ۱ ۲ ۳ ۴ ۵
″	دوسری رکعت غالبا ساقط ہو جاتی ہے - کا جواب ۱ ۲
٢٨٣	رکعتین کو مطلق لکھا ہے اولیین کے ساتھ مقید نہین ہے - کا جواب +
٢٨٤	نہ شارع نے دو رکعت مین تسویہ کا حکم دیا - نہ یہ واقع ہے - کا جواب
٢٨٥	اگر تسیا تبادہ ہوتا الی آخرہ - کا جواب
٢٨٦	رعینا فی جزء القراءۃ الخ کا جواب

صحت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۵	قلت	قل	۲۵	۱۴	ہذا	ہذہ	۵۳	۱۵	نہم	فہم
۵	۲۰	پشاور	اور پشاور	۲۶	۲۱	جرسی	جَرَسِيّ	۵۵	۵	عمر	عُمَر
۷	۳	عقب	عقل	۲۷	۵	نہیں	نھیں	〃	۸	صحتا	صحتہا
۸	۲	عدۃ	عدہٗ	〃	۱۴	بغرض	بفرض	〃	۱۱	حنسہ	حسنہ
〃	۳	منہا	منتہا	۲۸	۱۳	نکتہ	ملکۃ	۵۷	۵	بھی	ہی
〃	۱۵	معاخرین	معاصرین	۳۰	۱	اور شرح غریب	او شرح غریب	〃	۱۲	نہیں	ہو
۹	۴	میرتہ	سیرتہ	〃	۲	اخیار	اخبار	〃	۱۴	الکاملۃ	الکامل
۱۰		لم ننزل	لم تنزل	〃	۱۲	مدلس حدیث	مدلس کی حدیث	۵۹	۸	النفی	فنفی
〃	۱۵	ایدہ	یدہ	〃	۲۰	رواۃ	روایۃ	۶۰	۱	با ہے	ہے
۱۱	۷	الکروری	الکردری	۳۱	۱۰	صحہ	صحتہ	〃	۳	بھی	ہی
〃	۲۱	لہم او بالفہم	لہ او بالفہم	〃	۱۵	اکملی	الکلی	〃	۱۴	خاتمہ	فاتحہ
۱۲	۱۱	لنارہ	نہارہ	۳۲	۲۰	روایۃ	روایتہٗ	۶۱	۱۰	اُسی	اُس
〃	〃	علیفہ	وظیفہ	〃	۲۱	روایۃ	روایتہ	۶۲	۱۲	باشمول	بالشمول
〃	[illegible]	بالخلیفہ	لاغلیفہ	۳۳	۱۸	تعیمین	تعیین	۶۴	۶	اعلم	تکلم
〃	۱۹	باغنا اللحن	باغنا اللحن	〃	〃	تحصص	تخصیص	〃	۷	والاخدیج	والولد خدیج
۱۳	۲	من قبول شہادۃ / قبول شہادۃ	منع قبول شہادتہا	۳۴	۲	بنم	لیتم	〃	۹	والامخدج	والولد مخدج
				〃	۱۳	الاوداد	دراء	〃	–	الیہ	الید
〃	۷	فستر	فسترہ	〃	۲۱	فنہا	تمنا	〃	۱۱	ابو حاور	ابو حاتم
〃	۹	نہ ہوئی	نہ ہوتی	۳۵	۱۰	تسبیح	بسبیح	〃	۱۴	البادیہ	البتۃ
۱۴	۱	ما آتکم	ما آتٰکم الرسول	〃	۱۵	(نازعنہا)	نازعنہا	〃	۱۷	اس محاورہ میں وصلوٰۃ خلاج ہیں	اس محاورہ میں وصلوٰۃ خداج
۱۵	۳	فان	فان ہی	〃	۲۱	سمعو	سمعوا				
〃	۱۵	ربا	یا	۳۶	۲	قتیتبۃ	قتیبۃ	۶۵	۹	وعن	عن
〃	۱۸	جواس	اس	〃	۴	رعدلم	أحدٌ	〃	۱۰	ذاب	ثواب
۱۶	۴	اقتدام	اقتداء	۳۷	۱۸	فقہ	فقیہ	〃	۲۱	والہ	اللہ
〃	۱۱	لصحیہ	نصیحتہ	۳۸	۹	اوالطحاوی	والطحاوی	۶۶	۱۱	اور اُن سے	اور دل سے
۱۷	۷	مرت	مست	۴۰	۲۰	جس طرح	جرح	۶۷	۱	کا	کے
〃	〃	عن	من	۴۱	۷	النہایۃ	البنایۃ	۶۸	۱۵	آتی	آتی ہے
〃	۹	دنا قضا	فدنا قضا	〃	۷	عبارت	عبارات	۶۹	۱۴	یہ حال	بہرحال
〃	۱۵	تُقضا	تقضا	〃	۱۴	الہمدانے	الہمدانی	〃	۱۱	بجا درست	بجا و درست
۱۸	۱	قضا	قضا	۴۳	۳	صراحتاً	صراحۃ	۷۰	۳	ہی	بھی
〃	۹	قال النبی	قال رایت النبی	〃	۸	علاج نہیں	علاج ہی نہیں	〃	۴	〃	〃
۱۹	۴	تم میں	تم میں سے	〃	۱۹	فاصنع	فاصبغ	۷۱	۸	اتفاقًا	انصافًا
۲۱	۶	دیکھو	دیکھیے	۴۶	۱۲	آیات	اثبات	۷۲	۵	عریض	عریضہ
〃	۱۸	نفا	تنہا	۴۸	۱۳	الافی	فی	۷۳	۳	المشہورہ	المشہورۃ
۲۳	۳	عفی	علی	〃	۱۴	ودع	داع	۷۵	۱	منظور	منصور
۲۵	۹	بالحسن	مالحسن	۵۰	۱	فرضیت	فرضیت فاتحہ	〃	۸	واشتراط	اشتراط
〃	۱۲	کقضایا	بقضایا	〃	۱۴	رواہ	ودواہ	۷۶	۱۲	فی النہار	فی نصف النہار

صفحہ	مضامین
۳۳۲	بعض اہل ظاہر کا جواب
۳۳۳	راوی کا عمل اپنے روایت کے خلاف ہے۔ کا جواب
"	ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث کی بحث
۳۳۵	کلمہ فا کی بحث نحو میں دیکھو۔ کا جواب
۳۳۶	لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور تھا۔ کا جواب
۳۳۷	ابوبکرہ پر انکار فرمانے کا جواب
۳۳۸	تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ کا بیان
"	تاخیر بیان الی وقت الحاجۃ کا بیان
۳۳۹	طبرانی نے زیادہ کیا ہے۔ کا جواب
۳۴۱	تاخیر بیان الزام۔ کا جواب
"	تاخیر افعال حج کا بیان۔ اور جواب
۳۴۳	انساد صوم کجماع کا بیان۔
۳۴۵	لا تفعل۔ کا جواب
۳۴۶	یہ حدیث منکر ہے کا جواب
۳۴۷	رکعتہ شرعی اور عرفی کے چھوٹنے کا جواب
۳۴۹	یہاں کوئی مقابلہ سجدہ نہیں آہ۔ کا جواب
"	جواب دوم
"	جواب سیوم
۳۵۰	من ادرک رکعۃ من صلاۃ الغداۃ۔ آہ کا جواب

صفحہ	مضامین
۳۵۱	اگر زیادتی مان بھی لیویں آہ کا جواب
۳۵۲	یہاں بھی ادراک کامل لیجیے۔ کا جواب
۳۵۳	محمد اور طحاوی ملتزم الصحۃ نہیں ہیں کا جواب
"	جواب دوم۔
"	جواب سیوم۔
"	جواب چہارم۔
"	جواب پنجم۔
"	جواب ششم۔
۳۵۵	امام مالک کے بلاغات کا حال سنو۔ کا جواب
۳۵۶	جواب دوم
۳۵۷	جواب سوم
"	طارق کا اثر شرکت منظہ ہے۔ کا جواب
۳۵۸	ابوہریرہ کے اثر میں کتنی مراد رکوع لینا ممنوع ہے۔ کا جواب
۳۵۹	ابوہریرہ کا اثر موقوف ہے حجت مسلمہ نہیں کا جواب
"	علم فقہ متفرع از قرآن و حدیث ہی۔
۳۶۱	نماز جنازہ میں فاتحہ کا جواب
۳۶۴	کیدنی پر شبہ کا جواب
۳۶۶	حفاظ محدثین سے سہو واقع ہوتا ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین آمین

تمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۲	۳	او	و
〃	۷	واخذ	واحد
〃	۱۱	للاکثر	لاکثر
۱۷۳	۱۹	قرأ	قرأکا
۱۷۴	۱۶	حدیث روایت	حدیث
〃	۲۱	بھی	ہی
۱۷۵	۳	ہے	سے
〃	۸	رحمۃ اللہ علیہ شرح	شرح
۱۷۶	۶	ہاں	وہاں
〃	۱۱	ہنا	نہاد
〃	۲۰	اللفعہ	القفۃ
۱۷۷	۱۳	کیتے	کہتے
۱۷۸	۴	اخواتنا	اخواننا
۱۷۹	۱۳	یجہران	یجہرون
۱۸۰	۱۲	بہ مختصراً	بہ مختصر حال
〃	۱۶	نماد	نماز
۱۸۱	۳	سے	بھی
۱۸۲	۱۸	من الحفاظ والحفاظ	من الحفاظ
〃	〃	بعلی	یعلی
۱۸۳	۳	ذکر	ذاکرا
۱۸۴	۲	النظر	النضر
۱۸۶	۸	بسارہ	اشارۃ
۱۹۰	۸	فجر	ضحی
۱۹۲	۱۵	مازاد	مع مازاد
۱۹۴	۲۱	التعنوط	التقنوت
۱۹۴	۷	الامام	الامم
۱۹۶	۲۱	حاجب	صاحب
۱۹۸	۱۲	النہری	النہری
۲۰۴	۱۶	ہیں	بین
〃	۲۱	وہاں بھی	وہاں
۲۰۵	۶	حجر	حجرنے
۲۰۶	۲	البکاء	البکائی
〃	۷	عبداللہ عمر	عبداللہ بن عمر
〃	۱۳	حال جو	جو
۲۰۸	۱۹	ابوشیبہ	ابوحباب
〃	۲۰	نسختہ	نسختہ
۲۰۹	۱۰	امین	یمین
۲۱۰	۳	او بہت	بہت
〃	۷	سنہ	سبہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۶	تفہموا	ان تفہموا
۲۱۲	۴	ووجوب	وجوب
۲۱۳	۱۱	وما	ما
〃	۱۵	وہدایہ	ہدایہ
۲۱۴	۱۳	سے	کی ہے
۲۱۵	۹	بیشر	بیشتر
۲۱۶	۴	اجنا	واجتنبا
〃	۲۰	فانا	فانہ
〃	〃	السقیطفتہ	السقیفۃ
〃	۲۱	فانہم انتہہ	فافہم انتہے
۲۱۷	۱	الجتہدین	المجتہدین
〃	۹	لما	مما
〃	۱۰	العبلی	العینی
۲۱۹	۲۱	کیا	کیا
۲۲۱	۷	ان تفعموا	ان تفہموا
〃	〃	تعقلوا	ان تعقلوا
۲۲۲	۱۳	الا	الامام
۲۲۵	۱	ہوتے ہیں	ہونے ہیں
〃	۱۲	لیست	لیت
۲۲۶	۴	لتہذیب	التہذیب
〃	۱۰	ہیں کے	کی
〃	۱۴	اور کچھ نہیں	ہیں تو یہ ترجیح جو ہے اقول یہ کون کہتا ہے کہ ترجیح عام قرأۃ فاتحہ کا موجب بھی آثار میں پہنچتا
۲۲۸	۲	متفدانی	متقدی
〃	۸	قوۃ	قوتہ
۲۲۹	۳	بدکا	کلمہ کا
〃	۱۹	بل	ہل
۲۳۰	۱۹	حدیث اثار	اثار
〃	۲۱	شبر	شبیرہ
۲۳۱	۱۰	پیر	پر
〃	۲۱	بالسنۃ	بالسنۃ کی
۲۳۲	۵	مراجعتہ	مراجعۃ
〃	۸	امام شافعیہ	شافعیہ
۲۳۴	۱۲	ولا یکرہ	لا یکرد
۲۳۵	۶	روایتہ	روایۃ
۲۳۶	۹	العبید	العبد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۰	۵	کے لئے	کے
〃	۱۵	النسبات	اسبات
〃	۲۱	ہوچکا	ہوچکی
۲۴۳	۷	فالامور	فالمامور
〃	۲۱	دوان	دونہ
۲۴۶	۳	بھی	ہے
۲۴۷	۶	روایت	اصح روایت
〃	۱۷	بنصہ	بنفسہ
۲۵۰	۱۷	فبہ	فتنہ
۲۵۱	۱۶	فیقرأ	فقیرأ ترک
〃	۱۷	الامامت	الامت
〃	۲۱	اور	اور نسخہ زبدہ محدثین کے امام المسلمین فخر المحدثین امام بخاری اور مسلم کو بھی شیخین کہتے ہیں
۲۵۳	۱۹	خفر	حفر
۲۵۴	۱۰	نخفر	یحفرکہ
〃	۱۴	ارشاد	ارشادا
۲۵۵	۲	حفرہ	حفرۃ
〃	۱۴	لئے	لئے آؤ
۲۵۸	۲	فاتحہ کا	فاتحہ
〃	۱۶	کنیت	رکنیت
۲۵۹	۱۱	نقصان	انتقصان
۲۶۰	۶	اور اصل	در اصل
۲۶۱	۷	تقرب	لقرب
۲۶۲	۳	اولہ دلائل	دلائل
〃	۱۳	لفظ	ولفظ
〃	۱۶	اروی	ازدی
۲۶۳	۲۰	کسی	تحقیق کسی
۲۶۴	۴	شرح	شرح ہیں
〃	۷	لاتفتنر	ولا تغتنر
〃	۱۹	کان	کان کا
۲۶۵	۲	لمواظب	المواظبۃ
〃	۱۳	الیفرہ	یفرہ
۲۶۸	۱۳	فلاخبیر	فلاضیر
〃	۱۵	کے ماہرین	ماہرین
۲۶۹	۱۲	محول	مقبول محول
〃	۱۹	ولا	الا
۱۷	۱۸	عقلی	عقلی کا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۳	بعنی صحیح حقیقی	بعنی حقیقی
〃	۵	یصلح	یصح
۸۴	۲۱	اہل	من اہل
۸۵	۱۳	کنتم	کنتہم
〃	۱۷	فی	وفی
۸۶	۷	صح	اصح
〃	۱۶	دین	زین
〃	۱۷	راقد	واقد
۸۷	۷	وثقہ	ثقہ
۸۸	۱۳	کلمہ	حکمہ
〃	۱۷	استبنئی	انبثنی
۸۹	۸	جواب	جواب سوال
〃	۹	فتقول	فنقول
〃	۱۵	ذکر کرنا	کرنا
۹۱	۲	سے	کی
۹۲	۲	حقیقتاً	حقیقۃ
〃	۸	مودا اور مورد	مواد اور موارد
〃	۱۰	دل	الآن
۹۳	۹	یہی	ہی
〃	۱۱	ہے	ہیں
۹۴	۱۸	کمثل	ہثل
۹۵	۵	اصلیہا	صلبہا
〃	۱۲	بار	بامر
۹۶	۳	فرضیتنا	فرضیتہا
〃	۱۳	حضرتؑ	حضرتؑ نے
۹۷	۲۰	لئے	لئے کیا کہ
۹۸	۱۶	امالک	امامک
〃	۱۸	الصلوۃ	الکلام
〃	۲۰	المانین	المابین
۱۰۰	۷	فعلا	نعلان
۱۰۴	۵	بینہا	ہہنا
۱۰۹	۱	تتکلم	تتکلم فیہ
۱۱۱	۲۱	بالیس	مالیس
۱۱۲	۱۴	طرق	طریق
۱۱۳	۸	لاعمر	عمر
〃	۲۱	تفتی	تفت
۱۱۴	۹	وقع	رفع
〃	۱۹	بالفاطمہ	بالقاطمہ
〃	۲۰	لا	الا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۱۲	بھی	نے بھی
۱۱۸	۱۲	مطلقا	مطلقاً
۱۱۹	۷	حدث	حدیث
۱۲۱	۳	محال	محل
〃	۱۸	صحابہ خلفاء	خلفاء
۱۲۲	۷	کے	کا
〃	۹	کرتا	کرنا
۱۲۵	۸	میں سے	میں
۱۲۶	۲	ایسی	ایسی ہی
۱۲۸	۱۷	کل	کی
〃	۲۰	اوہی	اُنہی ہی
〃	۲۱	پہ	پھر
〃	〃	سبیل	سیل
۱۲۹	۴	لکھے	کہتے
〃	۶	جواب کا	کا جواب
۱۳۱	۱۵	فیما	وفیما
۱۳۲	۲۱	قال	قال کان
〃	〃	ابن زیاد	زیاد
۱۳۴	۱۰	خانصاحت سے	خان صاحب لکھتے ہیں
۱۳۶	۱۲	تضع منافیہ	تقع منافیۃ
۱۳۷	۹	صراحتاً	صراحتہ
۱۳۹	۳	زیادہ	زیادۃ
〃	〃	〃	〃
〃	۶	〃	〃
〃	۱۵	نہ ہو	ہو
۱۴۰	۱۸	وہی ہی	وہی
۱۴۱	۵	تعلیمہ	تعلمہ
۱۴۴	۹	ثما قرأ	ثم اقرأ
〃	۱۱	کلاما	کلام
〃	۱۳	مسیرۃ	میسّرۃ
〃	۱۸	م میسر	ما تیسر
〃	〃	لشارع	الشارع
〃	۲۰	اعتبار	اختیار
〃	۲۱	قبل	قول
۱۴۵	۱۰	اتیمی	التیمی
〃	۱۳	ہے	بھی ہے
〃	〃	بہ کلام	بہ کلام
۱۴۶	۱۲	سکتی	سکتیں
〃	۱۵	وحد	وجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶	۱۸	سحو ہو	فتزکہ
۱۴۷	۳	ہیں	ہے
〃	۱۴	عن	من
۱۴۹	۱۴	ہندنا	عندنا
〃	۱۶	اُس ہیں	تو اُس ہیں
۱۵۱	۵	اول	اُولی
〃	۱۸	علی کل الجزأ	کُل علی الجزأ
〃	۲۰	قطعہ	قطعیۃ
۱۵۳	۱	ہے اور	اور
〃	۲	نہوئی	نہولے
〃	۱۶	جن	جنس
۱۵۴	۴	بیانہا	ہہنا
۱۵۵	۳	ہیں	ہوں
〃	۵	ہیں	مخروج
〃	۱۰	تحقیقات	تخصیصات
〃	۱۲	〃	〃
〃	۱۹	بڑا بہت	بہت بڑا
۱۵۶	۳	لسعی	یسعی
〃	۸	فیعطی	فیغطی
۱۵۷	۶	دوبارہ	دوبار
۱۵۸	۱۹	المسکوت	السکوت
〃	۲۱	المشکوت	السکوت
۱۶۰	۱۳	عبادت	عبارت
۱۶۱	۱۲	قال	[illegible]
۱۶۲	۷	صاحب	کلام صاحب
〃	۸	نقر	نقض
۱۶۴	۱۸	انہ من	انہ قال
۱۶۵	۱۳	[illegible]	کی
۱۶۷	۳	فی	نے
〃	۱۲	بھی	ہے
۱۶۸	۱۰	بنک	زنک
۱۶۹	۱	من	منع
〃	۷	اور کچھ	کچھ اور
〃	۱۰	نانتا	مانتا
۱۷۰	۳	واصلا	اصلاً
〃	۶	بکلام	من کلام
〃	۱۱	جواب	لیس جواب
〃	۱۲	[illegible] نہ ہو منافی	[illegible]
۱۷۱	۴	بھی	ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۳	مبتی	مبتنی	۳۰۲	۱۷	روایة	راویة
〃	۹	النهب	للذهب	۳۰۴	۱	رواه البخاری	البخاری
۲۷۲	۱۰	مفهوما	مفهوم	〃	۵	بروایة	بروایته
〃	۲۰	کتاب	کتب	۳۰۸	۶	فصرف	فتصرف
[illegible]	۲۱	جنکو	بلکه	〃	۲۱	اسی	اس
۲۷۳	۶	زرمه	ازته	۳۰۹	۳	یضمن	بضمن
〃	۱۳	والنظام	النظام	۳۱۰	۶	اور	اور اگر
۲۷۴	۳	تقیید	تعلیه	〃	۱۸	ہی	ہی ہے
〃	۱۸	سے حدیث	حدیث	۳۱۴	۱۳	فرمائی	فرمائے
۲۷۵	۱۲	التبیرار	الشیرازباری	۳۱۵	۱۵	لایرمی	لایری
۲۷۷	۱۳	الضعیف	الضعف	۳۱۶	۱۸	عشرو	وعشره
۲۷۸	۱۰	کیار	من کیار	〃	۱۹	سے	وہذا
〃	۱۴	واکتب	وکتب	۳۲۰	۷	اعلمکم	أعلمکم
〃	۲۱	عبادات	عبارات	〃	۲۱	سبکی	جسکی
۲۷۹	۷	ہیں	ہے	۳۲۱	۱۷	بالدلیل	مطالبۃ الدلیل
〃	۱۶	مطروح	مطروح ہے	۳۲۲	۲۱	کئے جاویں	کیا جاوے
۲۸۰	۹	ا	اول،ا	۳۲۳	۱۹	برید	بن یزید
۲۸۱	۱۲	فلاورد	فلاورود	۳۲۷	۱	اینه	انبه
۲۸۴	۱۶	واقعه	واقعی	〃	۲	السامی لهم	الساجی لهم
۲۸۵	۱۰	نبادر	تبادر	۳۲۸	۲۰	عقلاً اوراشارةً	عقدا وراشاره
〃	۲۱	منشا	انحال منشاء	۳۲۹	۹	فعل	بصورة فعل
۲۸۷	۱۲	جیب	حبیب	۳۳۱	۱	قدرے	قدرے زیادہ
۲۸۸	۲۰	سو	سور	〃	۶	اس	اس اثر کو
۲۸۹	۵	السیب	المسیّب	۳۳۳	۱۰	ادا	روایة
〃	۷	سلیمان	وسلیمان	۳۳۴	۱	حطر	حفر
〃	۹	دعیت	ما وعیت	۳۳۶	۲	اسکے	بدون اسکے
۲۹۰	۷	النهایة	البنایة	۳۳۹	۲	ابوبکر	ابوبکره
〃	۱۹	حسین	حسنؓ	〃	۴	نوشلار	نوش دارو
۲۹۱	۱۶	بتنبه	بعینه	〃	۱۶	زیاده	زیادة
۲۹۲	۵	دفعة	رکعته	〃	۱۷	[illegible]	[illegible]
۲۹۴	۲	بلغت	بلغته	۳۴۰	۱۱	بہو بہو	ہو بہو
〃	۱۸	حاجبته	حاجته	۳۴۲	۳	میں بجز	بیخ نحر
۲۹۵	۱	ہی	بھی	۳۵۵	۲۱	نقلاه	نقلده
۲۹۷	۱۶	یشفق	لیتفق	۳۵۶	۱۳	شروط	شروع
۲۹۸	۳	نہ ہونا	ہونا	۳۶۱	۱۵	عباذا	عبادانی
۳۰۱	۱	ذکره	ذکره فی التعلیق	۳۶۴	۱۶	والاّ	والاّ
〃	۹	فی آخرہن	الا فی آخرہن	۳۶۵	۱۶	وسات	اسات
۳۰۲	۶	فی البنایه	فی البنایة				
〃	۱۶	فی الهتایة	فی البنایة				

تمت صحت نامہ کتاب انوار نعمانیہ